ماہنامہ آنچل کراچی

FEBRUARY 2017

ماہنامہ

حجاب کراچی

فروری 2017 کے شمارے کی ایک جھلک

میرے خواب زندہ ہیں — نادیہ فاطمہ رضوی کا سلسلے وار ناول

دل کے دریچے — صدف آصف کا سلسلے وار ناول

شب آرزو تیری چاہ میں — نائلہ طارق کا منفرد سلسلے وار ناول

اس کے علاوہ

اقبال بانو، سباس گل، عائشہ پرویز، حمیرا علی کی خوب صورت تحریریں

قارئین کے ذوق کے عین مطابق مستقل سلسلوں میں پڑھیے

طب نبویؐ، بزم سخن، کچن کارنر، آرائش حسن، عالم میں انتخاب

شوخئ تحریر، حسن خیال، ہومیو کارنر، شوبز کی دنیا، ٹوٹکے

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں/ (021-35620771/2)

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

سال نو کی بہار

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 74400

Watch Us On YouTube

چہرے کے فالتو بالوں کا
بہت ہی آسان علاج

YouTube

Health Care Club

چہرے کی جھُریوں کا
بہت ہی آسان علاج

YouTube

Health Care Club

سرورق: ماریہ رضوی ..... آرائش: روز بیوٹی پارلر ..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 ای میل: info@aanchal.com.pk
نئے افق پبلی کیشنز کے مطبوعات

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ سرسبز و شاداب رکھے میری اس امتی کو جو میری بات سنے، محفوظ کرے اور آگے پہنچادے۔ (سنن ترمذی: 2600)

سرگوشیاں

مدیرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
فروری ۲۰۱۷ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔
میں اور میرے ساتھی ان تمام بہنوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہیں جنہوں نے نئے سال کی مبارک باد اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا ہے، جزاک اللہ خیر۔ میں ذاتی طور پر ان تمام بہنوں کا شکریہ ادا کرتی ہوں جنہوں نے (حجاب) سالگرہ نمبر سجانے سنوارنے میں میری معاونت کی اور بہنوں کو حجاب کی صورت ایک خوب صورت گلدستہ پیش کرنے میں کامیابی ملی۔
وطن عزیز میں آج کل موسم سرما کی بہار ہے، سردیاں دیر سے ہی سہی شروع ہوچکی ہیں اور اس بار ایسا محسوس ہورہا ہے کہ دیر آید درست آید موسم نے اگلی پچھلی تمام کسر نکال دی ہے سردی خصوصاً کراچی میں آ نہیں رہی تھی اب آئی ہے تو اپنے پورے طمطراق کے ساتھ...... وہ تمام افراد جو جاڑے کی آمد سے مایوس ہوچکے تھے اور اپنے گرم کپڑوں کے استعمال کرنے کی خواہش کو دبائے بیٹھے تھے جاڑے کی آمد سے خوش ہوگئے ہیں کہ ان کے گرم کپڑے کارآمد ہوگئے۔
وطن عزیز میں سیاسی میدانوں میں ہر طرف پانامہ کیس کا شور مچا ہوا ہے عدالت عظمیٰ میں مقدمہ زیرِ سماعت ہے فیصلہ کسی کے بھی حق میں آسکتا ہے فیصلہ تو دراصل جو حق پر ہوگا اس کے ہی حق میں آئے گا لیکن اس مقدمہ کو اہل سیاست اپنی بصیرت کے مطابق دیکھ رہے ہیں کیونکہ جلد ہی اہل سیاست کے لیے انتخابات کا میدان سجنے والا ہے کچھ سیاسی جماعتوں نے تو اپنی انتخابی سرگرمیاں شروع بھی کردی ہیں اور ان کو گمان ہے کہ نواز لیگ پانامہ کیس کے باعث عوام کی نظروں سے گرچکی ہے اس لیے اب کی باران کی باری آئی ہی آئی یہ تو اللہ ہی جانتا ہے کہ آنے والے دنوں میں اقتدار کا سہرا کس کے سر سجایا جاتا ہے ہاں، ہم عوام کو اس بار بڑی سوچ و بچار سے اپنی اور اپنے وطن کی فکر کرتے ہوئے تمام بدعنوان اور کرپٹ سیاستدانوں کو گھر بھیجنا ہی ہوگا اپنے ووٹ کی قوت کا درست استعمال کرنا ہی ہوگا اللہ ہماری ہمارے وطن عزیز کی حفاظت فرمائے اور ہمیں صحیح نمائندے منتخب کرنے کی توفیق وقوت عطا فرمائے آمین۔

اس ماہ کے ستارے

☆ریشم کی زنجیر — رشتوں کی الجھی ڈور کو سلجھاتی سیما بنت عاصم کی موثر و دلکش کاوش۔
☆حساب دوستاں — نازیہ جمال اپنے دلفریب انداز میں مکمل ناول کے سنگ جلوہ گر ہیں۔
☆پلڑا — مکافات عمل کو بہترین انداز میں پیش کرتا مصباح علی سید کا ناولٹ۔
☆ایک دن محبت کے نام — یوم محبت منانے والوں کے لیے ایک خوب صورت پیغام۔
☆بری ماں — ماں کی ممتا، چاہت و عظمت کی ایک انوکھی داستان ام اقصیٰ کے منفرد انداز میں۔
☆جو نصیب میں تھا — حالات کی تلخیوں کو پیش کرتا نفیسہ سعید کا مکمل ناول۔
☆زندگی مسکرانے لگی — ہنستی مسکراتی زندگی کا راز جانیے حمیرا نوشین کے سنگ۔
☆تعلیم یافتہ — شازیہ ستار اپنے افسانے کے سنگ پہلی مرتبہ حاضر ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔
دعاگو
قیصر آرا

حمد

ترے حضور جو دامن کو واپس کرتا

وہ حق بندگی ہر گز ادا نہیں کرتا

تُو بانٹتا ہے مسرت اداس لوگوں میں

بلاوجہ تو کسی کو خفا نہیں کرتا

وہ تیرا ماننے والا ہے یا کہ کافر ہے

کوئی نہیں ہے جسے تُو عطا نہیں کرتا

تُو ہے قریب رگِ جاں یہ سب کو ہے معلوم

وہ بدنصیب ہے پھر بھی دعا نہیں کرتا

وہ خوش نصیب ہیں جو تجھ کو ڈھونڈ لیتے ہیں

ہے بدنصیب جسے تُو ملا نہیں کرتا

تُو کائنات کی ہر چیز سے نمایاں ہے

پتا وجود کا لیکن ملا نہیں کرتا

قمرؔ تُو تیرے ہی در پر جھکا رہا ہے جبیں

کسی کے در پر وہ سجدہ کیا نہیں کرتا

ریاض حسین قمرؔ

نعت

مجھ جیسا گناہ گار ہدایت کی طلب میں

پھرتا ہے اسی سایہ رحمت کی طلب میں

یہ سلسلہ کار نفس ختم نہ ہو جائے

اس روضہ اقدس کی زیارت کی طلب میں

کچھ دن سے درِ خواب مرا بند ہے لیکن

آنکھیں ہیں کہ رہتی ہیں بشارت کی طلب میں

میں مصلحت سود و زیاں بھول گیا ہوں

اے رحمت کُل آپ سے نسبت کی طلب میں

جب نعت نبی پڑھتے ہوئے سانس اٹک جائے

ہم اہل قلم ہیں اسی راحت کی طلب میں

اس دل میں رہے کوچۂ طیبہ کی تمنا

اور عمر گزر جائے اجازت کی طلب میں

جب عشق نبی سارے مسائل کو بھلا دے

ہے عزم اسی قیمتی ساعت کی طلب میں

عزم بہزاد

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

در جواب آں

مدیرہ

رفعت سراج ...... کراچی

عزیزی رفعت! جیتی رہو آپ کے والد کی رحلت کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ بے شک والدین کا سایہ سلامت ہو تو کٹھن اور مشکل حالات میں بھی ایک ڈھارس رہتی ہے کہ ہمارے لیے ہر دم ان کی دعائیں ایک حصار کیے رکھتی ہیں۔ آپ باپ جیسے مشفق سائے سے محروم ہوکر زمانے کی کڑی دھوپ میں آگئی ہیں۔ بے شک آپ اور دیگر اہل خانہ کے لیے ایک صبر آزما مرحلہ ہے اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے والد محترم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور دیگر اہل خانہ کو صبر و ہمت عطا فرمائے آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کے ملتمس ہیں۔

اقراء صغیر احمد ...... کراچی

ڈیئر اقراء! سدا خوش رہو آپ کی جانب سے خوب صورت دعوت نامہ موصول ہوا۔ سب سے پہلے تو ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد قبول فرمائیے کہ آپ اپنی بیٹی اور بیٹے کی شادی کے فرائض سے سبکدوش ہونے جارہی ہیں۔ ہماری نیک تمنائیں اور ڈھیروں دعائیں آپ کے سنگ ہیں اللہ سبحان وتعالیٰ زندگی کی ایسی ڈھیروں خوشیاں آپ کے مقدر میں رقم فرمائے شادی کی مصروفیات سے فارغ ہوکر شادی کا احوال لکھ بھیجیے گا تاکہ قارئین بھی آپ کے سنگ ان خوشیوں میں شامل ہوسکیں۔

نازیہ کنول نازی ...... ہارون آباد

ڈیئر نازیہ! سدا سہاگن رہو آپ کی نند کی شادی کا سن کر خوشی ہوئی اور ہم دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اور ہماری پرانی قاری عاصمہ اقبال کو زندگی کے اس نئے سفر کی بے حساب خوشیاں نصیب ہوں آمین۔

ندا حسنین ...... کراچی

ڈیئر نادیہ! سدا سہاگن رہو آپ کو پیا دیس سدھارنے کی بے حد مبارک قبول ہو۔ اور ہم اللہ سبحان وتعالیٰ کے اعلیٰ دربار میں دعا گو ہیں کہ وہ پاک ذات آپ کو سدا خوش وخرم اور شاد وآباد رکھے آمین۔

شبینہ گل ...... کراچی

پیاری شبینہ! شاد وآباد رہو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ کو نوازا اور آپ کے گھر کو ایک ننھی پری نے اپنی قلقاریوں سے خوشیوں کا گہوارا بنادیا۔ ایک بار پھر ماں کے عظیم مرتبے پر فائز ہونے کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اور ننھی گڑیا کو صحت وعافیت سے بھرپور زندگی عطا فرمائے اور آپ کو بہت سی خوشیوں سے نوازے آمین۔

نادیہ احمد ...... دبئی

ڈیئر نادیہ! سدا سہاگن رہو کتاب کی اشاعت پر ڈھیروں مبارک قبول فرمائیے۔ بے شک آپ کی یہ پہلی کتاب علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک گراں قدر سرمایہ ثابت ہوگی۔ اسی طرح اپنے قلم سے لوگوں کی اصلاح و رہبری کا فریضہ سرانجام دیتی رہیں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو مزید ترقی و کامیابی عطا کرے اور آسمان ادب کے درخشندہ ستاروں میں آپ کا نام جگمگائے آمین۔

کوثر خالد ...... جڑانوالہ

عزیزی کوثر! سدا شاد رہو آپ کا انداز تخاطب اور شعری انداز ولب ولہجہ بہت پسند آیا جس میں دلچسپی، برجستگی، شگفتگی ہر پہلو ہی نمایاں ہے آپ سے بات چیت بالمشافہ ملاقات میں ڈھل کر "تم میرے پاس ہوتے ہو گویا" کی عملی تفسیر میں ڈھل جاتی ہے۔ کتاب کیونکر نہ پسند آتی کیونکہ آپ کے شعری ونثری دونوں انداز ہی بہت خوب ہیں۔ شب وروز کی ان مصروف گھڑیوں سے تو ہر کوئی فراغت چاہتا ہے مگر کہاں کی فرصت کیسی فراغت؟ اگر صبح جلدی اٹھ کر کاموں میں مشغول ہوتی ہیں تو دوپہر میں کچھ پل میں محو استراحت فرمائیں رات دیر تک جاگنے میں آسانی ہوجائے گی اور سب سے رابطے برقرار رہیں گے۔ تبصرے آپ جس انداز میں بھی کرتی ہیں سب کی پسندیدگی کا سبب ٹھہرتے ہیں اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کے تمام کاموں میں آسانی عطا فرمائے آمین۔

ثناء اشرف...... میانوالی

عزیزی ثناء! سدا مسکراؤ' آنچل سے آپ کی دل وابستگی کے متعلق جان کر بے حد اچھا لگا۔ یہ بھی خوش آئند ہے کہ آپ اپنا نام بعض اوقات پرچے میں نہ دیکھ کر مایوس اور افسردہ نہیں ہوتیں بلکہ آئندہ مزید بہتر اور اچھی کاوش کے سنگ کوشش جاری رکھتی ہیں اور بے شک ایسے لوگ ہی زندگی میں کامیاب و کامران ہوتے ہیں جو ناکامی سے تھک کر مایوس نہیں ہوتے بلکہ اپنی کوشش میں کچھ کمی جان کر مزید بہتر کے سفر پر گامزن ہوجاتے ہیں۔ ہمیں بھی آنچل میں آپ کی شرکت بے حد مسرت سے ہمکنار کرتی ہے آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

سائرہ محمد...... ٹوبہ ٹیک سنگھ

پیاری سائرہ! سدا آباد رہو' آپ کی والہانہ خوشی کے متعلق جان کر بے حد خوشی ہوئی اگر ہمارے چند تسلی بھرے شفقت آمیز کلمات سے آپ کی تشفی ہوتی ہے تو یہ بات ہمارے لیے قابل فخر و باعث رشک ہے۔ ہماری کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ سب بہنوں کے جوابات شامل کرلیے جائیں لیکن صفحات کی کمیابی کی بناء پر اور بعض اوقات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب سب بہنوں کو شامل محفل کرنا دشوار ہوجاتا ہے لیکن ان تمام خطوط کو نہ صرف پڑھا جاتا ہے بلکہ آپ کی تجاویز کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے اس لیے اس دیر سویر کو نظر انداز کردیا کریں۔ آپ کی شاعری متعلقہ شعبے میں بھیج دی ہے اگر معیاری ہوئی تو جلد جگہ بنالے گی۔

نمرہ محمد...... قصور

ڈیئر نمرہ! سدا مسکراؤ' کہانی کی اشاعت پر حوصلہ افزائی اور انعام آپ کی ہمت بڑھانے اور مزید محنت جاری رکھنے کا ایک ادنیٰ سا نذرانہ ہے۔ آپ کو اچھا لگا بے حد خوشی ہوئی یہ آپ بہنوں کا اپنا پرچہ ہے اور اسے آپ کے تعاون سے پایہ تکمیل تک پہنچایا جاتا ہے اس لیے شکریہ کی ضرورت نہیں البتہ قلمی تعاون برقرار رکھیے گا آپ کی دوسری تحریر موصول ہوگئی ہے۔ لیکن پہلی تحریر کی نسبت اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہی وجہ موضوع جس پر آپ کی گرفت کمزور رہی' امید ہے کہ مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

سارہ بانو باھو...... پھالیہ

ڈیئر سارہ! سدا سکھی رہو' آپ نے شاعری کی صورت اپنے جذبات واحساسات کو لفظوں کے پیراہن میں ڈھال کر ارسال کیا بے حد اچھی بات ہے۔ آپ کی ارسال کردہ شاعری متعلقہ شعبے میں بھیج دی گئی ہے اگر معیاری اور پرچے کے مطابق ہوئی تو کانٹ چھانٹ اور اصلاح کے بعد جلد اپنی جگہ بنالے گی۔ آپ دیگر سلسلوں میں بھی شرکت کرسکتی ہیں' اب آپ آنچل فیملی کا حصہ ہیں امید ہے سابقہ خفگی دور ہوجائے گی۔

راشدہ علی...... اٹک

ڈیئر راشدہ! سدا مسکراؤ' یکم جنوری کو ارسال کردہ آپ کا خط ہمیں چار جنوری کو موصول ہوا۔ جی جناب نئے سال کی آپ کو بھی بہت مبارک باد۔ آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی' قلمی سفر کے متعلق جان کر خوشی ہوئی کہ آپ نے کاغذ و قلم سے ناطہ جوڑا ہے تو برقرار رکھیے گا اور یونہی نت نئے موضوعات پر طبع آزمائی جاری رکھیے۔ آپ اپنے ناول کا مرکزی خیال پہلے چند صفحات پر لکھ کر ارسال کردیں' ہم پڑھنے کے بعد آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے اس طرح آپ بھی زحمت سے بچ جائیں گی' اللہ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو دین و دنیا کے تمام امتحانوں میں سرخروئی عطا فرمائے آمین۔

ثانیہ مغل' کنزہ مریم...... سرگودھا

ڈیئر ثانیہ! سدا سہاگن رہو' یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ بابل کے آنگن سے رخصت ہوکر پیا دیس سدھارنے والی ہو' بے شک جب یہ سطور آپ کی نظر سے گزریں گی آپ ہمسفر کے درجہ پر فائز ہوں گی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ اپنے ہمسفر کے سنگ زندگی کی ڈھیروں خوشیاں عطا فرمائے' ایسے موقع پر اپنے گھر اپنے والدین اور قریبی عزیزوں سے جدائی کا خیال سب کے لیے ہی تکلیف دہ ہوتا ہے ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور ہم آپ کو کیونکر بھول سکتے ہیں' چاہے جانے کا احساس کبھی فراموشی کے احساس سے دوچار ہونے ہی نہیں دیتا اور ہمیں آپ کی چاہت کا بخوبی اندازہ ہے اور اس بات کا یقین رکھیں کہ آپ بھی ہماری یادوں میں ہیں آپ کی تحریریں ہمارے پاس محفوظ ہیں جلد لگانے کی کوشش کریں گے' شادی کی ڈھیروں مبارک باد۔

ریحانہ آفتاب...... کراچی

ڈیئر ریحانہ! سدا سہاگن رہو' آپ کا شکوہ بجا ہے' بے شک انتظار کے کٹھن اور جانگسل لمحات سے گزرنا مشکل امر ہے لیکن بعض اوقات صفحات کی کمیابی کی بناء پر یہ شکایت پیدا ہوجاتی ہے۔ ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ سب رائٹرز کو موقع دیا جائے لیکن بعض بہنوں کے ناول یا افسانے جو مخصوص مواقع یا کرنٹ افیئر پر ہوتے ہیں انہیں جلد شائع کرنا پڑتا ہے اور دیگر بہنیں اس بات کو لے کر گلہ کرنے لگتی ہیں۔ بہرحال آپ کے سوال کا جواب آپ کو جلد کہانی کی اشاعت صورت مل جائے گا' امید ہے قلمی تعاون برقرار رکھیں گی۔

حمیرا قریشی...... حیدر آباد

عزیزی حمیرا! سدا خوش رہو' آپ کی کہانیاں تو وقتاً فوقتاً آنچل وحجاب کی زینت بن جاتی ہیں اور قارئین کی پسندیدگی بھی حاصل کرلیتی ہیں اس لیے اب انتظار کو چھوڑ کر دیگر موضوعات پر قلم اٹھائیں تاکہ آپ کے لکھنے کے فن کو مزید جلا ملے اور بطور رائٹر آپ کی ایک پہچان بن سکے۔

ماریہ...... فیصل آباد

پیاری ماریہ! سدا خوش رہو' پہلی بار بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید' جس طرح آج یہ نصف ملاقات کی ہے اسی طرح اپنی شاعری بھی ارسال کردیں اگر معیاری ہوئی تو ضرور آنچل کے صفحات پر شائع کردی جائے گی' شاعری کے علاوہ دیگر نگارشات بھی ارسال کرسکتی ہیں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ارم ریاض...... گوجرانوالہ

عزیزی ارم! سدا خوش رہو' بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ دنیاوی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ آپ نے دینی تعلیم پر بھی بھرپور توجہ دی اور ماشاء اللہ حافظ قرآن ہیں۔ بے شک یہی علم دین و دنیا دونوں کے لیے کامیابی اور سرخروئی کا باعث ہے اگر آپ شاعری کا ذوق رکھتی ہیں تو اپنی نظم یا غزل ارسال کردیں اگر پرچے کے معیار کے مطابق ہوئی تو ضرور شائع ہوجائے گی' آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

ایس گوھر...... تاندلیانوالہ' فیصل آباد

ڈیئر گوہر! جیتی رہو' محبت وچاہت کی خوشبو میں بسا آپ کا نامہ موصول ہوا' پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کے سراہنے اور اپنے دل میں جگہ دینے کا بہت شکریہ' آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں لیکن بعض رائٹرز نے خود کو صرف ایک مخصوص حلقے تک محدود کرلیا ہے یا پھر انہیں پابند کردیا گیا ہے۔ اسی بناء پر دوسروں کے لیے وقت نہیں نکال پاتیں آنچل وحجاب کی پسندیدگی کا شکریہ۔ آپ مختصراً افسانہ لکھ کر ارسال کردیں تاکہ آپ کے تحریری انداز کا علم ہوسکے اگر معیاری ہوا تو ضرور جگہ دی جائے گا۔

علینہ اختر...... اسلام آباد

پیاری علینہ! سدا مسکراؤ' آپ کا گلہ سرآنکھوں پر اسم گرامی کی تصحیح کردی گئی ہے۔ آپ کی تحریر ''سحر ہونے کو ہے'' پڑھ لی ہے' موجودہ حالات کی ترجمانی کرتی یہ تحریر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری البتہ بعض جگہ طوالت گراں محسوس ہوئی اور کہانی کی دلکشی اور ربط متاثر ہوا ہے ابھی چونکہ آپ طفل مکتب ہیں اسی لیے خامیوں اور کمزوریوں کو صرف نظر کرتے کانٹ چھانٹ اور اصلاح کے بعد شامل کرلیں گے۔ آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا' کہانیوں کے علاوہ دیگر سلسلوں میں شرکت کے ذریعے آپ ہر ماہ شامل ہوسکتی ہیں' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو آسانیاں عطا فرمائے آمین۔

عظمیٰ شفیق...... جڑانوالہ

ڈیئر عظمیٰ! جگ جگ جیو' آپ کی نظمیں غزلیں متعلقہ شعبہ میں ارسال کردی ہیں اگر معیاری ہوئیں اور اصلاح کی گنجائش ہوئی تو بعد از اصلاح اپنی جگہ بنالیں گی۔ ہمیں آپ کی مشکلات کا اندازہ ہے لیکن اچھی اور معیاری چیز اپنی جگہ خود بنالیتی ہے رد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' امید ہے تشفی ہوپائے گی۔

عنزہ یونس...... حافظ آباد

عزیزی عنزہ! سدا آباد رہو' آپ کے پرخلوص جذبات سے آپ کے محب وطن پاکستانی ہونے کا ثبوت بخوبی ملتا ہے۔ آپ کی ہر ہر سطر اور ہر ہر لفظ میں ایک تلخ حقیقت پنہاں ہے' جس سے انحراف ممکن نہیں۔ جہاد بالقلم کا حق ادا کرتی رہیں' برزخ تحریر بھی آپ نے اسی حوالے سے لکھی لیکن وائے افسوس' جس طرح خطوط میں آپ کا ٹھوس ومدلل لہجہ اور واضح حقائق سامنے آتے ہیں کہانی میں یہ انداز نظر نہیں آیا۔ بے شک ہماری نسل نو تو وہی سیکھے گی اور وہی انداز وطور اطوار اپنائے گی جو انہیں اپنے گھر وارد گرد نظر آئیں گے

لیکن آپ اس موضوع کے ساتھ انصاف نہیں کرپائیں مزید محنت کے بعد لکھیں۔

ماہ رخ رشک حنا...... سرگودھا

ڈیئر ماہ رخ! مسکراتی رہو طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی۔ آپ کی کمی کیونکر محسوس نہ ہوگی بے شک آپ بہنوں کی نگارشات سے ہی پرچہ پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے البتہ بعض اوقات صفحات کی کمیابی کے سبب سب بہنوں کو شامل نہیں کرپاتے اس لیے اس خفگی کو بھول جائیے آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں امید ہے آپ کو مطمئن کرپائیں گے یونہی اپنی تجاویز و آراء سے آگاہ کرتی رہیے گا۔

آمنہ رحمن مسکان...... مری

پیاری آمنہ! سدا خوش رہو ملکہ کوہسار کی پری سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ آپ کی طرف جتنی ٹھنڈ ہے یہاں تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں البتہ اللہ سبحان و تعالیٰ کی باران رحمت جوش میں آئی ہے اور ہر طرف جل تھل کا عالم ہے۔ آپ کی کزن کی رحلت کا جان کر افسوس ہوا' اللہ تعالیٰ آپ سمیت دیگر گھر والوں کی بیماری و تکالیف کو دور فرمائے اور مرحومہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے' آپ کی کامیابی کے لیے بھی دعا گو ہیں۔

مریم شیراز...... ملتان

ڈیئر مریم! سدا خوش رہو آپ کی ارسال کردہ "مان" پڑھ ڈالی۔ موضوع اور انداز تو بہتر ہے لیکن بعض جگہ کہانی پر آپ کی گرفت کمزور ہے اگرچہ اصلاحی موضوع ہے اور پڑھ کر یہ بھی اندازہ ہوا کہ تھوڑی سی محنت کے بعد آپ بہتر اور اچھا لکھ سکتی ہیں اس لیے اس ناکامی کو کامیابی کا زینہ بنانے کی کوشش کریں اور بہتر سے بہترین کے سفر کی جانب گامزن ہوجائیں' امید ہے کوشش جاری رکھیں گی' اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

عرشیہ ہاشمی...... آزاد کشمیر

پیاری عرشیہ! سدا سہاگن رہو آپ کی تحریر "عفت" کے عنوان سے موصول ہوئی۔ زندگی سے ہاری ہوئی عورت کی شکست جس کی پاک دامنی کو بھی آخر میں مشکوک دکھایا ہے اگرچہ وہ اپنے نام کی طرح عفت و پاکیزگی سے عبارت ہے کچھ خاص تاثر قائم نہ کرسکی۔ زندگی کی تلخ حقیقت کو آپ نے پیش کیا ہے لیکن مکالمات کی فراوانی ہے جبکہ منظر نگاری کی کمی محسوس ہوئی۔ امید ہے آئندہ ان باتوں کو پیش نظر رکھیں گی اس تحریر کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

نور المثال شہزادی...... کھڈیاں قصور

ڈیئر نور! سدا شاد رہو آپ کی تحریر اس قابل تھی تو شائع ہوگئی البتہ پہلے کی ارسال کی گئی دو تحریریں ہمیں موصول نہیں ہوئیں جبکہ موجودہ تحریریں باری کے انتظار میں ہیں۔ باری آنے پر پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے' آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

زندگی تنویر خلیل...... پشاور

ڈیئر زندگی! سدا سکھی رہو آپ کی تحریر موصول ہوئی ہے امید ہے دیگر تحریروں کی طرح یہ بھی اپنی جگہ بنالے گی اور اگر سالگرہ نمبر کے حساب سے ہوئی تو ضرور شامل بھی ہوجائے گی۔ نظم متعلقہ شعبے میں بھیج دی گئی ہے جلد شائع ہوجائے گی۔

ماریہ کنول ماہی...... چک ورکاں

ڈیئر ماریہ! خوش رہو آپ کی یہ تحریر پڑھ ڈالی' پہلے کی طرح انداز تحریر اب بھی کمزور ہے بہرحال موضوع قدرے بہتر ہے۔ کہانی پر جگہ جگہ گرفت کمزور ہے مزید محنت کی ضرورت ہے تحریر کانٹ چھانٹ اور اصلاح کے بعد ہی اپنی جگہ بنا سکے گی لیکن آپ اس چیز پر فی الحال عمل کریں کہ قلم اٹھانے سے پہلے مطالعہ وسیع کریں دیگر رائٹرز کو بغور پڑھیں تاکہ بہتر لکھ سکیں۔

شازیہ الطاف ہاشمی...... شجاع آباد

پیاری شازیہ! مسکراتی رہو آپ کی ارسال کردہ تحریریں پڑھ ڈالیں۔ آپ نے جن موضوعات کا چناؤ کیا بے شک وہ ایک تلخ حقیقت اور کڑوا سچ ہے جس سے انحراف نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کہانیوں کا بنیادی موضوع مرد کی بے وفائی' دیگر عورتوں سے مراسم اور عورت کی مظلومیت ہے۔ ایسی کہانیاں قارئین کے دلوں و دماغ کو مزید بوجھل کرنے کا سبب بنتی ہیں اس وجہ سے آپ کی تحریر "مری ہوئی کہانی" کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ نظم خانے میں آپ کا انداز بے حد کمزور ہے' ابتدائی کاوش لگ رہی ہے جس طرح آپ دیگر پرچوں میں موضوع کی انفرادیت کا خیال رکھتی ہیں اسی طرح اس چیز کو یہاں بھی پیش نظر رکھیں۔ آپ کی تحریر سائباں نہیں ملتا'

جلد لگ جائے گی امید ہے ان باتوں کو مدنظر رکھیں گی۔

سعدیہ حور عین ...... نامعلوم

پیاری سعدیہ! سدا آباد رہو بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کے جوابات تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شائع ہونے سے محروم رہ گئے، نظمیں غزلیں آپ ارسال کردیں معیاری ہوئیں تو ضرور شامل اشاعت ہوجائیں گی۔ پیاری سی دعائیہ نظم ارسال کرنے پر مشکور ہیں، جزاک اللہ۔

عظمیٰ، شاہین رفیق ...... نوشہرہ ورکاں

ڈیئر عظمیٰ! سدا ہنستی رہو آپ کی تحریر "منزل دور نہیں" پڑھ کر ہم بے ساختہ یہی کہہ سکے کہ مزید محنت اور کوشش جاری رکھیں تو منزل واقعی دور نہیں۔ لڑکی رائٹرز بننا چاہتی ہے اور یہی کہانی کا موضوع ہے کچھ خاص تاثر قائم نہ کرسکی۔ مطالعہ وسیع کرتے کوشش جاری رکھیں۔

عروج شفقت ...... لاہور

ڈیئر عروج! سدا مسکراؤ آپ کی تحریر "پھر یوں ہوا کہ" پڑھ ڈالی بے جا طوالت کے سبب کہانی کی دلکشی اور حسن متاثر ہورہا ہے پھر اسی سبب کہانی پر گرفت بھی کمزور دکھائی دی اگرچہ لکھنے کا انداز کسی حد تک ٹھیک ہے اس لیے فی الحال مختصر افسانے پر کوشش جاری رکھیں اور موضوع کے چناؤ میں احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھیں امید ہے اس ناکامی کو کامیابی کا زینہ بنائیں گی۔

صبا یونس ...... ملتان

عزیزی صبا! شاد رہو آپ کی تحریر "حساس انسان" موصول ہوئی آپ نے انسانی نفسیات کی بہت عمدہ تصویر کشی کی ہے یہ تحریر منتخب ہوگئی ہے۔ اب کچھ آپ کی سابقہ تحریر "عشق سے آگے فنائیت" کے متعلق بات ہوجائے آپ اس تحریر کی بقیہ اقساط ارسال کردیں اور کوشش کیجیے گا کہ دو یا تین اقساط میں آپ اس کہانی کا اختتام بطور احسن کرسکیں، اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

ناقابل اشاعت:۔

ماں کی ممتا کہاں رہ گئی، دسمبر ہجر کا موسم، پھر تیری یاد آئے گی، محبت خواب، محبت عذاب، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، گھر آبرو، محبت، دعاؤں کے صلے میں، کلام اللہ اور سفلی تعویزات، سراب، شہیدوں کا لہو، منزل دور نہیں، دو کہانیاں ایک رشتہ، عفت، قرض، محبت رنگ لائے گی، عشق بے پروا، میرے وہ، مری ہوئی کہانی، صنم خانے میں، عزت، سال نو کی سرگوشی، خوشیاں کسی کی محتاج نہیں، ضرورت پاکستان، غرور، قربانی، معصومیت، راہ زندگی، پری زاد قیدی نمبر پانچ، پھر یوں ہوا کہ، یہ لوگ، تجربہ محبت، حقیقت چھپ نہیں سکتی، قسمت خطا میں پچھتاوا، خواب تھا یا سراب، گڑے مردے، قرض آرٹیکل، گھر اپنا ہی اچھا، سال نو کی سرگوشی، عزت آخر کیوں بھرم ٹوٹ گیا، یہی نیو ائیر لائف، بنت سحر آرٹیکل، مکافات عمل، ننھے ستارے، تعبیر، محبت داغ کی صورت، جس دور میں جینا مشکل ہو، ورطہ حیرت، بند آنکھوں کا درد۔

قابل اشاعت:۔

اولاد اور والدین، شہ مات، رحمت یا زحمت، عشق ہوتا تو کوئی بات بھی تھی، محبت روٹھ نہ جائے، خوب صورت تمہارے سنگ ہے اب رنگ، حساس انسان، میں تجھ سے پیار نہیں کرتا، ایک تھی عورت، امید سحر، میں زندہ ہوں، راہ ہدایت اسلام اور آج کی سائنس، دکھادی دہلیز تے، محبت آس ہوتی ہے، وہ جو تیری چاہت ہے، سمیٹا میرا ابھرا آشیاں، خسارہ۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

السلام علیکم

مشتاق احمد قریشی

ترجمہ: صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی۔ (الواقعہ۔۲۶)

تفسیر: یہاں بھی جنت کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جب اہل جنت اپنے دائمی ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے تو انعاماتِ الٰہی کی ان پر بارش ہورہی ہوگی اور انوارِ الٰہی سے وہ فیضیاب ہورہے ہوں گے۔ وہاں وہ ہر قسم کی بے ہودگیوں یاوہ گوئی، جھوٹ، مکروفریب، غیبت، چغلی، بہتان، گالی گلوچ، لاف وگزاف، طنز وتمسخر، طعن وتشنیع سے محفوظ ہوں گے وہ بدزبان اور بدتمیز لوگوں کی سوسائٹی نہیں ہوگی وہ مہذب لوگوں کا معاشرہ ہوگا۔ دنیا میں تو باہم لڑائی جھگڑے ہوتے ہی رہتے ہیں حتیٰ کہ بہن بھائی بھی اس سے محفوظ نہیں ہوتے، اس اختلاف ونزاع سے دلوں میں کدورتیں اور بغض وعناد پیدا ہوتا ہے۔ جو ایک دوسرے کے خلاف بدزبانی سب وشتم، غیبت اور چغلی وغیرہ پر انسان کو آمادہ کرتا ہے جنت میں تمام اہل جنت ان تمام اخلاقی گندگیوں اور بے ہودگیوں سے نہ صرف پاک ہوں گے بلکہ وہاں ہر طرف سے سلام ہی سلام کی آوازیں بلند ہورہی ہوں گی۔ فرشتوں کی طرف سے بھی اور آپس میں اہل جنت بھی وہاں ایک دوسرے کو سلام کرتے رہیں گے یہ سلام تحیہ ہوگا دل وزبان کی وہ خرابیاں نہیں ہوں گی جو دنیا میں عام ہیں۔ یہ اہلِ ایمان کے لئے بہت بڑی بشارتِ الٰہی ہے کہ جنت کیسی آرام اور چین کا ٹھکانہ ہے یہ ترغیبِ الٰہی بھی ہے تاکہ انسان جنت کے حصول کی کوششوں میں مصروف عمل رہے اور صراطِ مستقیم پر چلتا رہے۔

ترجمہ: سلام ہے تجھے تو اصحاب الیمین میں سے ہے۔ (الواقعہ۔۹۱)

تفسیر: آیت مبارکہ میں اصحاب یمین پر سلام بھیجا جارہا ہے یہ اصحاب یمین کون ہیں۔ یمین کے معنی قوت، طاقت، سعادت اور داہنے ہاتھ کے ہیں، اور قسم کے بھی ہیں، داہنے ہاتھ کو یمین اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قوت کا مظہر ہوتا ہے برخلاف بائیں ہاتھ کے جو قدرے کمزور ہوتا ہے۔ قسم کو بھی یمین اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے قسم کھانے والا اپنے دعویٰ میں قوت پیدا کرتا ہے۔ نیک بختی اور سعادت کو بھی یمین اس لئے کہتے ہیں کہ حقیقی قوت وطاقت وہی ہے۔

اہل یمین وہ خوش نصیب ہیں جن کو قیامت کے دن ان کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا گویا اس طرح اس حقیقت کا اظہار کیا جائے گا کہ یہ لوگ دنیا میں اپنی خواہشات نفسانی پر غالب رہے اور وہ بدنصیب جن کو ان کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ اصحاب الشمال ہوں گے جو اس بات کی علامت ہوگی کہ وہ دنیا میں اپنی خواہشات نفسانی پر قابو نہ پاسکے تھے۔

قرآن حکیم میں یہ لفظ یمین حلف یا قسم کے معنوں میں سورۃ البقرہ آیت ۲۲۵ میں اور سورۃ مائدہ میں آیا ہے۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اپنے وعدوں پر اور حلف پر قائم رہو۔ جو یہ کرے انہیں اچھا اجر ملے گا جو نہ کرے انہیں سزا ملے گی۔ یمین کا توڑنا گناہ میں شمار ہوتا ہے اس کی تین اقسام ہیں۔

(۱) یمین الغموس۔ ماضی میں کی گئی کسی بات پر حلف اٹھانا۔ اس کے بارے میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ

وسلم ہے کہ جس نے جھوٹا حلف اٹھایا وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔
(۲) یمین المنعقد۔ کسی کے سامنے درپیش بات پر حلف اٹھانا کہ وہ یہ کام کرے گا یا نہیں کرے گا۔ اگر اس پر عمل نہ کرسکے تو سزاوار ہوگا۔ جس کا کفارہ ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا کپڑے دینے کا ہے۔
(۳) یمین لغو۔ ماضی کی کسی بات پر حلف اٹھانا۔

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت پاک سراسر سلامتی' امن دینے والا' نگہبان' سب پر غالب اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا' اور بڑا ہو کر رہنے والا پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کررہے ہیں۔ (الحشر۔۲۳)
تفسیر: یہ آیت مبارکہ قرآن حکیم کی اہم آیات میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی کئی صفات بیان کی گئی ہیں سب سے پہلے تو یہ بات واضح کردی گئی ہے کہ ایک اللہ ہی ہے جو ہر قسم کی پرستش وعبادات کا مستحق ہے اس کے سوا کوئی اور کسی بھی طرح سے عبادات و پرستش کا نہ مستحق ہے اور نہ ہی کسی بھی طرح ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی جو صفت عظیم آتی ہے وہ الملک استعمال ہوتی ہے جس کے معنی ہیں اصل بادشاہ یعنی سارے جہان کا بادشاہ ہے۔ پوری کائنات پر اس کی حکمرانی اور فرمانروائی محیط ہے وہی ہر چیز کا مالک مطلق ہے ہر شے اس کے تصرف اور اقتدار وحکم کی تابع ہے اس کی حاکمیت کو محدود کرنے یا مداخلت کرنے والی کوئی شے نہیں ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بادشاہی کے ان سارے پہلوؤں کی پوری طرح وضاحت کی گئی ہے۔
ترجمہ: زمین اور آسمانوں میں جو کچھ بھی ہے اس کی مملوک میں ہے سب اس کے تابع فرمان ہیں۔ (الروم۔۲۶)
ترجمہ: آسمان سے لے کر زمین تک وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ (السجدہ۔۵)
ترجمہ: زمین وآسمانوں کی بادشاہی اسی کی ہے اور اللہ ہی کی طرف سارے معاملات رجوع کئے جاتے ہیں۔ (الحدید۔۵)
ترجمہ: بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ (الفرقان۔۲)
ترجمہ: ہر چیز کی سلطانی وفرماں روائی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ (یسٰین۔۸۳)
ترجمہ: جو چاہے اُسے کرگزرنے والا ہے۔ (البروج۔۱۶)
ترجمہ: وہ اپنے کاموں کے لئے (کسی کے آگے) جواب دہ نہیں اور سب (اس کے آگے) جواب دہ ہیں۔ (الانبیاء' ۲۳)
ترجمہ: اور اللہ فیصلہ کرتا ہے' کوئی اس کے فیصلے پر نظرثانی کرنے والا نہیں۔ (الرعد۔۴۱)
ترجمہ: اور وہ پناہ دیتا ہے اور کوئی اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دے سکتا۔ (المومنون۔۸۸)
ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اے اللہ! اے تمام جہان کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے' تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران۔۲۶)
ان آیات سے بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بادشاہی' حاکمیت کسی محدود ومجازی مفہوم میں

نہیں بلکہ اس پورے مفہوم میں اس کے مکمل تصور کے ساتھ حقیقی بادشاہی ہے اور اگر حاکمیت بادشاہی کسی چیز کا نام ہے تو وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہی بادشاہت ہے اس کے علاوہ کوئی بادشاہی نہیں اگر کسی کو کہیں کوئی حاکمیت حاصل ہے بھی تو وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا عطیہ ہے جو کبھی کسی کو ملتی ہے کبھی چھین لی جاتی ہے دنیا کے ہر حاکم کو کسی دوسری اپنے سے بڑی طاقت سے خطرہ لاحق رہتا ہے۔ اس کا دائرہ اختیار بھی محدود ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی جن صفات عالیہ کا اس آیت مبارکہ میں ذکر کیا گیا اس میں صرف اللہ تعالیٰ کا کائنات کا حاکم مطلق اور بادشاہ ہونے کے علاوہ بھی کئی اور صفات ہیں یہ بھی ہے کہ وہ صرف بادشاہ ہی نہیں ہے بلکہ ایسا بادشاہ ہے جو قدوس ہے۔ سلام ہے مومن ہے، مہیمن ہے عزیز ہے جبار ہے متکبر ہے خالق ہے باری ہے اور مصور ہے۔

سورۃ الحشر کی اس آیت میں دوسری صفت الٰہی ''القدوس'' آئی ہے، یہ مبالغے کا صیغہ ہے اس کا مادہ قدس ہے اور قدس کے معنی ہیں تمام بری صفات سے پاکیزہ اور منزہ ہونا اور قدوس کا مطلب ہے وہ اس سے بدرجہا بالا وبرتر ہے کہ اس کی ذات میں کوئی عیب یا نقص، یا کوئی قبیح صفت پائی جائے۔ بلکہ وہ ایک پاکیزہ ترین ہستی ہے جس کے بارے میں کسی برائی کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ اٹل ہے کہ قدوسیت حاکمیت کے اولین لوازم میں سے ہے قدوسیت کے بغیر اقتدار مطلق ناقابل تصور ہے اور یہ صفت عظیم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی اور میں نہیں ہوسکتی اور کسی زمینی حاکم کے لئے قدوسیت کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا ہے۔

تیسری صفت الٰہی آیت میں ''السلام'' آئی ہے جس کے معنی سلامتی کے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ سراسر سلامتی ہی سلامتی ہے اس کی ذات عالی اس سے قطعی بالاتر ہے کہ کوئی آفت' کوئی کمزوری یا خامی اس کو لاحق ہو یا کبھی اس پر زوال آئے بلکہ وہ تو اپنی تمام مخلوقات کی سلامتی اور پرورش کا ذمہ دار بھی ہے۔ وہی ذات واحد ہے جو اپنی تمام مخلوقات کو سلامتی فراہم کرتی ہے اس کے سوا تمام جہانوں میں کوئی دوسری ہستی ہے نہ ہوسکتی ہے کہ وہ کسی معمولی سے معمولی کیڑے مکوڑے تک کو سلامتی فراہم کرسکے۔ سلامتی اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت خصوصی ہے۔

چوتھی صفت الٰہی ''المھیمن'' استعمال ہوئی ہے اس کے تین معنی ہیں۔ ایک نگہبانی اور حفاظت کرنے والا دوسرے شاہد کے، یعنی کون کیا کررہا ہے دیکھنے والا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کی ایک ایک حرکت بلکہ سانس کی جنبش تک سے پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ وہی ذات ہے جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہے۔ اس لئے اس سے زیادہ کون ہماری ذات سے باخبر ہوسکتا ہے۔ تیسرے معنی ہیں قائم بامور الخلق، یعنی جس نے لوگوں کی ضروریات وحاجات پوری کرنے کا ذمہ اٹھا رکھا ہے۔ یہاں بھی چونکہ مطلقاً لفظ المھیمن استعمال ہوا ہے اور اس فاعل کا کوئی مفعول بھی بیان نہیں کیا گیا کہ وہ کس کا نگہبان ومحافظ ہے' کس کا شاہد ہے' کس کی خبرگیری کا ذمہ دار ہے' اس لئے اس کا اطلاق خود بخود تمام مخلوقات پر ہوگا کہ ان کی نگہبانی وحفاظت کررہا ہے سب کے اعمال کو دیکھ رہا ہے' اور کائنات کی ہر مخلوق کی خبرگیری اور پرورش اور ضروریات کا اس نے ذمہ اٹھا رکھا ہے۔ پانچویں صفت الٰہی العزیز آئی ہے۔ جس سے مراد ایسی زبردست ہستی' جس کے مقابل کوئی سر نہ اٹھا سکے اور جس کے فیصلوں کی مزاحمت کرنا کسی کے بس میں نہ ہو' جس کے آگے سب بے بس ومجبور ہوں۔ جس کا حکم محکم مطلق ہو۔

چھٹی صفت الٰہی ''الجبار'' استعمال ہوئی ہے جس کا مادہ جبر ہے اور جبر کے معنی ہیں کسی شے کو طاقت سے درست کرنا کسی چیز کی بزور اصلاح کرنا۔ گو کہ عربی میں کبھی کبھی محض اصلاح کے لئے بھی جبر بولا جاتا ہے اور کبھی صرف زور زبردستی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس کا حقیقی مفہوم اصلاح کے لئے طاقت کا استعمال ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جبار اس معنی میں کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی کائنات کا نظم وضبط بزور درست رکھنے والا ہے اور اپنے ارادے کو

سراسر حکمت پر مبنی رکھتا ہے۔ جبراً نافذ کرنے والا ہے۔ اس کے علاوہ لفظ جبار میں عظمت کا مفہوم بھی شامل ہے۔

ساتویں صفت الٰہی ''المتکبر'' استعمال ہوا ہے جس کے دو مفہوم ہیں ایک جو فی الحقیقت بڑا نہ ہو مگر خواہ مخواہ بڑا بنے۔ دوسرے وہ جو حقیقت میں بڑا ہی ہو۔ شیطان یا انسان یا کسی اور مخلوق کا جو فی الواقع بڑا نہ ہو اور اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور دوسروں پر اپنی بڑائی جتائے۔ یہ جھوٹی بڑائی ہوگی جو بڑا ہی عیب اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس کے برعکس اللہ تبارک وتعالیٰ حقیقت میں بڑا ہے اور تمام بڑائی اسی کو زیب دیتی ہے اور کائنات کی ہر چیز اس کے آگے حقیر و ذلیل ہے اسی سے اس کا بڑا ہونا اور بڑا ہو کر رہنا ثابت ہے اس میں کوئی نہ تو تصنع ہے نہ بناوٹ ہے بلکہ یہ تو امر قطعی ہے اور ایک بہت بڑی صفت الٰہی ہے بلکہ ایک ایسی خوبی جو اس کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی۔ اس میں بھی وہ یکتا و اکیلا ہے اور جب ایسی عظیم و برتر ذات اپنے بندوں میں سے کسی خاص بندے پر سلامتی بھیجے تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کیسی عظیم الشان سلامتی ہوگی اس کے لئے کتنی عظیم بشارت ہوگی اور اس بشارت کے سننے کے لئے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ راہ متعین کردی وہ طریقہ سکھا اور سمجھا دیا جو بہت ہی آسان اور سیدھا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور احکام الٰہی کو بالکل ویسے ہی تسلیم کرنا اور ان پر عمل کرنا جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے۔

ترجمہ: وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔ (القدر۔۵)

تفسیر: آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو ہدایت فرما رہا ہے کہ لیلۃ القدر کو فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سربراہی میں اپنے رب کا ہر حکم جو وہ دیتا ہے لے کر زمین پر اترتے ہیں اور وہ مغرب کے وقت سے لے کر اذان فجر تک رہتے ہیں اور یہ رات سراسر سلامتی کی رات ہوتی ہے۔ اس میں کسی شر کا' شیطانی کام کا دخل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام فیصلے انسانوں کی بھلائی' بہتری اور فلاح کے لئے ہوتے ہیں ان میں کوئی برائی نہیں ہوتی۔

وہ رات جس کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے یہ وہی رات ہے جس کا ذکر سورۃ دخان کی ۳ تا ۶ آیات میں ہوا ہے۔

ترجمہ: بے شک ہم نے اس کو بابرکت رات میں اتارا ہے۔ یقیناً ہم لوگوں کو خبردار کرنے والے ہیں۔ اس رات میں تمام حکیمانہ امور ہمارے حکم سے طے ہوتے ہیں۔ اور بے شک ہم رسول بھیجنے والے ہیں۔ یہ تمہارے لئے رحمت کا باعث ہے۔ یقیناً وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ (الدخان۔۲ تا ۶)

اور یہ رات رمضان شریف کی ہی راتوں میں سے ایک ہے۔ اس کی تصریح سورۃ البقرہ میں ہوئی ہے۔

ترجمہ: رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا' جو انسانوں کے لئے ہدایت ہے اور جس میں ہدایت کے واضح دلائل اور حق و باطل میں فرق کرنے والی واضح تعلیمات ہیں۔ (البقرہ۔۱۸۵)

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

سوفی خان

آنچل کی تمام پیاری پیاری قارئین اور رائٹرز کو محبتوں اور چاہتوں بھرا سلام قبول ہو۔ جناب مجھے کہتے ہیں سوفی خان! ہم بھرپور سردی کے موسم یعنی یکم دسمبر 1997ء کو پیارے سے گاؤں چھتروہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ ہم سات بہن بھائی ہیں' ماشاءاللہ۔ میں اکلوتی ہوں اور چھ بھائیوں کی اکلوتی بہن اور رانی خان اور ارتقی غزل کی چہیتی دوست ہوں۔ کیا خیال ہے پسند و ناپسند کی بات ہوجائے' سب سے پہلے میری فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فیورٹ کتاب قرآن مجید ہے۔ رنگوں میں مجھے فیروزی' اسکائے بلیو' بلیک اور پنک پسند ہیں۔ کھانے میں بریانی اور شامی کباب کی دیوانی ہوں' خوشبو گیلی مٹی کی بہت زیادہ پسند ہے اس کے علاوہ بلیو لیڈی' ہیوک اور ایکسیا پسند ہے۔ کرکٹ جنون کی حد تک پسند ہے اور ماشاءاللہ بہت اچھا کھیل بھی لیتی ہوں (آہم)۔ فیورٹ پلیئر جنید خان ہیں' فیورٹ ایکٹر شاہد کپور اور ایکٹریس کترینہ کیف ہیں۔ ہر انسان کی طرح خوبیاں اور خامیاں مجھ میں بھی بدرجہ اتم موجود ہیں۔ میرا اشمار بھی ان لوگوں میں سے ہے جو ایک مرتبہ ٹھوکر کھا کر سنبھلتے ہیں اور میں سمجھتی ہوں یہی میری سب سے بڑی خوبی ہے (میری نظر میں تو یہ خوبی ہی ہے' آپ کا اس بارے میں کیا فیصلہ ہے ضرور بتائیے گا)۔ میری کوشش ہوتی ہے اگر کسی سے ملاقات ہوجائے تو اس سے خلوص ومحبت سے بات کروں تاکہ وہ بندہ مجھے ہمیشہ یاد رکھے۔ خامی یہ ہے کہ غصہ جلدی آتا ہے اگر کوئی غلط بات کرے تو پھر غصے کو کنٹرول کرنا میرے لیے مشکل ہوجاتا ہے۔ اپنے والدین' اپنے بھائیوں اور اپنی سویٹ فرینڈز سے بہت زیادہ پیار کرتی ہوں۔ رانی خان اور ارتقی غزل میری بچپن کی سہیلیاں ہیں' میری دکھ سکھ کی ساتھی اور میری راز دان۔ اس کے علاوہ میری دو فرینڈز ہیں جویریہ اور فاطمہ ہائے فرینڈز کیسی ہو؟ (منہ تو بند کرو یار مکھی گھس جائے گی' ہاہاہا)۔ نومبر کے شمارے میں شہناز اقبال نے کہا تھا کہ اگر کوئی ان سے دوستی کرنا چاہے تو' جناب ہم آپ سے دوستی کرنے کے خواہاں ہیں اگر قارئین میں سے کوئی ہم سے دوستی کرنا چاہے تو کھلے دل سے ویلکم۔ میں فرصت کے اوقات میں ناول پڑھتی ہوں' مجھے ناولز سے بہت محبت ہے اور ناولز لکھنے والیوں سے تو اور بھی زیادہ پیار ہے۔ سمیرا شریف طور' نازیہ کنول نازی' ام مریم اور نادیہ فاطمہ رضوی بہت پسند ہیں۔ باقی تمام رائٹرز بھی بہت سپر ہٹ ہیں اور بہت اچھا لکھتی ہیں' ماشاءاللہ۔ لگتا ہے کہ اب ہمارے جانے کا وقت ہورہا ہے تو جاتے جاتے جناب یہی کہیں گے اللہ آنچل کو پاکستان کو اور ہر انسان کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین۔ اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیے گا کسی بھی غلطی کے لیے معاف کریئے گا' جاتے جاتے صرف ایک بات آپ مجھے یاد تو کریں گے نا' اللہ نگہبان۔

ایمان زہرا شہزادی

آپ سب حیران ہیں کہ میں کون ہوں تو جناب سب سے پہلے تو میرے سلام کا جواب پھر بتاتی ہوں کہ میں کون ہوں السلام علیکم؟ جی ہوں تو میں بہت پرانی خاموش قاری لیکن براہ راست آج پہلی دفعہ کسی بھی ڈائجسٹ میں آئی ہوں آنچل کے صفحات پر لکھتی اس لیے نہیں ہوں کہ ایک خوف ہوتا ہے چھپے گا نہیں اس لیے ہمت کرتے ہوئے پھر ہار جاتی ہوں مگر پھر رب پر توکل کرکے خط لکھا تو جب ڈائجسٹ میں آیا تو مجھے یقین

ہوگیا کہ ان شاء اللہ میں جو بھی لکھوں گی ضرور چھپے گا (رب پر جو توکل ہے رب ہر کسی کی خواہش کو پورا کرے)۔ جی تو میرا نام ہے ایمان زہراہ شہزادی پلیز پورا نام ضرور لکھیں میرا تعلق ڈھڈیال وضلع چکوال سے ہے۔ ہمارا ڈھڈیال تقریباً شہر کی مانند ہے ہر چیز مل جاتی ہے۔ میں نے اس فانی دنیا میں 14 اگست کو آنکھ کھولی، ہم دو بہنیں تھیں۔ میری چھوٹی بہن کا نام شکیلہ بتول ہے، جو صرف چھ ماہ کی تھی مجھے چھوڑ کر چلی گئی، میں آج بھی اس سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میری ماما ہیں، بابا ہیں، ایک ماموں، ایک ہی خالہ اور نانا ابو ہیں۔ میری خالہ سائرہ کی شادی ہوگئی ہے، وہ بھی بہت یاد آتی ہیں مجھے لکھنے پڑھنے کا بہت جنون ہے۔ میں ہر طرح کے میگزین ڈائجسٹ جو مل جائے پڑھتی ہوں، ایم اے عربی کیا ہے۔ شاعری میں نے تب شروع کی جب میں آٹھویں کلاس میں تھی یہ تو رب کی دین ہوتی ہے جسے چاہے نواز دے، بعض اوقات کچھ حادثات واقعات ایسے رونما ہوجاتے ہیں کہ انسان کے قلم سے خود بخود لفظ نکلنا شروع ہوجاتے ہیں جو شاعری کا روپ دھار لیتے ہیں۔ میں نے اپنی شاعری منگوال کے شاعر عابد جعفری صاحب کو دکھائی تو انہوں نے کہا کہ شاعری میں بہت گہرائی ہے اور افسانے ناول بھی کافی عرصہ ہوا لکھنا شروع کیے ہیں۔ ایک ڈائجسٹ میں شائع ہوئی تھی پھر مجھے وقت نہیں ملا کہ دوبارہ بھیج سکوں کیونکہ میں ہاسٹل میں رہتی تھی ویسے تو لکھ کر رکھے ہیں میں جب بھی ناقابل اشاعت کہانیوں کے نام دیکھتی تھی تو اس ڈر کی وجہ سے بھیج نہیں سکتی کہ کہیں میری کہانی بھی ان میں شامل نہ ہو (ویسے رب نہ ہی کرے تو بہتر ہے)۔ میری ماما مجھے بہت رہنمائی حوصلہ افزائی کرتی ہیں، ابو کو دلچسپی نہیں ہے سو میں اپنی والدہ کی بہت شکر گزار ہوں، میں اپنے والدین سے بہت پیار کرتی ہوں۔ میرے دوست اتنے خاص نہیں ہیں، میں مدیحہ بتول ہمدانی کو بہت مس کرتی ہوں بس زندگی کے سفر میں وہ کہیں مل جائے اگر آپ کو کہیں کوئی اچھا دوست ملتا ہے تو اسے ضرور اپناؤ کیونکہ اچھا دوست رب کی عظیم نعمت ہے اور برا دوست زحمت۔ بقلم خود ایمان زہرا شہزادی۔ خدا مجھے عزت بھی دے دولت وشہرت بھی دے مگر کبھی تکبر نہ دے ہمیشہ اس چیز سے دور رہوں اور جہاں تک ممکن ہو صرف نیکی کرتے زندگی گزرے، آمین۔ خدا کرے زندگی کا سفر بہت اچھا گزرے، نجانے زندگی کی شام کس موڑ پر اختتام پذیر ہو پر ابھی دعا کریں جو خواہش ہے وہ پوری ہوجائے۔ میرے استاد عابد جعفری نے مجھے آٹھویں سمندر اپنی کتاب دی تھی جو مجھے بہت پسند آئی اس کے علاوہ ان کی شاعری کی کتب نقش رگ جاں کے گواچ سکھ ہیں، مزید لکھ رہے ہیں۔ انسان کی زندگی میں بہت سی مشکلات آتی ہیں اور بعض اوقات یہ اپنے ہی اپنوں کو ذلت کی پستی میں گرانے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگاتے ہیں اگر ایسا لمحہ آ بھی جائے تو کوشش کرو، درگزر کرو کیونکہ جو انسان کسی کے ساتھ برا کرتا ہے اس کے ساتھ دگنا برا ہوتا ہے جو کسی کے لیے گڑھا کھودے گا وہ اس میں ضرور گرتا ہے۔ میں ایک نظم بابل کا آنگن اور کچھ میری سنہری سنہری باتیں میں کچھ میری اپنی باتیں۔ سب سے بہترین دوست ماں میری ڈائری میرا خدا اور چاند ہے جب بہت زیادہ پریشان ہوں اور چودہویں کا چاند بھی ہو تو میں ہر بات اس سے کرتی ہوں۔ ڈائری سے بھی کرتی ہوں، رب سے بھی کرتی ہوں۔ رب سے دعا ہے کہ جو میری منزل ہے بس اس کو چھو سکوں۔ آپ بھی دعا گو رہیے گا، زندگی میں سب سے زیادہ کمی بھائی اور بہن کی محسوس ہوئی، بہت شدت سے آج بھی ہوتی ہے اب اجازت دیں مجھے۔ رب العزت سب کی پریشانیوں کو دور کرے ہمارے وطن میں امن وسکون کی

لہر دوڑا دے۔ اللہ حافظ۔

عافیہ جہانگیر

ارے ارے حیران مت ہوئیے ہم ہی ہیں عافیہ جہانگیر سب قاری بہنیں مجھے حیران ہو کے ایسے دیکھ رہی ہیں جیسے آسمان سے اتری کوئی حور آ گئی۔ بھئی آپ سب حیران مت ہوئیں میں حور نہیں ہوں لیکن حور جیسی لگتی ضرور ہوں (آہم آہم)۔ جی تو اب آتی ہوں اپنے تعارف کی طرف' میرا پورا نام عافیہ جہانگیر ہے' امی اور نانو امی پیار سے عافو بلاتی ہیں جبکہ ساری دوستیں کزنز اور کلاس فیلو عافی کے نام سے پکارتے ہیں اور باقی گھر والے عافیہ کہتے ہیں جبکہ بچوں میں آپی کے نام سے مشہور ہوں۔ میں 23 ستمبر 1999ء میں اس دنیا میں تشریف لائی' ہم سات بہن بھائی ہیں (تین بہنیں چار بھائی)۔ جن میں میرا دوسرا نمبر ہے' میں میٹرک پاس ہوں' ڈاکٹر بننے کا بہت شوق تھا لیکن کچھ مسائل کی وجہ سے نہ بن سکی اور یہ خلش ہمیشہ میرے دل میں رہے گی کہ میں ڈاکٹر کیوں نہ بنی۔ جی تو اب بات ہو جائے پسند ناپسند کی تو میں کھانے سب ہی کھا لیتی ہوں (آپ لوگ اب مجھے پیٹو بھی نہ سمجھنا) کھانے کی شوقین نہیں ہوں لیکن جی پیٹ بھرنے کے لیے کھانا تو پڑتا ہے نا۔ میرا فیورٹ کلر سفید اور بلیک ہے' فیورٹ لباس پیلٹ والی شلوار اور قمیص اور بڑا سا دوپٹہ ہے۔ ویسے مجھے ساڑھی پہننے کا بھی بہت شوق ہے جو کبھی پورا نہیں ہو سکتا۔ فیورٹ سنگر میں سے عاطف اسلم' راحت فتح علی خان' فریحہ پرویز ہیں۔ فیورٹ فنکاروں میں عمران عباس' صبا قمر' مہوش حیات' سجل علی' شہروز سبزواری اور نور ہیں۔ فیورٹ رائٹرز میں عمیرہ احمد' نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' سباس گل' مصباح علی اور صدف آصف ہیں۔ فیورٹ کتابوں میں قرآن پاک' پیر کامل' میری ذات ذرہ بے نشاں اور "خدا اور محبت"۔ فیورٹ نعت خواں حافظ ابوبکر اور جنید جمشید ہیں۔ میری بہت سی دوستیں ہیں جن سے اب میں دور ہو گئی ہوں لیکن یاد بہت آتی ہیں عائشہ' طیبہ' تنزیلہ' ہادیہ' سلمیٰ' سلطانہ' عالیہ' عالیہ احمد' بشریٰ' ماریہ' سائرہ' سمیرا' جویریہ' مریم' سعدیہ اور کائنات میری دوستیں ہیں لیکن میری بہترین دوستیں جویریہ' سعدیہ' سمیرا اور مریم ہیں۔ مجھے اپنی سب دوستیں بہت عزیز ہیں اور لو جی میں اپنی پیاری سی باجی کا تو نام لینا ہی بھول گئی' جی تو باجی جویریہ میری چھوٹی خالہ ہے لیکن ہم سب اسے باجی کہتے ہیں (ایک میری دوست جویریہ ہے اور ایک میری باجی جویریہ ہے)۔ باجی کے ساتھ بھی میری بہت دوستی ہے اور بالکل بھی نہیں لگتا کہ وہ میری خالہ ہے (ہے نا حیرانگی کی بات)۔ جی تو اب آتی ہوں خوبیوں اور خامیوں کی طرف' مجھے بات بات پر رونا آ جاتا ہے اور میں اپنا دفاع بھی نہیں کر پاتی۔ غصہ بہت جلدی آتا ہے لیکن غصہ پر قابو پا لیتی ہوں' اپنے دل کی بات کسی کو بھی نہیں سمجھا پاتی اور جی خوبیوں کی تو بات ہی نہ کریں' مجھ میں بے مثال خوبیاں ہیں (آہم)۔ امی ابو کی فرماں بردار ہوں' چاہے جو کچھ بھی ہو جائے ان کا کہنا ہر حال میں مانتی ہوں' کم گو ہوں۔ گھر میں سنجیدہ ہوں جبکہ دوستوں میں شرارتی ہوں۔ حساس بہت ہوں اپنے سے زیادہ دوسروں کا خیال رکھتی ہوں' کسی سے شکوہ کرنے کی عادت نہیں ہے' کسی سے ناراض بھی نہیں رہ سکتی اور نہ کسی کو ناراض دیکھ سکتی ہوں۔ ہر بات کو گہرائی میں سوچنے کی عادت ہے' اپنے سے وابستہ لوگوں کو ہمیشہ خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ کسی کو روتے دیکھ کے خود بھی رونا شروع کر دیتی ہوں' پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتی ہوں بہرحال میں اللہ کا شکر ادا کرنے کی کوشش کرتی ہوں جس نے مجھے مکمل انسان بنایا ہے۔ شاعری سے بہت زیادہ لگاؤ ہے اور جو بھی شعر میرے دل کو بھاتا ہے اسے اپنی ڈائری میں نوٹ کر لیتی ہوں۔ کشمیریوں کے دکھ پر اکثر رو پڑتی ہوں جب ان کے دکھوں کی داستانیں پڑھتی ہوں تو ان پر

بہت ترس آتا ہے۔ کاش میرے بس میں ہو تو ان کے سارے دکھ میں لے لوں اور بدلے میں انہیں خوشیاں ہی خوشیاں دے دوں۔ اللہ پاک انہیں ہمیشہ کے لیے دکھوں سے آزاد کرے آمین۔ او کے جی قارئین میرے خیال میں آپ مجھے پڑھ پڑھ کے بور ہو گئے ہوں گے او کے جی اللہ حافظ۔ تعارف کیسا لگا ضرور بتایئے گا۔

ایمن بتول

السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور دیگر رائٹرز کو میرا اسلام یعنی مابدولت ایمن بتول کی طرف سے۔ کلثوم گرامر اسکول، بھرتھ کی سابقہ طالبہ اتنی بھی سابقہ نہیں ہوں بس چار ماہ پہلے۔ 24 فروری 2014ء کو اسکول سے فیئر ویل پارٹی میں شریک ہونے کے بعد تین سے چار بجے تک گھر کو رخصت ہوگئی۔ اپنی تمام کلاس فیلوز، خزیمہ سے لے کر سب سے کچھ کہنا چاہتی ہوں اس نامور آنچل کے توسط سے۔ اول تو میری کلاس میں سے کسی کو میگزین پڑھنے کا شوق نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کوئی لڑکی آنچل پڑھ رہی ہو تو اس کو میرا اسلام، ایمن بتول تم سب کو بہت یاد کرتی ہے۔ فضول باتیں بہت ہوگئیں اب اپنی فطرت کے بارے میں آپ کو بتاتی ہوں۔ میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر رو دیتی ہوں، اس لیے نرم دل ہوں۔ کسی سے زیادہ ناراض نہیں رہ سکتی لیکن کچھ کزنز جیسا کہ ماموں شاہد کی بیٹیاں، خدیجہ اور فاطمہ اور ایک ان کے بڑے بھائی جناب منافقت کی واضح مثال محمد حمزہ شاہد بھٹی عرف ہامو سے سخت غصہ اور ناراضگی ہے۔ یہ چھ بہن بھائی ایک جیسے ہیں میں انہیں ایف او ایف کہتی ہوں، کیوں کہتی ہوں بھیا (حمزہ) جانتے ہیں لیکن ایف او ایس کسی کی اوبزرویشن نہیں بتا سکتی آخر ان لوگوں کی بھی عزت ہوتی ہے نہ۔ ہے۔ اُف میں بھی کیا قصہ وذکر لے کر بیٹھی ہوں۔ غصہ بہت آتا ہے لیکن قرآن اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی بھرپور کوشش ہے، اس لیے پی جاتی ہوں اگر غصہ زیادہ ہو، ڈانٹ ڈپٹ کر کے چپ ہو جاتی ہوں۔ ایک دو گھنٹے میں غصہ خود ہی ختم ہو جاتا ہے یا پھر سونے کے بعد۔ سبزیاں اور دالیں، گائے کا گوشت بالکل بھی پسند نہیں۔ پکوڑے، چاٹ پر، شوارما، بریانی نیز چٹ پٹی ہر چیز پسند ہے۔ لانگ شرٹ، چوڑی دار پاجامہ، ریڈی میڈ کرتا شلوار بہت پسند ہے۔ ڈاکٹر بننا چاہتی ہوں، دعا کریں بن جاؤں۔ ہائی ہیل پسند ہے، میوزک تو جان ہے لیکن جب سے سنا ہے کہ حرام ہے، چھوڑ رہی ہوں آہستہ آہستہ۔ سب سے بڑی خواہش ہے کہ میرے پسندیدہ ناولز جیسا کہ "جھیل کنارہ کنکر، لاحاصل، پیر کامل، جنت کے پتے، اور کچھ خواب، بھیگی پلکوں پر" اور "مجھے ہے حکم اذاں" ہر وقت میرے پاس رہیں، کتابوں کی صورت میں لیکن والدین خاص طور پر امی اجازت نہیں دیتیں۔ ایک بار جس سے دوستی ہو جائے اسے بے یار و مددگار اور تن تنہا نہیں چھوڑتی لیکن اسوہ اور حمزہ جیسوں کو چھوڑ دیا۔ نازی آپی، سمیرا آپی، اقراء آپی، عشنا آپی، عمیرہ احمد اور نمرہ احمد آپیو میں پکوڑے بڑے مزے دار بناتی ہوں، کھائیں گی؟ پسندیدہ ایکٹرز سلمان خان اور سیف علی خان ہیں۔ اچھا اب آپ لوگ بور ہو گئے ہوں گے آپی ایمن پلیز ناراض نہ ہونا میں نے کوئی غلط بات نہیں کی اس میں اب سب کو اللہ حافظ۔

سروے

سالِ نو کی بہار

سعیدہ نثار

مونا شاہ قریشی ...... کبیر والا

۱) ترجمہ احساسات بحوالہ آمد سال نو ساکت و جامد یا یوں کہہ لیں مثل موسم سردی رہتا ہے، اس خاموش دائرے میں پڑنے والا نوکیلا پتھر فارورڈ میسج ہوتے ہیں۔ جو دھڑ دھڑا موبائل اسکرین روشن کرتے کوفت کے مقابل لا کھڑا کرتے ہیں کیفیت کو۔

۲) قابل ذکر ماحصل کچھ یوں ہے کہ 2016ء میں لکھی گئی میری ساری تحریریں قبولیت کی مسند پہ محو استراحت ہیں آغاز تا انجام پورا سال یہی کامیابی میرے معصوم قلم اور دل پہ ندرت کا تاثر پیش کرتی رہی، کہ یہ اہل نظر کا کمال ہے جو میرا منتہائے مقصد تکمیل کے سرے کو چھو آیا۔

۳) توقعات کا دل ادھیڑنے میں کوئی ثانی نہیں تب ہی میں اس سرجن قسم کے لفظ توقع کو کم ہی تخیل و عملیات میں شامل کرتی ہوں۔ پورے تو نہیں ہوئے کام رواں سال میں مگر متوقع سال کے لیے موقوف ہیں ان میں میرا لیا سٹرز میں ایڈمیشن شامل ہے۔

۴) اقبال بانو کی تحاریر لائق داد و تحسین ہیں ان کے افسانوں میں معاشرتی تلخی اور سوز بدرجہ غایت ہے۔

۵) مصباح علی (دل تو بچہ ہے جی) اس تحریر نے حس مزاح پہ خوشگوار اثرات مرتب کیے۔

۶) سمیرا شریف، سعدیہ امل کاشف، صوفیہ سرور چشتی اور اب میری زبان معذرت بلکہ میرا قلم ضعف کا شکار ہو رہا ہے کہیں اپنا اسم با مسمی نہ لکھ ڈالے۔

۷) آنچل کے تمام سلسلے امتیازی صفات کے حامل ہیں آنچل میں تبدیلی یا حرف گیری کے مرتکب میرے الفاظ نہیں ہوسکتے۔

۸) ان جامد جذبات کی وجہ بھی ایک ہی ہے شدت سے وقت کی تھال سے کھسکتے سرکتے دیکھ کر زیاں کا احساس خوشی کے لمحات نگل جاتا ہے۔ ایک قلق ایک کاش کہ اچھائیوں سے لبریز پسندیدگی رب سے منسلک کام کرکے گناہ زدہ قبیح کاموں کا دندان شکن جواب دے سکیں شرمندگی کے تاثرات احاطہ قلم میں لانا بھی لازم ہیں شاید کبھی بات بھی عقل یا قلب کے بند روزن کو کھولنے میں کارگر ثابت ہو جائے۔ حیات کی تصنیف سے ایک صفحہ کا پلٹ جانا گویا رتن (ہیرا، موتی) کا کھو جانا ہے اپنے اعمال سے ذاتی طور پر اول درجہ خائف ہوں لرزیدہ پلکوں کا ہمہ وقت گیلا رہنا بھی مجھے کم لگتا ہے۔

۹) واقعات کی تو بھرمار ہے پے در پے زندگی میں واقعات سر پھوڑنے پڑے ہیں قابل ذکر کوئی نہیں ہے یا شاید ایسا ہے کہ میری مشینی زندگی کے واقعات دلچسپی سے عاری ہیں۔

نورین مسکان سرور ...... سیالکوٹ، ڈسکہ

۱) پچھلے سال کے امیدوں کے شیش محل اور کرچیوں سے ٹوٹا دل، آنے والے سال کے لیے خدا سے دعاؤں کے ہنڈولے میں جھولتا امیدوں کا نیا محل تعمیر کرتا ہے۔

۲) آنچل نے میری پہلی تحریر "جہیز" کو شائع کر کے رائٹر ہونے کا شرف بخشا یہی بڑی کامیابی اور خوشی ہے۔

۳) قلم نے ابھی اپنا حق ادا نہیں کیا یہ کئی اگلے سالوں کی زندگی کی آس پر موقوف ہوا اور بھی ڈھیروں کام ادھورے ہی ہیں ان شاءاللہ 2017ء میں اپنی تکمیل تک پہنچیں گے۔

۴) حرا قریشی کی اردو برجستہ انداز، نازیہ کنول نازی آپی اور بشریٰ گوندل مثل ستارہ دل و نظر میں مرکزی حیثیت سے اپنی چکاچوند روشنیاں لیے مسکراتی رہیں۔

۵) کہاں ہنسانی ہیں بھئی ہماری ساری مصنفین نے تو ہمیں رلانے کی قسم کھا رکھی ہے ہاں رنگ رنگیلے بہترین رہی۔

۶) سب ہی اپنی جگہ اچھی لگتی ہیں۔

۷) یہی کہ بدولت کو جگمل جایا کرے اور بس (ہاہاہا)

۸) جو صباحت رفیق چیمہ نے لکھا وہ ہماری سوچ کی عکاسی تھی اف اللہ یہ کیا ہوگیا وقت گیا اور ہم خالی کاسہ تھامے گناہ کی دلدل میں سر دھڑ سمیت خزانہ قارون کی مثل دھنسے ہوئے ہیں اور بھاگ کر مصلی پکڑ لیتے ہیں۔

۹) یادوں کا ایک جھونکا آیا ہم سے ملنے برسوں بعد
پہلے اتنا روئے نہیں تھے جتنا روئے برسوں بعد

دل کے سنگھاسن پر یادوں کے انبار تہہ بہ تہہ سنبھال کر رکھے ہیں ہم قیمتی چیز رکھ کر گویا بھولنے کی کوشش کر رہے تھے مگر اچھی بری یادوں کے سارے ڈھیر ہم پر ڈھیر ہوگئے۔ ان میں سب سے بیسٹ 2016ء میں آنچل میں تحریر "جہیز" کی اشاعت پر چاروں طرف سے مبارکوں کے تحفے اور دوستوں کا سوئٹ سوئٹ کا کاٹنا اور پھر ان کو کھلانی ہی پڑی بہت یادگار دن تھا وہ جب خوشیوں کے جھمگٹے میں قہقہے بکھیرتے دوستوں میں زندگی کے

لمحوں میں سے چند لمحے کشید کر کے انہیں خوشیوں کے پیراہن میں لپیٹنے کا موقع ملا اور یہ موقع بھی آنچل کے توسط ہی نصیب میں لکھا تھا تھینک یو آنچل اینڈ آنچل فیملی، آخر میں یہ اس دعا کے ساتھ رخصت چاہوں گی۔

ہر ترسی نگاہ
ہر پیاسی زباں
ہر بھوک کا مارا
بس دیکھ رہا ہے
ہندسے کو بدلتا
اور آج اس کے لبوں پر
آسودہ مسکان کا پہرہ
اے خدا
تجھے تیری خدائی کا واسطہ
اس بار میرے دیس
کے نہتوں کو
مایوس نہ کرنا
آمین

حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ

۱) سال نو کی آمد پر کیا احساسات ہوتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتے بس اپنے رب سے دعا کرتے ہیں اے اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے ملک کو اپنی رحمتوں کے حصار میں رکھنا، دہشت گردی سے ملک کو محفوظ رکھنا، آمین۔

۲) اس سال کی بڑی تو کیا چھوٹی کامیابی نے بھی ہمارے قدم نہیں چومے (ہی ہی ہی)۔

۳) 2016ء سے جو امیدیں تھیں ماشاء اللہ وہ سب پوری ہوئی ہیں، 2017ء پر کوئی کام بھی موقوف نہیں کیا (زندگی پر بھروسہ جو نہیں)

۴) کسی ایک مصنفہ کا نام لیا تو دوسرے مصنفین کی حق تلفی ہوگی آنچل میں زیادہ تر مسائل پر مبنی کہانیاں ہوتی ہیں ان کے ذریعے بہت سی گتھیاں سلجھ جاتی ہیں لڑکیوں میں اچھائی اور برائی کو سمجھنے کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے میں یہی کہوں گی کہ ہر مصنفہ کی تحریر میں کوئی سبق ضرور چھپا ہوتا ہے۔

۵) نزہت جبیں ضیا کی تحریر "میرے لیے صرف تم" نے ہنسنے پر مجبور کردیا اکثر چھوٹی سسٹر بھی مجھے لبو کہتی ہے (لیکن مجھے غصہ نہیں آتا) کیونکہ مجھے پتا ہے کہ میں لبو نہیں ہوں، (ہاہاہا)

۶) 2017ء میں ام مریم، ام ثمامہ (پلیز کوئی مکمل ناول ضرور لکھیں) سباس گل، مونا شاہ قریشی (پلیز اس نام کو آنچل میں پڑھنے کی عادت سی ہوگئی ہے اسے مت چینج کریں انتظار شاہ کو انتظار ہی رہنے دیں) اور انعم خان کے مکمل ناول پڑھنے کو دل چاہتا ہے (دل کی ایسی کی تیسی)

۷) آنچل ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہے مزید اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔

۸) سال کے اختتام پر دکھ ہوتا ہے کہ زندگی کا ایک اور سال کم ہوگیا سوچتی ہوں اللہ کو بھی خوش نہ رکھ سکے اور نہ ہی اس کے بندے خوش ہوتے ہیں کیا فائدہ ایسی زندگی کا؟

۹) رمضان میں سحری کے بعد نماز پڑھ کر عموماً بھائی لوگ سو جاتے ہیں صبح کے پانچ بجے کا ٹائم تھا میری پردادی جان وظیفہ کر رہی تھیں میں نے چپکے سے دراز سے بائیک کی چابی نکالی اور موٹر سائیکل اسٹارٹ کیا ابھی اسٹارٹ ہی کیا تھا کہ چھوٹا بھائی نمودار ہوا اور کہا مجھے بھی بٹھاؤ ورنہ میں بھائی جان کو بتاؤں گا مجبوری میں اسے بھی بٹھانا پڑا ابھی پورے گھر میں ایک چکر مکمل ہوا تھا کہ دوسرے چکر پر موٹر سائیکل میرے کنٹرول سے باہر ہوگیا چھوٹا بھائی تو پیچھے سے اتر گیا اور مجھ بے چاری پر پورا موٹر سائیکل گر گیا گرا کیا بلکہ مجھے بھی ساتھ گھسیٹ لیا اف جلدی سے چابی نکالی تو دیکھا بھائی اور پردادی خوب ہنس رہے ہیں مجال ہے جو مجھے اٹھانے کی کوشش کی ہو چھوٹا بھائی حسین کہنے لگا اچھا اچھا اب بھائی جان کو بتاؤں گا کہ تم نے بائیک کا کیا حال کیا ہے (آہ اس بائیک نے تو مجھے بے حال کردیا ہے) پلیز حسین بھائی کو مت بتانا تمہیں پورے سو روپے دوں گی، پورا ایک مہینہ اپنی ٹانگ پر سب سے چھپ کر مرہم لگاتی رہی اب جب بھی ٹانگ کو دیکھتی ہوں تو یہ واقعہ ضرور یاد آجاتا ہے بقول آپی (گل مینا خان) کے ٹانگ پر پڑا نیل تمہیں خوب صورت یاد دلائے گا (ہی ہی...... ہاہاہا)

طیبہ خاور بھول...... عزیز چک وزیر آباد

۱) یہی سوچتی ہوں سال کا آغاز اچھا ہو کوئی پریشانی نہ ہو خوشی بھی محسوس ہوتی ہے۔

۲) اس سال کی خاص بات یہ ہے کہ میری شادی 19 ستمبر کو ہوچکی ہے اور اللہ نے میرے بھائی ابوبکر کو بیٹی سے نوازا ہے۔

۳) ساری امیدیں پوری ہوئی ہیں کوئی بھی کام ادھورا نہیں رہا ایک دل کی خواہش ہے وہ دعا کریں کہ پوری ہوجائے آپ سب کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

۴) ایک کا نام لوں تو صحیح نہیں ہوگا سب ہی داد کی مستحق ہیں اللہ تعالیٰ آنچل کی سب رائٹرز کو کامیاب کرے، آمین۔ سبھی بہت اچھا لکھتی ہیں۔

۵) جی یہ تو اب سوچنا پڑے گا۔

۶) میں عفت سحر طاہر، شازیہ مصطفیٰ، میمونہ خورشید علی، مریم عزیز، ان سب کے مکمل ناولز پڑھنا چاہتی ہوں۔
۷) آنچل مکمل پرفیکٹ ہے کوئی تبدیلی نہیں چاہیے۔
۸) اس سال کا اینڈ تو بہت دکھ دے کے گیا ہے میرے جان سے پیارے ابو جان کیسے لکھوں ہمیں چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چلے گئے ہیں مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا، یکم نومبر رات ۹ بجے ابو ہمیں روتا بلکتا چھوڑ کے چلے گئے ہیں مجھے ایسے لگتا ہے میرے پاس کچھ نہیں رہا سارا دن اور رات ان کو یاد کرتے اور روتے ہوئے گزرتا ہے جب ابو میری نظروں کے سامنے فوت ہوئے تو سب رونے لگے اور میں ابو کے پاس کھڑی ہو کے کبھی ان کی نبض کو چیک کر رہی ہوں کبھی دل کی دھڑکن کو ایسے جیسے مجھ پر کوئی سکتہ طاری ہوگیا ہے اور ساتھ میں بولے جا رہی تھی نہیں ابو زندہ ہیں مجھے یقین نہیں آرہا' ابو زندہ ہیں وہ بھلا ہمیں کیسے چھوڑ کے جاسکتے ہیں اس سال نے تو سوچنے کے لیے چھوڑ دیا ہے کیا ہوگا کس سے اتنی باتیں کروں گی کون اتنی اہمیت دے گا کون فرمائش کر کے مجھ سے بار بار نعتیں سنے گا کون دلچسپی کے ساتھ پوچھے گا طیبہ کیا کچھ لکھا آنچل میں مجھے دکھاؤ طیبہ آنچل کے لیے کچھ لکھ لینا تھا میرے ابو مجھے ہمیشہ یہی کہتے تھے میری بیٹی کسی کو دغا فریب نہیں دے سکتی بہت ایماندار اور سچے دل کی مالک ہے اکثر ایسے ہی بولتے تھے میں اب ابو کو کیسے بلاؤں کیسے ان کے گلے لگوں کیسے پاس جاؤں کیا کروں کہاں جاؤں سب کچھ ختم ہوگیا۔ ۹) ایک بات کی خوشی ہے کہ اپنے والد کے زیر سایہ رخصت ہوئی ہوں میری شادی کا پروگرام دسمبر کا تھا لیکن اللہ کو منظور تھا کہ میں اپنے والد کے زیر سایہ سسرال جاؤں اب ابو کی یادیں ہی رہ گئی ہیں جو وہ چار دن اسپتال میں رہے وہ آنکھوں کے آگے گھومتے رہتے ہیں اور مجھے اور زیادہ رونا آتا ہے سب قارئین سے گزارش ہے کہ میرے ابو کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے ابو کے درجات بلند کریں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین، ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کو بھی اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دیں اقرا ماریہ (برنالی) آپ کی امی کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند عطا فرمائے، آمین، میری دعا ہے آنچل تا قیامت ایسے ہی ترقی کی راہوں پر گامزن رہے، آمین

شبنم کنول ...... حافظ آباد

۱) سب سے پہلے تو گزر جانے والے سال کا دکھ ہوتا ہے مگر پھر دل یہ سوچ کر خوش ہو جاتا ہے کہ کیا پتا کہ آنے والا سال مجھے گزرے سال سے زیادہ خوشیاں دے خدا مجھے وہ سب اس نئے سال میں دے دے، جس کی میں اس سے التجائیں کرتی رہیں، نجانے کیسا عجب خیال دل کو ہوتا ہے ہر چیز خوب صورت اور حسین لگتی ہے۔
۲) جی ایسی کسی کامیابی نے میرے قدم نہیں چومے جو میری توقع سے بڑھ کر ہو۔
۳) بس یہ شعر کہوں گی

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں مگر پھر بھی کم نکلے

۴) متاثر تو سب سے ہوئے لیکن نازیہ کنول، اقرا صغیر، نگہت عبداللہ نے متاثر زیادہ کیا۔ آئندہ بھی ایسا لکھتی رہیں۔
۵) سمیرا شریف، رفعت سراج، نازیہ کنول، سباس گل، نگہت سیما ان سب کی تحریروں کو پڑھنا چاہتی ہوں۔
۶) جی ہم کیا تبدیلیاں لائیں گے آنچل تو پہلے ہی پرفیکٹ ہے اگر آپ اتنا اصرار کرتی ہیں تو پھر ایک تبدیلی لے ہی آتے ہیں، جو کہانی چل رہی ہو اس کے تمام صفحات پر اس کا نام چھوٹا سا تحریر کر دیا کریں۔
۷) اس سال کے اختتام پر یہ سوچ ذہن پر قبضہ کر بیٹھی ہے کہ شاید ہم نے گزرے سال میں کتنے نیک عمل کیے جو نیک عمل کیے وہ میرے اللہ کو پسند آئے بھی یا نہیں نجانے کتنے گناہ کر بیٹھی ہے یہ گناہگار بندی، میری وجہ سے نجانے کس کس کا دل دکھا، کس کو میں نے خوشیاں دیں میری وجہ سے کس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی کس کو آنسو دیے، اللہ جانتا ہے میں کیا جانو آنے والے سال میں دعا کرتی ہوں کہ کسی کو دکھ نہ دوں کسی کا دل نہ دکھے، ہاں اللہ مجھے پانچ وقت کا نمازی بنادے نیک بنادے خوش اخلاق بنادے گزارے سال پر دکھ ہوتا ہے کہ میری زندگی سے ایک سال اور کم ہوگیا مگر پھر آنے والے سال کو خوشیوں بھری نگاہ میں قید کر لیتی ہوں اور دل میں کچھ نئی تمنائیں اور خواہشات جگہ لے لیتی ہیں۔
۹) میری زندگی کی حسین یادیں بہت ہیں اور بہت بڑی بڑی بھی مگر ایک چھوٹی سی یاد آپ کے نام وہ دن جب میرے بھتیجے نے مجھے پھوپو کہا اپنے نرم نرم گلاب جیسے ہونٹوں سے میری بھتیجی نے مجھے آنی کہا اور اپنے مسکراتے لبوں سے اور جب میرے ایک اور بھانجے نے مجھے خالہ کہہ کر مخاطب کیا ان سب کی معصوم اداؤں کے لیے میرے پاس کہنے کے لیے کچھ اور نہیں یہ تھی میری چھوٹی مگر بہت بڑی یاد۔

ثنا ریاض چوہدری ...... بوسال سکھا

۱) نئے سال کی آمد پر احساسات کچھ خاص نہیں ہوتے نئے سال کا پہلا دن ویسے ہی شروع ہوتا ہے جیسے ہر دن ہوتا ہے

ویسے تو ہر روز جب رات کو سونے کے لیے لیٹتی ہوں تو دن بھر کیے ہوئے گناہوں کا احساس ہوتا ہے تو ان کی معافی مانگ کر سوتی ہوں اب نیا سال شروع ہوا ہے تو سوچتی ہوں کہ پتا نہیں یہ زندگی کا آخری سال ہو بہت افسوس ہوتا ہے کہ زندگی کے اتنے سال ایسے ہی بے مقصد گزار دیے۔

۲) 2016ء میں میرا ایف اے اچھے نمبروں سے ہوا اور آگے ڈگری کالج میں ایڈمیشن ہوا اس کے علاوہ کوئی اور ایسی کامیابی نہیں ملی جو توقع سے بڑھ کر ہو۔

۳) 2016ء میں سب سے بڑی امید میری آپی کی شادی کی تھی جو پھوپو (آپی کی ساس) کی ڈیتھ کی وجہ سے 2017ء پر موقوف ہوئی اس کے علاوہ کچھ میری ذاتی امیدیں تھیں جو پوری نہیں ہوئی، بہرحال امید پر دنیا قائم ہے دعا ہے کہ یہ امیدیں اللہ اس سال پوری کردے آمین۔ اس کے علاوہ میں نے قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا تھا جو بارہ پارے پڑھا اور کالج میں ایڈمیشن کی وجہ سے ادھورا رہ گیا جس کا بہت افسوس اور دکھ ہوتا ہے اللہ مجھے قرآن پاک کو ترجمہ و تفسیر کے ساتھ پڑھنے کا موقع فراہم کرے، آمین۔

۴) 2016ء میں سیدہ غزل زیدی کے ناول ''کروں سجدہ ایک خدا کو'' نے بہت متاثر کیا اس کے علاوہ حرا قریشی کے مجاہرہ نے بہت متاثر کیا۔

۵) 2016ء کی کوئی ایسی تحریر ذہن میں نہیں جس نے ہنسنے پر مجبور کیا ہو، ام ثمامہ کی آزادی یا انقلاب نے خوب ہنسایا تھا جو 2015ء میں شائع ہوئی تھی آج کل کے رائٹرز کی تحریروں میں بہت کم مزاح ہوتا ہے جیسے پہلے رائٹرز کی تحریروں میں کزنز کی محفل میں مزاح ہوتا تھا وہ آج کی تحریروں میں مفقود ہے۔

۶) 2017ء میں حرا قریشی، عشنا کوثر، نگہت عبداللہ اور سمیرا شریف کے مکمل ناول پڑھنا چاہتی ہوں۔

۷) ویسے تو آنچل بالکل پرفیکٹ ہے اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں اگر اضافی کچھ شامل کرنا چاہتے ہیں تو پھر مہینہ وار اسٹارز کا سلسلہ شروع کیا جائے کہ آپ کا مہینہ کیسا رہے گا۔

۸) سال کے اختتام پر زندگی سے ایک سال منہا ہونے پر یہی خیال آتا ہے کہ اللہ نے ہمیں ایک مکمل انسان بنایا ہے اور زندگی کی ہر نعمت دی ہے اور اس کے بدلے کیا چاہا صرف خلوص دل سے اپنی عبادت اور ہم ناشکرے انسان وہ بھی نہیں کرپاتے۔

۹) 2016ء کی کوئی ایک خوب صورت یاد نہیں جو قارئین سے شیئر کی جائیں سو بنڈل آف سوریاں، آخر میں قارئین کے نام ایک پیغام کہ یہ دل ہی ہے جو بنا آرام کیے سالوں کام کرتا ہے اس لیے اسے ہمیشہ خوش رکھیے چاہے یہ آپ کا اپنا ہو یا آپ کے اپنوں کا پاکستان زندہ باد اینڈ اللہ نگہبان۔

زعیمہ آرزو روشن...... آزاد کشمیر

۱) سال کی آمد پر خوشی ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ غم بھی ہوتا ہے کہ اس سال ہم سے کوئی ہمارا چھن نہ جائے بٹ یہی دعا رہتی ہے کہ یہ نیا سال تمام لوگوں کے لیے اچھا اور بابرکت ثابت ہو آمین۔

۲) اس سال مجھے میری نئی زندگی کی کامیابی ملی مجھے ہیپاٹائٹس ہوگیا تھا۔ تمام ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا سب امید ہار گئے تھے مگر زندگی دینے والی تو رب کی ذات ہے میں نہ صرف زندہ بچ گئی بلکہ بالکل ٹھیک بھی ہوگئی اور پھر میں نے اپنی لائف کا ایک اور سال مکمل کیا۔

۳) میں بیمار تھی تو میری ایجوکیشن ان کمپلیٹ رہ گئی تھی اب ان شاء اللہ 2017ء میں دوبارہ شروع کروں گی اور باقی تو ہر انسان کی زندگی میں کچھ خواب ادھورے رہ جاتے ہیں اور وقت کے ساتھ ان کی خواہشات بھی دم توڑ جاتی ہیں۔

۴) اس سال مجھے نازیہ کنول نازی نے بہت متاثر کیا (مائی نے میں کنوں آکھاں)

۵) مجھے صائمہ قریشی کے اناڑی پیانے بہت ہنسایا اب بھی جب یاد کرتی ہوں تو برا حال ہوتا ہے۔

۶) سمیرا شریف طور، نازیہ کنول نازی اور سباس گل کو پڑھنا چاہوں گی۔

۷) 2017ء میں کچھ خاص تبدیلی نہیں چاہتی مگر اتنا ضرور کہوں گی کہ زیادہ سے زیادہ نئے لکھنے والوں کو موقع دیا جائے۔

۸) اس سوال کے جواب میں اتنا کہوں گی کہ ہمیں سال کے اختتام پر خوشی نہیں بلکہ اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ کیا ہم نے اس سال اپنے لیے کچھ کمایا، کتنی نمازیں پڑھیں، کتنی لوگوں کی غیبت کی اور ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم نے کھویا اور کیا پایا، یہ سال جو گزر گیا اب واپس نہیں آئے گا۔

فرحت اشرف گھمن...... سید والا

۱) ایک طرف تو میں اپنی زندگی کے نئے سال کو بہت خوشی سے ویلکم کرتی ہوں بٹ تھوڑی سیڈ بھی ہوتی ہوں کہ میری زندگی کا ایک سال کم ہوگیا نئے سال کے آغاز میں میں اپنے آپ سے عہد کرتی ہوں کہ اس سال میں کسی کی بھی دل آزاری کا سبب نہیں بنوں گی اور زیادہ سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاروں گی۔

۲) کوئی ایسی بڑی کامیابی نہیں جس نے میرے قدم چومے ہوں، ہاں اس سال یہ خوب صورت سانحہ ہوا ہے کہ مجھے اپنے فیانسی کو جاننے کا موقع ملا اور وہ میری توقع سے بڑھ کر کیئرنگ ثابت ہوئے جو مجھے بہت مغرور اور اکھڑ سے لگتے تھے۔

۳) 2016ء سے مجھے یہ امیدیں تھیں اول یہ کہ میں فیشن ڈیزائننگ ڈپلومہ میں ایڈمیشن لوں گی یہ کام ادھورا رہا دوسرا یہ کہ مجھے بہت امید تھی کہ میری تینوں کہانیاں آنچل یا حجاب کی زینت بنیں گی مجھے بہت ہی اپنے آپ پر افسوس ہے کہ میں ابھی اس قابل نہیں ہوئی، دو ریجیکٹ ہوگئی تیسری کا ابھی کچھ پتا ہی نہیں چلا اللہ کرے کہ 2017ء میں ایسا کوئی حسین سانحہ ہوجائے آمین۔

۴) اس سال مجھے رفعت سراج نے اور نازی نے بہت متاثر کیا نازی کشمیر کے بارے میں بہت آگاہ کرتی ہیں اور رفعت بہت گہرائی میں ڈوبا ہوا لکھتی ہیں۔

۵) مجھے نہیں یاد کہ میں نے کسی ایک مصنفہ کی تحریر پڑھی ہو جس نے مجھے ہنسنے پر مجبور کیا ہو کیونکہ اب ہر رائٹر مہنگائی اور غربت پر زیادہ لکھتی ہے اب اتنی بھی پاکستان کی عوام غریب نہیں جتنا رائٹرز بتاتی ہیں ہمارے گاؤں فریدآباد میں ہر گھر سے دو تین لڑکے بیرون ممالک میں ہیں ماشاء اللہ ہر گھر خوشحال ہے بندہ رسائل تو مائنڈ ریلیکس اور فریش ہونے کے لیے پڑھتا ہے اگر ان میں بھی وہی معاشرتی مسائل ہوں تو کیا فائدہ وقت اور پیسہ خرچ کرنے کا ادارے کو اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ ہلکی پھلکی تحریر بھی ہونی چاہیے جو فنی بھی ہو۔

۶) 2017ء میں میرا نگہت عبداللہ اور ام مریم کے مکمل ناول پڑھنا چاہتی ہوں۔

۷) 2017ء میں آنچل میں شوبز یا فیشن کے بارے میں بھی کچھ ہونا چاہیے۔

۸) 2016ء کی خوب صورت یادیں یہ کہ ہم ساری فرینڈز ننکانہ صاحب ایگزام دینے جاتی تھیں تو ہم نے بہت انجوائے کیا ایک دن ایک ڈھابہ سے کھانا کھایا اس کھانے کو ہم نے اتنا انجوائے کیا کہ حد نہیں اتنا مزہ تو کسی بڑے ریسٹورنٹ میں بھی نہیں آیا ہم گورونانک اور ننکانہ رجوت پارک گئیں شکلیں بگاڑ بگاڑ کر سیلفیاں اور تصویریں بنائیں جب گھر آ کر دکھائیں تو بی جی سے خوب ڈانٹ کھائی میری کہانیاں شائع نہیں ہوئیں میرے بھائیوں اور کزنز نے خوب میرا راگ لگایا ہوا ہے، ابھی ابرار کو (فیانسی) پتا نہیں چلا ورنہ اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا آپ بہنوں کا اگر کبھی ننکانہ آنے کا اتفاق ہو تو ضرور ننکانہ رجوت دیکھیے گا۔

عنزہ یونس...... حافظ آباد

۱) پہلا سوال ہی بہت مشکل پوچھ لیا ہے آپ نے بہرحال نئے سال کے متعلق احساسات بہت جامد ہوتے ہیں ایک تو نئے سال کے آنے کی خوشی دوسرا گزشتہ سال جانے کا غم (ماضی ہمیشہ ہی انسان کو اچھا لگتا ہے) ایسے میں بہت عجیب سے احساسات ہوتے ہیں مجھے اس بات کا زیادہ قلق ہوتا ہے کہ میں نے حاصل کچھ نہیں کیا اور یہ سال چلا بھی گیا اور اگر حاصل کرلوں تو خوشی ہوتی ہے اور نئے سال کے لیے لائحہ عمل بڑا سخت اور عملی ہوتا ہے جس کے لیے خود کو بڑا پش کرتی ہوں تاکہ نئے سال میں ڈھیروں کامیابیاں سمیٹ سکوں، مختصراً احساسات خوشی و غم کے درمیان معلق ہوتے ہیں نئی زندگی کے نئے سال میں داخل ہونے کا احساس تو الگ ہی ہوتا ہے۔

۲) جی بالکل نیا سال میرے لیے بہت سی کامیابیاں لے کر آیا (الحمدللہ) کیونکہ میں نے بہت محنت کی تھی اپنے آپ کو گروم کرنے کی میرا پہلا مقصد اسٹڈی کرنا تھا وہ بھی بہت اچھی خود کو لف ٹائم دینا تھا جس میں میں کامیاب رہی (یہ سب اللہ کا احسان ہے) دوسرا آنچل و حجاب میں بامقصد پیغام بھیجا اپنی پہچان بنانا اور خود کو محنت پہ ابھارنا تاکہ مستقبل میں ایز آ رائٹر کام کرسکوں تو الحمدللہ اس مقصد میں کامیابی ملی جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی بے حد شکرگزار ہوں اور آنٹی قیصر آرا کی باتوں نے میرا بہت ساتھ دیا۔

۳) 2016ء سے جو امیدیں تھیں وہ کافی پوری ہوئیں مثلاً میرا آنچل و حجاب میں دوبارہ لکھنا (جو کہ یونیورسٹی میں ایڈمیشن کے بعد ختم ہوگیا تھا) میں اس میں کامیاب رہی، اسٹڈی کے حوالے سے جو میری توقعات تھیں وہ پوری ہوئیں اللہ کے فضل سے اس کے علاوہ بطور مصنفہ کام کرنے کا خواب 2017ء میں داخل ہوگیا ہے ان شاء اللہ اس کے لیے کام تو بہت کیا ہے مگر ڈیو ٹو اسٹڈی پوری طرح کام نہیں کرسکی اب ان شاء اللہ اس کے لیے کام کرنا ہے آپ بھی دعا کیجیے گا۔

۴) بہت مشکل سوال ہے میں تو سب مصنفین کی خدمات کو سراہتی ہوں جس نے جو کچھ لکھا نیت اور اچھی محنت سے لکھا بھی تو کامیابی کا زینہ طے کیا چند نام ہیں جن کے کام کی تعریف ضروری ہے حرا قریشی، انہوں نے بہت اچھا کام کیا محنت و ایمانداری سے تیسری چیز تھی جذبہ ان کے ہر افسانے میں ان کا جذبہ کارفرما رہا میں ان سے متاثر ہوں، اس کے علاوہ عظمیٰ شاہین ہیں انہوں نے تھوڑا لکھا ہے مگر لاجواب یہ محب الوطن کی

عمدہ ترین مثال ہیں اللہ ان کا زور قلم مزید پختہ کریں آمین چندا چوہدری ہلکا پھلکا لکھتی ہیں مگر اچھا باقی بھی سب بہت اچھا لکھ رہی ہیں میں سب کے لیے دعا گو ہوں اور آنچل وحجاب کی مشکور ہوں جو نئے لکھاریوں کو سامنے لا رہا ہے، ویلڈن۔

۵) آہم جناب کوئی بھی دھما کے دار مزاحیہ اسٹوری پڑھی ہی نہیں ایک بہت پہلے پڑھی تھی ''بھائی لوگ'' وہ ہی ذہن پر سوار ہے۔

کچھ خوشیاں کچھ غم دے کے ٹال گیا
زندگی کا اک اور سنہری سال گیا

جی بالکل میں ہر اچھی مصنفہ کو 2017ء میں پڑھنا چاہوں گی جو بھی اپنے قلم سے جہاد کریں گی میری پسندیدگی کو ساتھ پائیں گی (ان شاء اللہ) عظمٰی شاہین رفیق اور حرا قریشی سے میں بہت مطمئن ہوں سمیرا شریف طور کا بھی انتظار ہے۔

۶) آنچل بہت اچھا ہے ماشاء اللہ مگر کچھ تبدیلیاں بھی وقت کے ساتھ ضروری ہیں جیسے کالم نگاری کا سلسلہ حجاب میں شروع ہوا ہے آنچل میں بھی شروع کیا جائے شوبز کی دنیا سے ہر ممکن باخبر رکھا جائے (جیسے حجاب میں) مزاحیہ اسٹوریز کو سراہا جائے اور ان کے لیے مصنفات کا مائنڈ سیٹ کیا جائے تاکہ دکھ وافسردگی کے اس ماحول میں خوش رہنے کا ڈھنگ نہ بھولیں مختصر و پختہ افسانوں کی تعداد بڑھا دی جائے نیو لکھاری کی طبع آزمائی کو پوزیٹیو طریقے سے دیکھا جائے (یعنی ان کی حوصلہ افزائی)

۷) 2017ء کے آنے پر جہاں دل پھول کی طرح کھلا ہوا ہے وہاں 2016ء کے جانے کا دکھ بھی ہے ایک سال مزید ہماری زندگی سے منہا ہو گیا وہ بھی اچھے اعمال کیے بغیر افسوس ہے مگر بخدا خود سے اتنی بھی ناامید نہیں بے شک زیادہ اچھے کام نہیں کیے مگر کچھ نہ کچھ تو اچھا کیا ہوگا (ان شاء اللہ) مگر دکھ ہے کہ بہت زیادہ اچھا نہیں کر پائی کچھ رویوں میں ٹھہراؤ نہیں آسکا یہ بھی بہت بڑا فالٹ ہے اللہ ہمیں آگے بہت اچھا کرنے کی توفیق دے مزید کامیابیاں بھی عطا کرے آمین جب تک میم سمیہ ضیا کی دعائیں ہیں میرے ساتھ مجھے کوئی دکھ نہیں چھو سکتا (ان شاء اللہ) اللہ ان سے میرے تعلقات اور اچھے کرے (جو لڑائیاں ہوتی ہیں کم ہو جائیں) آمین۔ اب اجازت چاہتی ہوں فی امان اللہ۔ ارے ارے رکیے بھئی حد ہو گئی ابھی ہماری گزشتہ سال کے حوالے سے گڈ میموریز تو سنتے جائیں آپ بھی ناں بس بڑے بھلکو ہیں۔

جی سماعت فرمائیں (آئے ہائے ویڈیو تو دکھائیں) کالج کلر ڈے جو ابھی 19 نومبر کو ہوا ہے اس دن ہم سب فرینڈز بڑے ذوق وشوق سے تیار ہو کے گئیں، کالج لہراتے آنچل خوب صورت مشرقی لڑکیاں واہ دیکھ کر کچھ لوگوں نے نظر لگا دی (اف یار مجھے آپ بھی ناں) ہوا کچھ یوں کے اک پیاری دوست تازیہ احسن نے مجھے بلوایا ہے عزہ وزرابات سننا میں گروپ کو ایکسکیوز کرتی اٹھ پڑی نیو اسکائی بلیو فراک کو نازک ہاتھوں میں تھامے دھیرے دھیرے پاؤں اٹھا کر تازیہ تک پہنچی جب اس سے بات کر کے نیچے پارک میں اترنے لگی تازیہ اور پر سڑک پر کھڑی تھی جو کالج میں ہوسٹل کی جانب جاتا ہے۔ تبھی میری فرینڈز مصباح دوڑتی ہوئی آئی اور مجھ سے لپٹ گئی اس کے پیچھے رمشہ تھی جو اس سے شوارما چھین رہی تھی بس پھر کیا پکچر شروع ہو گئی ان کے دھکم پیل سے میں نیچے گلاب کی کیاری میں دھڑام اف کیا گھڑی تھی، میرا سر تو پھوٹا سو پھوٹا تو فرینڈز کا بے کراں سمندر آناً فاناً جمع ہو گیا اوپر سے میری فراک گلاب میں اٹکنے کی وجہ سے تین جگہ سے پھٹ گئی میوزک کی بھاں بھاں میں بیچاری نازک مزاج زمین کی سخت سطح پر نہ کسی کو پکار سکی اور نہ ہی کسی نے ہمت کی بھی میرے گروپ کی علیزے ارشد جم غفیر کو پیچھے ہٹاتی مجھ تک پہنچی اور سہارا دے کر اٹھایا ساتھ مسکراتی نگاہیں میرا رنگ خوامخواہ سرخ ہونے لگا دل میں فراک کے پھٹنے کا غم علیحدہ اور فرینڈز کی کمی کمی کا غم علیحدہ بہرحال یہ کچھ دیر کا ڈرامہ تھا میری زندگی کی خوب صورت پکچر بن گئی ہے جسے میں ہمیشہ یاد رکھوں گی کے کیسے میری فرینڈز نے مجھے گرا کر مزہ لیا، بہرحال زندگی کی خوب صورتی تو انہی چھوٹے موٹے ڈراموں میں ہے کہ اسٹوڈنٹ لائف تو پھر خوب صورت پیریڈ ہے لائف کا یقیناً، فی امان اللہ۔

کیسے ممکن تھا کسی شخص کو اپنا کرتے
آئینہ لوگ تھے کیا لوگوں سے دھوکہ کرتے
ہنستے پھرتے تھے سر بزم انا کی خاطر ہم
ورنہ حالات تو ایسے تھے کہ رویا کرتے

طیبہ عنصر مغل...... راولپنڈی

۱) بہت سارے ڈر ہوتے ہیں دل میں اس لئے نیا سال امن وعافیت لے کے آئے یہ دعا ہوتی ہے۔

۲) جی بہت ساری کامیابیاں ملیں جن میں سرفہرست نعتیہ کلام پہ سند کا ملنا ہے۔

۳) الحمدللہ بہت ساری پوری ہوئی بس عمرہ پہ نہیں جا سکی یہ خواہش پوری نہ ہونے کا ملال ہے اور کچھ کتابیں پبلشنگ کے مراحل میں رہ گئی ہیں اب وہ ان شاء اللہ 2017 کا حصہ بنیں گی۔

۴) اس سال سحر ساجد نے بہت متاثر کیا اور نمرہ احمد اور عمیرا

کی تحریر لاجواب رہیں۔

۵) ام طیفور کی تحریر نے بہت ہنسایا ماشاء اللہ کمال لکھتی ہیں۔

۶) انجم انصار، قیصرہ حیات، سیما مناف کو پڑھنا چاہتی ہوں۔

۷) آنچل یوں تو مکمل ہے لیکن چاہتی ہوں کہ کچھ سماجی مسائل پہ زیادہ توجہ دی جائے نئی رائٹرز کے تعارف اور انٹرویوز لگائے جائیں۔

۸) یہی سوچتی ہوں بہت وقت برباد کیا جو بہت اچھے کاموں میں استعمال ہوسکتا تھا، اب جانے اس سال میں یہ مہلت ملے نہ ملے لیکن مایوس نہیں ہوتی کہ مایوسی کفر ہے اللہ تعالیٰ اس سال موقع دے گا۔

۹) بہت ساری خوب صورت یادیں ہیں میری بیٹی کی تعلیمی کامیابی اس کے پہلے افسانے کی اشاعت میرا بہت سے افسانے اور شاعری مقابلے میں اول آنا بہت سی رائٹرز کی محبتیں جن میں سرفہرست سیما مناف، قیصرہ حیات، انجم انصار ہیں اور ساری سکھیاں بشمول اقبال بانو، فاخرہ گل، صائمہ چوہدری ان کے ناول کا بھی انتظار ہے یہ سب بھی مکمل ناول لکھیں، ان سب کی پیاری باتیں بھی یادگار ہیں۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

☆ سال نو کی آمد پر ہمارے احساسات کچھ ملے جلے ہوتے ہیں کیونکہ ہر سال 30 دسمبر کو میرے پاپا کی برسی ہوتی ہے۔ اس لیے دسمبر کا مہینہ آتے ہی دل اداس ہوجاتا ہے اور 30 دسمبر کو یہ اداسی اور بڑھ جاتی ہے' سال نو کی خوشی اپنی جگہ۔

☆ میرے لیے ہر سال بہت سی خوشیاں لاتا ہے اگر آپ ہر لمحہ انجوائے کرو اور کسی کو ہرٹ نہ کرو تو اس سے بڑھ کر میں سمجھتی ہوں اور کوئی بڑی کامیابی نہیں ہوسکتی۔

☆ یہ سال پلک جھپکتے ہی گزر گیا ہے' شکر ہے اس ذات باری تعالیٰ کا ہر خوشی ملی جو چاہی کچھ ادھوری رہ گئی ہیں' ان شاء اللہ العزیز وہ 2017ء میں پوری ہوجائیں گی۔

☆ اس ستمبر کے شمارے میں عظمیٰ شاہین رفیق کا ایک ناولٹ "جرأتوں کے امین" نے کچھ زیادہ ہی انسپائر کیا ہے' ان تمام جرأتوں کے امین کو میرا سلیوٹ جو کہ اس طرح اپنی جان کی بازی لگا کر اپنے ملک کی حفاظت کررہے ہیں۔

☆ کئی ایسی تحریریں ہیں جنھوں نے ہنسنے پر مجبور کیا ہے' نام اس وقت یاد نہیں آرہے۔

☆ 2017ء میں نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور کے ہی ناول پڑھنا پسند کریں گے یہ دونوں رائٹرز میری موسٹ فیورٹ ہیں۔

☆ سال کے اختتام پر کاسۂ عمل کے خالی ہونے پر صرف یہ ہی کہنا چاہوں گی۔

ساتھ دل کے چلے دل کو نہیں روکا ہم نے
جو نہ اپنا تھا اسے ٹوٹ کر چاہا ہم نے
اک دھوکے میں کٹی عمر ساری اپنی
کیا بتائیں کسے کھویا کسے پایا ہم نے

☆ 2016ء کی بہت سی خوب صورت یادیں ہیں' اسپیشلی میرے اسکول کی یادیں' ہر لمحہ کو انجوائے کیا۔ اس سال جب میں اور میری فرینڈ صبا آصف جب ہم سرگودھا این ٹی ایس کے لیے گئے تو میں نے ویل کیا ہوا تھا' وہاں ہم اسٹیٹ دینے کے لیے گئے تھے اور شو ایسے کیا کہ جیسا میں یہاں سینٹر سپرنٹنڈنٹ ہوں' وہاں ہر لڑکی مجھ سے کہتی تھی میم پلیز بتائیں میرا رول نمبر کہاں ہے اور میں سب کو گائیڈ کرتی رہی' جب پیپر کا ٹائم ہوا تو مجھے میرا رول نمبر نہ ملا اور ٹائم اسٹارٹ ہوگیا پھر وہاں ایک سر نے مجھے میرے مطلوبہ رول نمبر تک پہنچایا جب میں وہاں پہنچی تو خیر سے چیئر پر رول نمبر نہیں تھا۔ فائنلی تھک ہار کر سر نے کہا کہ بیٹا آپ اس چیئر پر بیٹھ جاؤ۔ یہ واقعہ جب بھی یاد آتا ہے تو خوب ہنسی آتی ہے۔ آخر میں میری طرف سے تمام قارئین کو دل کی گہرائیوں سے سال نو بہت بہت مبارک ہو۔ رب ذوالجلال یہ سال آپ سب کے لیے خوشیوں کا گہوارہ بنا دیں' آمین۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

اللہ کرے یہ نیا سال امت مسلمہ کے لیے مبارک ثابت ہو۔

☆ وہ کامیابی میں نے صرف اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین سے شیئر کی ہے۔

☆ اولاد کی نعمت سے محروم رہی' امید ہے اللہ تعالیٰ 2017ء میں میری گود ضرور بھردے گا۔

☆ رفعت سراج نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔

☆ فاخرہ گل۔

☆ نازیہ کنول نازی اور صائمہ اکرم چوہدری کے مکمل ناولز۔

☆ 2017ء میں آنچل میں یہ تبدیلی دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس کے ہر مستقل سلسلے میں انعامات دیئے جائیں۔

☆ دل کو تمہاری چاہ ہوگئی ہے
تم سے چاہت بے پناہ ہوگئی ہے
آ بیٹھے ہو تم میری آنکھوں میں
حسین تر میری نگاہ ہوگئی ہے

☆ 2016ء کی خوب صورت یادیں یہ ہیں کہ ہمیں پورا سال حجاب باقاعدگی سے پڑھنے کو ملتا رہا اور میں اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین کو خوب بے وقوف بناتی رہی اور وہ بے چارے ہر وقت بے وقوف بنتے رہے۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

☆ السلام علیکم! سب سے پہلے قارئین کو نیا سال بہت مبارک ہو۔ سال نو کی آمد پر بہت اچھے احساسات ہوتے ہیں' انوکھی سی خوشی ہوتی ہے۔ نئے سال کے پہلے دن ایسا لگتا ہے جیسے کہ ایک نئی زندگی کی شروعات ہو۔ یکم جنوری کو میری سالگرہ ہوتی ہے اور اس طرح نیا سال میرے لیے ڈبل خوشی کا باعث بنتا ہے' خوشگوار احساسات ہوتے ہیں۔

☆ یہ سوال تو بہت اچھا ہے اس سال کی کامیابی جس نے میرے قدم چومے اور وہ میری توقع سے بڑھ کر تھی وہ کامیابی یہ تھی کہ میں نے بی اے کا ایڈمیشن خود بھیجا اور خود ڈیٹ شیٹ آئی تب تیاری شروع کی' کوئی اکیڈمی نہیں رکھی کسی سے گائیڈنس نہیں لی یہاں تک کہ فارسی اور اسلامیات کا پیپر دینے گئی تو پتا چلا کہ سلیبس تو بدل چکا ہے اور میرے ہوش اڑ گئے' پر پیپر پورا کرکے آئی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ کسی ایک بک میں سے پاس ہوں گی کیوں کہ سنا تھا بی اے کی انگلش بہت مشکل ہوتی ہے پر جب رزلٹ آیا میری سیکنڈ ڈویژن تھی' دل کرے ناچوں ہائے وہ دن کبھی نہیں بھولے گا مجھے۔

☆ 2016ء میں جتنے کام سوچے تھے سب پورے ہوئے' سب امیدیں پوری ہوئیں' کوئی کام ادھورا نہیں رہا۔

☆ ماشاء اللہ آنچل کی تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں اور ایسا لکھتی ہیں جو پڑھنے والے کو تفریح کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ سیکھنے کو بھی ملتا ہے اور یہاں ایک رائٹر کا نام لکھنا ناانصافی ہوگی۔

☆ وہ تمام رائٹرز جو ہمارے چہرے پر ہنسی لانے کے لیے اپنے قلم کو حرکت میں رکھتی ہیں ان سب کی تحاریر بہت اچھی ہوتی ہیں اس سوال میں بھی کسی ایک کا نام لکھنا مناسب نہیں۔

☆ 2017ء میں عائشہ نور محمد' نایاب جیلانی' نمرہ احمد' ام مریم کے مکمل ناول پڑھنا چاہتی ہوں کیوں کہ مجھے ان کی تحاریر بہت پسند ہیں اور ان کے موضوعات بھی بہت عمدہ ہوتے ہیں۔

☆ 2017ء میں آنچل میں یہ تبدیلی دیکھنا چاہتی ہوں کہ وہ رائٹرز جو آنچل میں نہیں لکھتیں' گزارش ہے کہ ان کو بھی آنچل کے رائٹرز کے طور پر شامل کریں پلیز اور باقی آنچل بہت اچھا ہے اور کوئی تبدیلی نہیں چاہیے۔

☆ سال کے اختتام پر یہ سوچتی ہوں کہ آنے والا سال زندگی میں نجانے کتنی تبدیلیاں لائے گا اور اس سال کی خوشیاں نئے سال میں ہوں گی کہ نہیں' کاسۂ عمل کے خالی ہونے پر یہ سوچتی ہوں کہ نئے سال کے آغاز پر ان شاء اللہ کاسۂ عمل میں ایسے اعمال اکٹھے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی پسندیدگی کے حق دار ہوں گے۔

☆ 2016ء کی خوب صورت یادیں تو بہت سی ہیں ایک بی اے کا رزلٹ تھا جو اوپر لکھ چکی ہوں اور بہت سی ایسی یادیں ہیں جو گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اور بھی خوب صورت ہوجاتی ہیں۔ اسکول میں گزرنے والا ہر دن ہر لمحہ خوب صورت اور یادگار ہوتا ہے' بریک ٹائم ایک دوسرے کو تنگ کرنا اور ایک دوسرے کی چیزیں چھپانا یہ دن بہت یادگار ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔

ارم کمال...... فیصل آباد

☆ وقت کتنی تیزی سے گزرتا جارہا ہے' سال نو کی آمد پر بے اختیار منہ سے نکلتا ہے "ارے اتنی جلدی نیا سال آگیا' ابھی کچھ پہلے ہی 2016ء شروع ہوا تھا" ساتھ ہی گزرے سال کی ساری باتیں ذہن میں دوڑنے لگتی ہیں۔

☆ ہماری ساری کامیابیاں آس پاس رشتوں سے مشروط ہوتی ہیں' جیسے گزرے سال 2016ء میں میری بیٹی صبیحہ کمال نے میٹرک کے امتحان میں نمایاں نمبر لے کر سیروں خون بڑھا دیا۔ بچوں کی کامیابی اپنی کامیابی ہی لگتی ہے کام تو جب تک زندگی ہے ختم نہیں ہوتے جو کام رہ گئے وہ اب اگلے سال یعنی 2017ء میں ہی ہوں گے جن میں سرفہرست گھر کو رینوویٹ کروانا' رسالوں میں دلجمعی سے لکھنا' ادھوری کہانیاں مکمل کرنا وغیرہ وغیرہ۔

☆ اس سال میرے زیر نظر مستنصر حسین تارڑ رہے میں ان سے بہت متاثر ہوں جو ان کی کتاب پڑھتا ہے وہ کتاب کے منظر میں خود کو پاتا ہے۔

☆ ویسے تو کئی مصنفات ہیں جن کی تحریر ہنسنے پر مجبور کردیتی ہے جن میں انجم انصار کے علاوہ فاخرہ گل کی تحریر میں بھی ہنسنے ہنسانے کے کافی عناصر پائے جاتے ہیں۔

☆ 2017ء میں ہم انہی مصنفات کو پڑھنا چاہیں گے جن کو 2016ء میں پڑھا جیسے نازیہ کنول نازی' صدف آصف' نگہت عبداللہ' فاخرہ گل اور عنیقہ محمد بیگ وغیرہ۔ اس کے علاوہ جو اچھی چونکا دینے والی تحریر ہوں گی ہم وہ سب پڑھنے کے مشتاق رہیں گے۔

☆ 2017ء میں بھی ہم اپنے آنچل کو ایسے ہی سجا سنورا دیکھنا چاہیں گے کیونکہ آنچل میں کوئی کمی نہیں ہے بس ذرا ناطو پر

دھیان دیا کریں کبھی کبھی بہت ہی بور اور ڈل ٹائٹل ہوتے ہیں۔ ہماری شان اور آن ہمارے پیارے آنچل کی مرہونِ منت ہے۔

☆ گزرے سال کے آخری لمحے اور نئے سال کے پہلے لمحے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتے ہیں اور یہ احساس دل تڑپا کر رکھ دیتا ہے کہ ہم دنیا کے لیے کتنی پلاننگز کرتے ہیں' یہ کرنا ہے' یہاں جانا ہے' یہ خریدنا ہے لیکن جو ہمارا ابدی گھر ہے جہاں ہمیں ہمیشہ رہنا ہے اس کے لیے ہم کوئی پلاننگ نہیں کرتے یہ سوچ کر دامن اشکوں سے تر ہو جاتا ہے۔

☆ گزرے سال کئی خوشگوار یادیں ہیں اگر وہ ساری شیئر کرلیں تو سارے آنچل میں ہم ہی ہم ہوں گے۔ اس لیے تھوڑی سی یادیں میں ضرور شیئر کرنا چاہوں گی۔ میں اس سال نانی کے عہدے پر فائز ہوئی اور یہ میرے لیے بہت بڑی اور میٹھی خوشی ہے' پیارے سے فوزان نے آ کر میرا رتبہ بڑھایا۔ فوزان کی پیدائش کراچی میں ہوئی اس لیے ہم سارے ریل گاڑی کے ذریعہ کراچی آئے' احمد اور طیبہ نے ریل گاڑی کے سفر کو بہت انجوائے' مئی کے مہینے میں تقاریر کے مقابلے میں' میں نے اور صبیحہ نے اول انعام حاصل کیا۔

انیلہ طالب...... گوجرانوالہ

☆ میرے احساسات دوسرے لوگوں سے کافی ہٹ کے ہوتے ہیں۔ دوسروں کو نیا سال آنے کی خوشی ہوتی ہے اور مجھے اس بات کا غم کہ میری زندگی کا ایک اور قیمتی سال آنا فانا بغیر کچھ اچھا کیے گزر گیا۔ اس کے علاوہ ویسے بہت سی امیدیں بہت سے خواب بھی نئے سال کے موقع پر پلان کرتی ہوں۔ سچی بات تو یہ ہے مجھے نئے سال کی خوشی کم اور غم زیادہ لگتا ہے مگر اس سال میں میری بہت سی کامیابیاں میرے کمر پر شاباش اور حوصلہ دیتی نظر آرہی ہیں' ملے جلے جذبات ہیں۔

☆ الحمدللہ! اس سال مجھے خدائے لم یزل نے بہت سی کامیابیاں عطا کیں چند ایک مہینوں کے ہر مہینے میں ایک بڑی کامیابی میرا مقدر بنی جیسا کہ 18 جنوری کو میری پی ٹی وی ہوم پر مارننگ ود جگن میں اداکار و ماڈل آپی جگن کاظم سے بات ہوئی انہیں میں نے نظم سنائی ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے انہوں نے میری اتنی حوصلہ افزائی کی کہ مجھے بہت ہی اچھا لگا۔ فروری میں میں نے حضرت قبلہ ابو داؤد محمد صادق صاحب کی مختصر سوانح حیات کو نظم کی شکل میں ترتیب دیا' 130 سے زائد اشعار' مارچ میں میں نے خوشحال پاکستان پراجیکٹ بنایا۔ اپریل میں مجھے ماہنامہ تعلیم و تربیت میں کہانی لکھنے پر دوسری پوزیشن ملی۔ مئی میں میرا ناول دعا تقدیر بدل دیتی ہے' مکمل ہوا جبکہ 26 مئی کو میری دوبارہ آپی جگن کاظم سے بات ہوئی۔ 18 سال 4 ماہ کی عمر میں میں نے پی ٹی وی کے لیے ایک ڈرامہ اور ایک پروگرام اسکرپٹ لکھا' مارچ میں ماہنامہ پھول میں مختلف سلسلوں میں حصہ لیا۔ جولائی کے مہینے سے چند روز قبل میرا ناول شائع ہوا' اگست میں ماہنامہ پھول میں میرا لطیفہ ٹاپ آف دی لسٹ دیا جبکہ ستمبر اور اکتوبر کے درمیان میں نے مائیکرو سافٹ کے بانی مسٹر بل گیٹس کو لیٹر لکھ کے امریکہ بھیجا۔ نومبر کا مہینہ خالی رہا جبکہ دسمبر کی آج 2 تاریخ ہے یاد آیا 30 نومبر کو انکل شعرزا' ایڈیٹر پھول وصول پاکستان چلڈرن میگزین سوسائٹی کی جانب سے اے پی ایس کے شہدا اور زخمی لوگوں کے لیے کارڈ بنانے پر شکریہ اور حوصلہ افزائی کا خط موصول ہوا۔ یہ کامیابیاں بھلے چھوٹی موٹی ہی ہیں مگر میری زندگی میں ان کی بہت اہمیت ہے۔ عمیرہ احمد کے بقول یہ میری زندگی کا پہلا قدم ہے اور پہلا قدم اٹھائے بغیر چلا بھی تو نہیں جاتا' آپ سب کی کامیابیوں کے لیے بھی تہہ دل سے رب کے آگے دعا کرتی ہوں آپ بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

☆ بہت سی امیدیں پوری ہوئیں یہ سال میری زندگی کا کامیاب ترین سال رہا۔ ترجمہ دوبارہ ریپیٹ کرنا 2017ء سے موقوف ہوا' اس کے علاوہ بہت سی خواہشات مکمل ہوئیں۔

☆ ماہنامہ آنچل میں تو مجھے فاخرہ گل نے مجھے بے حد متاثر کیا۔

☆ دو تین چند ایسی تحریریں ہیں پر فی الحال ذہن میں نہیں آرہا' آپی صائمہ قریشی کا اناڑی پیا بھی اس فہرست میں شامل ہے۔

☆ میں آپی عمیرہ احمد' آپی فاخرہ گل' آپی سباس گل' آپی نبیلہ ابر راجا اور آپی عائشہ نور محمد کو پڑھنا چاہوں گی بالخصوص آپی عمیرہ کو۔

☆ میں چاہتی ہوں کہ نوآموز لکھاری جنہیں ہم دیگر رسائل میں بھی پڑھتے رہتے ہیں ان کا انٹرویو بھی اس میں شامل ہو اور وہ خود سے سوال بنائیں اور خود ہی جواب لکھیں۔ اصل میں نئے رائٹرز اپنی منزل کی طرف بڑی سختیاں جھیل کے آتے ہیں' ہمیں ان کی منزل تک پہنچنے تک ان کی ہمت بندھانی چاہیے کیونکہ ایک پختہ ادیب تو اپنی جگہ آپ بنا لیتا ہے مگر ننھے منے ادیب پیچھے رہ جاتے ہیں ان کے لیے آنچل ایک پلیٹ فارم کی طرح ہونا چاہیے۔ اس میں نئی رائٹرز کو بھی بھرپور موقع ملنا چاہیے' کسی بڑی رائٹر کا انٹرویو شامل ہوتا کہ لوگ ان سے سیکھیں۔

☆ یہ بات تو کافی تکلیف دہ ہے کہ ہماری قیمتی زندگی کا سال پانی کے بلبلے کی مانند ختم ہو گیا اور ہم غافل رہے۔ اللہ تعالیٰ

کا فضل اگر ساتھ ہو تو ہی ہم بخشے جاسکتے ہیں ورنہ تو کاسۂ عمل نیکیوں سے خالی ہے۔ اس پروردگار سے رحم کی التجا ہے۔

☆ بہت سی ہیں لیکن ایک یاد تو جب بھی آتی ہے بے اختیار مسکراہٹ آجاتی ہے۔ ایک بار میں اور مما صحن میں بیٹھی تھیں چپ کرکے ہمارے گاؤں سے ایک عورت آئی ہمارا موبائل فون خراب ہوگیا تو ہم نے اسے دیا کہ یہ ٹھیک کروادو۔ آپ کا شوہر تھوڑا بہت دیکھ جو لیتا ہے وہ پنجابی میں بولی اے فون تے ہماری بے کل میرے ویر دا فون آیا تے بار بار کوئے (بولے) تے میں آکھاں ہودے اج ای پیا کوندا ای۔ اگے وی کدی کدی کوندا اے تے میں آکھیا ادا تے کم اے بالاں تیرا (طرح) رولا پانا' میں اور ماما تو ہنس ہنس کے دہرے ہوگئے۔ سچ ہے زندگی میں کچھ لوگ اتنے بھولے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنی معصومیت کا بھی پتا نہیں ہوتا' دوسرا واقعہ یہ کہ ایک دفعہ ابو جی سے ملنے کوئی آدمی آیا۔ ایک بچے نے آکے بتایا کہ ان سے کوئی ملنے آیا ہے تو میں نے اسے کہا کہ جاکے ابو جی سے کہو ایک آدمی آیا ہے باہر' اس کے دو کان ہیں' دو آنکھیں اور ایک ناک۔ آپ سے ملنے آیا ہے' اس بچے نے اس قدر معصومیت سے جاکر ابو جی کو بتایا کہ وہ تھوڑے پریشان ہوگئے اور کہنے لگے "ہیں وہ کون سا آدمی ہے؟" ہم سب کے لیے یہ یادگار واقعات بڑے دلچسپ اور خوشگوار رہے۔

سلمیٰ عنایت حیا
کھلابٹ ٹاؤن شپ

☆ سال نو کی آمد پر خوشی وغم سے ملے جلے احساسات و جذبات ہوتے ہیں۔ خوشی اس بات کی ہوتی ہے کہ میرے اللہ تعالیٰ نے ہمیں گزشتہ سال کسی بڑی مصیبت سے بچائے رکھا اور میرے اپنے میرے ساتھ ہیں اور سال نو کی آمد پر بچھڑے ہوئے لوگ یاد آتے ہیں جو ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ نجانے آنے والے سال میں کون ہم سے بچھڑ جائے' ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ آنے والے سال کو ہمارے لیے بہتر بنائے۔

☆ واہ جی واہ! کیا سوال پوچھ لیا' میں تو کھوگئی ہوں اس سال ایک بہت بڑی کامیابی جس نے میرے قدم چومے وہ یہ ہے کہ میں نے ایف ایس سی کے امتحانات دیئے ہیں اس دوران میری ماں جان بہت بیمار رہتی تھیں میں جب بھی امی کی خدمت کرتی تو دعائیں دیتی۔ کہ میرا رزلٹ بہت اچھا آئے ہوا یوں ایک دن پاپا کو بورڈ سے کال آئی کہ مبارک ہو سلمیٰ کی پوزیشن آئی ہے بورڈ میں اور اس کا اسکالرشپ بھی ہے دو سال کے لیے۔ یہ وہ کامیابی ہے جو مجھے میری امید سے بڑھ کر ملی' کامیابی تو یقینی تھی مگر پوزیشن کا نہ سوچا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے الحمدللہ مجھے میری ٹیچرز خصوصاً مس عاجلہ اور مس صوبیہ اور والدین کی دعاؤں نے ٹاپ 20 میں پوزیشن عطا کی۔

☆ 2016ء میں جو امیدیں تھیں' وہ ماشاء اللہ ساری کی ساری پوری ہوئیں بلکہ بہت کچھ ایسا بھی ملا جو میری امید سے بڑھ کر تھا اس لیے کوئی ایسا کام نہیں ہے جو 2017ء پر موقوف ہو۔

☆ ماشاء اللہ سے آنچل کی تمام مصنفین بہت ہی اچھا لکھ رہی ہیں' تمام مصنفین نے نہ صرف ہمیں متاثر بلکہ ہمیں مطمئن بھی کیا۔ انہوں نے اپنے لفظوں کی حلاوت' شگفتہ اور شیریں لہجے میں ہمیں زمانے کے' زندگی کے' بہت سے نشیب و فراز سے آگاہ کیا کسی ایک کا نام نہیں لے سکتی کیونکہ سب نے ہی خوب لکھا۔

☆ اس سال کس مصنف کی تحریر نے ہنسنے پر مجبور کیا تو جناب مجھے اس وقت یاد نہیں آرہا۔

☆ 2017ء میں میری خواہش ہے کہ حرا قریشی اپنے ناول کے ساتھ حاضر ہوں' میں ان کا ناول پڑھنا چاہتی ہوں۔

☆ میرا آنچل جیسا ہے ویسا ہی رہے کیونکہ آنچل ماشاء اللہ بہت ہی اچھا اور صاف ستھرا' تفریح سے بھرپور رسالہ ہے۔ بس دعا ہے کہ آنچل کو اللہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا کرے۔

☆ سال کے اختتام پر زندگی سے ایک سال منہا ہونے اور کاسۂ عمل کے خالی رہنے کی وجہ سے میں اپنا محاسبہ ضرور کرتی ہوں پھر اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگتی ہوں اور آنے والے سال میں خدا کو حاصل کرنے کی سوچ ہوتی ہے۔ اپنی سوچ میں' میں اپنا ہی محاسبہ کررہی ہوتی ہوں کہ میں نے کیا کچھ کیا؟ کتنے لوگ مجھ سے خوش ہوئے پھر دل میں پہلے سب سے معافی مانگنے کا ارادہ کرتی ہوں اور اپنی ساری فیملی سے جو سال بھر میرے قریب رہے تو میں ان سے معافی مانگتی ہوں ساتھ ہی دعا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نئے سال کو ہمارے اور ہمارے ملک کے لیے کامیابی و کامرانی کا سال بنادے' آمین۔

☆ ہر وہ لمحہ جس میں میرے اپنے مجھ سے خوش نظر آتے ہیں تو وہ لمحہ میرے لیے خوب صورت و حسین یاد بن جاتا ہے جو دل پر اپنے نقش چھوڑ دیتا ہے۔ 2016 کی ایسی بہت سی یادیں ہیں جو میں قارئین کے گوش گزار کرنا پسند کرتی ہوں' وہ لمحہ جب میری پوزیشن کی خبر ملی تو میرے والدین کے چہرے پر جو خوشی و مسرت کے جگنو چمک رہے تھے وہ میں کبھی نہیں بھول سکتی جب میرے پاپا نے سب سے پہلے فرط محبت میں مجھے گلے سے لگایا ماتھے پر

بوسہ دیا' ڈھیروں دعائیں دیں پھر امی نے پیار کیا اور دعائیں دیں۔ میری پھوپو' بہن بھائی اتنے خوش کے بیان سے باہر' میں نے پھر کہا دعا کرو اللہ آخرت میں بھی ایسی ہی بلکہ اس سے بڑھ کر کامیابی دے۔ وہ دن جب میری ٹیچرز' مس صوبیہ اور مس عاجلہ نے میری حوصلہ افزائی کی اور بے شمار دعاؤں سے نوازا۔ مس عاجلہ کی ایک بات جو اکثر میرے کانوں میں گونجتی ہے سلمٰی! اللہ آپ کو ہر موڑ پر کامیاب کرے ٹیچر نے مجھے یہ بھی کہا تھا کہ سلمٰی آپ تو بہت حساس ہیں۔ اس کے علاوہ میری پیاری کزن زبیر ماموں کی بیٹی نائمہ جو میری گڑیا تھی' اللہ نے دی اور سات ماہ کے بعد لے لی۔ 18 نومبر 2016ء کو فوت ہوئی' میری کزن میرے بہت قریب تھی اس کی بڑی بڑی آنکھوں کا مجھے دیر تک تکنا' مجھے دیکھ کر مسکرانا' رو رہی ہوتی تو مجھے دیکھ کر مسکراتی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی معصوم و دلکش حرکات جو میرا دل موہ لیتی تھیں' اس کے جانے کے بعد میرے لیے ایک یاد بن گئیں' نائمہ کے لیے ایک شعر کہ ہم نائمہ کو بھول نہیں پا رہے۔

بچھڑ جائیں گے ہم لیکن
ہماری یاد کے جگنو
تمہاری شب کے آنچل پر
ستارے بن کے چمکیں گے

فزینہ طاہر...... سرائے عالمگیر

سال نو کی آمد پر اس بار تو کوئی احساسات نہیں ہیں جو آپ سب سے شیئر کروں۔

آتے جاتے سال نئے برس کی ابتدا ہے
گئے برس کی انتہا ہے نئے غموں کی آمد ہے
گئے غموں کا خاتمہ ہے ایسے آتے جاتے
سالوں سے ہم بھلا کیا آس لگائیں گے

☆ اس سال کوئی ایسی بڑی کامیابی حاصل نہیں ہوئی' کوئی ایسی خوشی حاصل نہیں ہوئی جس سے انسان خوش ہو' اس سال تو صرف پریشانیوں نے پیچھا کیا۔

☆ 2016ء سے جو میری امیدیں تھیں سب ادھوری ہیں' کوئی خواہش پوری نہیں ہوئی' سب امیدیں ٹوٹ گئیں اور شاید پوری بھی نہ ہو اور جس امید نے پورا نہیں ہونا اس کا پیچھا کرنے کا فائدہ ہی کیا۔ ارے بھئی جتنی بھی پریشانی ہو میں ٹینشن کو سر پر سوار نہیں کرتی۔

کسی بھی حالت میں اپنا
حوصلہ مت چھوڑو
کیونکہ لوگ گرے ہوئے
مکان کی اینٹیں بھی اٹھا کر لے جاتے ہیں

☆ ارے جی اس سال تو مجھے (باقی سب کا پتا نہیں) جس مصنفہ نے متاثر کیا وہ ہے ہما عامر جی ان کی تحریر ''گمشدہ رشتے'' بہت اچھی تھی۔

☆ او جی وہ کہانی عفت سحر طاہر کی ہے' پورا دکھ اور آدھا چاند پڑھی تو بیین کی شرارتوں پر خوب ہنسی تھی۔

☆ 2017ء میں سمیرا شریف طور اور عفت سحر طاہر کا مکمل ناول پڑھنا چاہوں گی۔

☆ 2017ء میں آنچل ڈائجسٹ میں ہم تو ایک ہی تبدیلی چاہیں گے' آنچل ڈائجسٹ کو اتنا موٹا کردیں کہ میں جتنا بھی پڑھوں بس یہ ختم نہ ہو اور تو اللہ کا شکر ہے آنچل ڈائجسٹ ہر لحاظ سے مکمل ڈائجسٹ ہے۔

☆ پہلے تھی پر اب کچھ نہیں رہا' کوئی احساس نہیں' کوئی سوچ نہیں' کوئی خوشی نہیں۔ 2016ء میں تو میرے لیے کچھ اچھا نہیں ہوا' جس سے کوئی سوچ رکھی جائے بس دعا ہے کہ......

خدا کرے کہ یہ نیا سال
ہمارے (تیرے) دامن میں وہ
سارے پھول کھلا دے
کہ جن کی خوشبو نے ہمارے
خیال میں شمعیں جلائے رکھی تھیں

☆ 2016ء کی یادیں نہ ہی بیان کروں تو اچھا ہے' یہ سال میرے لیے کوئی خوشی نہیں لایا۔

اگر یادیں ریت ہوتیں تو کیا خوب ہوتا محسن
مٹھی سے نکل جاتیں میں پیروں سے اڑا دیتا

اقراء ماریہ...... برنالی

کچھ خاص نہیں بس روٹین کے لحاظ سے ہی ٹائم گزرتا ہے۔

☆ کامیابی تو ایسی کوئی بھی نہیں ملی لیکن ایک سانحہ ایسا ہوا جس نے ہم سب کو ہلا کر رکھ دیا اور 28 اگست 2016ء کو میری امی جان کا انتقال۔

☆ 2016ء سے کوئی بھی ایسی امیدیں نہیں رکھیں' بس یہی سوچ ہوتی ہے کہ جو جیسا ٹائم آئے گا دیکھا جائے گا اور کام جو 2016ء میں ہونے تھے ہو گئے اور جن کا ہونا ہی 2017ء میں تھا وہ پیچھے رہ گئے اور اب ان شاء اللہ جو رکے ہوئے ہیں وہ 2017ء میں ہو جائیں گے' خود سے تو کوئی بھی کام 2017ء کے لیے موقوف نہیں کیے۔

☆ سلمٰی غزل' رفعت سراج اور حرا قریشی کی تحریروں نے بے حد متاثر کیا۔

☆ ایسی تو کوئی تحریر یاد نہیں ہے۔
☆ عائشہ نور محمد اور سمیرا شریف طور کے مکمل ناول پڑھنا چاہوں گی۔
☆ نہ جی نہ کوئی بھی تبدیلی نہیں چاہیے' ہمیں آنچل جیسا ہے' چل رہا ہے ہمارا آنچل بیسٹ ہے' بہت اچھا ہے۔ بس صفحات بڑھا دیں۔
☆ سال کے اختتام پر زندگی کے ایک سال کے کم ہونے پر دکھ بھی ہوتا ہے کہ ہماری زندگی کا ایک اور سال کم ہوگیا اور ہم نے کوئی بھی ایسا عمل نہیں کیا جس سے آخرت میں سر اٹھا کر دربار الٰہی میں حاضر ہوسکیں پھر یہ سوچ تھوڑی مطمئن کرتی ہے کہ دعا کرتی ہوں کہ آنے والے سال میں ہم اچھے اچھے اعمال کریں۔
☆ 2016ء کی خوب صورت یادیں آہا...... 28 اگست 2016ء سے پہلے کا وقت بہت یاد آتا ہے' یہ وقت بہت یادگار ہے اور بہت یاد آتے ہیں امی کے ساتھ بیتے ہوئے پل۔
نورین مسکان سرور......سیالکوٹ' ڈسکہ
☆ بھئی سیدھی سی بات ہے' میری زندگی میں سسرال نامی کوئی چیز نہیں ہے تو میں نابلد ہوں۔
☆ محبتیں اور مسکراہٹیں' ساری کائنات مسکراتی ہوئی نظر آتی ہے۔ میرے معمولات میں زیادہ تر مرد حضرات کے استری شدہ کپڑے دوبارہ سے استری کرنا ہی شامل ہوتا ہے۔
☆ بازار جانے کو جلد تیار ہوجاتی ہوں کیونکہ میں نے کبھی بازار جانے کو تیار ہونے کی زحمت نہیں کی بلکہ کوشش ہوتی ہے کہ تیار ہونے کا تکلف ہو ہی ناں' بازار میں ہمارے معاشرے کے مردوں کی نگاہیں مجھے بہت بری لگتی ہے البتہ میں ہر فنکشن پر نہایت دلجمعی سے تیار ہوتی ہوں' مجھے تیار ہونا بہت اچھا لگتا ہے۔
☆ عید کی شاپنگ عموماً ابوجان کی جیب کا بوجھ ہوتی ہے مگر میں چونکہ ایک عید پر تین سے چار سوٹ لینے کی عادی ہوں تو صرف ایک سوٹ پاپا کی جیب سے باقی خود ہی لے لیتی ہوں۔
☆ خاص تو نہیں ویسے اکثر استغفر اللہ کی تسبیح کرتی ہوں۔ مجھے قرآن پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے اور وہ بھی رمضان المبارک میں' روزے کی حالت میں۔ سچ میں لگتا ہے میں حقیقت میں سانس لینے لگتی ہوں ورنہ تو دل مردہ ہی رہتا ہے۔
☆ میرے سر عموماً ڈریسز کی تیاری ہوتی ہے۔
☆ مجھے فراک زیادہ پسند ہے' ویسے زیادہ شلوار قمیص ہی پہنتی ہوں ویسے میرا ڈریس بہت خاص ہوتا ہے اور میری تیاری اس سے دوگنا آگے۔
☆ امی' ابو' چاچو اور چچی بلکہ فیملی کے ہر فرد کے ساتھ ہی شاپنگ کرتی ہوں۔
☆ الحمدللہ ہم جوائنٹ فیملی سے تعلق رکھتے ہیں اور ہماری ہر چاندرات فسوں خیز ہوتی ہے۔ ہم جولیاں' سکھیاں' راز داں اور بہنیں' ہم جب کزنز ہی سب بچھڑ رہتی ہیں' ساری رات مہندی اور ملے گلے میں گزار دیتے ہیں۔
☆ ایسا کچھ نہیں آتا' بھو بڑ نمبروں ہوں اس لیے اتنا ہی کہوں گی کہ عید کے دن محبتوں کے خلوص دل کی طشتری میں اپنوں کو پیش کریں' ہر ٹپ پر بازی لے جائیں گی قسم سے' دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

ڈاکٹر شمائلہ خرم ......اسلام آباد

۱۔ سال نو کی آمد پر میری کوئی خاص فیلنگز نہیں ہوتی کیونکہ جہاں سال نو کی آمد کی خوشی ہوتی ہے وہی ایک سال گزر جانے کا غم بھی ہوتا ہے کیونکہ سال کے ختم ہوتے ہی حیات زندگی کی دیوار سے ایک اینٹ گر جاتی ہے۔
۲۔ جی گریجویشن بہت اچھے نمبروں سے پاس کیا جو کے توقع سے بڑھ کر ہے۔
۳۔ ۲۰۱۶ سے بہت سی امیدیں وابستہ تھی کچھ پوری ہوئی اور کچھ ادھوری ہے امید ہے وہ بھی اپنے مقررہ وقت پر پوری ہوجائے گی کیونکہ اللہ نے ہر کام کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔
۴۔ کسی ایک کا نام تو نہیں لکھ سکتی۔
۵۔ فاخرہ گل کی ف سے فیس بک اور ع سے عید نے مسکرانے پر مجبور کردیا۔
۶۔ ۲۰۱۷ میں فاخرہ گل' صدف آصف کے مکمل ناول پڑھنا چاہتی ہوں۔
۷۔ آنچل میں کوئی خاص تبدیلی نہیں' بس اتنا ضرور کہوں گی کہ نئے لکھاریوں کو بھی جگہ دی جائے۔
۸۔ زندگی کو سال ہی نہیں ہر گزرتا دن بھی کم کرتا ہے اس لیے دعا ہے کے جو پل ۲۰۱۶ میں غفلت میں گزرے اس بار ہر لحمہ ذکر الٰہی میں گزرے۔
۹۔ گزرنے والا سال الحمدللہ بہت خوشگوار گزرا۔ ماشاء اللہ سب سے بڑی خوشی بھانجے اور بھتیجے کی صورت میں ملی۔
دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ اللہ حافظ

چراغ خانہ

رفعت سراج

URDU SOFT BOOKS
DOWNLOAD URDU PDF BOOKS AND ALL MONTHLY DIGESTS
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

قسط نمبر 14
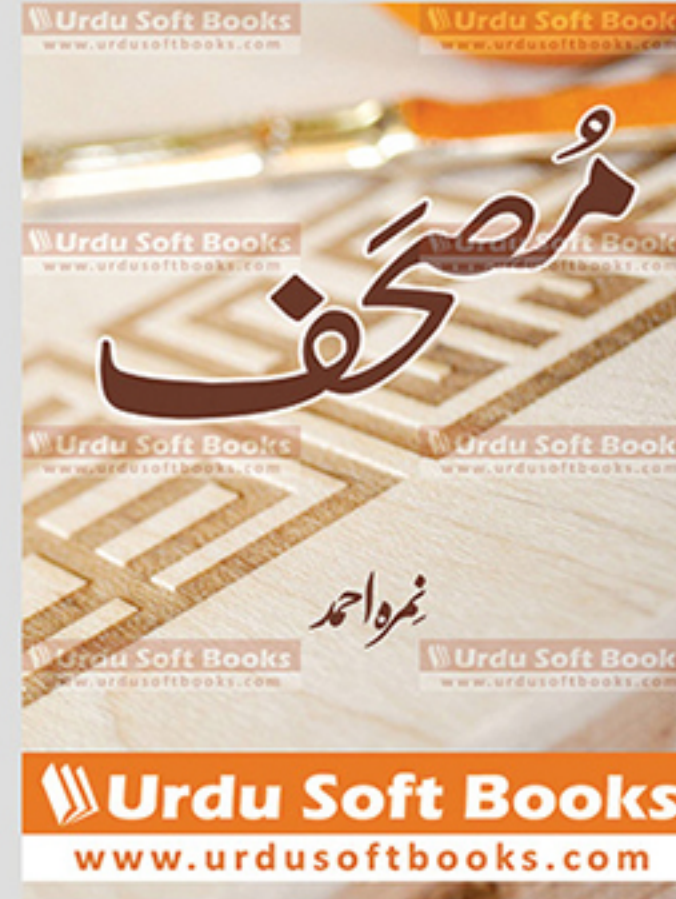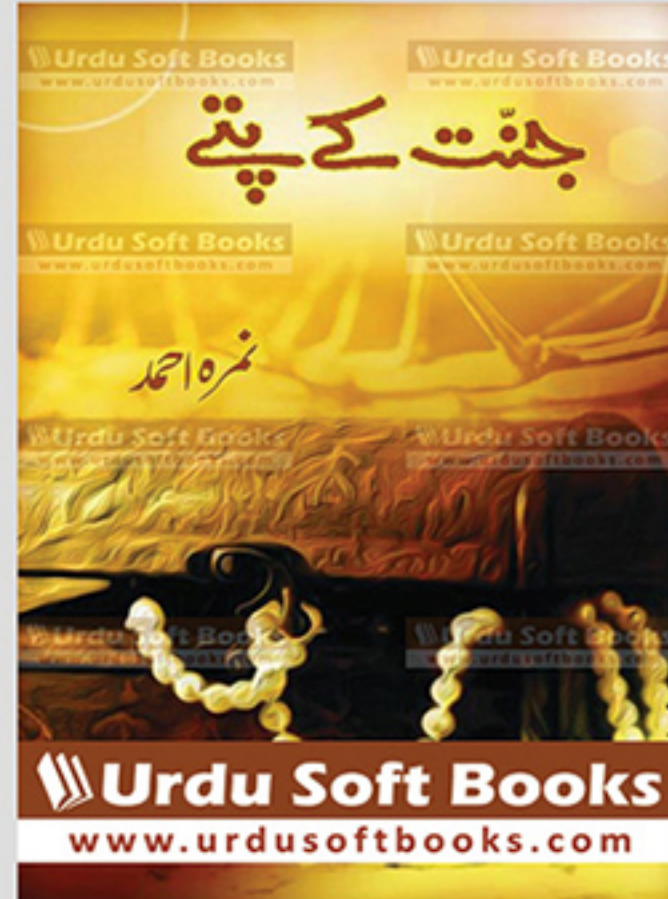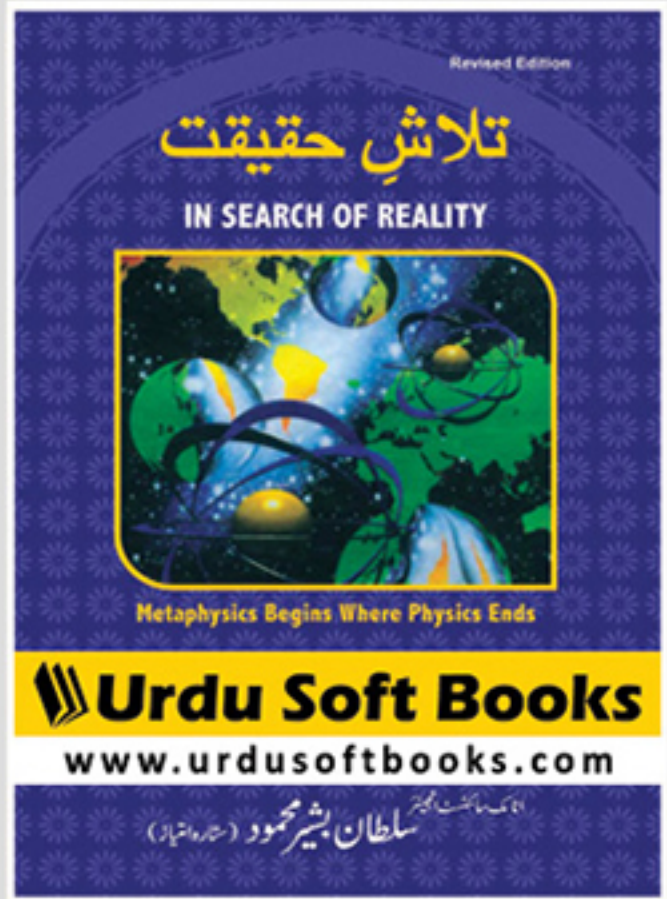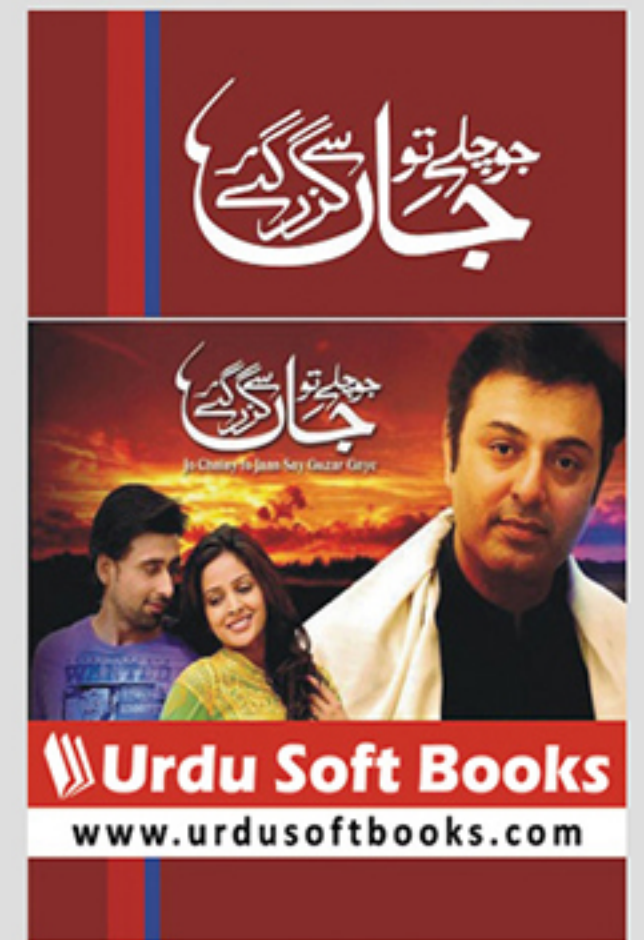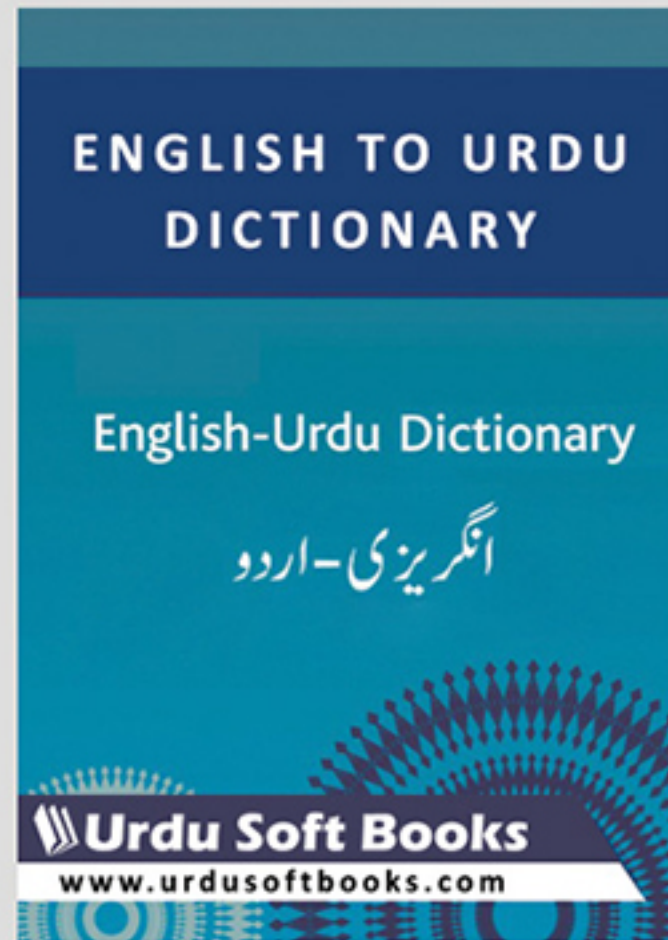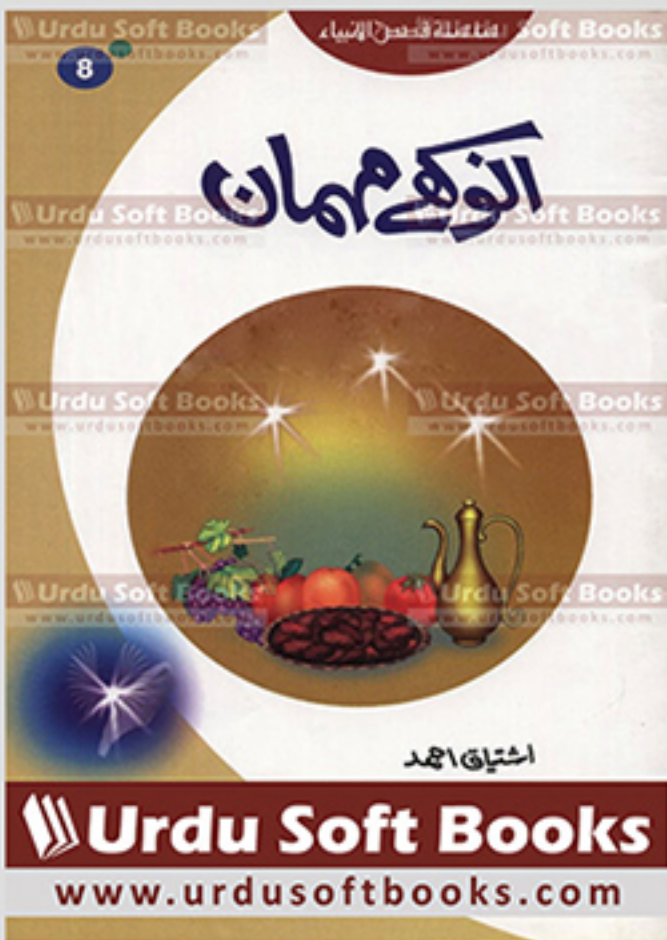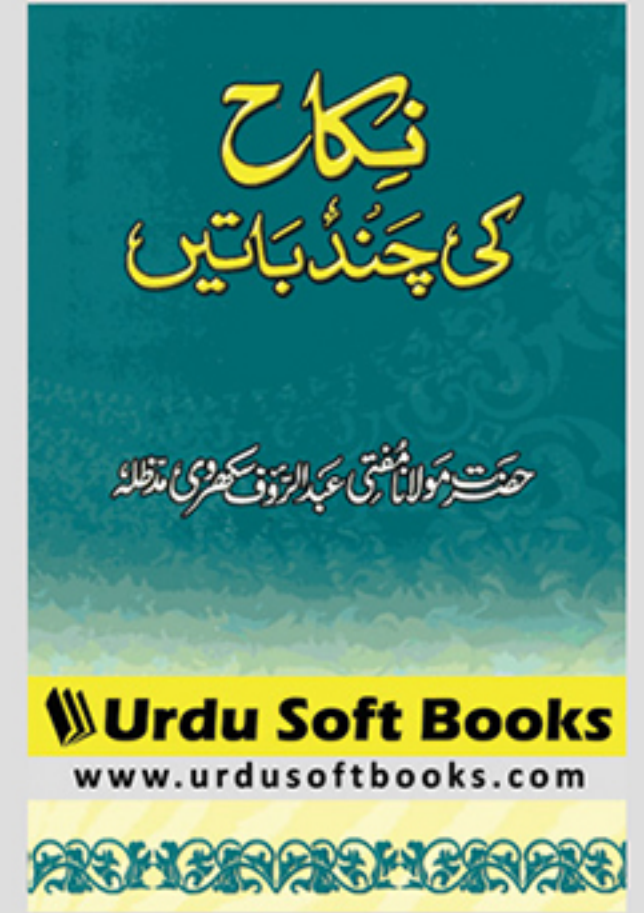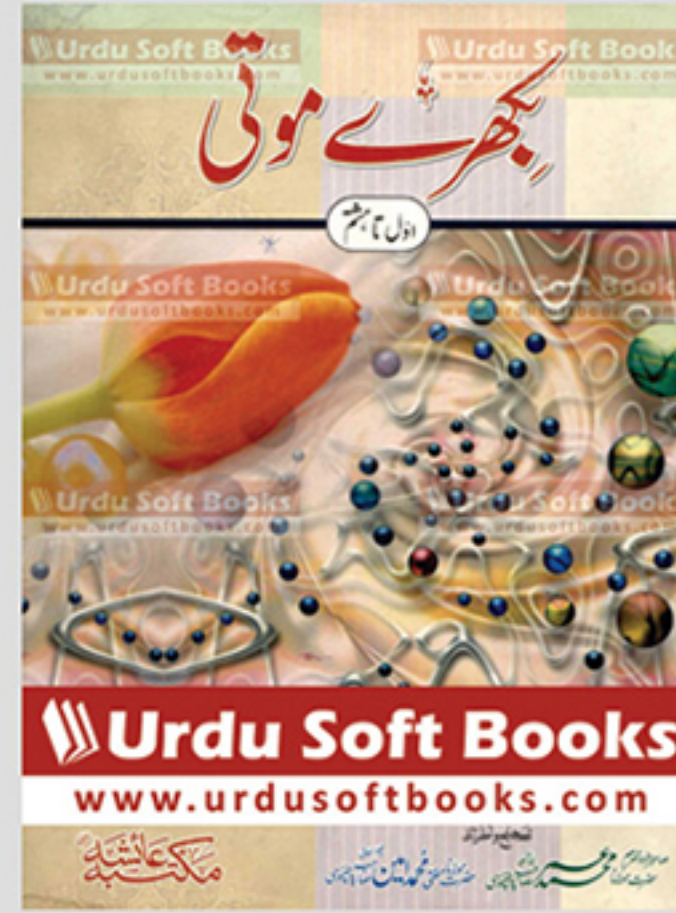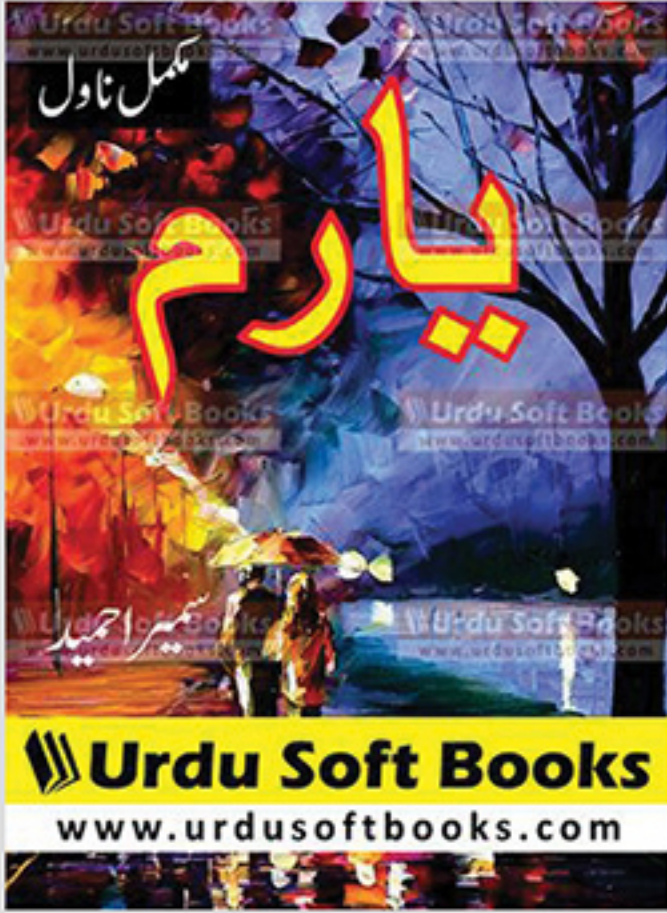
غیر کو برا کہہ دوں، غیر تو نہیں ایسا
آپ ہی سے شکوہ ہے آپ ہی کے بارے میں
بے وفا کہا مجھ کو آپ نے بجا لیکن
اس طرح نہیں کہتے، ہر کسی کے بارے میں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

دانیال کے جاتے ہی مانو آپا کچھ سوچتی سعدیہ کو فون کھڑکا دیتی ہیں مانو آپا دانیال کے حوالے سے سعدیہ کو سمجھانا چاہتی ہے ان کی نظر میں دانیال کی پریشانی کی وجہ سعدیہ ہوتی ہے۔ دوسری طرف سعدیہ معمول سے ہٹ کر مؤدبانہ انداز میں بات کرتی انہیں حیران کر جاتی ہے سعدیہ مانو آپا کو گھر آنے کی دعوت دیتی اطمینان سے بات کرنے کا کہتی ہے۔ پیاری اپنی تنہائی و وحشت سے گھبرا کر اللہ سے لو لگا لیتی ہے وہ مشہود کا دل اس طرح نرم کرنا چاہتی ہے دوسری طرف مشہود دور سے ہی پیاری کو نماز کی حالت میں دیکھ کر قدرے پرسکون ہو جاتا ہے۔ دانیال فی الحال سعدیہ (ماں) کو پیاری کے گھر لے جانا نہیں چاہتا مشہود کا رویہ اس کے ساتھ ٹھیک نہیں تھا۔ مشہود کو ٹھڑی میں قید ہوتا ہے صبح سورج کی روشنی کے ساتھ باہر کسی کے ہونے کا احساس ہوتا ہے اسے ایک بار پھر سر پر موت نظر آتی ہے دروازہ کھلنے پر مشہود کے سامنے ادھیڑ عمر کی عورت کھڑی ہوتی ہے۔ سعدیہ مانو آپا کو پیاری کو گھر لانے کا کہتی اپنے کیے پر شرمندگی کا اظہار بھی کر دیتی ہے مانو آپا اس کا بدلہ رویہ دیکھ کر حیرت کے ساتھ خوش ہو جاتی ہے اور سعدیہ کے ساتھ پیاری کو گھر لانے کی تیاری کرتی ہے سعدیہ کمال چالاکی سے اپنی چال چل گئی تھی۔ دانیال کمال فاروقی کو فون پر گھر کی صورتحال تبدیل ہو جانے کی خبر دیتا انہیں واپس آنے کا کہتا ہے سعدیہ کا بدلا رویہ سن کر کمال فاروقی حیران رہ جاتے ہیں۔ سعدیہ مانو آپا کے ساتھ پیاری کے گھر آ جاتی ہے پیاری کے ساتھ لگاؤ کا اظہار کرتی وہ اسے حیران کر جاتی ہے جبکہ مشہود مانو پھوپو کو دیکھ کر ششدر رہ جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁ .... ❁ .... ❁

''ارے بیٹا میں کوئی سالوں بعد تو نہیں ملی' جمعہ جمعہ آٹھ دن پہلے تو تمہاری میری ملاقات ہوئی تھی اتنی جلدی بھول گئے' پہچانا نہیں؟'' مانو آپا مشہود کو سپاٹ تاثرات کے ساتھ دیکھتا پا کر قدرے حیرت سے گویا ہوئیں' مشہود کے چہرے کے تاثرات ہنوز تھے۔ اس نے ایک نگاہ غلط سعدیہ پر ڈالتے ہوئے مانو آپا کی طرف دیکھا اور جیسے دل پر پتھر رکھتے ہوئے سلام کیا۔

''السلام علیکم!'' اس کی آواز آہستہ اور لہجہ سرد تھا۔

''جیتے رہو خیر سے اچھے ہو اب طبیعت کیسی ہے بیٹا؟'' مانو آپا نے اٹھ کر آگے بڑھ کر مشہود کے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔

مشہود نے ایک بے مروت و اجنبی نگاہ پیاری پر ڈالی جو لرزتے دل کو سنبھالنے کی کوشش میں پسینے پسینے ہو رہی تھی۔

''زندہ ہوں...... آپ دیکھ ہی رہی ہیں۔'' مشہود نے جیسے بارود میں تیلی دکھا کر دھماکہ کر دیا تھا۔

مانو آپا کا حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا' سعدیہ بھی مخمصے میں پڑ گئی تھیں' مشہود کا انداز ملاقات سمجھ سے بالاتر تھا۔ انہوں نے سوالیہ اور غیر ارادی نگاہ پیاری پر مرکوز کر دی

جو زمین میں گڑی جارہی تھی۔ مشہود اپنی واکر دھکیلتا کمرے کی طرف چل دیا تھا۔ مانو آپا کی تو گویائی ہی سلب ہوکر رہ گئی تھی۔ سعدیہ نے بہت زیادہ توہین محسوس کی تھی' بہن کے سسرال سے لوگ آئے تھے۔ یہ مہمان تو غریب امیر سب کے ہاں مہمان خاص ہوتے ہیں۔ میزبان آگے بچھے بچھے جاتے ہیں مگر یہاں تو صورتِ حال ہی حیرت انگیز و نرالی تھی۔ مشہود کے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے بند ہوا تو رہی سہی کسر بھی پوری ہوگئی' مارے شرمندگی کے پیاری کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔ سعدیہ کو ابھی تک کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا' بس مانو آپا پر شدید غصہ آنا شروع ہوگیا تھا۔

"ذلیل کرانے کا کوئی موقع کیوں ہاتھ سے جانے دیں' یہ سسرال ڈھونڈا تھا میرے بیٹے کے لیے۔ گھر آئے سے بات کرنے کی تمیز نہیں۔" اب وہ بری طرح کھول رہی تھیں مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا' اب پیچھا چھڑانے کے لیے اپنا کردار تو نبھانا ہی تھا۔

"وہ بھائی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" پیاری کی شرمندہ اور روہانسی آواز ابھری۔

"ہاں...... ہاں بچے نے بہت تکلیف اٹھائی ہے اور یہ تو جس پر بیتی ہے وہ جانے یا پھر اس کا اللہ...... ٹھیک ہے بیٹا' اسے آرام کرنے دو بڑی تکلیفیں اٹھا کر آیا ہے۔" مانو آپا نے جلدی سے جیسے سعدیہ کی خاطر یہ کلمات ادا کیے تھے کہ اگر وہ کچھ زیادہ ہی محسوس کررہی ہو تو مشہود کے خلاف سوچنے کی بجائے اس کے بارے میں ہمدردی سے سوچیں۔

پیاری کی حالت غیر ہوئی جاتی تھی' ایک تو مشہود کا رویہ اور دوسرے سعدیہ کی آمد اس کا ذہن تو بالکل ماؤف ہورہا تھا۔ کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ اس وقت وہ کیا کرے' بس ٹکر ٹکر کھڑی سعدیہ اور مانو آپا کی شکل دیکھنے لگی۔

"ارے بیٹا یہاں پاس آ کر بیٹھو اتنی دور کیوں کھڑی ہو' پہلی دفعہ تمہاری ساس تم سے ملنے آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ڈھیروں خوشیاں نصیب کرے' میں تمہیں کہہ رہی

تھی نا یہ سب کچھ وقتی ہے ارے ناخن سے ماس جدا ہوتا ہے کیا' ماں ہے۔" مانو آپا نے اب پیار دلار شروع کردیئے لیکن پیاری کو ایک سیکنڈ کے لیے نہیں بھول رہا تھا کہ اس وقت بند کمرے میں مشہود موجود ہے اسے دھڑکے سے لگ رہے تھے کہ جانے کس وقت وہ دروازہ کھول کر باہر آجائے اور بری طرح برسنے لگے اور جانے کیا کیا کہہ دے' پھر کیا ہوگا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو سعدیہ کی آمد اس کے لیے ایسی ہی ہوتی جیسے جلتی بھڑکتی دھوپ میں اچانک بادلوں کے سائبان چھا گئے ہوں لیکن اس وقت تو اسے یوں لگ رہا تھا کہ کسی بھی وقت اس کی جی بھر کے بے عزتی کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ محسوس کررہی تھی کہ بند کمرے میں مشہود چین سے نہیں بیٹھا ہوا ہے اس کے اندر جوار بھاٹے اٹھ رہے ہوں گے' جانے کون سی گھڑی میں وہ پھٹ پڑنے کے لیے باہر نکل آئے۔ خوف اور وسوسوں نے اسے گم گنگ سا کردیا تھا۔

"بیٹا ادھر آؤ نا' بیٹھو نا شاباش کیوں کھڑی ہوئی ہو' مجھے تو لگتا ہے تم پریشان ہورہی ہو' کیوں پریشان ہورہی ہو۔ بیٹا ہم تمہارے اپنے گھر والے ہیں۔" مانو آپا نے تسلی دینے والے انداز میں اسے پیار سے چمکارا۔ سعدیہ نے اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کی اور انہیں خود ہی خیال آگیا کہ وہ جب سے آئیں ہیں بالکل خاموش ہیں۔

انہیں بھی تو کچھ کہنا چاہیے' پیاری کی خاطر نہ سہی مانو آپا کی خاطر ظاہر سی بات ہے' جو کچھ بھی ہوگا مانو آپا وہ اپنے لاڈلے دلارے بھائی کے گوش گزار تو ضرور کریں گی۔ اس لیے اچھا سا پرفورم کرنا چاہیے تاکہ کمال فاروقی ان کے خلوص اور نیک نیتی پر آنکھیں بند کرکے ایمان لے آئیں کیونکہ وہ کچھ بھی کریں گی شاید اس میں اتنا اثر نہ ہوگا لیکن بہن کے منہ سے جو سن لیں گے' دل و جان سے یقین کریں گے۔

"ہاں بیٹا...... یہاں آؤ ہمارے پاس بیٹھو دیکھو جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ' سمجھو کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔ بعض دفعہ انسان غصے میں الٹی سیدھی حرکتیں کر بیٹھتا ہے اور بعد میں پچھتاتا ہے۔ اولاد ہے میری خود سے کیسے جدا کرسکتی ہوں اگر تمہیں نہیں اپناؤ گی تو اپنا بیٹا گنوادو گی' بہت بڑا نقصان ہے' تم میرے بیٹے کی پسند ہو اس کی خوشی ہو تو مجھے اس کی خوشی میں خوش ہونا ہے۔ ماں ہونے کے ناطے یہ میرا فرض بھی ہے۔" سعدیہ نے پیاری کے بیٹھنے سے پہلے پہلے اتنا کچھ کہہ دیا کہ پیاری قدموں کو سنبھالتی ان کے پاس آ بیٹھی۔ درحقیقت اسے سعدیہ کے الفاظ سے بڑا سکون اور تقویت پہنچی تھی' کم از کم وہ جو اتنی دیر سے لرزہ براندام کھڑی تھی اب قدرے اعتماد محسوس کررہی تھی وہ دونوں کے درمیان آکر بیٹھ گئی تھی۔ سعدیہ نے اس کو شانوں سے تھام کر اپنے ساتھ لگایا اور اس کی پیشانی چوم لی۔ بانو آپا نے بے اختیاری کیفیت میں دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

"ارے ماں ماں ہوتی ہے کوئی کتنا لاڈ دلار کرے' اپنی جان نچھاور کرے' ماں جیسی تو پھر بھی نہیں ہوسکتی۔ ماں تو بس ایک ہی ہوتی ہے اور ماں باپ کی جگہ تو کوئی لے بھی نہیں سکتا' اگر ماں باپ کا نعم البدل مل جاتا تو لوگ اپنے مرے ہوئے ماں باپ کو کبھی یاد نہ کرتے۔ یا اللہ جن کے ماں باپ زندہ ہیں ان کی اولاد پر ان کا سایہ سلامت رکھ' ان کو اپنے بچوں کی ہزاروں لاکھوں خوشیاں نصیب کرے' ثم آمین۔" مانو آپا کی عادت تھی کہ کوئی بھی بات شروع کرتی تھیں' اس کا اختتام دعا پر ہوتا تھا' کی عادت ہوگئی تھی یا شاید ناہنجار نافرمان بیٹے کی آزمائش میں گزرتے ہوئے اتنا اللہ کے حضور گڑگڑائیں تھیں کہ بس جیسے سر سے پاؤں تک دعا ہی بن کر رہ گئی تھیں۔

"آپ کے لیے چائے لاؤں یا کولڈ ڈرنک......؟"

پیاری نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا' معاً خیال آگیا تھا کہ اتنی دیر ہوگئی اور اس نے مہمانوں سے ابھی تک چائے یا ٹھنڈے کا پوچھا تک نہیں' وہ مہمان داری ضرور کررہی تھی مگر مشہود کی طرف سے چند وسوسے تنگ کررہے تھے۔ بار بار دل دھڑک اٹھتا تھا کہ جانے کب وہ دروازہ کھول کر باہر آجائے۔ اس بات کی تو فکر نہیں تھی کہ مہمانوں کے سامنے

اس کی بے عزتی کرے گا فکر تو یہ تھی کہ کہیں وہ ایسی بات نہ کردے کہ مانو آپا اور سعدیہ اپنی ہتک محسوس کریں۔ وہ دانیال کی ماں اور پھوپی ہیں اگر اس نے کچھ کہہ دیا تو کچھ کم نہیں کہے گا۔ پھٹ پڑے گا اور بُری طرح پھٹ پڑے گا کیونکہ وہ محسوس کررہی تھی کہ اتنے عذاب سہنے کے بعد اب اس کو کچھ نفسیاتی مسئلے آ گئے ہیں۔ شاید شدید اعصابی کھنچاؤ کا نتیجہ ہوتا ہے کہ انسان کی نفسیات میں غیر محسوس طریقے سے تبدیلیاں جگہ بنالیتی ہیں۔

"بس بیٹا تم میرے پاس بیٹھو ہمیں اچھا لگ رہا ہے۔ سعدیہ کا ارادہ یہ ہے کہ تمہیں اپنے ساتھ لے کر جائے لیکن میں نے انہیں سمجھایا ہے کہ مشہود کی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے اگر ہم پیاری کو لے گئے تو مشہود اکیلا ہوجائے گا اور ایسے وقت میں تو اسے لازمی ایک دیکھ بھال کرنے والے کی ضرورت ہے اور جو دیکھ بھال تم کرسکتی ہو وہ تنخواہ دار نرس بھی نہیں کرسکتی پھر بچہ اتنی تکلیفیں سہہ کر آیا ہے تمہارے ساتھ سے اس کو ڈھارس بھی رہے گی۔" مانو آپا نے بیٹھے بیٹھے ایک مسئلہ تو اس کا حل کردیا تھا کہ وہ اسے لینے نہیں آئیں کیونکہ سعدیہ کو دیکھ کر اسے پہلا خیال جو آیا تھا وہ یہی تھا کہ یہ جو اتنی محبت بھری آمد ہے وہ کسی انقلاب کا پیش خیمہ تو نہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اسے ساتھ لے جانے کے لیے آئی ہو۔

"بہت شکریہ پھوپو...... بھائی کی طبیعت واقعی ٹھیک نہیں ہے ان کو تو کسی بھی صورت میں اکیلا نہیں چھوڑا جاسکتا۔" پیاری نے اس طرح سے بات کی تاکہ جو گھر کا بھید ہے وہ ان دونوں پر ظاہر نہ ہوسکے۔ وہ لاشعوری طور پر محسوس کرانے کی کوشش کررہی تھی کہ سب کچھ ٹھیک ہے اور صرف اور صرف اگر مشکل ہے تو یہی کہ مشہود تکلیف میں ہے۔

"ہاں بیٹا...... اللہ تمہیں اجر دے ارے یہ تو وہ نیکی ہے جس کا احسان انسان تو اتار ہی نہیں سکتے بس نیکی کرنے والوں کا اجر تو اللہ ہی کے ذمے ہے۔" مانو آپا کو پیاری کے ہمدردانہ جذبات اور خیالات جان کر اتنی خوشی ہوئی کہ بے اختیار اس کا سر اپنے سینے سے لگالیا اور اس کے سر پر بوسہ دیا۔

"پیاری اس وقت مشہود کے ساتھ بیسک پرابلم کیا چل رہی ہے۔" اب سعدیہ نے بھی ایک سوال کیا کیونکہ انہیں خود ہی احساس ہوگیا تھا کہ مسلسل مانو آپا ہی بات کیے جارہی ہیں اور وہ خاموش سی بیٹھی ہیں۔

"جی وہ بھائی کے......" ابھی اس کے منہ سے اتنا ہی نکلا تھا کہ مشہود کے کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ واکر سمیت باہر چلا آیا۔ دروازہ کھلنے کی آواز اتنی زوردار تھی کہ وہ تینوں ہی چونک کر مشہود کے کمرے کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔ مشہود کی آنکھوں میں غصے کی چنگاریاں چمکتی دور سے ہی نظر آرہی تھیں۔ پیاری تو اس کا موڈ فوراً ہی بھانپ گئی اور جیسے ساری جان سے کانپنے لگی اسے اپنی لرزتی ہوئی ٹانگوں کی لرزش بہت شدت سے محسوس ہورہی تھی یوں لگ رہا تھا بہت جلد اس کے اعصاب ساتھ چھوڑ جائیں گے اور وہ بے ہوش ہوکر دائیں یا بائیں گر جائے گی۔

"جی مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے میں اس وقت بہت بہتر ہوں اگر آپ لوگ پیاری کو لے جانا چاہتے ہیں تو میری طرف سے اجازت ہے یقین کریں میری طرف سے کوئی بھی پابندی نہیں لیکن آپ لوگوں سے ریکوئسٹ کروں گا کہ اللہ کے لیے اس کو لے جائیں۔ جب اس کا اپنا گھر ہے تو یہ کیوں بھائی کے گھر پڑی ہے۔" مشہود کے الفاظ ایسے تھے جس میں بہت کچھ الجھا کر رکھ دینے والا تھا الفاظ سے لگ رہا تھا کہ وہ بہن کی ہمدردی میں اور ذمہ داری نبھانے کے ضمن میں بات کررہا ہے۔

"ارے نہیں بیٹا...... ایسے بے حس اور بے ضمیر لوگ نہیں ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اس وقت تمہیں کسی خدمت کرنے والے کی ضرورت ہے۔" مانو آپا فوراً بول پڑی تھیں ابھی وہ مشہود کی اس انتہا پسندی کو محسوس کرنے سے قاصر تھیں جو پیاری محسوس کرچکی تھی۔ سعدیہ البتہ پورے شش و پنج کی کیفیت میں مشہود کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ انہیں محسوس ہورہا تھا کہ کچھ گڑبڑ ہے لیکن کچھ واضح

بھی نہیں ہو رہا تھا۔ اب اندر ہی اندر سلگ رہی تھیں۔

"مجھے کسی خدمت کرنے والے کی ضرورت نہیں آپ دیکھ رہی ہیں میں چل پھر رہا ہوں۔ جب میں چلتا ہوا اپنے کمرے سے یہاں تک آ سکتا ہوں تو میں چلتا ہوا گھر کے کسی بھی حصے میں جا سکتا ہوں۔ اللہ نے معذور ہونے سے بچالیا' ظاہر ہے جانتا ہے میں ماں باپ سے محروم ہوں اس نے زندگی بخشی ہے تو اس میں اس کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہے۔ جب میں ماں باپ کے بغیر رہ سکتا ہوں تو پھر ہر رشتے کے بغیر رہ سکتا ہوں۔" اب مشہود کے لہجے میں تلخی بہت واضح ہو چکی تھی جس پر مانو آپا اور سعدیہ دونوں ہکا بکا ہو کر اس کی شکل تک رہی تھیں اور پیاری کو محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا ذہن تاریکی میں ڈوبتا جا رہا ہے۔

"ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں...... کچھ دنوں کی بات ہے کیا ہو گیا۔ دکھ تکلیف انسانوں کے ساتھ ہے اور اپنے ہی اپنوں کے کام آیا کرتے ہیں۔" اب سعدیہ نے بھی اپنی حیرت اور گھبراہٹ چھپاتے ہوئے اس طرح سے بات کی جیسے ان کی ساری ہمدردیاں مشہود کے ساتھ ہوں۔

"برائے مہربانی مجھ پر احسان مت کیجیے' میں آپ سے ریکوئسٹ کر رہا ہوں آپ اسے یہاں سے لے جائیں کیونکہ جب یہ میرے سامنے ہوتی ہے تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرے وہ زخم جو اچھے ہو گئے تھے ان سے نئے سرے سے خون رسنے لگا ہے۔ پلیز اسے آپ لے جائیں۔" مشہود نے یہ کہہ کر زور سے دونوں ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔ اب تو یہ حال تھا کہ مانو آپا اور سعدیہ محسوس کر رہی تھیں کہ چھت ان کے سر پر آ گری ہے۔ سعدیہ اب بڑی حیرت سے پیاری کی طرف دیکھ رہی تھیں' مانو آپا کا منہ بھی کھلا ہوا تھا اور آنکھیں بھی پھیلی ہوئی تھیں۔

"ارے بیٹا کیا ہو گیا' کیا بہن سے کوئی غلطی ہو گئی ہے...... اگر کوئی کمی کوتاہی خدمت میں رہ گئی ہے تو میرے بچے تو معاف کر دے' چھوٹی ہے۔ کیوں اتنا غصہ کر رہے ہو تمہارے ماں باپ نہیں ہیں تو یہ بچی بے چاری بھی ماں باپ سے محروم ہے۔"

"لیکن یہ تنہا نہیں ہے اس نے زندگی کا ساتھی ڈھونڈ لیا ہے اب شاید مرے ہوئے ماں باپ تو چھوڑیئے اسے تو اپنا زندہ بھائی بھی یاد نہیں آئے گا۔ برائے مہربانی اس کو یہاں سے لے جایئے اللہ کے واسطے جایئے۔"

"بیٹا...... بیٹا کیا ہو گیا ہے؟ کوئی بات ہوئی ہے تو ہمیں بتاؤ۔ ہمیں اپنا ہی سمجھو اور ہم ہیں ہی تمہارے جب تمہاری بہن ہمارے گھر میں آ گئی ہے تو بس رشتہ داری تو ہو گئی ہے نا۔ میرا بیٹا تم بہت تکلیف میں ہو' اتنا غصہ مت کرو' بتاؤ تو سہی کیا ہوا ہے۔ دانیال سے کوئی شکایت ہوئی ہے یا پیاری سے کوئی غلطی ہو گئی ہے۔" مانو آپا اب کھڑی ہو گئیں اور مشہود کی طرف بڑھنے لگیں۔ مشہود نے دونوں ہاتھ اٹھا کر گویا انہیں اپنے قریب آنے سے روکتے ہوئے کہا۔

"پلیز...... پلیز...... مجھ سے زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں' میرا آپ لوگوں سے کوئی تعلق' کوئی رشتہ نہیں۔ جو بھی تعلق اور رشتہ ہے وہ پیاری کے ساتھ ہے۔"

"ارے بیٹا...... پیاری کے رشتہ دار تمہارے رشتہ دار ہوئے' سگی بہن ہے تمہاری۔" مانو آپا کی حیرت تھی جو بڑھتی جا رہی تھی البتہ سعدیہ بہت جانچتی ناپتی تولتی نظروں سے مشہود کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہی تھیں۔ دونوں مشہود میں اتنا مصروف ہوئیں کہ خیال ہی نہ ہوا کہ پیاری بے ہوش ہو کر ایک طرف لڑھک گئی ہے۔

"سنبھالیے اس کو اور اسے سمجھایئے کہ مجھ پر اب اس اداکاری کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ زیادہ ایکٹنگ کی ضرورت نہیں ہے اور آپ یہ سمجھ رہی ہیں وہ دل سے میری خدمت کر رہی ہے' آخر اس نے دنیا کو بھی دکھانا ہے۔ مجبوری ہے اس کی' پلیز اس کو اپنے ساتھ لے جایئے میں اب اس کو اس گھر میں برداشت نہیں کر سکتا۔ آپ کو نہیں پتا میں کس طرح برداشت کر رہا تھا' مجھے لگ رہا تھا جیسے میرے اعصاب ساتھ چھوڑ جائیں گے یا میرے دماغ کی شریان پھٹ جائے گی آپ لوگوں کی بڑی مہربانی کہ آپ آ گئیں۔ پلیز...... پلیز اس کو ساتھ لے جایئے اب میں

اس کو یہاں نہیں دیکھنا چاہتا۔" مشہود نے اتنا کہا اور اپنے واکر کو گھما کر اپنا رخ کمرے کی طرف کرلیا۔ مانو آپا کا تو یہ حال تھا کہ جیسے بے ہوش ہوکر گر پڑیں گی۔ سعدیہ البتہ اپنے اعصاب قابو میں رکھے ہوئے صورت حال کو سمجھنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھیں۔ مشہود کے کمرے میں جاتے ہی مانو آپا کی نظر پیاری پر پڑی کیونکہ مشہود کے رویہ کے تاثرات وہ پیاری کے چہرے پر دیکھنا چاہ رہی تھیں اور یہ بھی سوچ رہی تھیں جو کچھ بھی ہے اب پیاری ہی بتائے گی کہ آخر ہوا کیا ہے لیکن پیاری کو ایک طرف ڈھلکا ہوا دیکھ کر بڑی خوف زدہ سی چیخ ان کے حلق سے نکلی تھی۔

"ارے بچی کو کیا ہوا؟" سعدیہ جو ہر طرف سے بے خبر بڑی گہری سوچ میں تھیں اور مشہود کے لفظوں کو ناپ تول کر سمجھنے کی کوشش کررہی تھیں۔ مانو آپا کی چیخ سن کر ان کی توجہ بھی پیاری کی طرف گئی تھی پھر سب کچھ ذہن سے بھک سے اڑ گیا۔

"ارے سعدیہ جلدی سے دانیال کو فون ملاؤ' ہائے...... ہائے کیا ہوگیا بچی کو۔" وہ اس کی دل کی دھڑکن بھی چیک کررہی تھیں اور نبض بھی...... سعدیہ البتہ اس وقت بہت مضبوط اعصاب کی حامل ثابت ہورہی تھیں۔ مانو آپا نے پیاری کا سر اپنی گود میں رکھا اور اس کے گال تھپتھپانے لگیں۔

"ارے شاید گھر میں کوئی نوکر بھی نہیں ہے' دیکھنا کچن سے ایک گلاس پانی لے آؤ اس کے منہ پر چھینٹے مار کر دیکھتے ہیں بے ہوش ہوگئی ہے بچی...... اللہ کرے اسے ہوش آجائے...... ارے میرے تو ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہورہے ہیں۔ سعدیہ جلدی سے پہلے پانی لاؤ اور پھر دانیال کو فون کرو۔"

❁......❁......❁

انسان زندگی میں ان گنت انسانوں سے ملتا ہے اور تعلقات بناتا ہے' رشتے اللہ بناتا ہے' ناتے انسان بناتے ہیں۔ ناتے بنتے ٹوٹتے رہتے ہیں' رشتے اٹوٹ ہوتے ہیں۔ رشتوں میں دشمنیاں اور نفرتوں کے عذاب بھی اترتے رہتے ہیں مگر یہ رشتے ہر طرح کے عذاب سے گزر کر بھی قائم رہتے ہیں۔ دنیا کا سب سے اہم اور قابل ذکر ناتہ میاں بیوی کے درمیان قائم ہوتا ہے حالانکہ معمولات میں شوہر اور بیوی کے لیے لفظ رشتہ ازدواج استعمال ہوتا ہے مگر یہ رشتہ نہیں ہے یہ دنیاوی ناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں واضح کردیا گیا ہے کہ بیوی کی وفات کے بعد شوہر میت کے لیے نامحرم ہوجاتا ہے۔ موت کے ساتھ ہی ناتہ منقطع ہوجاتا ہے مگر قدرت کی طرف سے جو رشتے پیدائش کے دن سے قائم ہوتے ہیں ان کے بندھن کوئی بڑے سے بڑا حادثہ بھی نہیں توڑ سکتا۔

یہی وجہ تھی کہ ہزار بدگمانیوں کی دوزخ روشن تھی' جس کے شعلے آسمان کو چھو رہے تھے' جس کی کھائیاں' گھاٹیاں ناقابل پیمائش تھیں مگر رہ رہ کر دل کو کچھ ہوتا تھا۔

تنہائی گہری ہو تو انسان دل کی کیفیات سے بہت کچھ اخذ کرسکتا ہے' شرط یہ ہے کہ ذہن پر جذبات کا غلبہ نہ ہو۔ مشہود کے اعصاب شل ہورہے تھے۔

❁......❁......❁
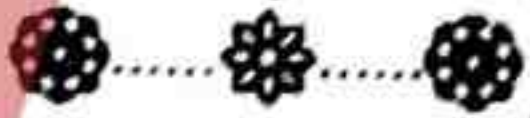
دانیال کا رخ گھر کی طرف تھا اور ذہن اِدھر اُدھر قلابازیاں کھا رہا تھا' کبھی ماں کے بارے میں سوچتا تو کبھی مشہود کے بارے میں اور ان دونوں کے بیچ پیاری بند آنکھوں کے ساتھ اپنی طرف دیکھتی ہوئی نظر آتی تھی۔

"شاید پاپا آج رات واپس آجائیں' پاپا آجائیں گے تو ان کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلہ کا حل نکالنا ہوگا شاید پاپا مشہود کو سمجھانے میں کامیاب ہوجائیں اور جو غلط فہمی اسے دن رات تنگ کررہی ہے وہ دور ہوجائے' بعض اوقات غلط فہمی کتنی جان لیوا ہوتی ہے۔" وہ سوچ رہا تھا کہ سیل پر رنگ ہوئی' اس نے بڑی بے دلی سے سیل اٹھا کر کالر کا نام دیکھا اس کی حیرت انتہا نہ رہی۔ سعدیہ کی کال آرہی تھی' اتنی ساری باتیں کرنے کے بعد ابھی بھی کچھ بچ گیا تھا۔ وہ کال لے یا نہ لے وہ گھر ہی تو جارہا ہے۔ "میرا خیال ہے کہ کال لے لینا چاہیے۔ ممی بار بار رنگ کرتی رہیں گی بتادیتا ہوں کہ گھر ہی آرہا ہوں۔" دانیال نے سوچتے

ہوئے کال ریسیو کی۔

"جی ممی.......بس یوں سمجھیں کہ پانچ منٹ میں گھر پہنچتا ہوں' ڈونٹ وری۔" یہ کہہ کراس نے سعدیہ کی طرف سے کوئی جواب سنے بغیر اپنی طرف سے سلسلہ منقطع کردیا اور ابھی سیل فون ڈیش بورڈ پر رکھا ہی تھا کہ رنگ دوبارہ ہونے لگی اب اسے چونکنا پڑا۔

"اوہو اسے ممی کی بات سن تو لینا چاہیے تھی کیا پتا وہ کسی وجہ سے فون کررہی ہوں۔" اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا' سیل فون اٹھا کر کال ریسیو کی۔

"جی ممی بولیے میں نے اس لیے کال کاٹ دی تھی کہ بس' گھر ہی پہنچ رہا ہوں تو جو بھی بات ہے وہ گھر پہنچ کر سن لیتا ہوں کوئی خاص بات؟" دانیال نے سوال کیا۔

"ارے بھئی جب کسی کی کال آتی ہے تو اس کی بات بھی سن لیتے ہیں' آپ ہی تیل کی آپ ہی گھی کی بس اپنی بات کی اور فون بند کردیا کوئی سیریس مسئلہ بھی ہوسکتا ہے۔ تم تو یوں سمجھو ہر وقت ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتے ہو۔" سعدیہ کی خفا خفا سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی وہ کچھ کھٹکا۔

"جی ممی خیریت ہے نا؟" اس نے سوال کیا' لیکن ذہن اس کا کمال فاروقی کی طرف لگ گیا تھا شاید پاپا آگئے ہیں لیکن اتنی جلدی کیسے آسکتے ہیں وہ خود ہی الجھا اس سے پیشتر کے وہ کچھ اور سوچتا۔ سعدیہ کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"بیٹا...... پیاری بے ہوش ہوگئی ہے اور لگ رہا ہے کہ بہت بُری حالت ہے' تم آسکتے ہو تو فوراً پہنچو کیونکہ میں اور مانو آپا تو اس کو اٹھا کر گاڑی تک نہیں لاسکتے اور مجھے یہ اچھا نہیں لگے گا کہ ڈرائیور اٹھا کر اسے گاڑی میں لائے۔"

"ہیں..... آپ لوگ کہاں ہیں؟" اسے اتنی زور کا شاک لگا کہ گاڑی روڈ پر لہرائی تھی۔

"ارے بھئی پیاری کی بات کررہی ہوں تو اس کا مطلب ہے پیاری کے پاس ہوں۔ پیاری کہاں ہوسکتی ہے تمہیں پتا نہیں ہے؟"

"آ...... آپ...... آپ پیاری کے پاس ہیں۔ او مائی گاڈ......!" دانیال بری طرح چکرا کر رہ گیا تھا' آنکھوں کے سامنے تیزی سے ایک فلم چلنے لگی کہ مشہود زہر اگل رہا ہے وہ دونوں حیران پریشان بیٹھی ہیں اور پیاری بے ہوش ہوکر گرگئی ہوگی۔

"ممی...... آپ مجھے بتائے بغیر کیوں آگئیں' میں نے آپ سے کہا تھا نا میں آپ کو لے چلوں گا۔"

"ہاں' تم تو گھر سے غائب ہوگئے میں نے سوچا تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں۔ تم مجھے پیاری سے ملانا نہیں چاہ رہے اس کے گھر نہیں لے جانا چاہ رہے۔ میں مانو آپا کو لے کر آگئی تھی یہاں پہنچ کر مجھے اندازہ ہوگیا کہ تم مجھے یہاں لے کر کیوں نہیں آئے۔ ارے بھئی پیاری کے بھائی نے تو اس وقت وہ کیا ہے کہ بس یوں سمجھو کے کوئی دشمن بھی نہ کرے۔ اتنی بے عزتی تو سچ مچ کوئی دشمن بھی نہیں کرسکتا اس لڑکے نے ایک بات جو ہم سے تمیز سے کی ہو۔ میں لمبی بات نہیں کروں گی' تم آکر خود دیکھ لو اور بھئی اس لڑکی کا علاج کرانے کے لیے جلدی سے کسی ہسپتال میں پہنچاؤ' بالکل ٹھنڈی پڑی ہے۔ بس جلدی سے پہنچ جاؤ' تمہارا انتظار ہورہا ہے۔" یہ کہہ کر سعدیہ نے اپنی طرف سے سلسلہ منقطع کردیا تھا اور دانیال کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ گاڑی کو کسی طرح سے طیارہ بنادے اور روڈ کی بجائے آسمان پر اڑائے۔

مانو آپا اور سعدیہ نے کسی طرح کھینچ کھانچ کر پیاری کو صوفے پر ٹھیک سے لٹادیا مگر پھر بھی دونوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑے ہوئے تھے۔ چھینٹے مار کر بھی دیکھ لیے تھے' جو جتن کرسکتی تھیں کرچکی تھیں لیکن پیاری کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا اب بیٹھی ایک دوسرے کے منہ کو تک رہی تھیں۔

"یااللہ کون سی گھڑی دانیال پہنچے گا' اللہ ہم پر رحم کر' یااللہ اس بچی پر رحم کر۔" مانو آپا اب آنچل پھیلا کر دعا مانگ رہی تھیں اور سعدیہ صحیح معنوں میں پہلی دفعہ بڑی تشویش وسنجیدگی سے گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اتنی سنجیدہ

پریشان اور الجھن کا شکار تو وہ شاید ہی کبھی ہوئی تھیں۔ مشہود کے رویے نے تو ایک طرح سے مفلوج کر کے رکھ دیا تھا' ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا۔ وہ جو کچھ سوچ کر اپنے گھر سے چلی تھیں یہاں پر ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔ ہر بات ان کی سوچ سے بالکل الٹ تھی اس لیے ذہن نے کام کرنا بند کردیا تھا۔ معاً مانو آپا کو جانے کیا ہوا بڑی جذباتی سی کیفیت میں اپنی جگہ سے اٹھیں' سعدیہ نے ان کی طرف دیکھا۔ وہ سعدیہ کو نظر انداز کر کے مشہود کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں اور بند دروازے پر زور زور سے دستک دی' ساتھ میں آواز بھی دینے لگیں۔

"بیٹا مشہود...... ایک منٹ کے لیے میری بات تو سنو۔" مشہود جو اپنے کمرے میں بیڈ کے کنارے بیٹھا ہوا انگاروں کی طرح آنچ دیتی ہوئی سوچ سے نبرد آزما تھا۔ مانو آپا کی آواز سے چونک پڑا تھا' ایک ناگواری کی لہر جو اس کے تلووں سے شروع ہوئی اور سر پر جا کر بم کی طرح پھٹ گئی۔ مانو آپا کی آواز سن کر اسے کچھ اچھا محسوس نہیں ہوا یہی خیال آیا کہ یہ خاتون اس کا دماغ کھانے اس کے پاس آئی ہیں اور یقیناً اس کو سمجھانے اور نصیحتیں کریں گی' اس کا جی چاہا ایسے ہی بہرہ بنا بیٹھا رہے' دروازہ کھولے ہی نہیں۔

مانو آپا نے دوبارہ سابقہ انداز میں دستک دی تھی کہ وہ طوعاً کرہاً اپنی جگہ سے اٹھا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ مانو آپا نے آنسوؤں بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"ارے بیٹا ہم تو جمعہ جمعہ آٹھ دن کی شناسائی رکھتے ہیں' تمہارا تو خون کا رشتہ ہے ذرا دیکھو تو سہی بہنا کو کیا ہوگیا ہے۔ کیسی ٹھنڈی پڑی ہوئی ہے' ہوش میں نہیں ہے تم ہی بتاؤ اب ہم دونوں عورتیں کس طرح سے کھینچ تان کر اس کو ہسپتال لے کر جائیں' ڈاکٹر کو دکھائیں کچھ سمجھ میں نہیں آرہی۔" مشہود کی نظر لاؤنج میں صوفے پر مٹی کے ڈھیر کی طرح پڑی ہوئی پیاری پر پڑی تو ایک لمحے کے لیے دل کو کچھ ہوا۔ اس لیے ہوا کہ یہ خون کے رشتے' سورج کے نکلنے جیسی حقیقت رکھتے ہیں یا بیج میں سے پھوٹنے والی کونپل کی طرح بے ساختہ اظہار کرتے ہیں مگر فوراً ہی وہ اس کیفیت سے باہر آگیا تھا کیونکہ بدگمانی کا زہر پورے اعصابی نظام میں اترا ہوا تھا فوراً ہی اسے دانیال کا خیال آیا وہ دانیال جس سے اپنے طور پر وہ دوستی کا رشتہ منقطع کرچکا تھا لیکن اب وہ پیاری کا سب کچھ تھا۔

"آپ ایسا کریں فون کر کے دانیال کو بتادیں وہ کسی ڈاکٹر کو بھیج دے گا یا ڈاکٹر کو ساتھ لے کر آجائے گا۔" اسے بے بسی کے زہر سے آلودہ اپنی ہی آواز بہت اجنبی سی لگی تھی۔ مانو آپا کو نئے سرے سے ایک صدمے کی کیفیت نے پتھرا کر رکھ دیا۔

"ارے بیٹا ایک نظر دیکھ تو لو' آواز دے کر دیکھو کیا پتا تمہاری آواز سن کر فرق پڑے۔" وہ جذباتی کیفیت میں بے ربط ہوگئیں۔

"آپ کہہ رہی ہیں یہ بے ہوش ہے اور بے ہوش انسان کو کسی کی آواز نہیں آتی۔ بے ہوشی کا مطلب ہے کہ انسان کے سینسز نے کام کرنا بند کردیا ہے' آپ دانیال کو فون کردیں۔"

"بیٹے...... دانیال کو فون کردیا ہے اب تمہیں یہاں کی ٹریفک کا تو پتا ہی ہے' جانے راستے میں کیا ہوجائے اور کتنی دیر لگ جائے۔" مانو آپا نے فوراً ہی مشہود کی بات کے جواب میں کہا تھا۔

"تو آپ میری حالت دیکھ رہی ہیں میں گاڑی ڈرائیو کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ میں اگر صرف اپنا ہی خیال کرلوں تو یوں سمجھیں کہ اس وقت تو ساری دنیا پر احسان کررہا ہوں۔" دانیال کی آمد کا سن کر مشہود سرے سے بے حسی اور اجنبیت کا مظاہرہ کرنے لگا تھا۔ مانو آپا تو ہکا بکا ہو کر اس کی شکل دیکھ رہی تھیں۔ سگا بھائی ہے کوئی دور کا رشتے دار تو نہیں' بہن کو اس حال میں دیکھ کر بھی اس کو کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

"ارے بیٹا ماں جائی ہے کیوں پتھر بن رہے ہو کیا گناہ کیا ہے اس نے؟"

"برائے مہربانی آپ دانیال کا انتظار کریں۔" یہ کہہ کر مشہود نے دروازہ صرف بند ہی نہیں کیا' اندر سے لاک بھی

کردیا۔ مانو آپا تو جیسے کھڑے کھڑے مرنے کو ہوگئیں' پلٹ کر پیاری کی طرف دیکھا تو سعدیہ پر بھی نگاہ پڑی لاؤنج اور مشہود کے کمرے کا فاصلہ اتنا نہیں تھا کہ سعدیہ کچھ سن نہ پاتیں۔ مشہود مانو آپا سے مخاطب تھا اور سعدیہ اپنی جگہ بیٹھی سن رہی تھیں۔

اس وقت وہ اپنی اصلیت سے بہت دور موجودہ کیفیت کی جذباتی اور طوفان لہروں کی زد میں تھیں ان کی اپنی سوچ سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا' وہ جو کچھ سوچ کر چلی تھیں اس سوچ کے مطابق تو یہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اس لیے شاید ان کا ذہن کام نہیں کررہا تھا مانو آپا شدید دکھ کی کیفیت میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پھر سے پیاری کے قریب آ کر اسے تکنے لگیں۔ ایک ایک پل ایک ایک صدی لگ رہا تھا' سماعتیں گیٹ پر دانیال کی آمد کی منتظر تھیں کہ کون گھڑی ہو اور دانیال پہنچے وہ بھاگ کر گیٹ کھولیں اور دانیال بجلی کی سی سرعت کے ساتھ اندر آئے' پیاری کو اٹھائے اور پلک جھپکتے ہوئے کسی مسیحا کے در پر پہنچے۔

''ارے ایسی پلی پلائی بچی کہاں سے لاؤں گی۔'' وہ ہاتھ ملتے ہوئے پیاری کی طرف دیکھ رہی تھیں اور خود کلامی کے انداز میں گویا تھیں۔

سعدیہ بھی اس وقت سب کچھ بھلا کر پیاری کے تلوے سہلانے میں لگی ہوئی تھی جس کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ ایسا کچھ وہ کریں گی۔ مانو آپا پیاری کے سرہانے بیٹھ گئیں اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سہلانے لگیں' دل ہی دل میں شدت سے دعا کررہی تھیں۔

''یااللہ دانیال کو راستہ صاف ملے' یااللہ دانیال کو ساتھ خیریت کے یہاں تک پہنچادے۔'' جانے کتنی دیر دونوں پیاری کی طرف دیکھتی رہیں اور کبھی ایک دوسرے کی طرف۔ بہرحال مشکل کی گھڑی ختم ہوئی اور کال بیل کی آواز نے گھر میں قبرستان کی سی پھیلی ہوئی خاموشی کو توڑا۔ اس سے پہلے کہ سعدیہ اپنی جگہ سے اٹھتیں مانو آپا برق رفتاری سے گیٹ کی طرف بھاگی تھیں اس پورے یقین کے ساتھ کہ آنے والا دانیال ہی ہے۔ گیٹ کھلا تو دیکھا واقعی سامنے دانیال تھا' اس نے بڑی بے تاب نظروں سے مانو آپا کے چہرے کی طرف دیکھا اور چہرے ہی سے کوئی خاص خبر لینے کی کوشش کی کہ شاید وہ کہہ دیں پیاری کو ہوش آگیا ہے اب اس کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ مانو آپا نے کچھ کہنے کی بجائے اسے اندر آنے کا راستہ دیا اور وہ بھی کچھ بولے بنا اندر داخل ہوگیا۔

''ارے بیٹا ذرا دیر نہ کرو' فوراً بچی کو اٹھاؤ اور اسپتال چلو' ہم نے سب کچھ کر کے دیکھ لیا یہ ہوش میں نہیں آرہی۔ لگتا ہے اس کے دماغ کو بہت گہرا صدمہ پہنچا ہے جو ہم نے اس کے بھیا کی حالت دیکھی اور جو کچھ سنا ہے سمجھو کہ بس اللہ سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ اللہ یہ دن کسی کو نہ دکھائے' خون سفید ہوگیا ہے کتنی تکلیفیں اٹھا کر آیا ہے لیکن بہن کی تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہے۔ میں نے دروازہ پیٹ ڈالا' اللہ کا واسطہ دیا مگر بھئی اس کو کوئی اثر نہیں' اللہ کے واسطے دانیال دیر نہ لگاؤ میرا دل گھبرا رہا ہے۔'' دانیال تیز رفتاری سے آگے بڑھا تھا' مانو آپا اس کے پیچھے بولتے ہوئے تقریباً دوڑتی ہوئی آرہی تھیں۔

صورت حال ہی کچھ ایسی تھی کہ جو کچھ آنکھوں کے سامنے تھا وہ ہوش و حواس گم کردینے کے لیے کافی تھا۔ دانیال نے اندر لاؤنج میں داخل ہو کر بے ہوش پڑی ہوئی پیاری کی طرف دیکھا اور لاشعوری طور پر مشہود کے کمرے کی طرف بھی ایک نگاہ ڈالی تھی۔ سعدیہ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے فوراً کھڑی ہوگئی تھی اس وقت دانیال کے لیے سعدیہ کی وہاں موجودگی یا وہاں پہنچنے کے تاثرات کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے' آنکھوں کے سامنے تو پیاری تھی جو دنیا ومافیہا سے بے خبر صوفے پر لیٹی نظر آرہی تھی' اس نے جیب سے چابی نکال کر ماں کی طرف بڑھائی۔

''ممی آپ گاڑی کا دروازہ کھولیں میں پیاری کو لے کر آرہا ہوں۔'' سعدیہ نے فوراً دانیال کے ہاتھ سے چابی لی اور تیز رفتاری سے باہر کی طرف چل دیں۔ مانو آپا اسی طرح اپنے دونوں ہاتھ بے قراری سے ملتے ہوئے دانیال کی

طرف دیکھ رہی تھیں۔ جس نے جھک کر پورا زور لگا کر پیاری کو اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور اسے لے کر گیٹ کی طرف چلا تو مانو آپا نے مشہود کے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا اور اب دکھ اور صدمے کی کیفیت شدید غصے میں تبدیل ہوگئی تھی‘ ان کو اس بات کا اندازہ تھا کہ دانیال کو کار کی پچھلی سیٹ پر پیاری کو لٹانے میں دو چار منٹ تو لگ جائیں گے انہوں نے کچھ سوچا اور تیزی سے آگے بڑھ کر مشہود کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا دیا۔ مشہود جو کال بیل کی آواز سے سمجھ گیا تھا کہ دانیال پہنچ گیا ہے۔ دروازے پر پڑنے والی دستک پر چونکنے کی بجائے اسی طرح اپنی جگہ بیٹھا رہا اس کا گمان تھا کہ شاید دانیال اس سے بات کرنے آیا ہے اور اسے دانیال کے لیے دروازہ کھولنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

مانو آپا نے اب نہایت جذباتی اور شدید غصے کی حالت میں دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹ ڈالا تھا‘ مشہود کے لیے دروازے پر پڑنے والی ضربیں انتہائی ناقابل برداشت ہوگئیں وہ شدید غصے کی کیفیت میں اپنی جگہ سے اٹھا اور بڑے زوردار طریقے سے دروازہ کھولا تھا لیکن جس شدید کیفیت میں اس نے دروازہ کھولا تھا اس سے زیادہ حیرانی کی کیفیت میں دو قدم پیچھے ہٹا بھی تھا کیونکہ مانو آپا اس کی طرف بڑے کڑے تیور کے ساتھ دیکھ رہی تھیں۔ اس نے مانو آپا کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا لیکن اس کی کیفیت میں بے قراری تھی‘ وہ مانو آپا سے کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مانو آپا کی نظروں کا انداز دیکھ کر خود بخود سوال پیدا ہوگیا تھا۔

”ارے بیٹا...... شاباش ہے ایسی بے حسی کہیں دیکھی نہ سنی۔ ارے کیا بگاڑ دیا ہے تمہارا اس بچی نے تمہاری جدائی میں وہ موت کے دروازے سے پلٹ کر آئی تھی‘ کتنے دن ہسپتال میں داخل رہی راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس نے تمہارے لیے دعائیں مانگیں۔ جو کچھ ہم نے دیکھا وہ تم نے نہیں دیکھا‘ تمہاری جدائی میں بچی کی جان پر بن گئی‘ اتنا پیار کرنے والی بہن کے ساتھ اس طرح کوئی کرتا ہے۔“ مانو آپا اس وقت بے بھاؤ کی سنا نے صرف اس لیے اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھیں تاکہ اس کو کچھ احساس دلا کر ہی اس گھر سے جائیں۔

مانو آپا کی بات سنتے ہی جیسے مشہود کے ذہن کے تمام خلیے پھر سے چارج ہوگئے‘ اس نے شدید غصے کی حالت میں مانو آپا کی طرف دیکھا اور اپنی مٹھیاں بھینچ کر غصہ ضبط کرنے کی کوشش کی‘ وہ مانو آپا کو کسی سخت قسم کا جواب دینا نہیں چاہتا تھا لیکن اس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ مانو آپا نے طوفان اٹھا دیے ہیں اور وہ کچھ کہنے کے لیے بے چین ہے لیکن خود کو روکا ہوا ہے۔

”اور دیکھو کتنے دن سے بچی دن رات تمہاری خدمت میں لگی ہوئی ہے۔ سگی بہن ہے اس لیے کر رہی ہے اس لیے کہ مشکل وقت میں اپنے ہی ساتھ دیتے ہیں لیکن تم نے جو کچھ اس بچی کے ساتھ کیا..... ارے ایسا تو کوئی دشمن بھی نہ کرتا۔“

”ہاں جو کچھ میری سگی بہن نے میرے ساتھ کیا وہ بھی کوئی دشمن نہیں کرتا۔“ مشہود کی آواز بہت آہستہ ضرور تھی مگر اس میں طوفان کے تمام مدوجزر محسوس کیے جاسکتے تھے۔

”ارے تمہیں کوئی بدگمانی ہوگئی ہے اور بدگمانی سے اللہ بچائے‘ اس سے بڑی آگ دنیا میں نہیں دہکائی گئی۔ سورج بھی ٹھنڈا ہے اس آگ کے سامنے اس لیے کہ بدگمانی کا کوئی علاج نہیں۔“ مانو آپا نے سرے پھٹ پڑی تھیں اور یہ سنتے ہی مشہود نے بھی اپنے حواس کھو دیے تھے۔

”زندہ بچ کر آ گیا ہوں‘ حیرت ہے کہ کیسے زندہ بچ کر آ گیا۔ اس بہن کی خاطر میں نے اپنی زندگی داؤ پر لگائی ورنہ جن لوگوں نے مجھے قید کیا ہوا تھا انہوں نے مجھے جان سے مارنے کی کوشش نہیں کی تھی‘ دو وقت کھانا کو دیتے تھے اور پینے کو پانی بھی مل جاتا تھا۔ میں نے جس بہن کی خاطر اپنی زندگی داؤ پر لگائی لمحوں میں کچھ ہوسکتا تھا میں زمین کے اوپر نظر آ رہا تھا‘ میں زمین کا پیوند بن سکتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مٹی کا ڈھیر بن کر کسی قبر میں اتر سکتا تھا‘

اس بہن کی خاطر میں نے اپنی زندگی کو داؤ پر لگایا جس وقت میں موت کا کھیل کھیل رہا تھا۔ یہاں پر خوشیاں منارہی تھی۔" یہ کہہ کر مشہود نے مانو آپا کا جواب سننے کی زحمت نہیں کی اور دھاڑ سے دروازہ بند کردیا تھا۔ مانو آپا اس کی چیخ پکار پر بات کرنا بھول گئی تھیں اس لیے کہ ان کا دماغ بالکل سن ہورہا تھا۔ حواسات کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ نا کوئی الفاظ سوجھ رہے تھے نہ کوئی مرتب خیال ذہن میں اتر رہا تھا۔ وہ گم صم کیفیت میں پلٹیں تو دانیال کو سامنے کھڑا پایا۔ دانیال نے اندر آتے ہوئے مشہود کی چیخ و پکار سن لی تھی وہ اتنا اونچا بولا تھا کہ دانیال نے اس کا ایک ایک لفظ سنا تھا۔ مانو آپا نے اس کی طرف دیکھا دونوں کی نظریں ملیں۔

"پھوپو آیئے دیر ہورہی ہے۔" اس نے نظریں چرا کر اتنا کہا اور پلٹ گیا۔ وہ بہت تیز چل رہا تھا اور مانو آپا کا ایک ایک قدم یوں اٹھ رہا تھا جیسے انہوں نے کائنات کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا ہوا ہے اور قدم اٹھانا محال ہو۔

❀......❀......❀

دانیال نے کوئی خطرہ مول لیے بغیر قریب ترین ہسپتال میں پیاری کو پہنچادیا تھا۔ اس نے اتنی تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کی تھی کہ سعدیہ اور مانو آپا اس کی کار کی تیز رفتاری سے پریشان ہوکر بس اس کی طرف تکتی رہی تھیں۔ بات کرنے کا یارانہ تھا' وہ کار کو ایمبولینس کی طرح چلا رہا تھا ہر ایک منٹ کے بعد ہارن دے رہا تھا پانہیں کتنے اوور ٹیک کرتا ہوا منٹوں میں ہسپتال پہنچا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا ہسپتال تھا جو مشہود کے گھر سے تقریباً دس منٹ کے رستے پر تھا' گاڑی منٹوں میں وہاں پہنچ گئی تھی۔ وہ اپنا دروازہ کھول کر کچھ کہے بغیر اندر دوڑ گیا اور کاؤنٹر پر اس نے بے ہوش مریض کی اطلاع دی تھی تاکہ پری میڈیکل اسٹریچر لے کر گاڑی تک آئے اور گاڑی سے اتار کر اسٹریچر پر ڈال کر اندر ایمر جنسی میں پہنچایا جائے۔

دانیال کی بات سن کر کاؤنٹر پر موجود نرس نے بیٹھے بیٹھے گھنٹی بجائی چند سیکنڈ بعد ایک نرس نمودار ہوئی۔ "روبینہ پرویز سے کہو باہر مریض ہے اسٹریچر لے کر جائے۔" انہوں نے فوراً ہی پلٹ کر [illegible] میں تیز تیز چلتا ہوا پہنچا اور اس نے [illegible] کھول دیئے تھے اور بڑی بے چینی سے [illegible] اسٹریچر کے ساتھ آ [illegible] کار سے اتر کر کھڑی ہوئی تھیں۔

"ارے بیٹا...... کیا ہوا؟" مانو آپا نے [illegible] سے پوچھا' سعدیہ گم صم کیفیت میں دانیال کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"جی وہ وارڈ بوائے اسٹریچر لے کر آرہا ہے میں نے بتادیا ہے اندر ایمر جنسی میں۔" دانیال نے کھوئی کھوئی کیفیت میں پیاری کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اسی وقت کھڑ پڑ کی آوازیں آئیں دو وارڈ بوائے اسٹریچر لیے باہر کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے دانیال نے ہاتھ اٹھا کر انہیں اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا دونوں قریب آئے' دانیال نے ان کے ساتھ مل کر پیاری کو اسٹریچر پر لٹایا۔

پیاری کو اسٹریچر پر دیکھتے ہی دونوں وارڈ بوائے اپنے پیشہ وارانہ انداز میں تیز رفتاری کے ساتھ ایمر جنسی کی طرف روانہ ہوئے۔ دانیال ان کے پیچھے پیچھے دوڑا' مانو آپا اور سعدیہ بھی جتنا تیز چل سکتی تھیں دانیال کے پیچھے چل پڑیں۔

❀......❀......❀

دروازہ باہر سے بھی کھلا ہوا تھا اور مشہود نے اسے اندر سے بھی بند نہیں کیا تھا۔ وہ ہر گزرتے لمحے میں اپنی موت کی آہٹیں گن رہا تھا' اس کے حساب میں جو لمحہ لمحہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسے اس وحشی سے رتی برابر بھی کوئی اچھی امید نہیں تھی' اسے اندازہ تھا کہ جب وہ اس کو سامنے پائے گا تو ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اس پر اپنا پستول خالی کردے گا اگر گن ہوئی تو پورا راؤنڈ اس پر خالی کردے گا' کوئی آسرا نہیں کرے گا اس وحشی کے چہرے پر جو وحشتیں بکھری تھیں وہ اس کی درندگی کا اظہار کرنے کے لیے کافی تھیں۔

دماغ قدرے پرسکون ہوا تو بھوک کی شدت نے اسے ادھ موا کردیا' پیٹ میں بل پڑ رہے تھے یوں لگ رہا تھا کہ جیسے وہ کئی دن کے فاقے سے لیکن دور دور تک اسے ایسا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا جس سے اس کے دل کو تقویت پہنچے کہ کچھ کھانے کو مل جائے گا چاہے گھاس اور پتے ہی۔ وہ دن کی روشنی میں اس گھر کو اچھی طرح دیکھ چکا تھا اس کے باہر کسی پودے کا گملا تک نہیں دکھائی دیا تھا جو وہ پتے ہی توڑ کر کھالیتا۔ بھوک اتنی شدید تھی کہ وہ بہت جلدی نقاہت محسوس کرنے لگا۔ ابھی تو دن تھا اس کے بعد رات ہونی تھی' اسے یوں محسوس ہونے لگا کہ اس کی زندگی فی الحال بچ گئی ہے لیکن شاید فاقے کی وجہ سے زندگی کی اس قید سے آزادی حاصل کرلے گا۔

وہ بے ڈھنگ انداز میں بڑے سے پلنگ پر ہاتھ پاؤں ڈالے پڑا تھا اور اللہ سے لو لگائی تھی۔ یارب العالمین اگر میری زندگی باقی ہے تو ضرور تو کوئی راستہ نکالے گا اگر مہلت ہی ختم ہوگئی ہے تو شاید میرا آخری وقت آن پہنچا ہے وہ سوچ رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کے حواس ساتھ چھوڑتے جارہے تھے۔ بس اسے اتنا یاد رہا کہ اس کا ذہن آہستہ آہستہ تاریکیوں کی سمت بڑھ رہا تھا۔

❀......❀......❀

اس کے سیل پر رنگ ہورہی تھی وہ گہرے خیال سے باہر آیا اور ہچکچاتے ہوئے فون اٹھالیا۔ پہلا خیال ذہن میں یہی آیا تھا کہ شاید پیاری کی کوئی خبر دینے کے لیے یا اس کو جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کے لیے کوئی فون کال آرہی ہے لیکن اس نے سیل فون اٹھا کر دیکھا تو اس کے منیجر شبیر احمد کا فون تھا اس نے گہری سانس لے کر کال ریسیو کی۔ شبیر احمد اسے بتارہا تھا کہ کچھ دیر بعد چیف اکاؤنٹنٹ اس کے پاس آئے گا اور تمام متعلقہ فائلیں اس کو دے دی گئی ہیں۔ منیجر نے اس سے انتہائی مختصر سی بات کی تھی' یہ ایک اطلاعی فون تھا اس سے زیادہ اس نے بات بھی کیا کرنا تھی۔ مشہود کو اطلاع کرکے اس نے اپنی طرف سے رابطہ منقطع کردیا تھا۔

مشہود نے سیل فون رکھا اور اپنا ذہن بنانے لگا کہ اسے چیف اکاؤنٹنٹ سے کیا کیا سوال کرنا ہیں اور آئندہ کے لیے اسے کیا ہدایات دینا ہیں لیکن فوراً ہی اسے محسوس ہوگیا کہ اس کا ذہن بالکل بھی کام نہیں کررہا۔ اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا کہ اس نے فیکٹری کے حساب کتاب کب دیکھے تھے ایک عجیب سی بے بسی کی کیفیت تھی' ایک خیال آرہا تھا ایک جارہا تھا۔ وہ پریشان ہوکر سوچنے لگا چیف اکاؤنٹنٹ حسنین علی آ بھی گیا تو وہ اس کے ساتھ کس طرح کام کرپائے گا۔ اس کا ذہن تو بالکل مفلوج ہوچکا ہے' بار بار غم و غصے کی ایک لہر اٹھ رہی ہے جو اس کو بے عمل بنارہی ہے کام کرنے کے لائق نہیں ہے۔ کافی دیر تک اپنے آپ سے الجھنے کے بعد اس نے طے کیا کہ وہ کچھ بھی کرلے کام نہیں کرپائے گا۔

اب اس نے اپنا سیل فون اٹھا کر چیف اکاؤنٹنٹ کا نمبر ڈائل کرنا شروع کیا تاکہ اس وقت کی میٹنگ ملتوی کرے اور اس کو کل آنے کا بولے' نمبر ڈائل کرکے اس نے سیل فون کان سے لگایا رنگ جارہی تھی' مشہود کے انداز میں بے چینی تھی۔ عجلت کا تاثر تھا' جیسے اسے یہ ضروری کال کرنا بھی بہت مجبوری کا سودا لگ رہا ہو۔ دوسری طرف کال ریسیو ہوگئی تھی' حسنین علی کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

''جی سر...... السلام علیکم!''

''وسلام' حسنین...... سوری میری طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے' آج میٹنگ نہیں ہوسکتی۔ کل آپ سیکنڈ ہاف میں گھر آجائیں' تھینک یو۔'' یہ کہہ کر اس نے حسنین کی طرف سے جواب سننے کا بھی انتظار نہیں کیا اور سیل آف کردیا' پھینکنے کے انداز میں سیل ایک طرف ڈال کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑلیا' جیسے چکرا رہے ہوں۔

❀......❀......❀

ایمرجنسی ٹریٹ منٹ کے تقریباً دس منٹ کے اندر اندر پیاری ہوش میں آگئی تھی۔ آنکھ کھولتے ہی اسے دانیال کا چہرہ نظر آیا جو بہت بے قراری سے پیاری کے ہوش میں آنے کا انتظار کررہا تھا۔ پیاری کو آنکھیں کھولتا

پاکر ایک عالمی وارفتگی میں اس پر جھک گیا اور بہت نرمی سے اس کے گال چھوئے۔

”کیسی طبیعت ہے پیاری؟“ دانیال کی مدھم آواز ماحول میں ابھری تو پیاری مکمل حواسوں میں آ گئی۔

چند ثانیے خالی خالی نگاہوں سے دانیال کی طرف دیکھتی رہی پھر سب کچھ یاد آ گیا اور خود کے ہسپتال میں نظر آنے کی وجہ بھی آنکھ کھلتے ہی غم بھی جاگ پڑی وہ آنسو روکنے کی پوری کوشش کر رہی تھی مگر موت، زندگی اور آنسوؤں پر کسی کا اختیار نہیں، آنسو آنکھوں کے گوشوں سے گر کر تکیے میں جذب ہونے لگے تھے۔

دانیال کے دل کو کچھ ہوا اس نے بے اختیاری کی کیفیت میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”سب ٹھیک ہو جائے گا پیاری...... ہمت سے کام لو ہر وقت اچھا نہیں ہوتا۔ مشکل وقت بھی گزرنے کے لیے ہی آتا ہے۔“ وہ بہت اپنائیت و دل سوزی سے سمجھا رہا تھا۔

”بھائی گھر میں بالکل اکیلے ہیں۔“ یہ کہتے ہی پیاری بلک بلک کر رو پڑی۔

”ایکسکیوزمی...... پلیز پیشنٹ کا خیال کریں۔“ ایک نرس اچانک نمودار ہو کر برسنے کے انداز میں مخاطب ہوئی غالباً اس نے پیاری کے آنسو دیکھ لیے تھے دانیال چونک کر پلٹا۔

بھاری بھرکم ریٹائرمنٹ سے قریب ترین کرخت چہرے والی نرس بڑی خفگی سے دانیال کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”یہ شدید اسٹریس کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھیں، آپ ان سے ایسی باتیں نہ کریں جس سے ان کے ذہن پر بوجھ ہو۔“

”میں تو اس سے بہت اچھی اچھی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کیا ہمیں گھر جانے کی اجازت ہے۔“ دانیال نے اپنی عزت بچانے کے چکر میں بداخلاق نرس سے بڑی خوش اخلاقی سے بات کی۔

”جی، آپ لے جا سکتے ہیں ان کو اور کوئی تکلیف نہیں۔ بی پی بہت لو تھا اب نارمل ہے دن میں ایک بار دودھ میں کافی ڈال کر پلا دیں، بی پی مینٹین رہے گا۔“ نرس مشینی انداز میں بولتی باہر نکل گئی۔

دانیال نے پیاری کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اٹھنے میں مدد دے سکے، پیاری نے بھیگی آنکھوں سے دانیال کا بڑھا ہوا ہاتھ دیکھا۔ قدرے سوچا پھر آہستگی اور بے بسی سے اپنا ہاتھ دانیال کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ دانیال نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا اور دوسرے ہاتھ سے اسے اٹھنے میں مدد دی۔ وہ پیاری کو بازو کے گھیرے میں سہارا دے کر باہر آیا تو مانو آپا اور سعدیہ بے چینی سے دونوں کا انتظار کر رہی تھیں۔

دانیال کے وجود کی گرمی سے پیاری کے وجود میں زندگی کا احساس اترنے لگا۔ پہلی بار اسے ادراک ہوا کہ مشکل گھڑی میں کسی چارہ ساز کی قربت قدرت کا کتنا بڑا انعام ہوتی ہے۔

”یا اللہ تیرا شکر ہے۔“ مانو آپا نے سعدیہ سے پہلے قدم بڑھائے اور پیاری کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی چوم لی۔

”اسے تو اس کے بھائی کو واپس کرنا تھا، یہ تو گلے ہی پڑ گئی ہے۔“ سعدیہ سوچ رہی تھیں۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ریشم کی زنجیر

سیمابنت سر

پیار کی روشنی نہیں ملتی
ان مکانوں میں، ان مکینوں میں
وہ محبت نہیں رہی جالبؔ
ہم صفیروں میں، ہم نشینوں میں

نورالصبح دیر سے سر نیہواڑے بیٹھی سوچ رہی تھیں کہ غلطی ان سے کہاں ہوئی۔ اپنی نوعمر بیٹی سنبل کو بیاہ کر یا صولت آپا کے لائق و فائق بیٹے جشید منیر کا پروپوزل منظور کرکے......

سال بھر پہلے ہی کی تو بات تھی نورالصبح نے سنبل کو بیاہا تو سوچا بھی نہ تھا کہ چار قدم پر بیاہ کر بھی بیٹی کی صورت کو ترس جائیں گی، دنیا انہیں سو سو نام دھرے گی وہ الگ۔ وہ اور وقت تھا جب ان کی سمدھن صولت آپا نے ہزار وعدوں کے ساتھ ایک وعدہ یہ بھی کیا تھا کہ وہ سنبل کو بیٹی بنا کے رکھیں گی۔ اس پر کوئی پابندی نہ ہوگی، وہ جب چاہے گی میکے آئے گی، جائے گی۔ اس وقت وہ سنبل کی ہر ہر ادا پر واری صدقے جاتی تھیں تب نورالصبح کے فرشتوں کو بھی کیا خبر تھی کہ صولت نے اپنی بیٹیاں بیاہنے کے لیے جمشید کے سر میں دھوپ اتار دی تھی۔ تین بیٹیاں بیاہی جا چکی تھیں ایک باقی تھی۔ اپنے فرائض بھگتانے میں جمشید کی عمر نکل گئی تھی، اب وہ اس کے لیے معصوم الہڑ دوشیزہ کی تلاش میں تھیں کہ جمشید کو وقت کھونے کا پچھتاوا نہ ہو۔

اللہ بھلا کرے نورالصبح کی نند منی بیگم کا جنہوں نے اپنے بھائی، سنبل کے ابو نورالحسن کو کیا کیا نہ سبز باغ دکھائے تھے کہ نورالحسن کی آنکھوں پر پٹی بندھ گئی۔ جمشید اعلیٰ عہدے پر، سر ملک سے باہر، باہر کی کمائی گھر بھر میں چمکتی ہے۔ ایک بیٹی لندن میں بیاہی ہے، بس ایک بڑھیا کا دم ہے جو دل کی مریض آج مری کل دوسرا دن۔ بیٹیاں ساری اپنے گھروں کی ہیں، ایک رہ گئی وہ بھی اچھی شکل و صورت کی ہے جلد ٹھکانے لگے گی، اپنی سنبل کا راج ہوگا۔

اگرچہ صولت کو بڑھیا کہنا ناانصافی تھی، خاصی ماڈرن لک تھی۔ ٹپ ٹاپ سے رہتیں، کروفر سے چلتیں اور اپنی ہی من مانی کیا کرتیں۔ شاید اسی لیے ان کے تھل تھل کرتے بھاری بھرکم منجھلے داماد جمیل نے نورالحسن سے کہا تھا۔

''ساری باتیں ٹھیک ہیں لیکن یہ ہماری ساس صاحبہ ضدی ہٹیلی بہت ہیں۔ یہ جس چیز پر ہاتھ رکھ دیں اسے ہر قیمت پر حاصل کرکے رہتی ہیں اور جس بات پر اڑ جائیں اس سے ہٹتی بھی نہیں ہیں۔''

اور اتنا تو نورالحسن بھی جانتے تھے کہ جمیل نے آگ

نہیں لگائی تھی بس اپنی جھونک میں ایک بات کہہ گیا تھا یا پھر ان کی فطرت کی ایک جھلک دکھائی تھی مگر اب چڑیاں کھیت چگ چکی تھیں۔ گھر میں سانجھے کی ہما ہمی تھی' خود نورالحسن کا دماغ کئی جگہ اٹکا ہوا تھا' فرصت ہی کہاں تھی کہ وہ جمیل کی بات پر کان دھرتے یا اس کی گہرائی جانچنے میں سر کھپاتے اور جمیل کی یہ بات سو فیصد درست ثابت ہو رہی تھی۔

جمشید کے لیے دلہن تلاشنے میں انہوں نے گویا کنوؤں میں بانس ڈلوا رکھے تھے اور سنبل انہیں بھا گئی تھی۔ وہ تھی ہی ایسی نازک کامنی سی' نویں کے امتحان کے بعد کچھ شارٹ کورسز میں سر کھپا رہی تھی۔ اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو اس کی شادی کا تو دور دور تک کوئی ذکر ہی نہ تھا' خود سنبل کے بڑے دور تک کے ارادے تھے۔ جمشید کی تصویر سامنے آئی تو لوگوں نے دبے اور کھلے لفظوں میں عمر کی زیادتی کو نشانہ بنایا تھا۔

"اس بندے کا شناختی کارڈ تو بہت پرانا ہے۔" کئی ایک ہنسی میں کہہ گئے۔ آدھے کا فرق تھا مگر منی آپا نے صولت وا س کے گھرانے اور جمشید کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تھے۔ مردوں کی فطرت کے عین مطابق نورالحسن اپنے کانوں سے کم ہی سنتے اور اپنی آنکھوں سے کم ہی دیکھتے چلے آئے تھے۔ انہیں منی آپا کی ہر بات مدات نظر آ رہی تھی ان کے سامنے تین بیٹیاں اور تھیں۔ سب سے بڑھ کر بقیہ بچیوں کے مستقبل کی تابنا کی نظر آ رہی تھی۔

بڑی بیٹی اعلیٰ و اچھے گھرانے میں بیاہی گئی تو بقیہ کے لیے بھی بڑے بڑے گھرانوں میں راستے کھلیں گے۔ یہ بھی منی آپا کا دکھایا ہوا خواب تھا' نورالحسن نے یہ کہہ کر سب کا منہ بند کر دیا تھا کہ منی آپا میری بہن ہیں' میرا یا میری اولاد کا برا کیونکر چاہیں گی۔ اس وقت نورالحسن کو کون سمجھاتا کہ صولت ایک افلاطون تھیں قصداً ایک عام نچلے گھرانے کی لڑکی تلاش کی جو دب کر رہے۔ کچھ وہ پیسے کی چھب دکھا کر منہ بند کیا کرتی تھیں۔ گھرانا غریب مگر

شریف ہو تو منہ کو نہیں آئے گا' لڑکی کم عمر ہوگی تو جیسا موڑیں گے' مڑ جائے گی۔ خوب صورت ہوگی تو بیٹا ماں کے گن گائے گا' جمشید ان کا کماؤ پوت تھا جسے انتہائی فنکاری سے انہوں نے مٹھی میں کس رکھا تھا۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو پورے دس ماہ یہ منگنی رہی تھی اور یہ دس ماہ کا عرصہ جیسے کوئی خوب صورت خواب دیکھتے گزرا تھا۔

صولت آپا کو کیا کہیے' چاؤ چونچلے جن پر ختم تھے یہ وہ وقت تھا جب وہ سنبل کے واری صدقے جاتیں۔

"ایک بار میری بیٹی میرے گھر آ جائے پھر دیکھنا ہل کے پانی بھی نہ پینے دوں گی۔ رانی بنا کر رکھوں گی' شہزادیوں کی طرح راج کرے گی راج۔"

سنبل کا جنم دن آیا تو بیٹیوں کو لے کر تحائف اور سالگرہ کے سامان کے ساتھ دھاوا بول دیا۔ صرف اسی پر بس نہیں تھا وہ جب آتیں اسے لاڈ کر جاتیں' کبھی سونے کی انگوٹھی پہنا دیتیں' کبھی پاؤ کی پازیبیں۔ گرمیوں میں لان کے جوڑے اعلیٰ درجہ کا موبائل فون۔ کبھی وہ انتہائی لاڈ و چاؤ کے ساتھ جگر جگر کرتی چوڑیوں کی شاپ پہ لے جا کر کھڑا کر دیتیں کہ ہاتھ بھر بھر کر چوڑیاں پہنو۔ اسی دریا دلی پر وہ تو دیکھنے والے بھی واہ واہ کرتے۔ ایسا تخی سمدھیانہ کبھی دیکھا نہ سنا' اب یہ تو کوئی نورالصبح کے دل سے پوچھتا کہ صولت کا مزاج کیسے پرت در پرت کھلا تھا' انہوں نے جس طرح صولت کو بھگتا یا بھگت رہی تھیں یہ ان ہی کا دم خم تھا۔ ان کے اندر کو پا جاتیں' یا ان کے بس میں ہوتا تو ان کی سات پشتوں میں رشتہ دینے سے کانوں کو ہاتھ لگاتیں۔

صولت آپا کے مزاج' الامان الحفیظ اور پیاز کی پرتوں کی طرح تہہ در تہہ کھلتی ان کی فطرت' مانو ان کا کلیجہ پھونک کر رکھ دیا تھا۔ عجیب دھوپ چھاؤں سا مزاج پایا تھا۔ پل بھر میں نظریں بدلتیں کہ ان کا دل' ان کی تیوریوں کے بل گنتے ہی لرزنے لگتا۔ منٹوں میں واری صدقے جاتیں اور اگلے ہی پل گرگٹ کی طرح رنگ بدلتیں۔ منگنی کے بعد تو سنبل جیسے ان کی جاگیر بن گئی تھی۔

"ہمارے ہاں چولہا چکی بہو سنبھالتی ہے۔" یہ ایک

خاموش تنبیہ تھی اور نورالصبح نے کھٹ اسے کچن ٹریننگ پر ڈال دیا تھا وہ اسی طرح اپنی ہی منوالی تھیں۔ رشتہ پکا کرنے کی دیر تھی صولت اسی عید کے چاند شادی پر اَڑگئی تو اَڑی ہی رہیں۔

"دور کے ڈھول سہانے" کچھ عرصہ رشتہ رکھو دیکھو پرکھو۔ ابھی اپنی سنبل کی عمر ہی کیا ہے" کتنا عجلی بہن نے لاکھ سمجھایا تھا مگر نورالحسن کے دماغ کو یہی لگی کہ انہیں ایک ہی بیٹی نہیں بیاہنی ہے' کچھ منی آپا کے دکھائے خواب دلکش تھے وہ اس گمان میں تھے کہ ان کی بیٹی لاکھوں میں کھیلے گی اور گزرتے وقت کے ساتھ دوسری بیٹیوں کے لیے بھی کھٹا کھٹ دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔

مگر اس کا کیا کیا جائے کہ انسان جو سوچتا ہے وہ ہوتا نہیں۔ ہوتا وہ ہے جو مقدر میں درج ہوتا ہے اور اسے قسمت کا کھوٹا پن نہیں تو اور کیا کہیے کہ صولت کی روش ان کے لیے چمکتی ہوئی ریت ثابت ہو رہی تھی۔ سال بھر میں گھر بھرنے وہ پینترے بدلے تھے کہ نورالصبح ہنوز انگشت بدنداں تھیں۔ رشتہ طے پانے سے اب تک انہوں نے صولت کے دھوپ چھاؤں سے مزاج کے ہزار رنگ دیکھے تھے مگر ان کا ہٹیلا پن یکساں تھا۔ لاکھ عذر تراشنے پر بھی صولت اسی عید کے چاند شادی کی ضد سے نہ ہٹی تھیں۔ یہاں تک کہ نورالحسن کو تاریخ دینی ہی پڑی تھی' یہ اور بات کہ اس مختصر عرصہ میں شادی بھگتانے کے لیے انہیں اور نورالصبح کو کیا کیا نہ جتن کرنے پڑے تھے۔

اس کے باوجود وہ قرض دار ہو گئے تھے' سنبل کو حیثیت سے بڑھ کر جہیز دیا' ان کے سامنے تین بیٹیاں اور تھیں' بڑی بیٹی شان سے بیاہی تو دوسروں کے دروازے کھلتے۔ یہ بھی منی آپا کی پڑھائی پٹی تھی' جو ان کے دل کو لگی۔ ہاتھی پالو تو دروازے اونچے رکھنے پڑتے ہیں اور یہ کہ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے اور کیا کہیے صولت کے دوغلے پن کے کہ انہوں نے پھر رنگ بدلا تھا۔

"آپ نے ناحق اتنی تکلیف کی' میں نے ہزار بار کہا کہ بس میری بیٹی میری جھولی میں ڈال دیں۔" مگر یہ

ریلیکس جہیز وصول کرنے کے بعد کے تحت گھر کی اوپری منزل پر خیر سے جدید طرز کے دو کمرے دلہن کے لیے تیار کروائے تھے۔

"بس اب فرنیچر بک نہ کروائیے فرنیچر ہم خود دلوائیں گے" عادت کے مطابق نہ نہ کرتے بھی زیر بار کر کے ان کو ... کمرہ بند کروا لیا تھا۔

دس ماہ کی منگنی میں ان کی امارت کا خوب ڈھنڈورا پٹ چکا تھا۔ بری تھی تو دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ یہاں سے وہاں تک ایک سے ایک اعلیٰ بڑھیا ملبوسات و زیورات جگمگا رہے تھے۔ لندن والی نند نے وہاں سے وہ شاپنگ کر کے بھیجی کہ دیکھنے والے اش اش کر اٹھے۔ سسر دبئی میں تھے آتے جاتے رہے۔ بری کے بیگز' جوتے اور عبایا کی شاپنگ وہیں کی رہی۔ جمشید اور اس کے گھر والوں کی امارت و دریا دلی کے خوب ہی چرچے ہوئے۔

نورالحسن کی سات پشتوں میں کوئی لڑکی اتنے بڑے گھر میں نہیں بیاہی گئی تھی۔ اب یہ تو کوئی نورالصبح کے دل سے پوچھتا کہ بیٹی کو ان کے شایان شان بیاہنے کے لیے انہیں کیا کچھ نہ کرنا پڑا تھا پھر بھی وہ جلی ہی رہی تھیں۔ صولت آپا کا مہر لاکھ ملا دو رتھا۔ کئی دنوں تک سنبل کی شادی کا چرچا رہا' فائیو اسٹار ہوٹل میں ولیمہ ہونے میں کھانے اور جتنوں ذائقے کے تو پان تھے تو زیادہ ہی دو کرائی گئی۔

"واہ بھئی واہ ...... مزے آ گئے نورالحسن کے تو" کیا اعلیٰ سمدھیانہ پایا ہے۔ کیا کہنے ...... بہت خوب۔"

صولت کی اسی دریا دلی کے سبب رشتہ داروں میں بھی منگنی کے دوران جو شادیاں پڑی تھیں' بڑھ چڑھ کر انہیں بلایا تھا کہ سب سے بھاری لفافہ ان کا ہوتا تھا مگر صولت کی شرکت کا اصل مقصد نورالصبح اور نورالحسن کے خاندانی رسم و رواج پر نظر ڈالنا ہوتا تھا سو شادی کے وقت سو عذر حاضر تھے۔

ہمارے ہاں یہ نہیں ہوتا' ہمارے ہاں وہ نہیں ہوتا انہیں ہر معاملے میں اپنی چلانے اور اپنی بات اوپر رکھنے کی عادت تھی کہ اب رشتہ لیتے وقت کی انکساری ختم ہوئی۔ اب

سمدھیانہ ان کی مٹھی میں تھا اور یہ سارا کروفر اسی سبب تھا کہ اول اول ہی سمدھیانہ کو دبالیا جائے۔

☆☆☆......☆☆☆

وہ بارات والا ہی دن تھا جب سنبل پارلر سے لوٹ کر کزنز اور سہیلیوں کے جلو میں اسٹیج تک پہنچی۔ مانو دور دور تک اجالا بکھر گیا' سنبل کا دمکتا جگمگاتا رنگ و روپ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ کر گیا۔ باراتی عورتوں میں یہاں سے وہاں تک سرگوشیاں پھیلتی چلی گئیں۔

"واہ! کیا خوب قسمت ہے' اچھی بھلی عمر کے بیٹے کے لیے کیسی گڑیا جیسی بہو تلاشی ہے صولت نے۔"

"اے بی بی...... جانے دو' خاندان میں صولت کو لڑکی نہیں جڑتی کیا۔"

"اب ایسی آسمان سے اتری حور خاندان میں کہاں؟"

"ارے رہنے بھی دو' فلانی تو حور شمائل تھی مگر صولت اور اس کی اولاد کے مزاج کم ہیں کیا۔ یوں کہو خاندان والیاں ایسی دب کر رہنے والی نہیں ہوتی ہیں۔ سب کچے چٹھے کھلے ہوتے ہیں تو کبھی نہ کبھی سر اٹھا ہی لیتی ہیں۔ اینٹ کا جواب پتھر سے مل ہی جاتا ہے۔ یہ جس دل جلی کا بھی تبصرہ تھا' سچ ہی تھا صولت کے اپنے خاندان میں لڑکیوں کی کمی نہ تھی۔ اپنے خاندان سے ہٹ کر بھی جمشید جیسے کماؤ اور نیک بیٹے کے لیے وہ جہاں منہ مارتیں ناکام نہ لوٹتیں مگر صولت کے مزاج سے کون آشنا نہ تھا' انہیں دوسروں کو دبانے کا فن آتا تھا اور ان کا کروفر اللہ بچائے۔ نکاح ہوتے ہی انہوں نے سنبل کو جالیا۔

"اب یہ دلہن میری ہوگئی۔" مانو اپنے استحقاق و اختیارات کی مہر لگادی تھی اور یہی استحقاق و اختیار جمانے کو انہوں نے بازو سے پکڑ کر اسے اسٹیج پر کھڑا کردیا اور اسے تھامے جمشید والے اسٹیج کی طرف چلیں۔

"آنٹی...... ارے...... یہ کیا کرنے چلی ہیں' ارے بھئی ٹھہریں۔" کئی خواتین بڑی بوڑھیاں مگر وہ اسی استحقاق و کروفر سے اسے لیے بڑھیں۔ سنبل کسی چابی کی گڑیا کی طرح ان کے ساتھ چلتی چلی گئی تھی۔ وہ جمشید کے اسٹیج پر ہی جا کر تھمی تھیں۔

"چلو بھئی جمشید! اٹھو اپنی دلہن کا استقبال کرو۔" اور سب ہی نے دیکھا جمشید نے کسی معمول کی طرح اٹھ کر تعمیل کی تھی اور بے چاری نو لکھے دوسروں کو تاویلیں ہی دیتی رہ گئی تھیں۔ اسٹیج ٹوٹا ہوا تھا' مووی اس طرف اچھی رہے گی تا یہ وہ...... اور پھر اس استحقاق کی گاڑی بہت دور تک چلی۔

سنبل نے ان کے پڑھائے شوہر و سسرال پرستی کے سبق پر اپنا آپ مٹا دیا تھا مگر میکے کے لیے لاحاصل ہوگئی تھی۔ اولاً ہر کوئی اس کی بابت پوچھتا' تو کہتا تب اس کی آمد خاص مواقع کے لیے مخصوص تھی۔ وہ بھی صولت و جمشید یا کسی دم چھلے کی کڑی نگرانی میں صرف چند گھنٹوں کے لیے ایک آدھ بار دبے لفظوں میں صولت کو جتانا بھی چاہا' وہ ان کا نہیں تو دنیا کا ہی خیال کرلیں سب پوچھتے ہیں۔

"کیوں' سنبل کوئی اداکارہ' گلوکارہ ہے جو سب پوچھتے ہیں۔" صولت نے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر کر کہا تھا۔

وہ شادی کے اولین دن تھے' انہوں نے بیٹی کی قدر و قیمت واضح کرنا چاہی تھی' صولت برامان گئیں۔ انہوں نے بھی آئندہ کے لیے کان پکڑے' سنبل کو بھی یہی سبق پڑھایا تھا کہ ان کے رنگ میں رنگ جانا ہے' وہ جیسا کہیں' جیسا چاہیں کہ خود اپنی زندگی سسرال پرستی میں رگڑی گئی تھی۔ اب انہوں نے بیٹی کو زبان بندی و سسرال پرستی کا درس دیا تو کیا برا کیا اور اس کا یہ مطلب کہاں سے نکلتا تھا کہ وہ خود بھی بیٹی کی صورت کو ترس جائیں۔ سنبل صرف خدمت و اطاعت کے نام پر اپنا آپ مٹا کر رکھ دے۔ وہ ماں تھیں ان کے لیے اس کے آزار نادیدہ نہ تھے' وہ نہ بھی کہتی تو وہ خود آشنا تھیں مگر کہیں تو کیا کہیں اور کس سے کہیں۔ لوگوں کو سونے کا نوالہ نظر آتا تھا' آنکھ کے آنسو' دل کا آزار کہہ سن بھی لیا جاتا تو کیا حاصل تھا' دنیا رو کے بنے ہنس کے اڑائے۔

انہیں سنبل کے نصیب سے بڑھ کر صولت سے شکوہ

تھا‘ بھلا کوئی یوں بھی بدلتا ہے۔

❁............❁............❁

اور وہ جو کہتے ہیں روپ کی روئیں کرم کی کھائیں تو سنبل کے معاملہ میں یہ بات صد فیصد درست ثابت ہوئی تھی کہ اس کے سارے دل خوش کن خواب ایک ایک کرکے ٹوٹتے چلے گئے تھے۔ یہ شادی کے اولین دنوں کی بات تھی‘ نئی نویلی دلہن کے چاؤ چونچلے تھے جب ساس صاحبہ اپنی رانی کو سجا سنوار کے اپنے سامنے بٹھائے رکھتیں۔ مانو ان کی جان اس میں ہی اٹکی رہتی‘ ذرا نظروں سے اوجھل ہوتی ان کی سانسیں رکنے لگتیں۔ ابھی دعوتوں اور مبارک باد کا سلسلہ چل ہی رہا تھا‘ منجھلی نند عالیہ نے شاندار ہوٹل میں دعوت کی اور پھر ایسی کئی دعوتوں کا سلسلہ رشتہ داروں میں چلا اور صولت کہتیں۔ یہ سب ان کے دیے کا پھیلاؤ ہے دیگر جو شریک نہ ہوسکے‘ معذرتیں‘ تاویلیں اور سلامیاں۔ انہوں نے بھی تو آخر لوگوں کو دیا ہی تھا اور ساس کے یہ جتانے کی دیر تھی سنبل کی تمام سلامیاں ازخود ان کی کھیسے میں منتقل ہوگئیں۔

ولیمے کی سلامی کے پیسے جمشید نے یہاں وہاں کے خرچے بتا کر نکلوالیے تھے۔ زیورات ساس صاحبہ کی تحویل میں تھے‘ خدا جھوٹ نہ بلوائے تو منگنی کے دوران ہی پاؤ بھر سونا ہوگیا تھا۔ جو نور اصبح کے فرمان کے مطابق ولیمے کے اگلے ہی روز اس نے ساس کے ہاتھ پر لا دھرا تھا نتیجتاً سلامی کے تیرہ سیٹ بھی ان کی ”محفوظ پناہ گاہ“ میں چلے گئے تھے۔

”دلہن کے کمرے میں آنا جانا لگا ہے‘ کچھ اِدھر اُدھر نہ ہوجائے۔“ البتہ نظر بد سے بچنے کو سیاہ کرسٹل کے موتیوں کی چین لا کردی۔ سلامی کا سب سے ہلکا سیٹ ہر وقت پہننے کے لیے بخشا‘ بالیاں‘ چین‘ لاکٹ‘ انگوٹھی اسے ضرورت بھی نہ تھی‘ سب ہی کچھ تو میسر تھا۔

یہیں آکر پتا چلا کہ پیسے کی سہولت وفراغت کیا ہوتی ہے دھنا دھن پانی چلتا۔ بجلی ایک پل کو نہ جاتی ورنہ جنریٹر یو پی ایس سب کچھ تھا مگر کچھ گلوں کے ساتھ خار بھی ہوتے

ہیں۔ جو گزرتے وقت کے ساتھ روح میں پیوست ہوتے چلے گئے۔

ولیمہ کو دو چار روز گزرے تھے جب دلہن کی وارڈ روب سجانے کے بہانے جہیز کے بکسے کھلے، پہناؤنیوں کے جوڑے گہنے، سہواً لندن والی نند خارج نکلی اور بس یہیں سے گڑبڑ شروع ہوئی۔ ساس کو اختلاج کا دورہ پڑا، پسینے میں نہا گئیں اور لمبی پڑ گئیں پھر وہ بات بھی جو سنبل نے ہمیشہ کے لیے پلو سے باندھ لی۔

یہ بات بہت بعد میں پتا چلی کہ سنبل کی سسرال میں اس کی بیاہی نندوں کا راج چلتا تھا۔ جمیعہ ماں کی مٹھی میں تھا اور ساس نندوں کی شیدائی، شاید اسی لیے پہناؤنی کا جوڑا کم پڑنے پر ہی ساس نے الٹی میٹم دے دیا تھا۔

"دلہن...... میری بیٹیوں کو مجھ سے بڑھ کر سمجھنا۔"

شاید یہ سبق انہیں نوراصبح کے گھر میں بیاہی نندوں کی قدر وقیمت دیکھ کر پڑھانا پڑا تھا، اب نندوں نے نوراصبح کے ساتھ جو کچھ بھی کیا، وہ ایک لگ کہانی تھی پھر اتنی گہرائی میں ڈوب کر کون دیکھتا ہے۔ دنیا تو بس ظاہریت پر مرتی ہے۔

یہ بھی خوب ہی تھا کہ وہاں پر اچھی امید آنے والی پر رکھ چھوڑی تھی۔ شاید اسی لیے سنبل کی دلہناپے کی مہندی اترتے ہی ساس نے یہ بات کان میں ڈال دی تھی کہ سب سے آخری والی نند سامعہ کی شادی بھی تم ہی نے کروانی ہے آخر کو بڑی بھاوج ہو۔

سامعہ بی ایس سی کر رہی تھی، سنبل سے اس کی عمر میں انیس بیس کا فرق تھا۔ سب سے بڑی نند شاہین کی بیٹی اس کے برابر تھی مگر اس کا رشتہ ان سب سے بڑا تھا، دوسری نند نگہت لندن میں تھی جب بھی آتی اس کا پڑاؤ میکے میں رہتا۔ گھر کے دو کمرے اس کے جہیز سے ٹھسا ٹھس بھرے پڑے تھے۔ اس کی آئے روز کی کالز کے سبب موبائل صولت کے سرہانے ہی رہتا تھا۔ وہ ایک ہی کال میں گھرانے کا احوال اور فرمائشیں اس کے کانوں میں اتار دیا کرتیں اور پھر نگہت کی پڑھائی پٹیاں بڑی جاندار ہوتیں، صولت اس سے ایک انچ نہ سرکتیں۔ وہ وہیں سے بیٹھی ان کی ڈور ہلاتی، اتنی دور بیٹھ کے بھی صولت کے سر پر سوار رہتی۔ آخر کو ان کی سب سے مال دار بیٹی تھی، شاہین کا تو سراغ ہی نہ ملتا تھا۔ سنا تھا پہلی بار کسی دشمن کی لگائی آگ کے سبب گھر برباد ہوا تھا، اب وہ کسی کو اپنے گھر کا راستہ تک نہ بتاتی۔ یہ اور بات کہ گھر کے ہر معاملہ میں سیاہ سفید کا اختیار اسی کے ہاتھ میں تھا۔ ہر اڑی بھڑی میں پہلی پکار اسی کی پڑتی، وہ بھی دوڑی دوڑی آتی اور جو سر صولت کے کانوں میں پھونکتی وہ اسی پر چلتیں۔

اگلی عالیہ کا سسرال چار قدم پر تھا، اس کا ناشتا سسرال میں ہوتا تو لنچ میکہ میں، اسے مٹاپے نے ناکارہ کر رکھا تھا۔ چلتا پھرتا گوشت کا پہاڑ صولت کو اس کے دم سے بڑا سہارا تھا۔ ہر اچھی بری بات سب سے پہلے اس کے کانوں میں انڈیلی جاتی۔ وہ زبان کی تیز، منہ پر کھری کھری سناتیں مگر گانٹھ کی پوری تھی۔ آندھی ہو یا طوفان، اس کا ٹھکانہ سرکتا۔ اس کے گھر میں ماچس بھی ختم ہو جاتی تو ڈبیہ میکے سے لے کر جاتی۔ دو بچے قریبی اسکول میں داخل تھے، صبح سامعہ کالج جاتی تو انہیں بھی تیار کر کے بھیج دیتی۔

اب تک کا عرصہ سنبل کو یہ سمجھانے کے لیے کافی رہا کہ گھر میں صولت کے بعد اس کی چاروں نندوں کی گوٹی اوپر ہے۔ اس کا نمبر جانے کہاں جا کے پڑتا تھا۔

وہ کچھ دن گزار کر ہنی مون کی تیاری میں تھے کہ لندن والی نند کی آمد ہوئی۔ نگہت ماں بھائی سے لپٹ کر آٹھ آٹھ آنسو روئی، اس کے ارمان جھلس کر رہ گئے تھے۔ اکلوتے بھائی کی شادی میں شرکت نہ کر سکنے کا دکھ۔ اب کیسا ہنی مون اور کاہے کا ہنی مون، ساس نے اگلے ہی دن خاندان کے بزرگوں کی فاتحہ پڑھوا کر دلہن سے کھیر پکوالی۔ یہ تقریب بیٹی کی خاطر تھی جو بے چاری چہیتے بھائی کی شادی میں چھٹی نہ ملنے کے سبب شرکت نہ کر سکی تھی۔ سنبل نے چولہا چکی سنبھالا تو فرصت اس کے لیے نایاب ہو گئی۔ سنا تھا شادی کے اولین دنوں میں شوہر نئی نویلی دلہن کے بڑے چاؤ چونچلے اٹھاتے ہیں مگر جمشید کا مزاج عجیب لیے دیئے سا تھا۔ سنبل کو محبت کے میٹھے بولوں کا انتظار تھا

مگر...... گر بہ کشتن روز اول والی بات رہی۔

یہ ان ہی دنوں کی بات تھی۔ ابھی دعوتوں کا سلسلہ چل ہی رہا تھا، سنبل کسی دعوت کی تیاری کی غرض سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے لمبے گھنیرے بال سلجھا رہی تھی۔ تیز فیروزی اور آتشی گلابی امتزاج کا مدار سوٹ پر ہم رنگ آرگنزا کا جھلملاتا دوپٹہ سامعہ نے خاصی جی جان سے اسے تیار کر کے پھر مرچیں واری تھیں اور کسی پکار پر لپکی گئی تھی۔ جمشید کمرے میں وارد ہوا تو سنبل کا خیال تھا کہ اس کے مبہوت کر دینے والے حسن کی توصیف میں ایک آدھ جملہ تو سننے کو مل ہی جائے گا مگر اس کے پلٹتے ہی جمشید کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے تھے۔

''اُف اتنا ہیوی میک اپ۔'' وہ نئی نویلی دلہن تھی پھر یہ بھاری بھرکم تیاری اس پر جچ بھی رہی تھی مگر ابھی شادی کو دن ہی کتنے گزرے تھے۔ جمشید کے مزاج تک اس کی دسترس ہی کہاں تھی، وہ اس خیال میں رہی کہ جمشید نے یہ بات مذاقاً کہی ہے۔

''پلیز فوری طور پر یہ میک اپ کم کرو، مجھے وحشت ہو رہی ہے۔'' اس بار وہ ناقابل برداشت انداز میں کہتے ہوئے آنکھوں پہ بازو رکھ کر بیڈ پر دراز ہو گیا۔

''اور اگر نہ کروں تو......؟'' اس کے قریب بیٹھ کر لہکتے مہکتے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے جمشید کی آنکھوں سے بازو ہٹانے کی کوشش کی تھی مگر جمشید کے چہرے پر شدید غصے کے تاثرات ابھرے تھے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا اور اسے ہکا بکا سا چھوڑ کر تیزی سے کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا پھر کار میں بیٹھ کر کسی بچے سے اسے بلوایا اور آندھی طوفان کی طرح گاڑی دوڑاتے ہوئے اسے میکے کے دروازے پر چھوڑ گیا تھا۔ ادھر اس کا اجڑا بکھرا حلیہ دیکھ کر نورالصبح کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ ابھی شادی کو دن ہی کتنے گزرے تھے، بیٹی میکے آ کر بیٹھے گی تو کتنی جگ ہنسائی ہو گی اور پھر اگر نورالحسن کے کانوں میں بھنک بھی پڑ گئی تو ان کی عمر بھر کی ریاضت خاک میں مل جائے گی۔ وہ الٹے قدموں اسے لے کر لوٹی تھیں اور دس باتیں کر کے سب کو منا کر اسے چھوڑ کے آ گئی تھیں اور یہ واقعہ سنبل کو یہ سمجھانے کے لیے کافی رہا کہ جمشید ناک پر مکھی بٹھانے کا بھی روادار نہیں ہے۔ یہ انا پرست آن پر مرنے والے لوگ ہیں، انکار یا حجت وہ بھی بہو کی کسی طور انہیں منظور نہیں ہے لہٰذا زبان تالو سے چپکا کر رکھنے ہی میں عافیت ہے۔ اس وقت سنبل کو کون بتاتا کہ زبان بندی سے بھی بڑھ کر ایک پالیسی ہوتی ہے اور وہ ہے ڈپلومیسی۔ نورالصبح نے اپنی ساری زندگی شوہر کی جی حضوری و سسرال پرستی میں گزاری مگر وہ کبھی ڈپلومیسی نہ اپنا پائیں تو یہ ان کی سادگی تھی اور شاید اسی سبب وہ ہمیشہ سسرالیوں کے زیر عتاب رہیں مزید نورالحسن کا ہوا انہیں سہما تا رہا۔ وہ کانوں کے کچے بیوی کو جوتی تلے دبا کے رکھنے والے شوہروں میں سے تھے۔ زندگی بھر ان کی ان ہی دو خصوصیات نے نورالصبح کا لہو پیے رکھا، سو بیٹی کو بھی زبان بندی پڑھائی۔ سسرال و شوہر کے مزاج کو سمجھ پرکھ کر چلنا، انہیں اگر زیر ہی رہنا ہے تو یہی سہی وہ نورالصبح کے پڑھائے سارے سبق رٹ کر پلٹی تھی۔

یہیں آ کر اسے پتا چلا کہ چولہا چکی سنبھالنے پر اتنا زور کیوں رہا۔ کچن کی ڈیوٹی ہی ایسی تھی کہ جو کچن سنبھالتا، بس اسی کا ہو کر رہ جاتا۔ سال دو سال بعد سہی لندن والی نند جب بھی آتی تو وقت گھومنے پھرنے، رشتہ داروں سے ملنے میں گزرتا۔ کھانا وہ پرہیزی جیسا کھاتی تھی، بغیر نمک مرچ، تیل کا۔ اس کے لیے ہانڈی الگ سے تیار ہوتی، عالیہ کے دونوں بچے فیڈر پیتے تھے، وہ ایک فیڈر بھرتی، دوسرا ابالنے کو رکھ دیتی۔ چھ فیڈر رہتے، سنبل کچن میں ہوتی تو ڈیوٹی اس کے سر لگ جاتی۔ سسر چائے کے رسیا تھے، ساس میٹھے کی شوقین، ہر وقت کیتلی چولہے پر دھری رہتی۔ کدوکش پر لوکی، گاجر رگڑتے حلوے بھونتے ہاتھ دکھ جاتے۔ ہتھیلیاں چھل جاتیں، اب سنبل کے میکے میں کہاں اتنے چھنک بگھار چلتے تھے۔ اس پر مزاج ایسے کہ الاماں، روٹی کی سکائی گلابی پن سے اوپر جاتی تو وہ جلی ہوئی کہہ کر پرے کر دی جاتی۔ عالیہ کے شوہر کو دنیا زمانے کی بیماریاں تھیں تب بھی وہ رج کے کھاتا، صولت

ہر چیز بطور خاص ان دونوں کے لیے رکھواتیں۔ دونوں کو دیکھ کر لگتا تھا کہ ایک ہی چکی کا آٹا کھاتے ہیں۔ ترازو کے پلڑوں میں بٹھا دو تو وزن برابر نکلتا۔

جمشید کی تاکید تھی کہ سنبل اس کے لوٹنے تک نیچے ہی رہے امتوں میں امی کی طبیعت بگڑتی ہے۔ کچن نیچے تھا اور واش روم بھی، وہ ناشتا ان کے ساتھ کرتا یا کم از کم ان کے سامنے، ناشتے کا سلسلہ طویل تھا سب کی اپنی پسند الگ اور وقت الگ ناشتے ناشتے میں ہی دوپہر کے کھانے کا وقت ہو جاتا۔ صد شکر کہ صفائی ستھرائی اوپر کے کاموں کے لیے ماسی آ جاتی۔ اس کے سر پر کھڑے ہو کر صفائیاں دھلائیاں کرواتا مگر کچن میں ماسی کا داخلہ بھی ممنوع تھا۔ اس کی کڑی نگرانی لازمی تھی، ماسیاں چور ہوتی ہیں اور نا قابل اعتبار کہیں سے ٹوائلٹ دھو کر آ رہی ہوں گی اور کہیں روٹی پکانے کھڑی ہو جائیں گی۔ گندے ہاتھوں سے دھلے برتن نا منظور جو ایک بار پکتا وہ بچ کے ماسی کے ساتھ جاتا، شام کے لیے الگ اہتمام ہوتا۔

ساس بذات خود ایک ذمہ داری تھیں مزاج کی کراری، نام کی بیماری ان کی نام نہاد تیمارداری سامعہ کے ذمہ تھی۔ وہ بی ایس سی کر رہی تھی اسے گھر کے لیے فرصت ہی نہ تھی۔ کالج سے لوٹتی تو گھوڑے گدھے بیچ کر سوتی۔ صولت رگڑ رگڑ کر اس کے سر میں تیل کی مالش کرتیں، سائنس کی پڑھائی معمولی بات ہے بھلا۔ اب ان سے کون پوچھتا کہ پہلے یہ دھندے کون بھگتا تا تھا اور یہ کہ جن بیٹیوں کو انہوں نے سر چڑھا رکھا ہے وہ آخر ہیں کس مرض کی دوا اس سے پہلے بھی تو آخر گاڑی چل ہی رہی تھی۔

ساس ہو یا نند پہلے کچھ کرتیں نہ کرتیں مگر اب سچ مچ پیر اٹھا کر چارپائی پر رکھ لیے تھے تو اس کی بلا کی ہنرمندی و ذمہ داری کے سبب۔ وہ سلائی کڑھائی اچھی کرتی تھی، سو گھر بھر کے کپڑوں کے ساتھ بہن، بہنوئی، ان کے بچوں کے کپڑوں کی سلائی اس کے کھاتے میں آن پڑیں۔ ایک نہ دو تین بیاہی نندیں تھیں، جن کی سسرال میں آئے روز کچھ نہ کچھ نکلتا ہی رہتا تھا۔ چھٹی، چھلے شادیاں، دعوتیں، صولت تینوں کو برابر نوازتیں۔ سردیوں میں سوئٹر لحاف، کمبل، گرمیوں میں لان کے جوڑے بچوں کے کپڑے بستر یہ وہ...... جمشید کی تنخواہ آتے ہی بٹ جاتی تھی، سسر شاہی مزاج رکھتے تھے۔ اپنی مرضی سے کماتے، اڑاتے زیادہ وزن جمشید کی جیب پر تھا جو صولت کے قبضہ میں تھی۔ یہ بات بہت آگے جا کر پتا چلی کہ وہ منہ موتیوں سے بھر کر بند کرنے کی عادی تھیں۔ ایک ہاتھ سے بھر کر زمانہ بھر سے تالیاں پٹوا کر دوسرے ہاتھ سے نکلوانے کی فنکاری تو بس دلہن کے کام آتی تھی۔ دوغلی چکنی چپڑی فطرت دہری پالیسی، ڈپلومیسی، صولت اس ڈپلومیسی سے کام نہ لیتیں، پیسے کی چھب نہ دکھاتیں تو بھلا آج کل کی لڑکی جمشید جیسے کرخت مزاج، دگنی عمر والے معمولی شکل وصورت کے بندے پر ہاتھ دھرتی؟

اسی چکنی چپڑی فطرت نے ان کے اصل کو بہت دیر سے کھولا تھا، گھر بھر نے اسے مانو محبت سے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ بہت سی زنجیریں ریشم سے بنی ہوتی ہیں وہ دو چار گھڑی کو میکہ آ ہی جاتی تو کسی نہ کسی کا روتا پیٹتا فون آ جاتا۔ کبھی ساس لمبی پڑ جاتیں، کبھی نندوں کا کوئی کام نکل آتا اور سامعہ کا تو سنبل کے بغیر نوالہ ہی حلق سے نہ اترتا تھا۔ خوشی ہو کہ غمی، ادھر اس نے میکہ کی دہلیز پر قدم رکھا ادھر سسرال بھر میں بے چینیاں پھیل جاتیں۔ فون پر فون کھڑ کائے جاتے آپ کون سامیکہ اور کاہے کی میکہ یاترا، کسی کو چھینک بھی آ گئی تو فون کھڑ کا دیا۔

”اور لیجیے جناب...... دلہن صاحبہ کا ڈولا واپسی کے لیے تیار۔“

وہ ان ہی جھمیلوں میں پھنس کر فرصت کے لمحے تک بھول گئی تھی، خود کے لیے وقت ہی نہ بچتا تھا۔ اپنے کمرے میں جاتی تو دیواروں سے تو سر پھوڑنے سے رہی، جمشید ہوتا بھی تو ان دیواروں جیسا ہی تھا۔ ایک چلتا پھرتا الوژن، ننھے مہمان کی آمد کی خبر بھی اس کے تاثرات نہ بدل سکی تھی مگر اس کا مزاج سب ہی کے لیے ایسا تھا سو سنبل نے بھی سنبھل کے چلنا سیکھ لیا تھا۔ یہ ان ہی دنوں کی بات تھی،

جب میکے وسسرال میں ننھے مہمان کی آمد کی تیاریاں عروج پر تھیں کہ صولت بیگم نے ایک نیا شوشا چھوڑ دیا۔

"ساتویں مہینے میں گود بھرائی کی رسم......"

"ہائیں......" نورالصبح سٹپٹائیں وہ تو اس اندیشے سے سہمی جارہی تھیں کہ بیٹی کی پہلی زچگی کہیں ان کے گلے نہ پڑجائے اور سمدھن نے انہیں دوسری طرح سے گھسیٹ لیا تھا۔ ان کی پشتوں میں بھی گود بھرائی کی رسم نہ ہوئی تھی مگر وہی ان کی ہٹیلی فطرت۔

"ہمارے ہاں ہوتی ہے اور آپ کو کرنی پڑے گی۔ گلابی جوڑا، چوڑیاں، بچے کا سارا سامان آئے گا۔ اس نندوں کے جوڑے ہوں گے اور ہاں...... ہمارے سمدھیانوں...... بیاہی بیٹیوں کو نہ بھولنا، کہیں سسرال میں ان کی ناک نیچی ہو پہناؤنیوں کی طرح ایک آدھ جوڑا کم پڑجائے۔" نورالصبح کو مانتے ہی بن پڑی، شاید ایسے ہی وقتوں کے لیے کہا گیا ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا۔ بیٹی بیاہنے کے بعد تو جیسے ان کے لبوں پر مہر لگ گئی تھی، کبھی کبھی تو یقین کی ڈور تھامنی دشوار پڑجاتی، یہ وہی صولت آپا تھیں جو سنبل کے واری صدقے جاتی نہ تھکتی تھیں۔ اس کی ایک ایک ادا پر جان دیتیں، پیسہ پانی کی طرح بہاتیں۔ اب ایک ہاتھ سے نوازتیں تو دوسرے ہاتھ سے نکلواتیں۔ صد شکر کہ سنبل نے ماں کی طرح صبر وشکر کے اوصاف پائے تھے ورنہ غضب کی ٹھن جاتی۔

گود بھرائی کا مرحلہ طے بھی نہ ہو پایا تھا کہ گھر بھر میں کھسر پھسر چلی۔ پتا چلا سامعہ کو عشق ہوگیا اور واہ ری قسمت کہ شادی بھی طے پاگئی، اب کون سی پڑھائی اور کاہے کی پڑھائی۔ کالج چھوڑ چھاڑ شادی کا بھوت سوار ہوا تو سنبل کا بکس، اٹیچی کیس کھلے کافی سامان ابھی ان چھوا پڑا تھا۔ زیورات تو ساس ہی کے تصرف میں تھے کافی بچت نصیب ہوئی صولت کے گھر میں کسی چیز کی کمی تھوڑی تھی۔ پھر سنبل کی گود بھرائی اور سامعہ کا مانجھا ایک ہی ٹھہرا، مانو صولت کا ایک اور بازو کٹ گیا تھا۔ بیمار ساس سامعہ کی ذمہ داری تھیں اور سامعہ کی ہوگئی رخصتی سو ان کی تیمارداری خود بخود سنبل کے کھاتے میں آن پڑی اور ساتھ ہی ہمیشہ ان سے لگے رہنے کا بہانہ ہاتھ آگیا۔ وہ تنہا و بیمار ہیں، پل بھر کو انہیں چھوڑنا خود غرضی اور ڈپلومیسی تو کوئی صولت سے سیکھے، کہیں کوئی زیادہ اصرار کرتا وہ صاف دامن بچالیں۔

"بھئی سنبل سے ہی پوچھ لو۔" اور سنبل کے پاس کاموں کا ایسا انبار تھا کہ وہ ہاں کا تصور بھی نہ کرسکتی تھی لہٰذا بہانے ہی بناتی رہ جاتی۔

سسرال کے جھمیلے، نندوں کے اٹکاؤ، ذمہ داریوں کا انبار، اگرچہ وجود آرام کا طالب رہتا اس کے کاموں کا بوجھ دگنا تھا۔ اسکول سے لوٹ کر عالیہ کے بچے اس کی جان کھاتے رہتے۔

"مامی...... منا کب آئے گا؟" وہ گڑ کر رہ جاتی، کیا کہتی بڑے آپریشن کا کیس تھا مگر پروا کسے تھی۔

اب ایسی زندگی کو کیا کہیے کہ سارا دن دوسروں کی تیوری کے بل ہی سیدھے کرنے میں گزر جائے اور اتنی جان مار کے بھی انسان ستائش وتوجہ کے ایک لفظ سے بھی محروم رہے تو بدنصیبی اور کسے کہتے ہیں یہاں وہ معاملہ تھا کہ کھلاؤ سونے کا نوالہ اور دیکھو شیر کی نگاہ سے...... کبھی کہیں جو کوئی خوشی غمی نکل آتی، ساس پارلر لے کر جاتیں، ڈھیروں ڈھیر شاپنگ کرواتیں لوگ چھو چھو کر دیکھتے، ترستے اور پوچھتے۔

"کیا عمدہ اور نفیس ڈریس ہے، کہاں سے لیا؟"

جواب میں کسی بڑے شاپنگ مال کا نام سننے کو ملتا تو نہ ماننے والی بات ہی نہ تھی۔ سنبل کے ٹھاٹ تو نظر آتے تھے مگر وہ لوگوں کے لیے گم ہوکر رہ گئی تھی۔ ایسے میں دنیا طنز کا ڈھیلا مارنے کا بھی موقع نکال ہی لیتی ہے، وہ تاویلیں دیتی تھک جاتی اور جواباً شہد میں ڈبو ڈبو کے جوتے مارے جاتے۔

"ہاں بھئی، اب ہم غریبوں کو لفٹ کہاں؟" وہ کس منہ سے کہتی، کنگال تو وہ خود ہوگئی تھی اپنی ذات تو جیسے کھو کر رہ گئی تھی۔ ایک وقت تھا، وہ کھل کر ہنستی من چاہی کرتی، اڑتی پھرتی، ضدیں منواتی مگر اب سرتاپا بدل گئی تھی۔ مانو اپنا آپ کھو بیٹھی تھی مگر دنیا کو آنسو دل کا آزار

کہاں نظر آتے ہیں۔

صولت خود بیاہی بیٹیوں کو پٹیاں پڑھا کر زبر رہنے کے گر سکھاتیں تو ان سے بھی یہی امید رکھتیں سو میکے کے لیے اس کا وجود کم ہو گیا تھا رہی دنیا...... تو دنیا چیز ہی ایسی ہے دوسروں کے دکھ چھیڑ کر مزے لینے کا فن تو کوئی دنیا سے سیکھے آپ سونے کے بھی بن جاؤ تب بھی کوئی نہ کوئی برا کہنے کھڑا ہو ہی جائے گا مگر ستم تو یہ ہے انسان دنیا سے ہٹ کر جی بھی نہیں سکتا۔

اور دنیا داری...... الامان الحفیظ...... حلق میں اٹکی ہڈی ہو جیسے......

❁......❁......❁

سنبل نے بیٹی کو جنم دیا تو کم عمری کے سبب اس کی جان کے لالے پڑ گئے تھے مگر صولت سمیت سب کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی اور صولت ایک افلاطون شہد میں ڈبو کے جوتا مارنے کی ماہر۔

"دلہن کی کوکھ ماں پر پڑ گئی ان پر پڑتی تو پہلا بیٹا ہوتا۔" جانے انہوں نے کس کو الزام دیا تھا مگر سنبل کے دل پر منوں بوجھ پڑ گیا تھا۔

نیگ پھر بٹا۔ اس بار ناک کان میں پڑا ہلکا سیٹ کام آیا دلہن کی چین لاکٹ انگوٹھی بالیاں سب دودھ دھلائی کے پیالے میں پڑ گئیں۔ سامعہ کے لیے صولت نے اپنے ہاتھ کا کنگن ڈال دیا نیا نیا سمدھیانہ تھا۔ اپنی دھاک بھی تو بٹھانی تھی سامعہ یوں بھی ان کی زیادہ منہ چڑھی تھی بات بات پر روٹھ کے میکے آ بیٹھتی تو یہ صولت ہی کی بخشی ہوئی کمک تھی۔ سنبل کی شادی سے نورالحسن کے پورے گھرانے کو دھچکا لگا تھا ان کی مالی پوزیشن ہل کر رہ گئی تھی۔ اس پر نت نئے بہانوں سے مزید خرچے مگر کمی اب بھی نہ تھی۔ نورالصبیح نے اس بار بھی اوقات سے بڑھ کر چھوچھک سے نوازا تھا مگر صولت کا آزار کم نہ پڑتا بیٹا ہوتا تو جمشید کا بازو مضبوط ہوتا خیر امید پر دنیا قائم ہے۔

اگلی بار سہی مگر اس کی نوبت آئی تو جمشید کا باہر کا چانس بن گیا۔ میلوں کے فاصلے دنوں میں سمٹ گئے اور نہ جانے وہ تنہا تھی کہ تنہا ہو گئی تھی۔ زندگی جہد مسلسل کا نام بن کر رہ گئی تھی اب وہی ستائش تو اس کے لیے زبانی جمع خرچ سے کام چلتا۔ آنے بہانے نندوں کی آمد و رفت چلتی دستر خوان بچھتے اور چٹخارے پر چٹخارے چلتا۔

"دلہن کے ہاتھ میں بڑا ذائقہ ہے۔" اور اس ذائقے کے لیے دلہن کو کتنی جان مارنی پڑتی یہ کوئی دلہن کے دل سے پوچھتا۔ بچی کی پیدائش کے بعد چھ اور دفعات لگ گئی تھیں بچی روئی تو روئی کیوں اور سوئی تو سوئی کیوں...... یوں جیسے وہ دشمن ہی تو ہو۔ بچی دادی پھوپیوں کی گود میں یہاں سے وہاں وہاں سے یہاں سفر کرتی اور ہزار نکتہ چینیاں سسرال وہ افلاطون کہ اپنا کلیجہ بھی نکال کے رکھ دو تو جل کے گزر جائے گھوم پھر کے برائی سر پر آن ہی پڑتی۔

دنیا کا مشکل ترین کام اس سے اگر کوئی پوچھتا تو وہ سیدھے سبھاؤ کہتی کہ پرایوں کو اپنا بنانے کا کام بڑے دل گردے کا ہے۔ پیتل کے لوگوں پر سونے کی قلعی چڑھا دینے سے ان کی اصلیت نہیں بدلتی اب بھی اگر سنبل کے میکے سے بھولے بھٹکے کوئی آ ہی جاتا۔ یہاں سے وہاں تک دستر خوان بچھتا مگر صولت سنبل کی چیل کی طرح چوسی کرتیں خود پل بھر کو نہ سرکتیں اور سنبل کو انگلیوں پر نچاتیں۔ دلہن دستر خوان پر یہ رکھ دیا وہ رکھ دیا دلہن یہ دلہن وہ دلہن پھرکی کی طرح پھرتی نظر آتی۔ دلہن کے رشتہ داروں میں سے ہر کوئی اش اش کرتے بنگلے ساس کی مدارات و اخلاق کے گن گاتے لوٹتا۔ سنبل کے آزار آنسو بھلا کس کو نظر آتے تھے دنیا سے بڑھ کر ظاہر بین بھی کوئی ہو سکتا ہے بھلا۔

اب ایسی بھی کیا زندگی کہ دن سب کے آگے پیچھے پھرے اور تیوریوں کے بل سیدھے کرنے ہی میں گزر جائے واہ ری قسمت۔

پھر ایک اور کمال ہوا سامعہ کو سسرال بری نصیب ہوئی یا سسرال والوں نے ہی اسے منظور نہ کیا۔ نتیجہ ایک ہی رہا یعنی سامعہ کی شوہر سمیت میکے واپسی۔ نچلے دو کمروں میں لندن والی نند کا سامان بند تھا۔ وہ آتیں تو وہیں قیام فرماتیں

بقیہ دو کمرے سامعہ کے تصرف میں ٹھہرے مگر اس طرح کہ دیوار اٹھا کر پورشن الگ کردیا گیا۔ اللہ اللہ خیر صلا' مانو صولت کا ایک بازو اور مضبوط ہوگیا۔

❁......❁......❁

ہوا تو کچھ بھی نہ تھا مگر پل بھر میں جیسے بہت کچھ بدل کر رہ گیا تھا۔ جمیل کو بس ایک دل کا اٹیک پڑا اور روتی پیٹتی عالیہ بیوگی کی سفید چادر اوڑھے میکے لوٹ آئی۔ جمیل کا بہت کچھ تھا' بنگلہ' کاروبار مگر ہر اک چیز پر سسرال والوں نے قبضہ کرلیا۔ وہ جن دنوں اسپتال کے آئی سی یو میں تھا' سارا خرچ صولت کے کھیسے سے جاتا رہا۔ سنبل کے تصرف میں اوپری منزل کے دو کمرے تھے' ایک کی ضرورت عالیہ کے لوٹنے پر پڑی۔ عالیہ بیوہ ہوکر آئیں تو ایک کمرا سہولت سے ان کے کھاتے میں جا پڑا۔ سنبل کو تو یوں بھی ضرورت نہ تھی' دن بھر وہ نچلی منزل پر رہتی تھی' اس کا اپنا جہیز بھرا ہوا تھا۔ وہ کب سے فرنیچر نکالنے کا سوچ رہی تھی' فرنیچر نکلا تو گنجائش خود بخود بن گئی۔ نچلے آدھے پورشن پر سامعہ کا قبضہ تھا کہ جہیز بھر کے ملا تھا' سنبل کو ایک کمرا خالی کرنا پڑا' صولت روئیں نہ پیٹیں مگر انہیں ایک چپ سی لگ گئی تھی۔ ان کی بیٹیوں کے نصیبوں کو کسی "بدنظر" کی نظر کھا گئی تھی۔ آفتوں نے مانو ان کا گھر ہی دیکھ لیا تھا' شاید اسی کو صلہ کہتے ہیں مگر کون سمجھتا ہے۔

جمشید نے جاتے ہی سنبل کو بلو بیری بھیجا تھا مگر اس وعدہ کے ساتھ کہ اسے صرف جمشید کی کال کے لیے مختص رکھنا ہے یہ بظاہر ایک محبت بھری تاکید تھی مگر...... عموماً گھر کے لینڈ لائن پر بات ہوتی جو نچلے پورشن کے لاؤنج میں تھا نہ بھی ہوتا تو بھلا جمشید کہاں اس کے دکھ سننے والا تھا۔ اسے اپنی ماں بہنوں کی فکرات سے ہی فرصت نہ تھی' سب کا احوال پوچھتے فرمائشیں سنتے...... وہ بیوی کو بھول جاتا مگر ہوتا ہے نا' کچھ چیزیں نادیدہ ہونے کے باوجود سر پر سوار رہتی ہیں' جمشید کا ہوا سہائے رکھتا اور صولت کے دو غلے پن تو اللہ ہی بچائے۔ یہاں آکے وہ جمشید کے کندھوں پر رکھ کر بندوق چلاتیں۔

"سنبل سے کہنا' عالیہ سامعہ کا خاص خیال کرے۔ برے وقت میں اپنے ہی کام آتے ہیں' بیٹی میکے نہ جائے گی تو کہاں جائے۔" خود اس کا نمبر جانے کہاں جا کے پڑتا تھا۔ گویا دور بیٹھے بیٹے کو یہ جتایا جاتا کہ بہو ان کی منکر ہی تو ہے اور ماں کی تابع داری تو کوئی جمشید سے سیکھے جب بھی فون آتا۔ پہلے بچوں کی بابت پوچھتا پھر بہنوں کی خبر لیتا۔

"ان کا خیال رکھنا' ان کا ہمارے سوا ہے ہی کون؟"

گویا وہ تو کسی گنتی ہی میں نہ تھی شاید ایسے ہی وقتوں کے لیے کسی نے کہا تھا لڑکی راج کرے گی راج۔ مگر امید پر دنیا قائم ہے' سنا تو یہی ہے کہ وقت کیسا بھی ہو بدلتا ضرور ہے۔ مگر وقت کے بدلنے کا بھی ایک وقت ہوتا ہے' ایک ڈھب' ایک چلن ہوتا ہے۔ وقت کبھی بھی انسان کی منشاء و امید کے مطابق نہیں بدلتا ورنہ وقت ہی کیوں کہلائے سنبل کے وقت بدلنے کا وقت بھی ایک نئے ڈھب نئی چلن کے ساتھ آیا تھا۔

جمشید کی روانگی کے وقت سنبل کے یہاں ایک بار پھر خوش خبری متوقع تھی مگر اس بار حالت پہلے سے بڑھ کر ناگفتہ بہ تھی۔ اس بار پھر بڑے آپریشن کی امید تھی مگر ذمہ داریوں کا بار پہلے سے بڑھ کر تھا' اس کی تھکن روم روم میں اتر کر آنے والے پر اثر انداز ہورہی تھی۔ وہ وقت سے کہیں پہلے ہسپتال جا پہنچی تھی اور شاید اسی سبب میکہ میں آرام کی اجازت مل گئی تھی۔

نورالصبح نے اس کا مقدمہ جانے کب اور کیونکر لڑا؟ صولت اب گم صم ہی رہتیں۔ سنبل نیم جان سی تھی' کوئی الزام اپنے سر لینے سے بہتر یہی سمجھا کہ کچھ دنوں کے لیے نورالصبح کے حوالے کردیں اور سنبل جیسے ڈھے گئی تھی مانو عرصہ سے سنبھالا ہوا وجود اپنے ہی قدموں میں آرہا تھا۔ نورالصبح ماں تھیں' اس کے آزار جانتی تو تھیں مگر اب کھل کر جان گئی تھیں۔ ہسپتال جانے سے اب تک جمشید نے ایک بار بھی اس کا احوال نہ لیا تھا۔ خود اس کا موبائل وہیں رہ گیا تھا یا رکھ لیا گیا تھا۔ ایک روز وہ بکھر اٹھی تھی۔

نورالحسن سے لپٹ کر دھواں دھار روئی کہ ایک ایک زخم

کھل گیا‘ ان کا اپنا دل پسیج گیا تھا۔ اس کی نیم مردہ حالت اس کی مشقت وصبر کی غماز تھی اور اس نے کبھی لب کھول کر نہ دیئے تھے‘ یہی اس کی بلند کرداری تھی مگر اب پانی سر سے اونچا ہو رہا تھا اسے لینے کے لیے کچھ ہی دنوں میں سسر صاحب وارد ہوئے تو نورالحسن نے کڑے تیوروں کے ساتھ انہیں لوٹا دیا۔

”سنبل اگلی زچگی تک یہیں رہے گی‘ ہم نے اپنی بیٹی آپ کو فروخت نہیں کردی ہے۔“ وہ بنا کچھ کہے لوٹ گئے مگر مانو یہاں سے وہاں تک کھلبلی مچ گئی۔ بات زبان در زبان سفر کرتی جمشید کے کانوں میں اس طور اتاری گئی‘ مانو ہزار خطاؤں کا ہار پرو کر سنبل اور اس کے گھر والوں کے گلے میں ڈال دیا گیا اور نورالحسن سمیت سارے گھر کو اس بات کا بخوبی ادراک تھا تبھی ایک روز صبا (چھوٹی بہن) نے جمشید کا نمبر ملا کر موبائل اس کے ہاتھ میں لا تھمایا تھا۔

”اپنا مقدمہ خود لڑنا سیکھو آپی...... اپنے رب پر بھروسہ رکھو۔ تمہارا صبر رائیگاں نہیں جائے گا‘ جیت ہمیشہ سچائی کی ہوتی ہے۔ وہ تمہارا شریک حیات ہے‘ اسے تمہارے دکھ سکھ کا سنگی ہونا ہی چاہیے۔“

اور سنبل گنگ سی سوچتی ہی رہ گئی‘ وہ کیا کہے گی‘ کیسے کہے گی اور کہاں سے شروع کرے گی۔ جمشید کی شخصیت اتنی دبنگ تھی کہ وہ اس کے سامنے خود بخود کمزور پڑ جاتی۔ وہ اپنے رشتوں کے معاملہ میں اتنا مضبوط تھا کہ ان کے لیے لب کھولنا اس کی ازدواجی زندگی کی تباہی بن جاتا مگر صبا کہتی۔ جمشید جیسے لوگوں کو دوسرے نظر ہی تب آتے ہیں جب وہ سامنے آن کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ زندگی ہے اور زندگی کے لیے رسک لینا ہی پڑتا ہے مگر وہ موبائل کان سے لگائے منتظر ہی رہی مگر بیل جاتی رہی‘ کال ریسیو نہ ہوئی۔ آگ لگ چکی تھی‘ پھیل گئی تھی۔ اب جمشید اس کی جانب کیسے مڑتا‘ سب نے اپنا اپنا کردار مرچ مسالا لگا کر ادا کردیا تھا۔ ایک بار‘ دوبار‘ کئی بار...... مگر جمشید نے کسی کی کال ریسیو نہ کی۔

کچھ دن اذیت ناک خاموشی رہی پھر ایک نیا پینترا بدلا گیا‘ سسر صاحب سامعہ سمیت بچی لینے آئے تھے۔ نورالحسن جانچ گئے تھے۔ یہ انہیں کمزور کرکے اپنی منوانے کی چال ہے مگر ان کی کمزوری‘ ان کا دبنا ان کی بیٹی کا ہمیشہ کا استحصال بن جاتا۔ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے‘ ان کی دلائی ہمت سے سنبل نے بچی نورالحسن کے حوالے کردی تھی بعد ازاں وہ یوں تڑپ کے مچلی اور روئی کہ گھر بھر کے لیے اسے سنبھالنا دشوار ہوگیا تھا اور سامعہ ٹھسے سے کہہ کے چلتی بنی تھی۔

”ہونہہ...... بٹھا کے رکھیں اسے‘ چند ہی دنوں میں اپنے بھائی کی دوسری شادی نہ رچا دوں تو نام بدل دینا۔“

اور دوسروں کا جمشید پر یہ استحقاق ہی تو سنبل کا آزار تھا‘ ان سب سے کچھ بعید نہ تھا اور ستم تو یہ تھا کہ اپنا ہی کھوٹا کمزور تھا اور پھر ایک طویل خاموشی چھا گئی تھی۔ نہ نہ کرتے بھی بات کھل گئی تھی‘ زبان در زبان سفر کررہی تھی۔ ہمدردی کی آڑ میں نمک پاشی مگر فائنل فیصلہ جمشید کی آمد پر ہونا تھا۔ نورالحسن ٹھان چکے تھے‘ آر یا پار اچھی بری تمام خبریں ان کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں یا پہنچائی جارہی تھیں۔ اب صولت کا کردار تماشائی سا تھا‘ ان کا دم خم قدرے ٹوٹ گیا تھا مگر جن بیٹیوں کو وہ سر چڑھا چکی تھیں سب پیش پیش تھیں۔ وہی ماں کی طرح دوسروں کو جوتی تلے دبا کر رکھنے کی فطرت ورنہ مقابل کو توڑنے کے لیے آخری حد سے گزر جانا۔ دکھاوے کی محبت و لگاوٹ کی اصلیت کھل کر اب سامنے آچکی تھی۔

پھر سنا کہ جمشید آ گیا‘ اس سے احوال پرسی کی امید تو کھو چکی تھی مگر نورالحسن تصفیہ طلب تھے۔ فیصلے کے منتظر کوئی اشارہ‘ کوئی آمد یا بلاوا یا دعویٰ ہی سہی مگر ایک نئی خبر ملی جمشید کی اگلی شادی......

مانو اک دھماکا‘ اک بم تھا جو سب کے سر پر پھٹا تھا۔ سنبل کا ساتواں مہینہ تھا‘ معاملات اس سے مخفی ہی رکھے جاتے مگر وہ اتنا کھوٹا سکہ ثابت ہوگا‘ کسی کو امید نہ تھی۔ جمشید کی شادی ایک بار پھر دھوم دھام سے رچائی جارہی تھی‘ مانو اس کے ساتھ کسی کا وجود منسلک ہی نہ تھا یا اس کی کوئی

حیثیت نہ تھی۔ وہ اپنے ہر فیصلے ہر عمل میں خود مختار تھے' یہی ان کا خود پر زعم کھوکھلا اتا تھی۔

ڈاکٹر نے سنبل کو مکمل بیڈ ریسٹ بتایا تھا' اس کی دوا' غذا' آرام ہر چیز کا بے حد خیال رکھا جاتا مگر اس کے رنج کا کون مداوا کرتا یوں بے مول ہوجانے کا دکھ اور وہ جو حاصل زیست تھا۔ اس کی بے مہری' کج ادائی اس کا دل پل پل خون کے آنسو روتا۔ اب ہر اچھی امید ٹوٹ چکی تھی' وہ جھکنے والے لوگ نہ تھے' یہ وہ بھی جانتی تھی' دل بچی کے لیے تڑپتا اور آنے والے کا مستقبل بھلا کیا ہوگا؟ پھر اس معاملہ میں سب سے بھرپور اور جنگجو کردار منی آپا کا رہا۔

گئی تو تھیں وہ سمجھا بجھا کر مصالحت کی کوئی راہ نکالنے کے لیے مگر ادھر تو منظر ہی بدلا ہوا تھا' گھر کے باہر قناتیں اور دیواروں چھتوں پر قمقمے سجے تھے۔ اندر بڑے ہال کمرے میں بری سجائی جارہی تھی' اگلے روز جمشید کی بارات تھی۔ منی آپا کے تلووں سے لگی سر پر بجھی' ان کی نازک کول چاند سی بھتیجی کی ایسی ناقدری' وہ پھٹ پڑیں۔

"اے بی بی...... کچھ خدا کا خوف کرو' بھاوج میکے بیٹھی ہے بجائے اس کے کہ تم اسے منا ٹھنا کر لے کے آتیں بھائی کے سر پر دوسرا سہرا سجانے چلی ہو؟"

"نا تو بھاوج کو کیا ہم چھوڑ کے آئے تھے؟ اپنی مرضی سے گئی تھی' ہزار بار منایا مگر اس کے تو دماغ آسمان پر ہیں۔ الٹا بچی ہمارے منہ پر دے ماری' تو کیا ہمارے بھائی کو کوئی دوسری نہ جڑتی؟ اسے اجڑا بکھرا پھرنے دیتے؟" سب سے پہلے شاہین خم ٹھونک کر میدان میں آئی تھی۔ پہلے ہی بیان میں کھوٹ پڑ گیا تھا' کچھ دس تماشائیوں پر اپنا کھرا پن ثابت کرنا بھی مقصود تھا اور کچھ ان کو ذلیل کر کے لوٹانا بھی تھا۔

"بہت اچھے بی بی...... سنبل نے اپنا آپ مٹا دیا تم سب کے لیے اور اس کا یہ صلہ' اس کا دم لبوں پر آگیا تھا چار روز میکے میں آرام کے لیے روک لیا تو کیا غضب کردیا۔ اے بی بی...... دنیا کی بیٹیاں میکے جاتی ہیں' اتنا تو خیال کرلو وہ کس حال سے ہے۔ تم نے تو اس کی خبر تک نہ لی۔"

"سنبل پر پہاڑ نہیں توڑ دیئے تھے' پیسے کی کمی نہیں ہے ہمارے گھر۔ دس نوکرانیاں رکھ سکتے ہیں اور دنیا کی ہر عورت گھر کے کام کاج کرتی ہے۔ سنبل کی پشتوں میں کسی نے اتنے عیش نہ کیے ہوں گے جتنے اس گھر میں اس نے کیے ہیں۔ گھر بسانے والی ہوتی تو پیر دھو دھو کے پیتی ایسی سسرال کے۔" سامعہ بھی میدان میں اتر آئی تھی۔

"اچھا...... تو تم نے کیوں نہ کریں سسرال کی خاطر خدمتیں' کیوں دو چار مہینے میں رسّے تڑا کر ماں کے کھونٹے سے لگ کر بیٹھ گئیں۔ تم بھی اپنے سسرالیوں کے پیر دھو دھو کے پیتیں۔ میرا منہ نہ کھلواؤ' تمہیں خوشی سے بیاہ کے لے کے ہی کون گیا تھا تو کیا خاک سر آنکھوں پر بٹھاتے؟" سامعہ تلملا کے رہ گئی۔

"ہونہہ...... دو ٹکے کی اوقات نہیں اور آنکھوں میں گھسی چلی آرہی ہیں۔ اب اس حال میں بٹھایا ہے تو کسی بڑے ہسپتال میں لاکھوں کا خرچہ اٹھائیں گے تب پتا چلے گا آٹے دال کا بھاؤ۔"

"اے بی بی...... جاؤ جاؤ' آٹے دال کا بھاؤ انہیں بتاؤ جو بھیک مانگ کر کھاتے ہیں۔ ایسی راج کماری تھیں تو کسی محل سے شہزادی بیاہ کے لاتیں' تمہیں کوئی اپنے جیسی کیوں نہ جڑی' کیوں نورالحسن کے گھر جوتیاں رگڑی تھیں۔ جب تو بڑی للو چپو کرتی تھیں تم ماں بیٹیاں۔" منی آپا بھی آخر منی آپا ہی تھیں' خوب ہی لتے لیے' صولت بیماری کا بہانہ بنائے منہ سر لپیٹے پڑی تھیں۔ انہیں متواتر اختلاج کے دورے پڑ رہے تھے' ہر اچھی بری خبر ان سے مخفی ہی رکھی جاتی جو سچ پوچھا جائے تو اس انتہائی اقدام پر دل ان کا بھی آمادہ نہ تھا مگر بیٹیوں نے ہی بڑھ چڑھ کر سب کچھ کیا تھا۔ بھائی کے کانوں میں زہر اتارنے سے لے کر صولت پر اس کی تنہائی اڈنے اور بکھرنے کا ایسا بھیانک نقشہ کھینچا تھا کہ وہ اب تک غیر جانبدار ہی تھیں۔ پے در پے بیٹیوں کے صدمات نے انہیں توڑ کر رکھ دیا تھا مگر بیٹیاں ان کی کمک مضبوط کرتی رہتیں' جن کے نزدیک سنبل اور اس کے گھر والوں کی

بغاوت سرتابی اور احتجاج ناقابل معافی جرم تھا۔ انہیں ہر حال میں اس کی سزا ملنی ہی چاہیے کہ سات پشتیں یاد رکھیں۔ آخر میں عالیہ نکل کر آئی تھی۔

"جائیے...... جائیے۔ اپنا کام کریئے اور بٹھا کے رکھیں اب ساری زندگی سنبل کو اور یاد رکھیے اگلا بچہ بھی ہم چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اپنی نسل اپنا گھر ہم خود سنبھال سکتے ہیں۔" سفاکی کی انتہا تھی۔ منی آپا کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"ہاں ہاں سنبھالو اپنا گھر اپنی نسل اور اپنے گھر والے۔ اسی لیے تو میرے اللہ نے تمہیں اجاڑ کر دوبارہ لوٹا دیا کہ تم اپنا میکہ ہی بھگتتی مر جاؤ۔" عالیہ کو سانپ سونگھ گیا۔

ہال کمرے میں یہاں سے وہاں تک کھسر پھسر پھیلتی چلی گئی ان سب نے ہزار کہانیاں گھڑی تھیں مرچ مصالحہ لگا کر یہاں سے وہاں پھیلائی تھیں۔ سنبل اور اس کے گھر والوں کو مجرم قرار دے کر خود کو اہل ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ محض اپنی کھوکھلی انا کا پرچم بلند رکھنے کے لیے دنوں وہ منتظر رہیں کہ سنبل کو لے کر کوئی نہ کوئی ان کی دہلیز پر ناک رگڑتا چلا آئے گا۔ اس کے لیے اتنے دنوں کی بے رخی کا یہ سبق کافی ہوگا۔ اپنی پسپائی پر اس کا سر اور جھک جائے گا وہ اور دب کر رہے گی مگر ایسا نہ ہوسکا تھا تب بچی چھین کر انہوں نے اپنی دانست میں چوکا مارا تھا کہ اب تو وہ جھکے ہی جھکے مگر اس بار بھی مات مقدر ٹھہری۔

نور الصبح اور نور الحسن کو سنبل کی زندگی سے بڑھ کر کچھ نہ تھا۔ وہ جمشید کے لوٹنے پر فیصلہ کے منتظر تھے مگر یوں پے در پے پسپائی نے بالآخر انتقام کی آگ بھڑکا دی تھی۔ دور بیٹھے جمشید کے کانوں میں وہ شروع سے اتارتی رہی تھی کہ بات کو یہاں تک پہنچانے کے ذمہ دار سنبل اور اس کے گھر والے ہیں ان کی لاکھ کوششوں پر بھی وہ کسی طور لوٹنے پر آمادہ نہیں ہے مزید یہ کہ اس کے گھر والے کسی سمجھوتے یا نرمی کی بجائے اپنی مرضی چلا رہے ہیں۔ مگر دنیا زبان ہی نہیں کان اور آنکھیں بھی رکھتی ہے۔ سنبل کا شفاف کردار سب کے سامنے تھا اس کا حسن اخلاق خاموش طبع مزاج

اور سسرال پرستی۔ سب دیکھتے کہ وہ گھر بھر کے اشاروں پر پھرکی کی طرح ناچتی پھرتی تھی صولت اور ان کا گھرانا معترز ہی مگر سب جانتے تھے۔ انہیں اپنی کوئی اوپر رکھنے کی عادت ہے سب جانتے تھے کہ انہوں نے مصالحت کی کوشش ہی نہ کی۔ بھی بہو کا میکہ جھانکا نہ اس کی احوال پرسی کی سسرال سے وابستگی کے نام پر خدمت گزاری اس کا مقدر رہی۔ اس پر اب جمشید کی شادی سراسر زیادتی ہی نہیں بلکہ ظالمانہ فعل۔ سب دیکھ رہے تھے سمجھ رہے تھے انہوں نے جانے کیا کہانیاں فٹ کر کے اسے اگلی شادی پر آمادہ کر لیا تھا۔

پردہ پڑا تھا صرف جمشید کی عقل اور آنکھوں پر تابع داری کے نام پر استحصال کا۔ سنبل سے اس کا دلی رشتہ بنا ہی نہ تھا یا بننے ہی نہ دیا تھا اس کے پاس وقت ہی نہ ہوتا۔ منی آپا بکتی جھکتی نکلی تھیں اور گھر کے دروازے پہ ان کا ٹکراؤ جمشید سے ہوگیا تھا۔ مانو ان کے اندر بھڑکتی آگ کو روزن نصیب ہوگیا منی آپا اس کی صورت پر نظر پڑتے ہی سرتاپا جھلس اٹھی تھیں۔

"شاباش ہے میاں...... خوب تابعداری نبھائی ہے خوب جنت کمالو۔ بیوی بچوں کے لیے کوئی سوال نہ ہو گا تم سے بس ماں بہنوں کو بھرتے بھگتتے رہو۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے اے میاں...... انسان ہو کہ مٹی کے مادھو کچھ اپنی عقل سمجھ کو بھی کام میں لاؤ۔ سنبل جیسی ہیرا لڑکی سے تمہیں بری امید تھی؟ جس نے جو کہا ایمان لے آئے اور اسی کی دکھائی راہ پر چل پڑے کچھ اپنے نفع نقصان کے بارے میں بھی سوچا ہے؟ یوں یک طرفہ معاملات سن کر زندگی کے اتنے بڑے فیصلے کیے جاتے ہیں کیا؟ وہ بیوی ہے تمہاری تمہاری اولاد کو جنم دینے والی ہے۔ کچھ اس سے بھی کہا سنا؟ اس سب میں نقصان سراسر تمہارا ہے اور نفع صرف دوسروں کا مرد ہو کے دوسروں کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہو کیا کہنے تمہاری عقل شریف کے۔" جمشید گنگ سے رہ گئے منی آپا کی باتیں کاٹ دار سہی مگر سچے لفظوں کی مضبوطی دل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ اب تک

کھوکھلی کہانیاں بن رہے تھے جنہیں عقل تسلیم کرتی تو دل آمادہ نہ ہوتا۔ اتنا سب کچھ ان کے پیچھے ہی کیوں ہوا تھا' سنبل کا مزاج ان پر کم کھلا تھا۔ وہ اتنی ہی خاموش طبع تھی یا پھر دوسروں کے لیے وقف ہوکر رہ گئی تھی مگر وہ اپنی عقل سے سوچتے تب نا' سچ تو یہی تھا کہ وہ اب تک دوسروں کے کانوں سے سنتے اوران ہی کی آنکھوں سے دیکھتے چلے آرہے تھے۔ معاملہ اتنا گمبھیر تھا نہیں جتنا بنادیا گیا تھا اور انہوں نے سنبل سے بھی تو ایک لفظ کہا سنا نہ تھا۔ بس جو ماں بہنوں نے اس کے خلاف زہر اگلا وہ ایمان لے آئے۔ منی آپا کی یہ بات ٹھاہ کرکے ان کے دل کو لگی تھی کہ اس سب میں نقصان سراسر ان کا تھا۔ انہیں دوسری بیوی مل بھی جاتی تو ان کے بچے بن ماں کے ہی رہتے۔

دنیا کی کوئی عورت ماں کا نعم البدل نہیں ہوسکتی پھر ہر عورت سنبل جیسی خاموش طبع تابعدار نہیں ہوسکتی۔ اس پر اپنے الزامات کی بوچھاڑ تھی جتنی کہ انہیں اس سے امید بھی نہ تھی اور خود انہوں نے بھی سنبل سے کسی بات کی تصدیق کہاں مانگی تھی۔ انہیں اتنا بدگمان کردیا گیا تھا کہ انہوں نے کسی کی کال تک نہ ریسیو کی تھی اور اس سب کا سرا بس اسی بات سے جا کر ملتا تھا کہ انہیں گھر بھر کو بھگتنا تھا' وہ ذمہ داریاں بھی نبھائی تھیں جو درحقیقت ان کی تھیں بھی نہیں لہٰذا ہو بھی بیٹے کی پائند منی کا مادھو در کار تھی اور یہ ساری زور آزمائی اسی سبب تھی' بات سمجھ میں آنے والی تھی۔ مگر بعض کو ٹھوکر کھا کر سمجھ آتی ہے کاتب تقدیر کے ترکش میں ابھی ایک فائنل تیر باقی تھا جس نے سارے گھر کو ہلا کر رکھ دیا تھا بس ایک فائنل چھکا جس نے ان کی نام نہاد خوشیوں کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ بھائی کی شادی میں شرکت کے لیے لندن سے آنے والی جمشید کی بہن نگہت کا جہاز کریش ہوگیا تھا۔ میاں' بیوی' بچے' سارا گھر خاک میں مل گیا' لاشوں تک کے نشان نہ مل سکے۔ خانہ شادی' خانہ غم بن گیا' صولت پر گویا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ انہیں شدید دل کا اٹیک پڑا' وہ ہنوز آئی سی یو میں تھیں جہاں ڈھولکی رکھ کر سہاگ گیت گائے جارہے تھے وہاں اب سفید چاندنیاں

صفیہ مہر

میرا نام ہے صفیہ مہر! تک نام صفی مجھے بہت پسند ہے کیونکہ حضرت آدم کو صفی اللہ کا لقب خدا نے دیا۔ تاریخ پیدائش 1996ء کی ہے پانچ بہنیں اور چار بھائی ہیں' میرا نمبر پانچواں ہے۔ مڈل تک تعلیم ہے لیکن علم خدا نے زرخیز دیا ہے' خدا کا قرآن الحمدللہ پڑھ گئی ہوں اور روزانہ محبت سے تلاوت کرتی ہوں' خدا سے ہر لمحہ ایمان کی دعا گو ہوں اور حیا کی طلب گار کیونکہ عورت کے لیے حیا ضروری ہے۔ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتی ہوں' ہر لڑکی کی طرح اپنی فیملی سے بے حد محبت کرتی ہوں۔ فیورٹ کلر سبز' نیلا اور براؤن ہیں۔ جیولری میں بریسلیٹ اور بندیا بہت اچھی لگتی ہیں' میوزک کی شیدائی ہوں۔ کسی بھی مشکل میں امید کا دامن نہیں چھوڑتی اور اللہ سے دعا کا رشتہ میرا مضبوط ہے ہابیز (مشغلہ میرا) ہے کتابیں اکٹھی کرنا۔ منہ پھٹ اور غصہ بہت کرتی ہوں' خوبیاں کسی کی برائی یاد نہیں رکھتی سب سے محبت جو کرتی ہوں۔ ہار جلدی تسلیم کرتی ہوں' کھانے میں چاول' کدو اور چنے کی دال کا سالن مکس اور آلو مٹر مزے لے کر کھاتی ہوں (پیٹو جو ہوں) دوست بنانے نہیں آتے اس لیے صرف ایک دوست ہے بچپن کی شازیہ نام ہے اس کا۔ رائٹر میں سائرہ رضا' نمرہ احمد' مہوش افتخار' لبنیٰ جدون' ام مریم' سباس گل اور سمیرا شریف طور کو آنچل میں پڑھ کر بہت اچھا لگتا ہے۔ میرے پسندیدہ ناول "یہ چاہتیں یہ شدتیں" (سمیرا شریف) "پیر کامل" عمیرہ احمد "بھیگی پلکوں پلکوں پر" اقراء صغیر۔ عشق دعا ہے لبنیٰ جدون' دل دیا دہلیز' رفعت سراج۔ میں آنچل کی ریڈرز سے دوستی کرنا چاہتی ہوں جو مجھ سے دوستی کرنا چاہیے وہ جواب دیں۔ مجھے اپنی ہر دعا میں یاد رکھیں۔ پاکستان سے محبت کریں' مجھ سے اپنائیت صفیہ مہر کو اجازت' رب راکھا' فی امان اللہ۔

بجھ گئی تھیں۔ قرآن خوانی' آیت کریمہ کا ورد ہو رہا تھا' مرنے والوں پر رویا جائے یا صولت کی زندگی مانگی جائے شاید یہ بددعا تھی یا احتساب مگر وقت گزرتا تھا اور اسی روز جمشید کے والد نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر گھر بھر کی ایک ایک خطا کا اعتراف کیا تھا کہ وہ کیا کیا کر گئے تھے۔ کیا کرنے جارہے تھے سب جانتے تھے اس گھر پر بیٹیوں کا راج چلتا تھا اور سب ایک ایک کرکے تقدیر کے وار کا نشانہ بن گئی تھیں بالآخر اس گھر کی آخری وکٹ گر گئی تھی' غم سے کلیجہ پھٹا جارہا تھا۔ میتوں کے نام و نشان مل جاتے تو اس گھر سے ایک ساتھ کئی جنازے اٹھتے' قیامت سی قیامت تھی اور اب صولت موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا تھیں۔ اسے احتساب نہیں تو اور کیا کہتے ہیں' منی آپا سب کو صاف آئینہ دکھا کر گئی تھیں' سمجھ میں تاخیر سے آئی۔

جمشید کو صولت نے آلۂ کار بنائے رکھا' خود بیٹیوں کے اشاروں پر ناچتی رہیں۔ قصداً ان کے لیے کم مایہ گھر کی حسین کم عمر لڑکی تلاشی تاکہ جمشید کو عمر گنوانے کا احساس نہ ہو وہ سنبل تھی جس نے لب سیے۔ سسرال پرستی کے نام پر خود پر روا ہر زیادتی خود تک محدود رکھی اور بس ایک سرتابی ہی کے سبب معتوب ٹھہری' وہ خطا کار نہ تھی۔ بنادی گئی تھی کہ ان سب کو دوسروں کا اپنے سامنے سر اٹھانا منظور ہی کب تھا' لاکھوں لٹاتے مگر اپنی منواتے۔ وہ جتنا سوچتے' دائرے سے دائرے بنتے چلے جاتے' اپنے تمام فرائض کی ادائیگی کے بعد بھی صولت کا بیٹیوں کو بھرنا' سامعہ جیسی بیٹی کو ہدایت دینے کی بجائے اپنے گھٹنے سے لا بٹھانا۔ عالیہ کے ساتھ جو ہوا وہ تقدیر کا لکھا سہی مگر شاہین کا کردار بھی اس گھر کے لیے کم ستم قاتل نہ تھا۔

بات بے بات میکے کے معاملات میں مداخلت و استحقاق اس گھر کے لیے کم ستم قاتل نہ تھا اور ساری صولت کی بخشی ہوئی کمک تھی۔ میٹھی چھری کے وار محبت کے گھیراؤ' انہیں بے زبان بنا گیا تھا۔ وہ سر جھکائے بس ماں کے اشاروں پر ناچتے رہے' کبھی خود کے لیے برا یا بھلا سوچا نہ انہوں نے موقع دیا اور یہی بے زبانی اسے درکار تھی' اس کے کردار میں کجی نہ تھی مگر وہ اپنا آپ مٹا کر بھی ناقدری' بے رخی جھیل رہی تھی تو اس سب میں خود جمشید کی زندگی کہاں تھی؟ ان کی زندگی تو کھلونا بن کر رہ گئی تھی اور وہ ایک خاموش آلۂ کار گویا ان کی خوشیاں' ان کا وجود بس ایک کٹھ پتلی تھا۔ وہ خود بے مایہ تھے تبھی تو سنبل بھی ناقدری ٹھہری۔ ان کی خوشیاں مقدم ہوتیں تو سنبل کو سر آنکھوں پر رکھا جاتا اب وہ اتنی زیادتیوں کے بعد کیا نئی زندگی ہنسی خوشی گزار سکیں گے؟

سنبل کی بددعا' رب کا احتساب' جس نے انہیں وقت سے پہلے کھینچ لیا تھا۔ منی آپا کا فرمان یہی تھا' وہ مٹی کے مادھو ہی تو تھے آنکھیں بند کیے بس دوسروں کی بتائی سمت چلتے رہے۔ وہ سب اپنائیت کے نقاب میں لپٹے مفاد پرست تھے پھر تقدیر انہیں پٹخنی کیوں نہ دیتی۔ صولت اس ساری گیم کا اصل مہرہ تھیں تو قدرت ان سے احتساب کیوں نہ کرتی اور احتساب پر اتر آئے تو کہیں جائے پناہ نہیں ملتی' معافی اور تدارک' ایک ارزاں سی کوشش۔

جمشید کی آنکھیں کھل گئی تھیں پھر انہوں نے اپنی تمام کوتاہیوں کے تدارک و معافی کے لیے ہی سنبل کے گھر کی جانب قدم بڑھائے تھے کہ اس نازک کومل سی لڑکی سے تمام اچھے گمان اور امیدیں وابستہ تھیں۔

حسابِ دوستاں

نازیہ جمال

مٹھی بھر لوگوں کے ہاتھوں میں لاکھوں کی تقدیریں ہیں
جدا جدا ہیں دھرم علاقے ایک سی لیکن زنجیریں ہیں
آج اور کل کی بات نہیں ہے صدیوں کی تاریخ یہی ہے
ہر آنگن میں خواب ہیں لیکن چند گھروں میں تعبیریں ہیں

"دنیا میں سب سے بڑی احمق اور عقل سے پیدل کوئی مخلوق ہے تو وہ میں ہوں یعنی لبابہ صدیق...... اور بس۔"

بے حد گورے اور ملائم پاؤں میں ڈالی بلیک سینڈل کا جائزہ لیتی عدینہ کے کانوں میں ایک جلی بھنی آواز آئی تو اس نے چونک کر لبابہ کی نقاب سے جھانکتی آنکھوں میں بھری خفگی کو ایک نظر دیکھا اور پھر دھیرے سے مسکرادی۔

"ایں...... یہ تو چچی عمرانہ کے کمنٹس ہیں جو وہ اکثر ہمارے بارے میں دیتی رہتی ہیں۔ اس وقت تم ان کی بات مائنڈ کر جاتی ہو اور اب یہاں سر بازار اتنا واضح اعتراف خیر تو ہے لبابہ۔" عدینہ کے لہجے میں واضح شرارت تھی۔

"شٹ اپ عدینہ...... صبح سے تم مجھے بازاروں میں لیے پھر رہی ہو۔ شہر کی ایک ایک دکان چھان ماری اور لیا کیا ایک جیولری سیٹ تھوڑی سی کاسمیٹکس اور اب پچھلے دو گھنٹے سے تم یہاں بیٹھی ایک جوتا پاؤں میں ڈال رہی ہو تو کبھی دوسرا ایک جوتا سلیکٹ کرنے میں اتنا ٹائم۔" لبابہ تو جیسے پھٹ پڑی تھی۔ اس کا پھٹنا بلاوجہ نہ تھا۔ وہ واقعی صبح ناشتے کے بعد مارکیٹ آگئی تھیں اور اب سہ پہر کا رنگ دن میں گھل چکا تھا۔

"مائی سوئیٹ کزن...... تم جانتی تو ہو میں کتنی چوزی ہوں۔ اب جو چیز سامنے آئے اسے اٹھا کر گھر چل دوں یہ بھی تو ٹھیک بات نہیں ہے ناں۔" لبابہ کو کول ڈاؤن کرنے کی خاطر عدینہ اس کے کندھے پر محبت سے ہاتھ رکھ کر مخصوص میٹھے لہجے میں بولی۔

"اچھا چلو یہ بتاؤ یہ بلیک سینڈل اچھی رہے گی یا وہ ریڈ جس پر کرسٹلز ہیں۔" وہ اب اس سے رائے مانگ رہی تھی۔

"اف عدینہ...... تمہیں جو اچھی لگے لے لو۔ مجھ سے کیا پوچھ رہی ہو اور ویسے بھی سارے شوز تمہارے پیروں میں سجتے ہیں۔" لبابہ جیسے عاجز ہو کر بولی۔ اس کی نگاہ شاپ میں لگی کلاک پر تھی جہاں تین بج رہے تھے۔

"یار یہی تو مصیبت ہے۔ ہر جوتا میرے پاؤں میں پرفیکٹ لگ رہا ہے اس لیے تو سلیکشن نہیں ہو پا رہی۔" عدینہ جیسے بے بس ہو کر بولی۔

"جی باجی...... کچھ پسند آیا آپ کو؟" سیلز بوائے قریب آ کے بولا۔

عدینہ کی ناک سے ڈھلک کر نقاب ہونٹوں پر آ گیا تھا۔ جوتوں کی ورائٹی دیکھنے میں اتنی مگن ہوئی کہ کب نقاب ہونٹوں سے بھی اتر گیا اور اب یہ حال کہ شرٹ کے راؤنڈ گلے سے خوب صورت صراحی نما گردن نظر آ رہی تھی۔

"باجی...... یہ بلو والے آپ کے گورے پیروں کی شان بڑھا رہے ہیں کہیں تو یہ پیک کر دوں؟" سیلز بوائے عدینہ کے چہرے پر پُرشوق نگاہیں گاڑ کر خوش اخلاقی سے بولا تو عدینہ نے دونوں پیروں سے بلیک اور بلو سینڈلز نزاکت سے نکال دیں۔

"اوکے یہ بلو والی پیک کردو۔" لبابہ نے ایک لمبی سانس بھری۔

"یار...... میں نے تم سے بازار چلنے کی ریکویسٹ کی تھی مگر تم ایسے بی ہیو کر رہی ہو جیسے میں تمہیں زبردستی

ساتھ گھسیٹ لائی ہوں؟'' شاپ سے نکلتے ہوئے لبابہ کا چپ چاپ انداز دیکھ کر عدینہ بولی۔

''بس یہ میرا زندگی کا آخری چکر ہے تمہارے ساتھ بازار کا۔'' لبابہ حتمی انداز میں بولی۔

''وہ دعویٰ ہی فضول ہے جو کبھی حقیقت کا چولا نہ پہن سکے۔ تم میری دنیا میں واحد فرینڈ ہو اور اتنی اچھی ہو کہ اگر کل دوبارہ شاپنگ پر چلنے کا کہوں تو تم انکار نہیں کرو گی۔'' عدینہ جیسے پچکارتے ہوئے بولی۔

''ہاں میں بہت بڑی احمق ہوں ناں۔ حماقت میرا تعارف ہے۔'' لبابہ جیسے تڑخ کر بولی۔

عدینہ کے ننھیالی عزیزوں میں کوئی شادی تھی۔ جس کی خاطر شاپنگ کی جارہی تھی لبابہ نے لاکھ پہلوتہی کرنے کی کوشش کی کیونکہ وہ عدینہ کی عادت سے بخوبی واقف تھی۔ ہیر پن تک لینے میں وہ گھنٹہ لگا دیتی تھی بے حد رش والی جگہوں پر جاتے ہوئے اس کا جی گھبراتا تھا۔ لاکھ عذر پیش کئے مگر مقابل عدینہ تھی جسے اپنی بات منوانے کے کئی طریقے ازبر تھے۔

''پلیز لبابہ...... تم نہیں چلو گی تو میں کسی اور کو کیسے کہوں۔ تم میری دوست ہی نہیں بلکہ بہت اچھی چچازاد بہن بھی تو ہو۔ بچپن سے ہر کام تمہارے ساتھ کرنے کی جو عادت پڑ گئی ہے امی اکیلے جانے کی پرمیشن دے تو دیں مگر مجھے خود تمہارے بغیر کہیں جانا اچھا نہیں لگتا۔'' بے حد میٹھا اور دلنشین انداز لاڈ اٹھواتا ہوا اپنائیت بھری دھونس جماتا ہوا۔

''ٹھہرو میں اس ماہ کے ڈائجسٹ لیتی چلوں۔ ابوبکر کا چکر بچ جائے گا۔'' بک اسٹال کے پاس سے گزرتے ہوئے لبابہ کی نظر چمکیلے و دیدہ زیب ٹائٹلو سے سجے ڈائجسٹوں پر پڑی تو بے ساختہ ادھر کھینچتی چلی گئی۔

''لو جی...... ابھی جلدی جلدی کا شور ڈالا ہوا تھا اور اب اپنے مطلب کی چیز نظر آئی تو کوئی دیر نہیں ہو رہی۔'' ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں شاپنگ بیگ منتقل کرتے ہوئے عدینہ لبابہ کے پیچھے آ کر جتا کر بولی۔

''ویسے یار...... ہوتا کیا ہے ان ڈائجسٹوں کی دنیا میں تم اتنے شوق سے پڑھتی ہو۔ سراسر خیالی دنیا اور فرضی محبت کے قصے۔'' وہ دونوں اب رکشے کی تلاش میں روڈ پر آ گئیں۔

''یہ پوچھو کیا نہیں ہوتا ان ڈائجسٹوں میں۔ تم جیسے لوگ جو بغیر پڑھے اس قسم کی رائے دیتے ہیں۔ ڈائجسٹوں کی فیور میں ایک لفظ بولے بغیر میں بس انہیں پڑھنے کا مشورہ دیتی رہتی ہوں۔ پڑھنے کے بعد رائے تبدیل نہ ہو تو میرا نام بدل دینا۔'' لبابہ ٹھوس انداز میں بولی۔ پھر آسمان کے تیزی سے بدلتے رنگ پر نظر ڈالی۔

''مجھے لگتا ہے بارش کسی بھی وقت ہو سکتی ہے۔'' لبابہ اب کے قدرے فکر مندی سے بولی۔ آسمان پر بکھری سفیدی میں یکایک سیاہی گھلنے لگی تھی۔

''اللہ خیر کرے۔ اگر یوں روڈ پر لبابہ صدیق بارش میں بھیگ گئیں تو وجہ عدینہ آصف ٹھہرے گی۔ ایک تو اتنی دیر اوپر سے بارش اللہ مجھ پر رحم کر۔'' عدینہ مصنوعی تفکر سے بول رہی تھی کہ ہوا کی گڑگڑاہٹ سے بادل چھلک پڑے۔ موٹی موٹی ٹھنڈی ٹھار بوندیں۔ دونوں نے بھاگ کر شیڈ تلے دم لیا۔ کسی ٹیکسی اور رکشے کا تا حال گزر نہ ہوا تھا۔

''ایک سے ایک ڈرامہ اور فلم اس قسم کی سچویشن سے بھری پڑی ہے۔ برستی بارش میں بھیگتی ہیروئن فکرمند اور اداس۔ ایسے میں ایک ڈیشنگ ہیرو کی زوردار انٹری اور پھر ایک دفعہ کی لفٹ ساری زندگی کی ہم سفری کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے اور ایک اپنی زندگی ہے بے حد ڈل اور بور جو نجانے کب تک......'' ایک تیز رفتار کار کے ویلو قریب ہی زور سے چرچرائے تھے۔ عدینہ کا حسرت بھرا بیان منہ ہی میں ادھورا رہ گیا تھا۔

دونوں اچھل کر دور ہوئیں۔ سیاہ کار کا شیشہ آرام سے نیچے ہوا۔ سیاہ چمکتی آنکھوں اور سیاہ بالوں سے سجا خوبرو چہرہ کھڑکی پر نمودار ہوا۔

''معزز خواتین...... کیا میں آپ دونوں کو آپ کے گھر تک ڈراپ کر سکتا ہوں؟'' بے حد مہذب اور شائستہ انداز

میں پیش کش کی گئی تھی۔ لبابہ نے ایک بے حد سنجیدہ نظر مقابل پر ڈالی پھر اعتماد سے بولی۔

''نو تھینکس...... ہمیں سواری مل جائے گی آپ کا شکریہ۔''

''سوچ لیں مس...... موسم کی صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ یہ جو اکا دکا رکشے اور ٹیکسیاں آپ کے سامنے سے گزر رہے ہیں یہ آل ریڈی فل ہیں۔ ہاں میری طرح آپ کو کوئی اور آفر کرسکتا ہے۔ میں شریف اور عزت دار بندہ ہوں۔ ٹرسٹ کرسکتی ہیں مجھ پر۔'' تفصیلی جواب تو لبابہ کی بات کا دیا گیا مگر نظروں کے حصار میں ساتھ کھڑی لڑکی کا نیم ڈھکا چہرہ تھا۔ جس کی سرمئی کانچ سی آنکھوں میں کھوئی کھوئی سی مدہوشی کی کیفیت چھلک رہی تھی۔ ستواں ناک پر سجی نوز پن اور بالائی ہونٹ کا گلابی پن۔ پورا چہرہ تو قیامت ڈھاتا ہوگا۔

''اوکے ایز یو وش مجھے بھی گھر پہنچنا ہے۔'' کندھے اچکا کر کہتے ہوئے اسٹیرنگ پر دھرے مضبوط ہاتھ بے ساختہ ہارن بجا گئے۔

''نہیں لبابہ...... ایسے موسم میں یہ لفٹ تو غنیمت ہے۔'' ہارن کی تیز آواز سن کر عدینہ جیسے نیند سے ہڑبڑا کر جاگتے ہوئے بولی۔

''امی پریشان ہو رہی ہوگی۔ گھر جلدی پہنچنا ہے ہمیں۔'' انتہائی عجلت سے کہتے ہوئے بنا لبابہ کی طرف دیکھے عدینہ آرام سے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کر گاڑی کے اندر منتقل ہوگئی۔ لبابہ ہکا بکا اسے دیکھتی رہی۔ یہ عدینہ تو اسے اکثر حیران کردیتی تھی۔

''اب آؤ بھی ناں...... دیکھو شیڈ کے نیچے کتنے مرد آچکے ہیں۔ ہم اکیلی دولڑکیاں سواری کے انتظار میں کب تک یہاں کھڑی رہیں گی۔ سچ اتنے سارے مردوں کے بیچ مجھ سے تو نہیں کھڑا ہوا جاتا۔'' دھیمے و معصومیت بھرے انداز میں لبابہ پر صورت حال کی سنگینی واضح کی تو لبابہ ایک کڑی نظر اس پر ڈالتی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔

''یہ موسم کا مزاج بھی کب بدل جائے پتہ نہیں چلتا۔ صبح چمکیلی دھوپ تھی اور اب ہر طرف پانی ہی پانی۔'' بنا کسی کو مخاطب کیے عدینہ دھیمے سے بولی۔ ساتھ ہی گیلا نقاب چہرے سے ہٹا دیا۔ اطراف سے چپکی گیلی لٹیں ہاتھوں سے کانوں کے پیچھے اڑس لیں۔

''آپ نے شاید صبح نیوز نہیں سنیں۔ محکمہ موسمیات نے یہ پورا ہفتہ بارش کی پیش گوئی کی ہے۔'' اجنبی نے مہارت سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز بات شروع کی اور ان ہی چھوٹی چھوٹی باتوں کے دوران عدینہ فیصلہ نہیں کر پائی کہ اس شخص کی گفتگو زیادہ متاثر کن ہے یا اس کی شخصیت۔

''بس یہیں گاڑی روک دیں۔ آگے ہم خود چلی جائیں گی۔'' پیچھے سے لبابہ کی سخت آواز ابھری تو باتوں میں مگن دونوں چونک اٹھے۔

''مگر یہاں...... گھر تو آگے ہے بارش میں کیسے چلیں گے؟'' عدینہ نے گردن موڑ کر پیچھے لبابہ سے کہا۔

''گیٹ تک ڈراپ کرنے میں کیا حرج ہے۔ حد ہوتی ہے تنگ ذہنی کی بھی۔'' عدینہ بری طرح جھنجلا کر بولی۔ لبابہ کسی بات کا جواب دیئے بنا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ عدینہ نے ایک نظر گاڑی کے اندر گھمائی۔ سپر لگژری کار ہیٹر کی دھیمی حدت اور ایئر فریشنر کی خوشبو نے اس کے اعصاب کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا اور ساتھ پہلو میں بیٹھا وجیہہ انسان۔ عدینہ نے غیر محسوس انداز میں اپنا پاؤچ سیٹ پر چھوڑا اور باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁......❁

فائنل ایگزامز سر پر تھے۔ لبابہ دن رات کا فرق بھلائے کمرے میں بند جی جان سے پڑھائی میں مگن تھی۔ وہ بے حد پڑھا کو بھی محنتی اور ذہین بھی اسکول کے اینٹرنس پر نمایاں کارکردگی دکھانے والے طلباء میں اپنا نام سرفہرست درج کروانے کے بعد کالج میں بھی اپنی ذہانت، قابلیت اور حد درجہ تابع داری کی بدولت تمام ٹیچرز کی پسندیدہ طالبہ ٹھہری۔

عدینہ اور وہ ہم عمر اور گریڈوں سے تاحال ہم جماعت

تھیں۔ لبابہ خاندان بھر کے ذہین فطین لڑکوں اور لڑکیوں کے پڑھائی میں کان کاٹ رہی تھی مگر عدینہ۔

"ہائے ڈارلنگ...... کیا ہو رہا ہے؟" عدینہ نے ذرا سا دروازہ کھول کر مسکراتا ہوا چہرہ اندر کیا پھر پورا دروازہ کھول کر اندر آئی اور دھپ سے لبابہ کے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"پڑھائی ہو رہی ہے اور کیا ہو رہا ہے؟" لبابہ نے کتاب سے نظریں ہٹائے بغیر جواب دیا۔

"وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے جینئس صاحبہ۔ مگر ایگزامز سے پہلے فیرول پارٹی بھی ہے جس کی تیاری کرنی ہے۔" عدینہ کا جواب جتاتا ہوا تھا۔

"چھوڑو فیرول پارٹی کو۔ مجھے تو ایگزامز کی فکر ہے۔ پارٹی کا کیا ہے اٹینڈ کرلیں گے۔" لبابہ لاپروائی سے بولی۔

"ایسے کیسے اٹینڈ کریں گے۔ میں نے اپنا اور تمہارا ڈریس بنوالیا ہے۔ ساتھ میں میچنگ شوز' پاؤچ اور جیولری۔ دعا دو ایسی نیک فطرت کزن تمہیں ملی ہے جسے اپنے ساتھ تمہارا بھی خیال ہے۔" عدینہ شاہانہ پن سے بولی تو لبابہ نے کتاب سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا پھر دھیمے سے بولی۔

"عدینہ اتنا ٹائم ان فضول کاموں میں خرچ کردیا اس سے بہتر تھا کہ تم کچھ پڑھ لیتیں۔ اتنی ٹف پڑھائی ہیں اور تم نے بکس کھول کر بھی نہیں دیکھیں۔"

"اسٹاپ لبابہ...... زیادہ تلقین بی بی بننے کی ضرورت نہیں۔" عدینہ ناگواری سے اسے ٹوک گئی۔

"کسی کے خلوص اور چاہت کی تمہیں کیا قدر۔ تمہارے نزدیک تو زندگی بس کمرے میں بند ہو کر کتابوں کو رٹا لگانے کا نام ہے۔ نہ آئے گئے کی خبر نہ اپنی صحت کا خیال۔ بس میری تیاری دیکھو گی تو داد دیئے بغیر نہیں رہ پاؤ گی۔" اور تیاری تو عدینہ نے واقعی دل لگا کر کی تھی۔ بلیک شیفون پر ملٹی کلرز سے بنے پھول' قمیص اور دوپٹہ پر انوکھی بہار دکھا رہے تھے۔ ساتھ میں تنگ چوڑی دار پاجامہ۔

"عدینہ...... میں یہ سوٹ نہیں پہن سکتی۔ بلیک کلر میں میری رنگت دب سی جاتی ہے۔" لبابہ نے سوٹ دیکھتے ہی

دبے دبے لہجے میں انکار کردیا۔ درحقیقت انکار اس نے کلر کی وجہ سے نہیں بلکہ قمیص کے ڈیپ راؤنڈ گلے اور ضرورت سے زیادہ لمبے چاک کی وجہ سے کیا تھا۔

"فضول کے کمپلیکس میں نہ پڑو۔ میں نے دونوں سوٹ ایک جیسے اس لیے بنوائے ہیں کہ دونوں ایک جیسی ہی لگیں۔ خوب صورت اور دلکش۔" عدینہ کمال اعتماد سے بولتے ہوئے ذرا سی مسکرائی اور لبابہ کے لمبے بالوں کا ہیئر اسٹائل بنانے لگی۔

✿......✿......✿......✿

تھرڈ ایئر کی ساری لڑکیاں بنی سنوری اور پیاری لگ رہی تھیں مگر ان سب میں عدینہ آصف کی تو چھب ہی نرالی تھی۔ وہ سب سے منفرد اور ممتاز لگ رہی تھی۔ بے حد اسمارٹ فگر پر سجا سیاہ لباس اور میرون شیفون سے جھانکتے گورے بازو براؤن سلکی لہردار بال کندھوں پر پڑے صراحی نما گردن کی اٹھان کو واضح کررہے تھے۔ کتنی ہی لڑکیوں نے اس کے قریب آکر کہا۔

"پلیز عدینہ...... ایک سیلفی ہوجائے۔"

"وائے ناٹ۔ آؤ لبابہ تم بھی آجاؤ۔" وہ لبابہ کو بھی ساتھ گھسیٹ لیتی۔

"بلیک سوٹ پر کلر کومبی نیشن ایک دم پرفیکٹ۔ یار تم ایسی بہترین ڈیزائننگ کیسے کرلیتی ہو؟" ان کی کلاس فیلو ملیحہ ان کے قریب آکے توصیفی انداز میں بولی تو عدینہ ناز سے مسکرائی۔

"کپڑے انسان کی شان نہیں بڑھاتے بلکہ انسان کپڑوں کی شان بڑھاتا ہے۔ عدینہ خوب صورت ہے تبھی تو ہر لباس اس پر جچ جاتا ہے۔" تفاخر، اعتماد، خود ستائشی انداز سبھی کچھ تو عدینہ کے لہجے میں شامل تھا۔

"ویسے اگر ڈریس کی تعریف کررہی ہو تو لبابہ مائی کزن بھی کم نہیں لگ رہی۔" عدینہ نے لبابہ کو دیکھتے ہوئے ملیحہ سے دریافت کیا۔

"ہاں یار...... لبابہ ویسے تو پیاری لگ رہی ہے لیکن بلیک کلر اس پر اتنا نہیں اٹھتا جتنا تم پر اٹھ رہا ہے۔ سارا فرق کمپلیکشن کا ہے۔" ملیحہ نے لبابہ کو ناقدانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے قدرے طنزیہ انداز میں کہا۔

ملیحہ وہ لڑکی تھی جو باوجود محنت کے لبابہ کو تعلیمی میدان میں نہیں پچھاڑ پارہی تھی۔ وہ جتنی بھی محنت کرتی مگر اول پوزیشن لبابہ ہی کے حصے میں آتی تھی۔ ملیحہ کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ لبابہ کو کہیں غائب کردے۔ کالج میں اس کا وجود تک نظر نہ آئے۔ لبابہ ملیحہ کی اپنے بارے میں ناپسندیدگی سے خوب واقف تھی۔ تبھی تو اس کی بات سن کر اس کے چہرے کی رنگت ایک دم متغیر ہوئی تھی۔ جسے دیکھ کر عدینہ فوراً بول پڑی۔

"کم آن یار...... میری کزن کتنی سوئیٹ ہے۔ تم زیادتی کررہی ہو۔" عدینہ نے لگاوٹ سے اپنا بازو لبابہ کے کندھے پر پھیلایا اور ملیحہ سے سرزنش کرنے والے انداز میں بولی۔

صرف ملیحہ پر ہی کیا موقوف تقریباً ساری لڑکیوں نے عدینہ کے حسن کی تعریف کی جسے وصول کرتے ہوئے عدینہ مصنوعی خفگی اور حیرت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے کہتی۔

"واٹ ڈو یو مین...... سر سے پاؤں تک تو ہم دونوں ایک جیسی لگ رہی ہیں۔ پھر تعریف میں اتنی ڈنڈی کیوں ماررہی ہو؟" اور مقابل کا جواب تقریباً ملیحہ والا ہی ہوتا تھا۔

"نان سینس...... جل ککڑیاں ہیں ساری۔" عدینہ لبابہ سے محبت بھرے لہجے میں بولی تو لبابہ نے محض ایک بے تاثر نظر اس پر ڈالی اور اپنے کندھے پر رکھا ہاتھ جھٹک دیا۔

✿......✿......✿......✿

"آپی...... آپ کا یہ سوٹ نکال لوں؟" عروہ نے ہینگ شدہ ایمبرائیڈڈ سوٹ الماری سے نکال کر اس سے پوچھا۔ اسائنمنٹ مکمل کرتے اس کے ہاتھ لحہ بھر کو تھمے۔ استفہامیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں...... کس لیے؟"

"آپی......" عروہ جیسے شدید صدمے کی زد میں آئی۔

"ابھی کل ہی تو امی نے آپ کو ڈھیروں ڈھیر ہدایات دی تھیں اور میں نے رگڑ رگڑ گھر کی صفائی میں خود کو آدھا کر لیا ہے اور پوچھ رہی ہیں کس لیے سوٹ نکالنا ہے۔ واللہ رے بے خبری۔" عروہ کی بات سن کر اس کے احساسات یک دم تیزی سے بدلے تھے۔ اس نے چین فائل میں پھنسا دیا اور ایک گہری سانس لے کر عمرانہ کی باتیں بقول عروہ کے ہدایات دل میں دہرانے لگی۔

"بس یہ بلو سوٹ پریس کر دیتی ہوں۔ بہت جچتا ہے آپ پر۔" عروہ اپنی کہہ کر باہر چلی گئی۔

وہ ڈھیلے پن سے بیڈ سے اتری۔ چھوٹے چھوٹے قدم بڑھاتی ڈریسنگ ٹیبل کے عین سامنے جا کھڑی ہوئی۔ ذرا آگے ہو کر آئینے میں اپنا چہرہ جانچا۔ رنگت میں سنولاہٹ تھی۔ حالانکہ اس کی گلابی رنگت کافی صاف تھی۔ مگر پچھلے ایک ہفتے سے جاری ٹڈ ٹرمز کی وجہ سے آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے تھے۔ رات کو جاگنے کی وجہ سے آنکھیں تھکاوٹ سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ اس نے ایک دم سے آئینے سے نظریں چرائیں۔

اگلے ہی لمحے وہ آصف تایا کے پورشن میں تھی۔ عدینہ اسے لاؤنج میں ہی مل گئی۔ جھولے میں بیٹھی۔ کندھے اور چہرے میں موبائل دبوچے کسی سے اونچا اونچا بولتی پیروں پر نیل پالش لگا رہی تھی۔ ریڈ نیل پالش نے اس کے دودھیا پیروں کی خوب صورتی دو چند کی ہوئی تھی۔

"ارے آؤ لبابہ..... تم کتابوں کی کیسے جان چھوڑ آئی ہو؟" اس پر نظر پڑتے ہی عدینہ نے موبائل آف کیا اور مسکرا کر بولی۔

"زیادہ طنز کرنے کی ضرورت نہیں۔ پیپرز کی تیاری ہو گئی۔ سو ادھر آ گئی۔" وہ عدینہ کے قریب جھولے پر بیٹھتے ہوئے کشن گود میں لیتے ہوئے بولی۔ پھر ادھر ادھر نظریں گھما کر پوچھا۔

"تائی امی کہاں ہیں نظر نہیں آ رہیں؟"

"امی لنچ کی تیاری کر رہی ہیں۔ میری امی کا دل ویسے کچن میں بہت لگتا ہے اب دیکھو ڈسٹنگ کر کے جو کچن میں گھسی ہیں ابھی تک باہر نہیں نکلیں۔" ایڑی پر زور دے کر جھولے کو ہلاتے ہوئے عدینہ مزے سے بولی۔

"شرم کرو بڑی بنی ہو ہاں کا ہاتھ بٹانے کے بجائے الٹے سیدھے اندازے لگا رہی ہو۔ پہلے اتنے بڑے گھر کی صفائی پھر لنچ کی تیاری۔ ڈوب مرو عدینہ۔" لبابہ نے بیٹھے بیٹھے ہی خوب لتاڑ ڈالا اسے مگر مقابل عدینہ آصف تھی۔ مجال ہے جو اثر لے لے۔ جھولے میں بیٹھی مسکراتی رہی۔

"چھوڑو یار..... والدین کا گھر تو ہم لڑکیوں کے لیے پیراڈائز ہوتا ہے۔ یہاں بھی ہانڈی چولہا اور اگلے گھر بھی ہانڈی چولہا انجوائے کب کریں گے۔ امی کی بہوئیں آئیں گی ناں وہی یہ سب کام کریں گی۔ ان فیکٹ یہ گھر اصل میں تو ان کا ہی ہے۔ میں تم پل دو پل کی مہمان..... اور ویسے بھی کچن کی گرمی میں میری اسکن خراب ہو جاتی ہے اور یہ ڈسٹنگ یہ تو ہے ہی بالوں کا کباڑا۔" لبابہ نے تو مختصر بات ہی کی تھی۔ آگے سے عدینہ نے پورے سو صفحات کا مضمون پڑھ دیا۔

"اللہ عدینہ..... پوری چکنا گھڑا ہو تم۔" لبابہ لمبی سانس بھر کر بولی۔

"چلو چھوڑو..... آؤ تمہیں وہ سوٹ دکھاؤں جو میری کزن ذکرہ نے مجھے گفٹ کیا ہے۔ نازیہ بی والوں سے لیا ہے۔ بہت مہنگا اور اسٹائلش ہے۔" عدینہ اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں وہ بھی دیکھتی ہوں۔ مگر میرا ابھی تو کچھ کرو ناں۔" سیڑھیاں چڑھتے ہوئے لبابہ نے کہا۔

"کیا مطلب، تمہیں کیا ہوا ہے؟" عدینہ نے پل بھر کو رکتے ہوئے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا..... کچھ انوکھا سا تاثر لبابہ کے چہرے پر تھا۔

"یار..... وہ کل کچھ لوگ آ رہے ہیں۔ مجھے دیکھنے تو امی چاہتی ہیں کہ میں....." جھجک کر بولتے ہوئے لبابہ نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اوہو..... میری بنو کا بر دکھاوا ہونے جا رہا ہے۔" عدینہ تو سنتے ہی چلا اٹھی۔

"کون ہے وہ خوش نصیب، کرتا کیا ہے، دکھنے میں کیسا ہے، نام کیا ہے؟ سب کچھ جلدی سے میرے پوچھے بغیر ہی بتاتی جاؤ۔" عدینہ شوخی بھرے لہجے میں بے تابی سے بولی۔

"فضول مت بولو۔" لبابہ جھینپی۔ "نہ میں کچھ جانتی ہوں نہ میں نے محترم کو دیکھا ہوا ہے۔ روزی آنٹی کے جاننے والے ہیں۔ ان کے گھر پر مجھے دیکھ لیا۔ اب میری امی کا کہنا ہے ان لوگوں کے سامنے جانے کے لیے مجھے اپنا بوتھا سنوارنا چاہیے۔" لبابہ جیسے بے بسی سے بولی۔

"آئی سی..... چلو تم دیکھتی جاؤ کہ میں چچی عمرانہ کو کیسے مطمئن کرتی ہوں۔" عدینہ نے بے حد آرام سے اسے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے چیئر پر بٹھادیا اور تیزی سے انگلیوں پر دھاگہ لپیٹنے لگی۔ کرچ..... کرچ..... کرچ

"اف عدینہ..... میں نے تمہیں جلد کی صفائی کا کہا تھا۔ یہ قہر ڈھانے کو نہیں۔" لبابہ درد سے لبریز آواز میں چلا کر بولی۔

"ہاں تو بھنوؤں کا اتنا گھنا جنگل صاف کیے بغیر تم خوب صورت کیسے لگ سکتی ہو۔" لبابہ کے واویلے کا اثر لیے بغیر عدینہ تن دہی سے اپنے کام میں لگی رہی۔

"اگر میری طرح روزانہ اپنا خیال رکھتی تو آج یوں ہائے وائے نہ کررہی ہوتیں۔ یونو لبابہ..... عورت کو کسی بھی عمر کے پیریڈ میں خود سے لاپروائی نہیں برتنی چاہیے۔ ورنہ بہت نقصان میں رہتی ہے..... اور ہم تو ہیں ہی نوخیز دوشیزائیں۔ ہمارے تو بننے سنورنے کے دن ہیں۔ میں اپنی جان کو ایسا چینج کردوں گی کہ محترم جو بھی نام رکھتے ہیں شادی کی ڈیٹ لینے پر نہ تل جائیں تو کہنا۔" فیشن بیگ کھولتے ہوئے عدینہ یقین سے بولی۔

"کتنے پیارے تمہارے فیچرز ہیں۔ ستواں ناک، اوپری ہونٹ کا کٹاؤ، یہی سب کچھ تو مردوں کو اپیل کرتا ہے اگر میرے متوقع دلہا بھائی پہلی ہی نظر میں دل نہ ہار بیٹھیں تو میرا نام بدلے سے کچھ بھی رکھ لینا۔"

"پلیز عدینہ..... جلدی کرو۔ امی میرا ویٹ کررہی ہوگی۔" وہ بلا ارادہ عدینہ کو ٹوک گئی تھی۔ وہ بھلا کب عادی تھی ایسی باتیں سننے کی۔ ایک سیدھی سپاٹ زندگی تو گزارتی چلی آرہی تھی وہ اب تک۔ گھر سے کالج، کالج سے گھر۔ عمرانہ نے اپنے اصولوں پر بچوں کی تربیت کی تھی۔ جن میں سرفہرست ڈسپلن، تعلیم اور سادگی تھی۔ لبابہ تو تھی ہی ان کے اصولوں کی عملی مظہر۔ پھر ایسے میں ایسی شوخی بھری باتوں کی گنجائش کہاں سے نکلتی تھی۔

"گھر جا کر آئس کیوبز سے ٹیکور کرلینا، سوجن کم ہوجائے گی۔" اسے آئینے میں تفکر سے اپنے چہرے کا جائزہ لیتے دیکھ کر عدینہ نرمی سے بولی۔

وہ ہمیشہ سے پُر اعتماد رہی تھی۔ پوزیشن ہولڈر، گھریلو کاموں میں طاق، شائستہ مزاج، پتہ نہیں کیوں اسے گھبراہٹ ہورہی تھی۔ شاید یہ اس کے لیے باقاعدہ آنے والا پہلا رشتہ تھا۔ عدینہ کے ماہرانہ ہاتھوں کی کارکردگی اس کے چہرے پر واضح نظر آرہی تھی۔

"میری بچی..... اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے۔ واصف بہت اچھا لڑکا ہے۔ رضوانہ کہہ رہی تھی واصف کا جلد شادی کا ارادہ ہے۔ منگنی کو طول دینا اسے پسند نہیں۔" عمرانہ چلتے پھرتے، کام نپٹاتے اس کی بلائیں لے رہی تھیں۔

"بیوٹیشن نے تو واقعی کمال کردیا۔ کہیں زیادہ پیسے تو نہیں لے لیے۔" نفیس ماربل کی پلیٹوں پر خشک کپڑا پھیرتے ہوئے عمرانہ نے پوچھا۔

"نہیں امی..... میں پارلر نہیں گئی تھی۔ عدینہ نے یہ سب کیا ہے۔" اس نے سادگی سے جواب دیا۔

"کیا..... تم عدینہ کے پاس گئی تھیں؟" عمرانہ ایک دم چیخ کے بولیں۔

"جی امی....." وہ ماں کے انداز پر ایک دم خائف سی ہوگئی۔

"اور تم نے اسے مہمانوں کے بارے میں بھی بتایا ہوگا یقیناً۔" اب کے عمرانہ کا انداز خاصا طنزیہ تھا۔

"جی بتایا تو تھا۔" وہ کچھ نا سمجھی کی کیفیت میں دھیمے
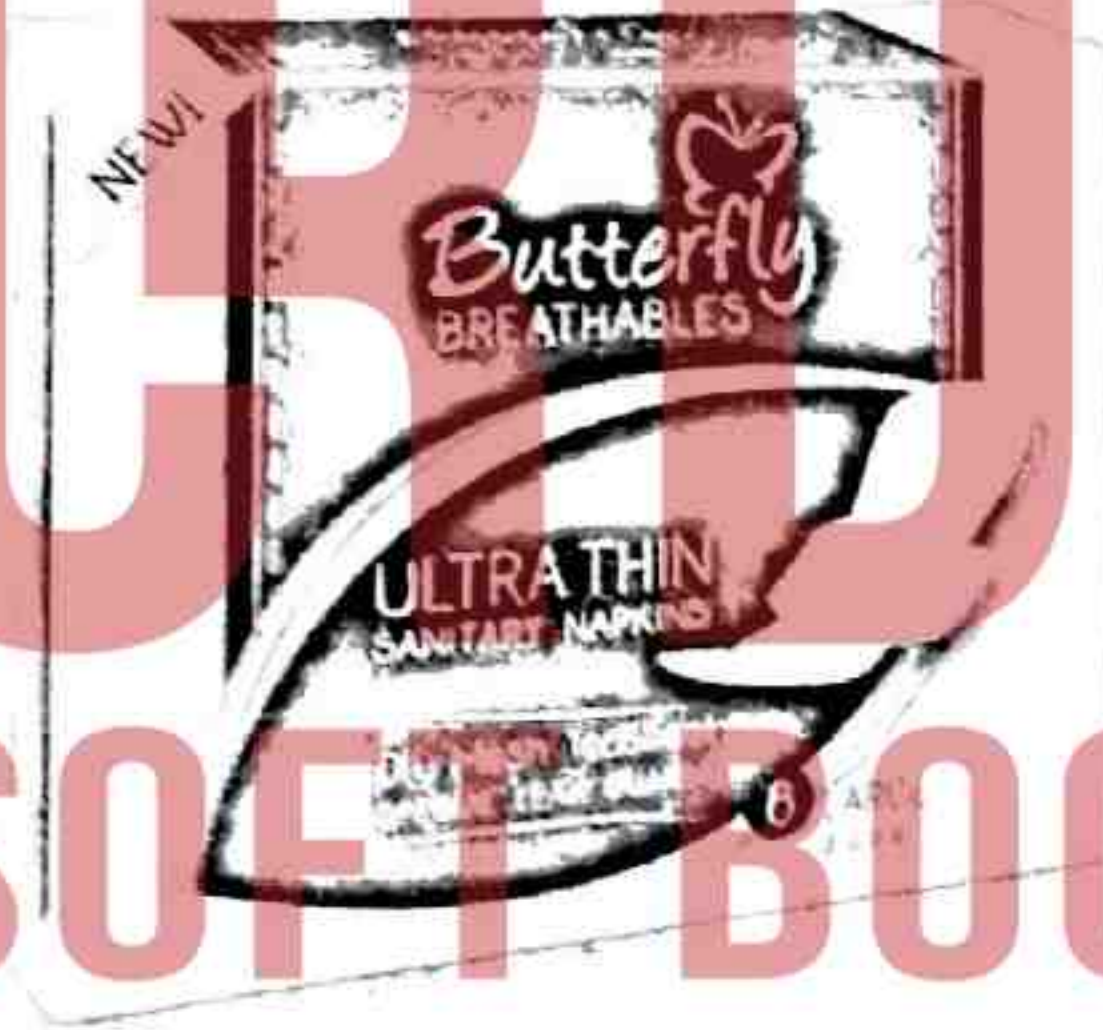
سے بولی۔

''اوہ لبابہ...... کون کہہ سکتا ہے کہ تمہاری ذہانت' قابلیت کے ڈنکے چار سو بج رہے ہیں میری بچی۔'' عمرانہ نے بے ساختہ سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

''امی...... عدینہ نے تو مجھے بہت سی ٹپس دی ہیں۔ وہ تو کہہ رہی تھی کہ میں سوٹ بھی سلیکٹ کردوں گی۔'' ماں کے انداز پر وہ پریشان سی ہو کر روہانسی ہوئی۔

''بھاڑ میں جاؤ تم اور عدینہ۔'' عمرانہ نے غصے سے برتن اٹھائے اور کچن میں چلی گئیں۔

''امی کیوں اتنی خفا ہو رہی ہیں۔ میں نے کیا' کیا ہے؟ خود ہی تو کہا تھا کہ کچھ چہرے کی فکر کروں اور اب خود ہی......'' وہ دل گرفتی سے سوچ گئی۔

✿......✿......✿......✿

''بس آپی...... اب آپ جائیں تیار ہوں سب کچھ ریڈی ہے۔'' عروہ نے اس کے ہاتھ سے کفگیر لیا اور کچن سے باہر دھکیلنا چاہا۔

''ہاں جانو...... بس ذرا بریانی دم دے دوں۔'' وہ مصروف انداز میں بولی۔ بریانی' سلاد' چکن قورمہ' اچاری گوشت' ٹرائفل' کتنا کچھ تو دونوں نے مل کر تیار کرلیا تھا۔

''وہ میں خود کرلیتی ہوں۔ بس آپ تیار ہوں وہ لوگ بس آنے ہی والے ہیں۔'' عروہ نے اب کے باقاعدہ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اسے باہر دھکیلا تھا۔ باتھ لے کر بلو سوٹ زیب تن کیے وہ شکن آلود بال سلجھا رہی تھی کہ عدینہ آ گئی۔

''مائی سویٹ ہارٹ...... دیکھا میرے فیشل کا کمال کیسے دمک رہی ہو۔'' عدینہ چہکتے ہوئے اس کی ٹھوڑی تھام کے بولی۔ ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر دراز کھول کر جیولری باکس نکالا۔ وائٹ کرسٹلز سے دمکتے آویزے اس کے کانوں میں اٹکا دیے۔

''پلیز عدینہ...... یہ بہت ہیوی ہیں۔'' وہ تلملائی۔

''کوئی ہیوی نہیں۔ سنا ہے ہائی فائی قسم کے لوگ ہیں۔ ایسے اول جلول حلیے میں گئی تو کیا خاک ان کے دل میں گھر کر پاؤ گی۔'' عدینہ اسے تقریباً لتاڑتے ہوئے بولی۔ ساتھ ساتھ ہاتھ بھی خوب چلا رہی تھی۔

''نہیں عدینہ...... اتنا تیز بلش آن نہیں' یہ آئی میک اپ اتنا ڈارک...... اف یہ اتنا فاؤنڈیشن کیوں تھوپ دیا۔'' وہ چلاتی رہی مگر پہلے کبھی عدینہ پر اس کا بس چلا ہے جو اب چلتا۔

''اب دیکھو...... لگ رہی ہو پہلے سی لبابہ۔'' آئینے کے سامنے اس کے کندھے پر اپنی تھوڑی ٹکا کر عدینہ نے مسکرا کر پوچھا۔ واقعی وہ دلکش اور پیاری لگ رہی تھی۔ نفاست سے کیے گئے میک اپ نے اس کے ایک ایک نقش کو نمایاں کردیا تھا۔

مہمان خواتین بے حد مہذب' تعلیم یافتہ اور شائستہ مزاج تھیں۔ ان کے ملبوسات' زیورات اور انداز تکلم سے ان کی معاشی خوش حالی کا برملا اظہار ہو رہا تھا۔ اور رفیق صاحب کے گھرانے کا رکھ رکھاؤ' تہذیب وسلیقہ بھی تو ہرگز نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھے۔ مہمان خواتین کی ہلکی پھلکی گفتگو سے اندازہ ہو رہا تھا کہ لبابہ ان کی پسندیدگی کی سند حاصل کرچکی ہے۔

''واصف کو پُر اعتماد' گریس فل لڑکیاں اٹریکٹ کرتی ہیں۔ یہ نہیں کہ پردے کی بوبو بنی بس گھر والوں کے سامنے جی جی کرتی رہے۔ نہ باہر کی دنیا کا کچھ پتہ ہو نہ باقی سوسائٹی میں مووکرنے کے گٹس۔'' واصف کی بہن نے چائے کا کپ لبوں پر لگاتے ہوئے خیال آرائی کی۔

''تو آپ کا خیال ہے یہ جو شرم سے چھوئی موئی بنی لبابہ رفیق ہیں۔ اس کے پاس اعتماد کی کمی ہے۔ لبابہ تو جب کلاس میں آتی ہے تو کلاس پر ایک سحر سا طاری ہو جاتا ہے۔ یہ اپنے اسائمنٹ جس کو دکھادے وہ اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہونے لگتا ہے۔'' براؤن سلکی بال جھٹکتے ہوئے عدینہ پورے اعتماد سے بولی۔ پلین ریڈ اسٹائلش سوٹ جس پر بلیک لیپلک کا کام تھا' ساتھ میں تنگ چوڑی دار پاجامہ' کٹاؤ دار لبوں پر گلابی گلوس۔ اس لڑکی میں ایسا کیا تھا سب کی نظریں بھٹک بھٹک کر اس کے سراپے پر جا ٹکتی

تھیں۔ اس پر مستزاد اس کا پُر اعتماد و دلکش انداز گفتگو۔

''آنٹی...... اگر آپ اجازت دیں تو میں لبابہ کی کچھ پکس لے لوں۔'' واصف کو دکھانے کے لیے۔ آج کل کافی فارورڈ دور ہے۔ لڑکا لڑکی تو شادی سے پہلے مل لیتے ہیں۔ مگر آپ کے گھرانے کی ویلیوز دیکھتے ہوئے میں پکس لینا چاہتی ہوں۔'' واصف کی بہن شائستگی سے درخواست گزار ہوئی۔

''ہاں ہاں بیٹا...... کیوں نہیں۔ جب رشتہ جڑنا ہے تو اجنبیت کیسی۔'' عمرانہ نے خوش دلی سے اجازت دے دی۔ اتنے اچھے سلجھے ہوئے اور باحیثیت گھرانے میں بیٹی بیاہنے کے خیال نے ہی انہیں ہلکا پھلکا کردیا تھا۔

''لائیں میں پکس بنادوں۔ ایسی بناؤں گی کہ آپ کے بھائی صاحب پک دیکھتے ہی دل ہار بیٹھیں گے۔'' عدینہ موبائل ہاتھ میں لیتے ہوئے شوخی سے بولی اور مختلف زاویوں سے لبابہ کی ڈھیروں تصاویر بناڈالیں۔ آخر میں لبابہ کے ساتھ جڑ کر بیٹھتے ہوئے لبابہ کے گلے میں پیار سے بانہیں حائل کرتے ہوئے ایک سیلفی لے لی۔

✿......✿......✿......✿
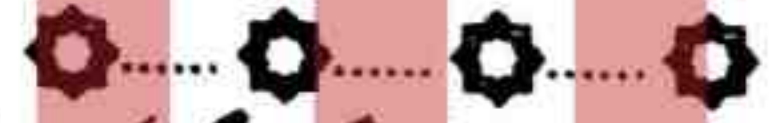
باسی دوپہر میں شام کا رنگ گھلا تو گھر کی فضا کچھ اور اداسی کی لپیٹ میں آ گئی۔ وہ کب سے خالی الذہنی کی کیفیت میں کھڑی برتنوں کو گھورے جارہی تھی۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ رات کے کھانے کے لیے کیا اور کتنا پکائے اور کیوں...... جب کوئی دل سے کھاتا ہی نہیں تھا۔ تین دنوں سے وہ ٹیبل لگاتی رہی تھی۔ بے دلی سے ایک دو لقمہ کھاتے اور سب اٹھ جاتے۔ حلق سے کچھ کیونکر اترتا جب ماں ہی کھانے کی ٹیبل پر نہ آئے۔

شدید اعصابی تناؤ اور صدمے کی بدولت عمرانہ کئی دنوں سے بستر پر دراز تھیں۔ ڈاکٹر نے ادویات باقاعدگی سے لینے کے ساتھ ساتھ ٹینشن فری رہنے کی ہدایت کی تھی اور ٹینشن لی ہی کیوں تھی......؟

''آئی ایم سوری امی...... شاید میری لاپروائی اور بے احتیاطی کے سبب یہ سب کچھ ہوا۔'' وہ سوپ کا باؤل ٹرے میں لیے عمرانہ کے کمرے میں آئی۔ چمچ بھر کر ان کے منہ کی طرف بڑھاتے ہوئے وہ رقت آمیزی سے بولی۔ ماں کی دل شکستگی اسے ڈھیروں رلا چکی تھی مگر وہ بھی تو بے قصور تھی۔

''میری جان...... یہ سب نصیب کے کھیل ہیں۔ کیا کیا نہیں سوچ ڈالا تھا کہ جلد ہی اپنی ایک بیٹی کے فرض سے سبکدوش ہوجاؤں گی۔ مگر انسان کم عقل اور نا سمجھ ہے۔ اس رب کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہوتی ہے اس کا کوئی بھی فیصلہ خالی از حکمت نہیں ہوتا۔'' عمرانہ کی کمزور آواز میں یقین کی مضبوطی تھی۔ ہاتھ بڑھا کر لبابہ کے الجھے بال کانوں کے پیچھے اڑسے۔ اس کے پژمردہ چہرے کو دیکھتے ہوئے ایک لمبی سانس کھینچی اور بیڈ کی بیک سے ٹیک لگالی۔

''میں بھی کتنی نادان ہوں۔ ذرا سی بات کو لے کر گھر کا ماحول خراب کردیا۔ بچے پریشان ہوگئے۔'' انہوں نے ہولے سے خود کو سرزنش کی۔

واصف کی فیملی کو لبابہ بہت پسند آئی تھی۔ خاموش طبع، سنجیدہ، ذہین، لائق، سگھڑ، مگر کیا کیا جائے۔ جب اکلوتے خوبرو اور برسر روزگار بھائی کے سر پر سہرہ سجانے کا وقت آتا ہے تو دل میں چھپی بیٹھی یہ خواہش اچانک سے کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ وہ ہمارے گبرو ویر کے لیے دلہن ایسی چاند چہرہ، پری وش ہونی چاہیے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جائیں۔

انگلی سے موبائل کی اسکرین پر لبابہ کی تصاویر آگے پیچھے کرتے واصف نے بغیر کوئی خاص تاثر چہرے پر لائے بغور دیکھیں۔ مگر آخری تصویر پر لبابہ کے ساتھ جڑا چاند چہرہ دیکھ کر وہ چونک اٹھا تھا۔

''یہ لڑکی کون ہے؟'' اور ادھر تو سب پہلے ہی عدینہ کے متاثرین میں شامل ہوچکے تھے۔ سب کے چہرے چمکے آوازوں میں دبا دبا جوش۔

''یہ لبابہ کی فرسٹ کزن ہے۔ بہت خوب صورت و اسمارٹ، آواز ایسی کہ کانوں میں رس گھولے اور اس کا فگر

گلوئنگ اسکن‘ مائی گاڈ...... ”ایسی کچھ انہونی تو نہ ہوئی تھی۔ دنیا میں ہزاروں لوگوں کے ساتھ ایسا ہوجاتا ہے۔ مگر کیا‘ کیا جائے کہ انسان جب خوابوں کے محل بناتا ہے تو خود ہی اس کا معمار ہوتا ہے۔ اس محل کی تعمیر میں وہ اپنے تخیل کی انتہائی معراج پر پہنچ کے اس کی خوب صورتی اور سج دھج میں پوری صلاحیتیں صرف کردیتا ہے...... اور جب یہ محل حقیقت کی ذرا سی ٹھوکر سے زمین بوس ہوتا ہے تو خود انسان کی اپنی ذات ہی اس ملبے میں ایسی دبتی ہے کہ اسے خود کو اس سے نکالنے میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ وہ نجانے کیوں کئی دنوں تک عمرانہ کے آگے شرمندہ رہی اور عدینہ اس سے شرمندہ۔

”ہوں...... یار میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ لوگ ایسی چیپ حرکت کریں گے۔ ہاؤ فنی‘ پروپوزل تمہارے گھر آیا‘ پسند تمہیں کیا اور شادی کی ڈیٹ طے کرنے ہمارے گھر آ گئے۔ وہ تو امی آ گے آ گئیں۔ ورنہ میرا تو دل چاہ رہا تھا کہ دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دوں۔ کس ڈھٹائی سے محترمہ فرما رہی تھیں کہ جی ہمارا بھائی آپ کی ایک تصویر دیکھتے ہی آپ پر فدا ہوگیا ہے۔ مائی فٹ...... بیچڑ نہ ہو تو......“ عدینہ نے دانت پیستے ہوئے ہتھیلی پر مکا مارا۔

”چلو چھوڑو دفع کرو۔ پہلا پروپوزل تھا‘ کوئی آخری نہیں۔ تم اتنی پیاری ہو کہ کوئی آنکھوں کا اندھا ہی تمہیں ریجیکٹ کرسکتا ہے۔ جسٹ چل ناؤ۔“ عدینہ نے سیل کا ریپر اتار کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

”پلیز عدینہ...... مجھے اسائنمنٹ تیار کرنا ہے۔“ رکھائی سے کہتی وہ اٹھ کر لائبریری چل دی۔

❁...... ❁...... ❁...... ❁

اس نے کافی کا لبالب مگ تیار کیا اور ویکلی میگزین لے کر فلور کشن پر بیٹھ گئی۔ عروہ صوفے پر نیم دراز ٹی وی پر مارننگ شو میں پوری طرح گم تھی کہ اچانک کچھ یاد آنے پر اس نے والیوم کم کیا اور سیدھی ہو بیٹھی۔

”آپی...... کل میں حلیم دینے تایا آصف کے ہاں گئی تھی ناں تو اس وقت تائی کاشفہ اور عدینہ باجی میں زوردار جھگڑا ہورہا تھا۔“

”اچھا...... مگر کیوں؟“ میگزین کی ورق گردانی کرتے اس کے ہاتھ لمحہ بھر کو تھمے تھے۔

”معلوم نہیں۔“ عروہ نے کندھے اچکائے۔

”آج الوینہ اسکول میں بتا رہی تھی کہ واصف والا پروپوزل تائی کاشفہ کو بہت پسند آیا ہے اور وہ عدینہ باجی کی شادی یہاں کرنا چاہتی ہیں۔ مگر عدینہ باجی مان نہیں رہیں۔ بس اسی بات کو لے کر دونوں میں زوردار جھڑپ ہوگئی۔“ عروہ کی بات سن کر وہ لمحہ بھر کو خاموش ہوگئی۔ اسے یاد آیا کہ پچھلے کچھ دنوں سے عدینہ کالج نہیں آرہی تھی اور اس نے نہ تو کال کرکے اس غیر حاضری کی وجہ پوچھی نہ ہی ایک بار پھلانگ کے بذات خود اس سے پوچھنے گئی۔ ورنہ پہلے تو وہ دونوں اپنے معمولات سے ایک دوسرے کو باخبر رکھتی تھیں۔ اب شاید یہ تبدیلی واصف والے پروپوزل کے بعد آئی تھی۔

❁...... ❁...... ❁...... ❁

”تم نے واصف والے پروپوزل سے انکار کردیا؟“ بریک ہوتے ہی کالج کینٹین لڑکیوں سے کھچا کھچ بھر گئی۔ وہ دونوں ایک کونے والی میز پر آ بیٹھیں۔ بیگ سے آئینہ برش اور لپ گلوس نکالتی عدینہ کے ہاتھ اس کی بات سن کر تھمے تھے۔

”ہاں میں نے انکار کردیا۔“ عدینہ نے لاپروائی سے جواب دیتے ہوئے اپنے ریشمی بال پونی کی قید سے آزاد کیے اور برش سے انہیں سلجھانے لگی۔

”مگر کیوں‘ جب تائی کو اتنا پسند ہے یہ پروپوزل تو تمہیں ان کی بات ماننی چاہیے۔“ اسٹرا لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے استفسار کیا۔

”مائی ڈیئر...... امی حضور کا کہنا ہے کہ واصف لیاقت بڑا قابل‘ امیر اور باحیثیت انسان ہے۔ جس کا بہت بڑا لگژری گھر‘ گاڑیاں‘ فیکٹریاں اور نجانے کیا کیا‘ ایک ماں کی نظر سے ان کی بیٹی کے لیے یہ رشتہ کسی نعمت سے کم

نہیں۔ مگر کیا کریں ادھر عدینہ آصف ہے۔ جو دلوں میں گھر کرنے کے ساتھ ساتھ دل جوڑنے کا ہنر بھی بخوبی جانتی ہے اور دل بھی کس کا‘ اس کی عزیز از جان بہن اور اکلوتی دوست لبابہ کا‘ جس نے اسے اس نے توٹ کر بے غرض ہو کے محبت کی ہے۔ بھلا ممکن ہے جو شخص تمہیں رد کر کے اپنا دست طلب میری طرف بڑھائے اور میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں..... ‘‘ عدینہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے میٹھے انداز اور دلنشین انداز میں بولی۔

’’کیا تم نے صرف اس وجہ سے انکار کیا کہ انہوں نے مجھے ریجیکٹ کیا؟‘‘ اس کے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔

’’تو یہ کوئی معمولی ریزن ہے؟‘‘ عدینہ نے بھنویں چڑھائیں۔ پھر قدرے دل سوزی سے بولی۔

’’ہوں...... میں واصف کے ساتھ بیاہ کر چلی جاتی‘ ہنسی خوشی زندگی بسر کرتی‘ مگر اس خلش سے کبھی چھٹکارہ نہ پاسکتی کہ یہ گھر‘ یہ خوشیاں ان پر پہلا حق تمہارا تھا‘ کہیں خدانخواستہ میں غاصب بن کر تو نہیں آگئی۔‘‘ بولتے بولتے عدینہ کا لہجہ گہرا ہوتا گیا۔ لبابہ گم صم اسے دیکھتی رہی۔ پھر نجانے کیوں یکا یکی اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

’’میں کتنی بری اور کوڑھ مغز ہوں۔ کتنے غلط اندازے لگا بیٹھی تھی۔ مگر یہ عدینہ اس کا تو دل بھی اس کے تن کی طرح اجلا ہے۔‘‘ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے عدینہ کو آئینہ ہاتھ میں پکڑے ہونٹوں پر لپ گلوس لگاتا دیکھتی رہی۔

✿......✿......✿......✿

’’میں آدھے گھنٹے میں مارکیٹ کے لیے نکل رہی ہوں تم فٹافٹ تیار ہو کر آجاؤ۔‘‘ وہ عدینہ کا میسج پڑھ کر پریشان ہوگئی۔ آج سنڈے تھا اور ڈھیروں کے حساب سے کام عروہ گرائنڈر پر مصالحے پیس کر ڈبوں میں بند کرتی جارہی تھی۔ اسے واشنگ مشین لگانی تھی۔ اس نے یہ ساری مصروفیت عدینہ کو ٹیکسٹ کردی۔ مگر جواب نہ آیا۔ بلاآخر وہ خود ہی جلتی بھنتی‘ پیر پٹختی ادھر آگئی۔

’’سوئیٹ ہارٹ تم آگئیں۔ میں بھی بس تیار ہوں۔‘‘ عدینہ اسے دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

’’تم نے لازمی میرا سنڈے برباد کرنا ہے۔‘‘ لبابہ نے دانت کچکچائے۔

’’اور یہ شاپنگ پر جارہی ہو یا کسی فنکشن پر؟‘‘ اب کے عدینہ کی تیاری بغور ملاحظہ کرتے ہوئے گھور کر پوچھا۔

عدینہ رابن ایگ بلو ایمرائیڈ شرٹ‘ اسٹریٹ ٹراؤزر میں بے حد خوب صورت لگ رہی تھی۔ باقی تیاری بھی حسب عادت اے ون تھی۔ میک اپ ہیئر اسٹائل‘ جیولری۔

’’چلو بس چلتے ہیں دیر ہورہی ہے۔‘‘ عدینہ نے جلدی سے نیوی بلو سینڈل گورے پاؤں میں ڈالیں‘ چادر اوڑھ کر باہر آگئی۔ کاشفہ کو شاید وہ پہلے ہی جانے کا کہہ چکی تھی۔

✿......✿......✿......✿

’’چلو اترو۔‘‘ عدینہ کے انداز میں محسوس کن عجلت تھی۔

’’مگر عدینہ گارمینٹس شاپس تو آگے ہیں۔ یہاں کیوں اتر گئی......؟‘‘ اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی ایک شاندار بلیک گاڑی ان کے قریب آرکی۔ عدینہ کے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ در آئی تھی۔

’’چلو لبابہ...... پیچھے بیٹھو۔‘‘ اس نے آرام سے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا اور خود مکمل استحقاق سے فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھ گئی۔

چادر سر سے ہٹائی پھر گولہ بنا کر بیگ میں ٹھونس دی۔ یہ سب کچھ اتنا آنافانا ہوا کہ ایک لحہ کو لبابہ چکرا کر رہ گئی تھی۔ ذرا حواس سنبھلے تو سامنے نظر پڑی۔

’’یار...... اتنا ویٹ کرواتے ہیں؟ قسم سے آج سارے کام پس پشت ڈال دیئے ہیں صرف آپ جناب کے ساتھ لنچ کی خاطر۔‘‘ گاڑی مہارت سے ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے دلکش مسکراہٹ سے عدینہ سے کہا۔ نگاہیں والہانہ انداز میں اس کے حسین چہرے کا طواف کیے جارہی تھی۔

’’بلیومی واثق...... بڑی مشکلوں سے آئی ہوں۔ لبابہ جانی کو ساتھ لیا ہے۔ ورنہ امی تو کسی طور نہ آنے دیتیں۔‘‘

بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے عدینہ مٹھاس بھرے انداز میں بولی۔

یہ وہی تھا جس نے تیز بارش میں ان دونوں کو لفٹ دی تھی۔ مگر اس ایک دن کی چند گھنٹوں کی لفٹ نے یہ کون سا تعلق دونوں کے درمیان استوار کردیا تھا۔ لبابہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ عدینہ کا گلا دبادے۔ جو شاپنگ کا بہانہ بنا کر اسے ساتھ لیے اس مقصد کے لیے آئی تھی...... اور اب سراسر اسے نظر انداز کیے اپنے "اس" کے ساتھ باتوں میں مگن تھی۔ اپنے آنے والے پروپوزل کی ایک لمبی فہرست کی تفصیل، اپنی دلکشی و نزاکت کے قصے...... گاڑی پبلک لائبریری کے پاس آرکی۔

"لبابہ...... تم لائبریری میں بیٹھ کر چند گھنٹے ویٹ کرلو۔ ہم جونہی لنچ سے فارغ ہوتے ہیں تمہیں پک کرلیتے ہیں۔" عدینہ گردن موڑ کر اس سے نرم و ملتجی انداز میں مخاطب ہوئی۔

"عدینہ تم......!" اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ عدینہ کا منہ طمانچوں سے سرخ کردے یا خود مین روڈ کے بیچ بیٹھ کر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کردے۔ اسے اپنی ذات سے بیک وقت ہمدردی اور نفرت ہورہی تھی۔ "آئندہ اس عدینہ بے ہودہ کی باتوں میں آئی تو قسم سے خود کو بھی معاف نہیں کروں گی۔" گھر واپسی کے لیے رکشے کو ہاتھ دیتے ہوئے اس نے دل میں پکا ارادہ کرلیا تھا۔

۞......۞......۞......۞

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اتنی فضول اور گھٹیا نکلو گی۔" اگلے دن کالج میں وہ اس پر الٹ پڑی۔

"کیوں اس میں فضول کون سی بات ہے۔ کسی کو چاہنا، کسی کی چاہت کی پذیرائی کرنا، یہ سب کس گھٹیاپن میں آتا ہے؟" عدینہ ازلی مست اور لاپروا انداز میں بولی۔

"یہ تم کس راہ پر چل پڑی ہو؟" اب کے اس کا لہجہ قدرے دھیما تھا۔

"ایک ایسی راہ پر جس کے دونوں اطراف محبت کے سرخ گلاب کھلے ہیں۔ خوشبو لٹارہے ہیں۔ اس راہ پر واثق میرا ہم قدم ہے اور ہم دونوں کی منزل ایک ہی ہے یعنی اپنی محبت کا حصول۔" عدینہ کا لہجہ خواب ناک اور کھویا کھویا تھا۔

"لبابہ...... میں تمہیں بتا نہیں سکتی۔ واثق کتنا ٹوٹ کر چاہتا ہے مجھے۔ وہ اپنا علوی پیلس میرے نام کرنے پر تیار ہے۔ تم جانتی ہو علوی پیلس ایک جادونگری ہے۔ جس میں انسان خود کو بھول جاتا ہے۔ یہ بڑے بڑے لانز، واٹر فال، چمکتے سوئمنگ پولز، بس ایک پیراڈائز ہے واثق کے بقول جس کی میں ایک حور ہوں۔" عدینہ کی آنکھیں ایسے جگمگا رہی تھیں جیسے ہزاروں ستارے ان میں بھرے ہوں۔

"میں بس تمہارے لیے بہتری اور راہ راست کی دعا ہی کرسکتی ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر اٹھ گئی تھی۔

۞......۞......۞......۞

فائنل ایگزامز کی ڈیٹ شیٹ آتے ہی وہ پڑھائی میں لگ گئی۔ نہ دن رات کا فرق نہ کھانے پینے کا ہوش، بس ایک ماہ بعد انہوں نے کالج کو خیرباد کہنا تھا۔ اس کے بعد اس کی اگلی منزل یونیورسٹی جہاں ایک شاندار رزلٹ لے کر جانا چاہتی تھی۔ عدینہ کے وہی شب و روز تھے۔ وہ واثق علوی کی محبت میں اتنا آگے بڑھ چکی تھی کہ اب کالج سے بھی غیر حاضر رہنے لگی تھی۔ نجانے کہاں کہاں اس کے ساتھ پھرتی رہتی تھی۔ کئی بار اس کے جی میں آیا کہ تائی کاشفہ کو اس کی بدلی روش کے بارے میں آگاہ کردے پھر یہ سوچ کر چپ رہی کہ جب میرے بدلے موڈ سے امی کو میری ذہنی کیفیت کا اندازہ ہوجاتا ہے تو عدینہ کی بدلی چال سے تائی نے کچھ تو اخذ کیا ہی ہوگا۔ عدینہ رول نمبر سلپ لینے کالج آئی تو اس نے اسے گھیر لیا۔

"تم واثق علوی سے کہتی کیوں نہیں ہو کہ وہ اپنا پروپوزل لے کر تمہارے گھر آئے۔ سیدھے روایتی طریقے سے تمہارا ہاتھ تایا سے مانگے، کب تک یہ سیر سپاٹا چلے گا۔" فائل سینے سے لگائے اس نے اعتماد سے عدینہ سے پوچھا۔ انداز کچھ جتانے والا تھا۔

"یار...... اس کا بس چلے تو آج ہی مجھے رخصت کرا کے لے جائے۔ بٹ پرابلم اس کی ماما ہے جو لندن میں اپنے بڑے بیٹے کے پاس ہیں۔ ان کا اگلے مہینے پاکستان آنا ہوگا۔ پھر واثق انہیں ہمارے گھر لے آئے گا۔" عدینہ پُریقین انداز میں بولی تو اس نے کندھے اچکا دیئے۔

"اوکے...... بیسٹ آف لک...... اللہ وہ دن جلد لائے آمین۔"

✿......✿......✿......✿

"ارے لبابہ بیٹی...... اپنے تایا کا گھر بھول ہی گئیں۔ کتنا عرصہ ہوگیا ہے تم نے چکر نہیں لگایا۔" اس دن وہ حلیم پکانے کے لیے دالیں صاف کررہی تھی کہ تائی کاشفہ چلی آئیں۔ ایگزامز سے فارغ ہوتے ہی اس نے کچن کی مکمل طور پر ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ رزلٹ آنے میں کچھ ماہ باقی تھے۔ اس نے یہ ٹائم غنیمت جانا۔ عمرانہ سے کٹنگ کروا کے کبھی سادہ شلوار قمیص خود سی لی تو کبھی اچار چٹنیاں بنانے کا طریقہ سیکھ لیا۔ اس وقت بھی حلیم کا سامان تقریباً تیار کرچکی تھی۔

"جی تائی امی...... بس ذرا گھر کے کاموں میں بزی رہتی ہوں اس لیے۔ آپ سنائیں عدینہ کیسی ہے۔ اس نے بھی تو ادھر آنا چھوڑ دیا ہے۔" دال سے کنکر چنتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی۔

"کیا پوچھتی ہو بچی...... اس لڑکی نے تو مصیبت میں ڈال رکھا ہے ہم سب کو؟" کاشفہ نے ایک لمبی سانس کھینچی۔

"کیوں تائی امی...... خیریت کیا ہوا؟" اس نے بے ساختہ چونک کر استفسار کیا۔

"بس کیا بتاؤں۔ شاید پرچے غلط حل کرآئی ہے۔ اس کی ٹینشن ہے۔ نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے بس سارا دن منہ لپیٹے کمرے میں بند پڑی رہتی ہے۔ تم آؤ اسے سمجھاؤ ہر ایک کو الگ پریشان کررکھا ہے۔ اب محنت کرتی تو امتحان میں ٹھیک سے پاس ہوتی ناں۔" وہ پُرسوچ انداز میں کاشفہ کی باتیں سنے جارہی تھی۔

"نہ دن کا پتہ نہ رات کی خبر نہ کسی آئے گئے کا علم۔"

"جی تائی امی میں آج ہی چکر لگاتی ہوں ان شاء اللہ۔" اس نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

پھر سارا دن حلیم گھوٹتے ہوئے وہ کاشفہ کی بتائی ہوئی باتوں پر غور کرتی رہی شام ہوتے ہی اس نے باؤل لبالب حلیم سے بھرا اور تایا آصف کی طرف آگئی۔

"عدینہ کیا ہوا...... ایسے کیوں لیٹی ہو؟" اس نے آگے بڑھ کر تاریک کمرے میں لائٹس آن کیں پردے سمیٹ کر اکٹھے کیے۔

کمرہ یکایک چمکیلی دھوپ سے بھر گیا۔ کوئی چیز اپنی جگہ پر موجود نہ تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کی اشیاء ادھر ادھر لڑھکی پڑی تھیں۔ حالانکہ عدینہ اپنی ڈریسنگ ٹیبل کا بطور خاص خیال رکھتی تھی۔ صفائی اور ترتیب روز دیتی تھی۔ جوتے شوز ریک سے نکلے الٹے سیدھے پڑے تھے اور عدینہ خود بھی تو اوندھی لیٹی کشنز میں منہ چھپائے پڑی تھی۔

"یار...... یہ میں اپنی عدن کے کمرے میں آگئی ہوں یا کسی اور کے؟" شگفتگی سے کہتے ہوئے عدینہ کے منہ کے سامنے سے کشن ہٹایا اور سیدھا کیا۔ پھر دھک سے رہ گئی۔

یہ تو کوئی اور عدینہ لگ رہی تھی۔ سلکی ریشمی بال عجب الجھے گھونسلے کے جیسے بنے ہوئے تھے۔ چہرے پر ازلی شادابیت مفقود گہری زردی گھلی تھی۔ ہمہ وقت جگر جگر کرتی گھور سیاہ آنکھوں میں عجیب سی ویرانی اور اجاڑ پن تھا۔ گلابی نازک ہونٹوں پر پپڑی سی جمی تھی۔

"یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم نے اپنا؟ ایگزامز کے دوران میں تمہیں ڈھونڈتی رہی تمہارا ہال نمبر مجھے معلوم نہیں تھا۔ پیپرز ٹف تھے۔ خیر تم فکر نہ کرو۔ کمپارٹ آ بھی گئی تو کلیئر کی جاسکتی ہے کوئی مسئلہ نہیں۔" وہ تسلی آمیز لہجے میں بولی۔

"نہیں مجھ جیسی ناکام اور ٹوٹل فیل لڑکی بھی کچھ کلیئر نہیں کرسکتی۔" عدینہ کی نگاہیں چھت پر جمی تھیں، لہجہ

خشک وسپاٹ۔

"کیسی باتیں کررہی ہو...... ابھی تو رزلٹ نہیں آیا۔ اچھی امید رکھو۔ بالفرض پاس نہ بھی ہوسکیں تو کیا ہوا میں تمہاری تیاری کروا دوں گی۔" لبابہ کا انداز ہنوز تسلی ہمدردی والا تھا۔

"ہونہہ پاس؟" عدینہ کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ در آئی۔

"مجھ جیسی کوڑھ مغز کو کیا' کیا پڑھاؤ گی جب پڑھا رہی تھیں تو اس وقت میں سمجھنے کو کچھ تیار نہیں تھی اب جب کہ میں بالکل خالی ہاتھ رہ گئی ہوں۔ دامن میں رسوائیوں اور نارسائیوں کے سوا کچھ نہیں رہ گیا تو ایسے میں میری گمراہ کن خواہشوں' خوابوں اور آرزوؤں کے بتوں تلے دبے میرے بے جان لاشے کو نکالتے نکالتے تم خود ہانپ جاؤ گی۔ تھک جاؤ گی...... تم چلی جاؤ لبابہ بس یہاں سے چلی جاؤ۔" وہ منہ کھولے عدینہ کی باتوں کو سن رہی تھی۔ جس کی ویران آنکھوں سے اب چھما چھم آنسو برس رہے تھے۔

"پلیز عدینہ...... مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔ بتاؤ تو سہی' ہوا کیا ہے؟" وہ روہانسی ہوکر بولی۔

"لبابہ...... واثق ایک جھوٹ تھا۔ ایک سراب تھا۔ محبت کے نخلستان میں لے جانے کی بجائے اس نے میرے وجود کو ایسے کانٹوں پر گھسیٹ ڈالا ہے کہ میری روح تک لہولہان ہوگئی ہے۔" عدینہ اب اس کے گلے لگ کر گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی۔

✿...... ✿...... ✿...... ✿

اور جب بہار کا سہانا' رومانی' چاند کی کرنوں جیسا اجلا' بادلوں بھرا موسم دل کشی کی ایک خوب صورت داستان رقم کررہا تھا کہ اس کا بی اے کا شاندار رزلٹ آگیا۔ حسب سابق' حسب توقع اس نے یونیورسٹی کے ٹاپ ٹین اسٹوڈنٹس میں اپنا نام سرفہرست لکھوایا تھا۔ اس کا دل جھوم جھوم رہا تھا۔ سارا گھر ایک خوشی کی لپیٹ میں تھا۔ اپنی خوشی میں مگن اس نے عدینہ کا رزلٹ معلوم کرنے کے لیے اس کا نمبر ملایا مگر موبائل آف جارہا تھا۔

"کوئی بات نہیں تم خود گھر جاکر پوچھ لو۔" عمرانہ نے اسے مشورہ دیا۔

"ویسے امی یہ تائی لوگ کافی زیادتی کرجاتے ہیں۔ اب ہم عدینہ باجی کا رزلٹ معلوم کرنے کی کوشش کررہے ہیں مگر انہوں نے کبھی لبابہ باجی کا رزلٹ پوچھنے کی زحمت نہیں کی۔ معلوم جو ہوتا ہے کہ ہماری باجی پوزیشن ہولڈر ہیں۔" عروہ نے نکتہ اعتراض اٹھایا۔

"بس بیٹا...... ہر کسی کی اپنی فطرت ہوتی ہے۔ میں بس یہ چاہتی ہوں کہ بے شک انسان اپنی خوشیوں میں مگن ہو مگر ساتھ دوسروں کی بھی خیر خبر رکھے۔" عمرانہ نے ہمیشہ والی مخصوص نصیحت کی...... وہ اور عروہ مٹھائی کی پلیٹ لیے عدینہ کی طرف آگئیں۔

"ماشاء اللہ...... اللہ مزید کامیابیاں تمہیں نصیب کرے آمین۔" دعائیہ انداز میں بولتے ہوئے کاشفہ نے مٹھائی کی پلیٹ اس کے ہاتھ سے لی۔

"ویسے میں بھی تم لوگوں کی طرف بس آہی رہی تھی مٹھائی لے کر۔" فریج کا دروازہ کھولتے ہوئے کاشفہ نے مسکراتے ہوئے ان سے کہا۔

"کیا' عدینہ پاس ہوگئی؟" حیرت آمیز خوشی سے اس نے بے ساختہ پوچھا۔

"پاس واس کو چھوڑو' ہم نے عدینہ کی بات طے کردی ہے۔ اس خوشی میں مٹھائی کھلانی ہے تم لوگوں کو۔" اتنے میں لاؤنج تیز پرفیوم کی مہک سے بھر گیا۔ انہوں نے گردن موڑ کر دیکھا۔ عدینہ اندر آئی تھی۔ فراک اسٹائل' نازک سی پائپنگ کے ساتھ لانگ شرٹ' چوڑی دار پاجامے میں ملبوس عدینہ اس کے گلے آلگی۔

"بہت بہت مبارک ہو یار...... پھر میدان مار گئیں تم۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر گرم جوشی سے بولی۔

"مبارک تو تمہیں ہو چکیے سے جناب منسوب بھی ہوگئیں کسی کے ساتھ......" وہ بھی جواباً گرم جوشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"اوہ تو امی...... آپ نے میرا سرپرائز خراب کردیا۔

میں نے خود یہ نیوز بریک کرنی تھی۔" عدینہ منہ بسور کر شکایتی انداز میں کاشفہ کی طرف رخ کرکے بولی۔

آج تو اس کی جھب ہی نرالی تھی۔ دمکتی رنگت، چمکتی آنکھیں خود اعتمادی خود آگاہی۔ اس دن کی دل شکستگی و پژمردگی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یہ عدینہ تو اسے بھی کبھی حیران کرکے رکھ دیتی تھی۔

"چلو میں نے تو صرف خبر دی ہے باقی تفصیلات تم خود بتادو لبابہ کو۔" کاشفہ بیٹی کو پچکار کر بولیں۔

"اچھا باقی سب باتیں ہوتی رہیں گی، یہ بتاؤ تمہارا رزلٹ کیسا رہا۔" لبابہ نے پوچھا۔

"ویسا ہی آیا ہے جیسا اب سے پہلے آتا رہا ہے۔ یعنی مابدولت عدینہ آصف بڑے شاندار طریقے سے پورے چار سبجیکٹس میں فیل ہوگئی ہیں...... ہاہاہاہا......" مزے سے بولتے ہوئے عدینہ قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

"اونو...... ویری سیڈ۔" اسے حقیقتاً افسوس ہوا تھا۔ "تو اب پھر کیا کروگی۔ پھر سے کلیئر کرنے کی کوشش کروگی؟"

"ارے نہیں میری جان...... اب یہ کتابیں تو ہوگئیں ہمیشہ کے لیے گڈ بائے۔ اب تو کتاب الفت کھولی ہے میں نے۔ بڑی دلچسپ ہے۔ ہر باب کیف و سرور کی تحریر سے بھرا ہے۔" عدینہ کمینگی سے ایک آنکھ دبا کر بولی۔

کاشفہ لوازمات سے بھری ٹرالی لے کر آگئیں۔

"بس لبابہ...... بہت ہوگئی پڑھائی۔ میں تو چاہتی ہوں عمرانہ بھابی کو بھی اب تمہارے ہاتھ پیلے کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ بیٹی جتنی جلدی ہوسکے اپنے گھر کی ہوجائے۔ یہ پڑھائی کچھ کام نہیں آنے کی۔" چائے کا کپ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کاشفہ نے کہا۔ اسے برا تو لگا مگر چہرے کے تاثرات نارمل ہی رکھے۔

"ہاں جب اپنی بیٹی اس برے طریقے سے فیل ہوگئی تو اس کی شادی کی ہی فکر کرنی ہوگی ناں۔" عروہ کوفت سے منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گئی تھی۔

"ہائے لبابہ...... تمہیں کیا بتاؤں۔ ذیشان کی فیملی کتنی ماڈ ڈیل آف اور اپر وچ والی ہے۔ گرمیوں کی چھٹیاں تو وہ لوگ گزارتے ہی ملک سے باہر ہیں۔ میں تو ذیشان سے کہوں گی ہم ہنی مون کے لیے وینس جائیں گے۔ وہاں کی پانی بھری گلیاں اف سو رومانٹک......" چائے پینے کے دوران عدینہ بس اسی طرح کی باتیں کرتی رہی۔

⚙......⚙......⚙......⚙

"ارے بیٹا...... جلدی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ مہمان پہنچ جائیں۔ پھر ہم اس وقت پہنچیں کتنا برا لگے گا۔" عمرانہ کان میں گولڈ کے جھمکے پہنتے ہوئے اندر داخل ہوئیں اور دونوں بیٹیوں سے مخاطب ہوئیں۔

"جی امی...... چلتے ہیں۔" لبابہ نے ایک تنقیدی نظر سے خود کو آئینے میں دیکھا۔

وہ رائل بلو شیفون کے کامدار نفیس سوٹ میں ملبوس تھی۔ شرٹ کے گلے اور بازوؤں پر میٹلو کا بھاری کام تھا۔ کانوں میں اسٹون کے ٹاپس اور سیاہ ریشمی بال کھلے تھے۔ عروہ کی بھی ایسی ہی تیاری تھی۔

"ماشاءاللہ...... اللہ نظر بد سے بچائے آمین۔" عمرانہ نے سورۃ پڑھ کر دونوں پر پھونکا۔ تایا آصف کا گھر خوب صورت لائٹنگ سے جگمگا رہا تھا۔ دھیمے سروں میں میوزک ماحول کو خواب ناک بنا رہا تھا۔

"مہندی لگے گی تیرے ہاتھ، ڈھولک بجے گی ساری رات۔ جا کے تم ساجن کے ساتھ، بھول نہ جانا یہ دن رات۔"

"اب آئی ہو۔ بالکل مہمانوں کی طرح۔ میں نے تم سے کہا بھی ہے کہ میری بہنوں والی رسمیں تم نے کرنی ہیں۔" عدینہ اسے دیکھتے ہی خفا خفا انداز میں بولی۔ مکمل مایوں کے زرد، سبز چاندی ورک کے غرارہ چولی میں ملبوس، گیندے و بیلے کی کلیوں سے سجی عدینہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"پہلے بہن صاحبہ نے خود آرڈر دیا کہ میری شادی پر اچھے سے تیار ہو کے آنا ہے، سر جھاڑ منہ پہاڑ چلیے میں نہیں۔ تیاری پر ٹائم لگا، پھر بھی ناراض ہو رہی ہو۔" وہ پیار سے عدینہ کا گلاب و بیلے کا ٹیکہ اس کی صبیح پیشانی پر ٹھیک

کرتے ہوئے بولی۔

مہمان پہنچنا شروع ہوگئے تھے۔ عدینہ کو اسٹیج پر پھولوں سے سجے جھولے پر بٹھا کر وہ مہمانوں کے استقبال کے لیے نیچے اتر آئی تھی۔

ذیشان کی فیملی واقعی کافی سلجھی ہوئی خوش حال اور مہذب لگ رہی تھی۔ بری کے زیورات اور ملبوسات ہر چیز اعلیٰ اور قیمتی تھی۔ باربی کیو کی اشتہا انگیز خوشبو ہر سو پھیل گئی تھی۔ آصف و کاشفہ نے بہترین کیٹرنگ سروس ہائر کی ہوئی تھی۔ اسٹیج پر اب عدینہ کے سسرال والوں کا قبضہ تھا۔ رسمیں چل رہی تھیں۔ ہنسی' شور' مذاق اور قہقہے۔ وہ بیلے کی کلیوں سے لپٹے ماربل سے ٹیک لگا کر دھیمی مسکان سے یہ سارا منظر انجوائے کررہی تھی۔

حسن مراد نے کئی بار سرسری نظر ستون سے ٹیک لگائے لڑکی پر ڈالی تھی۔ جس کے چمکیلے بال' کانوں کے اسٹونز تیز لائٹس میں ایک ساتھ جگمگا رہے تھے۔ پھر یہ سرسری نظر' گہری نظر میں کب بدلی پتہ ہی نہیں چلا۔ اس کے قدم خود بخود اس کی طرف اٹھتے جارہے تھے۔ وہ خود بھی اپنی اس غیر ارادی حرکت پر ششدر تھا۔

''ایکسکیوزمی...... کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اس سارے ہنگامے سے دور ہی دور سے لطف اندوز ہونے کے بجائے آگے بڑھ کر اس ہنگامے کا حصہ بن جائیں۔'' قریب آکر وہ پُراعتماد اور دوستانہ انداز میں اس سے مخاطب ہوا۔

''جی......'' اس نے حیرت و ناگواری کے ملے جلے تاثر سے سامنے کھڑے شاندار سے بندے کو دیکھا...... جس نے وائٹ کرتا شلوار پر گرین دوپٹہ گلے میں ڈال رکھا تھا۔

''میں حسن مراد' ذیشان بھائی کا فرسٹ کزن۔ اسی سال ایم بی اے کا ایگزام دیا ہے۔ چار بہنوں کا اکلوتا بھائی ہوں۔ بقول اپنی بہنوں کے کافی تمیز اور ادب آداب والا بندہ ہوں۔'' اعتماد سے بولتے ہوئے وہ آخر میں ذرا سا مسکرایا۔

''تو آپ یہ سب کچھ مجھے کیوں بتارہے ہیں۔ آپ کی سی وی سے مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں......'' وہ اب کے خاصا تنک کر بولی تھی۔ ''خوامخواہ کی بے تکلفی۔''

''اس لیے بتارہا ہوں تاکہ آپ بھی کچھ اپنے بارے میں ارشاد کردیں۔ نام' کام' پتہ' مشاغل۔'' وہ متبسم ہوا۔ مقابل کھڑی لڑکی کی لحظہ بہ لحظہ چڑھتی تیوریاں گویا اسے محظوظ کیے جارہی تھیں۔

''اونہیں...... خوامخواہ جان نہ پہچان نام بتاتا ہوں...... مسٹر اپنا راستہ لیتے نظر آیئے۔'' وہ بھرپور خفگی سے کہتی مڑی ہی تھی کہ پیچھے سے اس کی شوخ' زندگی سے بھرپور آواز آئی۔

''چلیے نہ بتائیں۔ ہم کون سا کم حوصلہ ہیں۔ سچے جذبوں کی پتوار لے کر ہی محبت کے سمندر میں اترے ہیں۔ بائیو ڈیٹا معلوم کرنا کون سا مشکل کام ہے ان دنوں۔ بس اس دن کا انتظار کیجئے جب یہ بندہ آپ کے گھر پر آپ کا ہاتھ مانگنے آیا کھڑا ہوگا۔ بصد شوق بصد احترام۔'' وہ جھٹکا کھا کر پیچھے مڑی تھی۔ آنکھیں و لب ایک ساتھ کھلے تھے۔ وہ ہنوز مسکرا رہا تھا۔ مکمل یقین اور اعتماد سے بھرپور مسکراہٹ۔

''میں ذرا اسٹریٹ فارورڈ قسم کا بندہ ہوں۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ آپ پر پہلی نظر پڑتے ہی دل نے کہا بس حسن مراد...... یہی ہے تیرا گوہر مطلوب۔ جسے حاصل کرنے کی خاطر تو اب تک اپنی بہنوں کی دکھائی گئی سینکڑوں لڑکیوں کو رد کرتا آرہا ہے۔'' اس کی آنکھیں' لہجے کے ساتھ لحظہ بہ لحظہ گہری ہوتی جارہی تھیں۔ اس کی تو مانو بوکھلاہٹ سے جان نکلنے تک آگئی تھی۔ فوراً بھاگ کر اندر جا کر دم لیا۔ دل یوں تیزی سے دھڑک رہا تھا جیسے سینے کا پنجرہ توڑ کر باہر نکلنے کو ہو۔ سانس الگ اتھل پتھل ہورہی تھی۔

''توبہ ایسے ہیں عدینہ کے سسرال والے۔ بدتمیز' بولڈ اور......'' سینے پر ہاتھ رکھ کر سوچتے سوچتے وہ خاموش ہوگئی۔ بالکل خاموش' گم صم کھوئی کھوئی۔ عدینہ نے اس سے اپنے سسرال والوں کے بارے

میں رائے دریافت کی تھی۔

"ہاں اچھے ہیں، مخلص، کھوٹ سے پاک، صادق جذبوں کے امین۔" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"ہائیں، یہ کیا کہہ رہی ہو۔ میں نے تم سے بری کے کپڑوں اور جیولری کے بارے میں پوچھا ہے۔" عدینہ ذرا برامان کر بولی۔

"ہاں سب کچھ بہترین اور قیمتی ہے۔" وہ قدرے سنبھل کر بولی۔ "بس اللہ تمہارا نصیب اچھا کرے۔ باقی سب تو ایک دم پرفیکٹ ہے۔"

وہ واقعی عمل کا دھنی تھا۔ صرف باتوں کا گفتار نہیں تھا۔ عدینہ کے ولیمے تک وہ اس کا مکمل بائیو ڈیٹا معلوم کرچکا تھا۔

"لبابہ...... جسٹ اسٹرینج۔ آپ نے اتنی اچھی پوزیشن بغیر کسی کوچنگ کے حاصل کی ہے مجھے تو یقین نہیں آرہا۔" بریانی کی پلیٹ ہاتھ میں لیے ہوئے وہ اسے سراہ رہا تھا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ کامیابی کے لیے ان تھک محنت اور لگن کی ضرورت ہوتی ہے کسی کوچنگ کی نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ وہ آج پنک پاؤڈر پرعظ جارجٹ کے لباس میں ملبوس تھی۔ کانوں میں چھوٹے سے پنک آویزے لائٹ میک اپ اور بالوں کی سائیڈ پر ڈالی ہوئی ڈھیلی سی چٹیا۔ وہ آج بھی مکمل اس کی نظروں کے حصار میں تھی۔ ہاں البتہ آج اس کی گھبراہٹ پہلے دن کی نسبت قدرے کم تھی۔

"شادی کا ہنگامہ سرد پڑتے ہی میں اپنے پیرنٹس کو آپ کے ہاں بھیج رہا ہوں۔ امید ہے مایوسی نصیب نہیں ہوگی؟" وہ اسے اپنے ارادے سے آگاہ کررہا تھا۔

"ویسے آپ کے والدین کے مطلوبہ معیار پر پورا اترتا تو ہوں ناں...... ہینڈسم ہوں، خوش شکل، تعلیم یافتہ، پاپا کا اتنا بڑا بزنس ہے اور کیا چاہیے انہیں اپنی بیٹی کے لیے۔ ان کی صاحب زادی کی قسمت کا تارا چمک اٹھے گا۔" وہ اب شوخی سے اسے چھیڑ رہا تھا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتی حسن صاحب...... میرے والدین نے بیٹیوں کے مستقبل کے لیے کیا کیا پلان کیا ہوا ہے۔ اس حوالے سے کبھی ان سے ڈسکس نہیں ہوا...... بس مجھے تو اپنا اکیڈمک ریکارڈ شاندار بنانے کی لگی رہتی ہے اب تک۔" وہ مکمل سنجیدگی سے بول رہی تھی۔ تو حسن کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"تو پھر ٹھیک ہے ان کے جو بھی معیار ہوں۔ اتنا تو مجھے معلوم ہے کہ آپ کے والدین کافی سلجھے ہوئے اور باشعور ہیں۔ جب آپ کی زندگی کا اتنا اہم فیصلہ ہوگا تو یقیناً آپ کی رائے لازمی طور پر پوچھی جائے گی تو آپ کا فیصلہ میرے حق میں کیا ہوگا؟" وہ اب اس سے پوچھ رہا تھا۔ اور اس کا جواب لبابہ کے پاس سوائے ایک شرمیلی مسکراہٹ کے سوا کچھ نہ تھا۔ جس میں ہزاروں اقرار چھپے ہوئے تھے۔

"تھینک گاڈ۔" حسن مراد کا روم روم شانت ہوا تھا۔

✿......✿......✿......✿
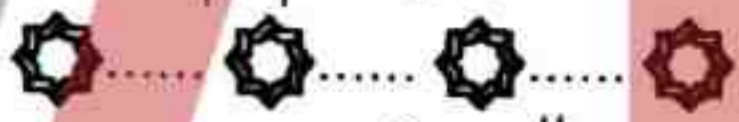
عدینہ اور ذیشان اٹلی اور ترکی میں ہنی مون پورا ماہ منا کر لوٹے تو گویا خاندان بھر میں حسب قاعدہ دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ ساتھ اس کی خوب صورتی اور ذیشان کی چاہت دوچند ہوتی جارہی تھی۔ پہلے سے خدوخال، نہ وہ پہلے سے حال......

"ہم ایک ماہ کے اندر کتنے بدل گئے......" وہ خود بھی آئینے کے سامنے خود کو دیکھ کر گنگنا اٹھی۔ ملنا ملانا، دعوتیں، سیر سپاٹے، شروع کے کتنے ماہ اس روٹین میں گزر گئے۔

"ذیشان...... بیٹا، پھر آپ کل سے اپنا آفس جوائن کررہے ہیں ناں؟" ڈائننگ ٹیبل پر ایک سہانی صبح مراد الٰہی نے چار مہینے سے نئے نویلے دلہا بنے بھتیجے ذیشان کو مخاطب کیا۔

"جی انکل...... ان شاء اللہ بس کل سے حاضر ہوا چاہتا ہوں۔" سلائس پر جام لگاتے ہوئے ذیشان نے ادب سے جواب دیا۔

"یہ کیا شانی...... اتنی جلدی آفس ورک؟ ابھی تو تمہاری فیملی کی دعوتیں بھگتائی ہیں۔ میرا تو پورا خاندان

تاحال منتظر ہے کہ کب ہم فارغ ہوں اوران کی دعوت اٹینڈ کی جائے۔" اپنے بیڈروم میں ذیشان کی ٹائی باندھتے ہوئے وہ آف موڈ میں کہہ رہی تھی۔

"سمجھا کرو جان' مرا وانکل انتہائی ڈسپلنڈ پرسن ہیں۔ یہ تو میں ان کا یتیم بھتیجا ہوں جس نے اتنے ماہ سے آفس سے آف لے لیا...... ورنہ ان کا اپنا اکلوتا بیٹا حسن' اسے تو بس ایک ہفتے کی ہی چھٹی ملی۔" ذیشان اس کے رخسار پیار سے تھپتھپا کر چلا گیا۔

"عدن جانو...... تم لوگ کب تک ہمارے ہاں چکر لگاؤ گے تمہارے ماموں' آنٹیاں کب سے منتظر ہیں تمہاری صورت دیکھنے کو۔ مانا کے تمہارا سسرال بہت اچھا ہے۔ پر اپنے میکے والوں کو بھی تو یاد رکھنا چاہیے۔" کاشفہ اسے اکثر فون کر کے شکایتی انداز میں اس کی کج ادائی اسے یاد دلاتی۔

"جی امی...... ذیشان ذرا بزی ہیں۔ میں ان سے بات کرتی ہوں۔" اور ذیشان کا جواب پہلے سے ذرا سخت تھا۔

"تم منع نہیں کرسکتیں آنٹی کو...... دیکھ بھی رہی ہو کتنی ٹف روٹین چل رہی ہے۔ نہ میں کہیں جارہا ہوں۔ اور نہ ان کا گھر کہیں بھاگا جارہا ہے۔" اب کے وہ خاصا جھنجھلا کر بولا۔ تو وہ اسے دل گرفتی سے دیکھتی رہ گئی تھی۔

"ارے آمنہ...... خیر سے کتنے ماہ ہوگئے ہیں۔ بہو کی کھیر پکوائی کی رسم نہ کروالی جائے۔" شام کی چائے پیتے ہوئے اچانک فہمیدہ آنٹی اس کی ساس یعنی اپنی دیورانی سے مخاطب ہوئیں۔

"جی بھابی...... آپ ہی کوئی دن منتخب کرلیں' اس مبارک کام کے لیے۔" آمنہ ازحد سعادت مندی سے فہمیدہ سے بولیں۔

"تو پھر ٹھیک ہے کل شام کو دلہن سے کھیر پکوالی جاتی ہے۔ پھر اگلے ہی دن ان کے کاموں کی روٹین سیٹ کرلی جائے گی۔" سفید نیٹ کا دوپٹہ سر پر اوڑھے فہمیدہ نے اظہار خیال کیا۔

"ویسے بیٹا...... آپ کھیر پکا تو لیتی ہوں گی ناں؟" اب کے اس سے پوچھا گیا۔

"جی...... جی آنٹی' بنائی تو نہیں پر پکاؤں گی۔" مارے بوکھلاہٹ کے وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔

❁...... ❁...... ❁...... ❁

وہ عجب مصیبت میں آن پڑی تھی۔ زندگی میں بارہا کھیر کھاتے ہوئے خیال بھی نہ گزرا کہ ایک دن خود کھیر پکانا پڑے گی۔

"کیا مصیبت ہے' بازار سے ریڈی میڈ ڈبے میں مل تو جاتے ہیں۔ بس وہی منگا لیتے۔ میں پتیلے پر چڑھا کر چمچ ہلا دیتی' اللہ اللہ خیر سلا...... مگر نہ جی یہ اتنے سارے اجزائے ترکیبی' چاول' چینی' ہمہ قسم میوہ جات۔ پہلے کیا ڈالوں کیا نہ ڈالوں؟" مارے بے بسی اور جھنجھلاہٹ کے اسے رونا آرہا تھا۔

"دلہن رانی...... میں آپ کو طریقہ بتاتی جاؤں گی۔ آپ چمچ چلاتی جایئے گا۔" سنک پر برتن دھوتی پرانی ملازمہ زینت بوا کو شاید اس کی حالت پر رحم آگیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ بوا۔" سکون آمیز گہرا سانس لیتے ہوئے وہ ممنونیت سے بولی۔

زینت بوا کی مہربانی کے طفیل کھیر اچھی پکی تو اس کے حصے میں کافی تعریف آئی جسے اس نے بے دلی سے وصول کی تھیں۔ وہ بھلا کب عادی تھی اپنی کوکنگ کی تعریف سننے کی۔ اسے تو اپنے عارض و رخسار کی ستائش بھلی لگتی تھی۔ اپنے ریشمی گیسوؤں کا تذکرہ بھاتا تھا۔ اپنے نت نئے پیرہنوں پر تذکرے اچھے لگتے تھے۔

❁...... ❁...... ❁...... ❁

"آیئے دلہن...... آپ سے ایک بات پوچھنی ہے؟" کاؤچ پر بیٹھ کر تسبیح گھماتی فہمیدہ بیگم نے اسے اپنے پاس بلا کر اپنی قریب جگہ دی۔

"جی چچی جان فرمایئے؟" فیروزی زرتار آنچل شانوں پر پھیلاتے ہوئے وہ سامنے صوفے پر مؤدب ہو کر بیٹھ گئی۔

"آپ کی چچازاد بہن لبابہ بڑی اچھی لگی تھی وہ بچی ہمیں، اس کی کہیں نسبت تو طے نہیں ہوچکی؟" وہ ناک کی نوک پر دھری عینک کے اوپر سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔ ان کی اپنی ساس آمنہ آنٹی قریب بیٹھیں کپڑوں کو تہہ کررہی تھیں۔

"جی! خیریت آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" اس نے محتاط انداز میں پوچھا۔

"اصل میں وہ ہمیں اپنے اکلوتے بیٹے حسن کے لیے بڑی پسند آئی ہے۔ سنجیدہ، ذہین۔ آج کل کی لڑکیوں کی طرح فضول کا چنچل پن اس میں نہیں تھا۔ نہ ہی اوٹ پٹانگ فیشن کی کوئی عادت نظر آئی تھی اس میں۔" انہوں نے واضح انداز میں اپنا مدعا بیان کیا۔

"جی بھابی...... بڑے اچھے انداز و اطوار کی بچی تھی۔ شائستہ، متحمل مزاج۔" آمنہ بیگم نے جیٹھانی کی باتوں کی تائید کی۔

"ہم چاہتے ہیں کہ ہم آپ کے چچا سے لبابہ کا ہاتھ مانگ لیں۔" فہمیدہ بیگم کی بات ابھی ادھوری تھی کہ انزلہ ہاتھ میں موبائل لیے آ گئی۔

"امی جان، جدہ سے سبطین ماموں کا فون ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"ہیلو بھائی صاحب...... کیسے ہیں؟" فہمیدہ بیگم نے تیزی سے بیٹی کے ہاتھ سے موبائل لیا اور خوش دلی سے فون پر مصروف ہوگئیں۔ کال یقیناً لمبی تھی وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

اسے میکے جانے کے لیے پیکنگ کرنی تھی۔ ذیشان کی طرف سے اسے ایک ہفتے کی پرمیشن ملی تھی۔ اس کا ذہن فہمیدہ بیگم کی باتوں میں اٹکا تھا۔ اس کے بیڈروم کے سامنے والے لاؤنج میں صوفے پر ذیشان اور حسن ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ حسن ذیشان کے مقابلے میں دراز قد تھا، تبھی تو بھاری بھرکم صوفے سے اوپر تک نکلا ہوا لگ رہا تھا۔ وہ وجیہہ تھا، ڈیسنٹ، باوقار۔ ذیشان اور وہ غالباً کسی آفس کے ورک کے لیے اکٹھے بیٹھے تھے۔ ذیشان فائلیں کھول کر رکھتا اور حسن ان پر دھڑا دھڑ سائن کیے جارہا تھا۔

"دیکھیں...... ذیشان بھائی، یہاں آپ سے ایک غلطی ہوگئی ہے۔ آپ نے الاحد بلڈرز والوں کی پے منٹ کے فگرز ٹھیک طرح سے درج نہیں کیے۔" وائٹ شرٹ کی آستین فولڈ کیے وہ اب ذیشان کو اس کی کسی غلطی کی طرف متوجہ کررہا تھا اور ذیشان بھی مکمل اطاعت سے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے اس کی درستگی کررہا تھا۔

"کتنا سوئیٹ ہے حسن، بالکل بڑے بھائیوں کی طرح مجھے ٹریٹ کرتا ہے۔" ذیشان فائلیں سمیٹ کر اندر بیڈروم میں آ گیا۔

"اتنی میری فلینگز کا احساس ہے اسے۔ اب دیکھو میری اتنی بڑی غلطی تھی۔ مجال ہے جو دیگر ایمپلائیز کی طرح مجھے ڈانٹا ہو یا جھڑکا ہو۔ سیدھا گھر آ کر غلطی پوائنٹ آؤٹ کردی۔" ذیشان کا لہجہ حسن کی محبت سے معمور تھا۔ چہرے کے تاثرات احسان مندی ظاہر کررہے تھے۔

"ایمپلائیز؟" اس نے آنکھیں سکیڑ کر ذیشان کو نا سمجھی سے دیکھا جواب کمبل کی تہہ کھول رہا تھا۔ اس کے سر میں ہلکا ہلکا سا درد ہونے لگا تھا۔

صبح ناشتے کے بعد فہمیدہ بیگم نے سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا جہاں کل کال کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا۔

"ہاں تو ہم بیٹے حسن کے رشتے کی بات کررہے تھے۔"

"چچی جان...... آپ کی خواہش سر آنکھوں پر۔ ذیشان کے حوالے سے مجھے بھی حسن بھائی بہت عزیز ہیں اور لبابہ تو ہے ہی میری کزن کم بہن لیکن چچی عمرانہ نے بچپن میں اس کی بات اپنے بھتیجے کے ساتھ طے کردی تھی۔ اب یہ نہیں معلوم بچپن کی بات اب تک قائم ہے بھی یا نہیں۔" سر جھکا کر نہایت ادب سے وہ دھیمے سے بول رہی تھی۔

"میں اس گھر کی فرد ہوں۔ میں حسن بھائی کو چچا کے سامنے فل سپورٹ کروں گی آپ چچا سے بات کرکے دیکھیں۔ لیکن ایک کزن اور بہت قریبی دوست ہونے

کے ناتے میں اتنا جانتی ہوں کہ لبابہ کی اپنے کزن سے دلی وابستگی کو دیکھتے ہوئے مجھے نہیں لگتا کہ یہ بیل منڈھے چڑھے گی۔" جھجک کر بات مکمل کرتے ہوئے اس نے سر اٹھا کر فہمیدہ بیگم کے تاثرات جانچے تھے۔ ان کے چہرے کی رنگت عدینہ کی آخری بات پر ایک دم متغیر ہوئی تھی۔

❁...... ❁...... ❁...... ❁

کاشفہ ہک دک عدینہ کو روتا دیکھ رہی تھیں۔ وہ جب سے آئی تھی بس یہی ایک رونے کا کام تن دہی سے کیے جارہی تھی۔

"آخر ہوا کیا میری جان...... کچھ بتاؤ تو سہی؟"

کاشفہ بے بسی سے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے بولیں۔

"امی...... یہ کن ناقدرے لوگوں میں پھنسا دیا ہے مجھے۔ بہو کم ملازمہ زیادہ سمجھتے ہیں۔ تین ٹائم کھانا پکانا اور کھانا بھی ایک دم ٹیسٹی' ذائقے میں کمی بیشی کی تو ہرگز گنجائش نہیں۔ میری تو ہمت جواب دے گئی ہے۔"

"کمال ہے۔ ہمیں تو خاصے ویل آف لگے تھے۔ ایک کک تک گھر میں نہیں رکھ سکتے۔" کاشفہ حیرانی سے بولیں۔

"کک ہے تو سہی مگر کیا کریں کہ اس مکار بڑھیا کو کچن میں بہو کا وجود بھلا لگتا ہے۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

"کمال ہے آمنہ بیگم سے اس تنگ دلی کی امید نہ تھی۔"

"آمنہ آنٹی کہاں' یہ تو ملکہ عالیہ فہمیدہ بیگم کا قانون ہے۔ جیسے میں ان کی سگی بہو ہوں۔ آمنہ آنٹی تو بے چاری نہ تین میں نہ تیرہ میں۔ سارے گھر پر بڑی بیگم اور ان کی فیملی کا سکہ چلتا ہے۔ یہ ذیشان لوگ بے چارے تو یتیموں کی طرح پل رہے ہیں بس۔" آخری بات پر وہ اور پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

"اچھا تم جی ہلکا نہ کرو۔ ابھی وقت کتنا گزرا ہے۔ سب کے مزاج سمجھنے اور گھلنے ملنے کے لیے کافی وقت درکار ہوتا

نظم

چلو اچھا ہوا
جو بیدِ ہند
بھی
پڑنے لگی
بہت دور تک تکتی تھیں
ان کی راہیں
یہ آنکھیں

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

ہے۔ تم اٹھو اور جا کر منہ دھولو۔" کاشفہ بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے پچکار کر بولیں تو وہ سر ہلاتے ہوئے واش روم میں چلی گئی۔

آئینے میں سامنے زور زور سے چھپاکے مارتے ہوئے اس نے اپنا چہرہ بغور دیکھا تھا۔ متورم چہرہ' سوجی آنکھیں۔

"سوری امی جی...... میرا مقصد آپ کو پریشان کرنا نہیں بلکہ میرا مقصد تو......" وہ خود کلامی چھوڑ کر باہر آئی تو عمرانہ اور لبابہ آئی بیٹھی تھیں۔ لبابہ اٹھ کر گرم جوشی سے اسے گلے ملی۔

"تمہارے چچا کہہ رہے تھے کہ عدینہ آئی ہوئی ہے۔ اسے رات کے کھانے پر مدعو کر آؤ۔" عمرانہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"ویسے تمہارے میاں رات کے کھانے تک آ جائیں گے ناں؟"

"پتہ نہیں چچی...... وہ آتے بھی ہیں یا نہیں' شاید مجھے ہفتہ بعد لینے آئیں گے۔" عدینہ سر جھکا کر پژمردگی سے بولی۔ لبابہ اور عمرانہ دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

عدینہ کے لہجے کی مخصوص کھنک' انداز کی شوخی سب کچھ آج مفقود تھا۔ گھنٹوں و دیدہ زیب ملبوسات سے آراستہ پیراستہ رہنے والی عدینہ کا آج ستا ہوا متورم چہرہ' بجھا بجھا انداز گفتگو سب کچھ حیران کیے دے رہا تھا۔

’’بیٹا...... گھر والے تو سب ٹھیک ہیں ناں تمہارے ساتھ‘ تمہارا میاں؟‘‘ عمرانہ نے غیر محسوس کن کرید نے کے انداز میں پوچھا۔

’’جی چچی جان...... الحمدللہ ویسے تو سب اچھے ہیں۔ میری ساس‘ نندیں سب میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ بس ذیشان اور گھر کے مردوں کو عورتوں کا زیادہ باہر جانا پسند نہیں ہے۔ دیکھ لیں پورے تین ماہ بعد ماں کے گھر آنے کی اجازت ملی ہے۔‘‘ بولتے ہوئے عدینہ پھیکے سے مسکرائی۔

’’کمال ہے‘ لگتی تو کتنی سلجھی ہوئی اور روشن خیال فیملی تھی۔ مگر اندر سے ایسے ہیں۔‘‘ عمرانہ کے انداز میں تاسف تھا۔

’’ارے نہیں چچی...... گھر کی خواتین تو بہت محبت کرنے والی ہیں۔ بس یہ مرد ذرا کنزرویٹو ہیں۔‘‘ عدینہ تیزی سے حمایتی انداز میں بولی۔ پھر لبابہ کی طرف رخ کرتے ہوئے قدرے بشاشت سے بولی۔ جو گم صم سی دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔

’’اور بھئی تم سناؤ کیسی جا رہی ہے یونیورسٹی؟‘‘

’’ہوں اچھی چل رہی ہے پڑھائی۔‘‘ لبابہ مسکرا کر بولی۔

’’اچھا بیٹا...... میں چلتی ہوں۔ رات کو تمہاری دعوت کی تیاری کرنی ہے۔‘‘ کہتے ہوئے عمرانہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

’’چچی...... آپ مائنڈ نہ کریں تو ذیشان نے مجھے امی کے گھر آنے کی پرمیشن دی تھی۔ آپ کے گھر آنے کا میں نے پوچھا نہیں تھا۔‘‘ عدینہ معذرت خواہانہ انداز میں بولی تو عمرانہ قدرے بگڑ کر کہنے لگی۔

’’حد ہے تنگ نظری کی بھی۔ اب سگے چچا کے گھر جانے کی اجازت چاہیے۔‘‘ لبابہ کا دل تو جیسے اندر ہی اندر ڈوبا جا رہا تھا۔

✿......✿......✿......✿

اور حسن مراد کے پیہم اصرار پر فہمیدہ بیگم لبابہ کا ہاتھ مانگنے صدیق کے گھر چلی آئیں۔ ورنہ تو عدینہ کی زبانی لبابہ کی اپنے کزن سے کمٹمنٹ کا سن کر ان کا دل چاہا کہ بات کو وہیں ختم کردیں۔ آخر حسن مراد ان کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اتنی بڑی جاگیر کا وارث و نگران۔ خاندان کے کتنے ہی گھرانے اپنی قابل‘ لائق اور خوب صورت صاحب زادیاں ان کے گھر بیاہنے کو تیار تھے۔ مگر وہ کوئی ظالم جابر ماں تھوڑی تھیں کہ بیٹے کے جذبات سے انماض برتتے ہوئے اپنی پسند اس پر تھوپ دیتیں۔

لبابہ انہیں بہت پسند آئی تھی۔ عمرانہ کے گھر کا رہن سہن‘ طور طریقے سبھی کچھ قابل تعریف تھا۔ مگر یہ بھی تو نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھا کہ ان کی بہو کے جذبات پر کسی کا تصرف ہو۔ اس سب سے بے خبر لبابہ کے تو پاؤں زمین پر نہیں پڑ رہے تھے۔

’’ہاں...... ہاں میں نہ کہتی تھی اس مخلص کا کہا ہر لفظ دنیا کی سب سے بڑی سچائی ہے۔ وہ امین ہے۔ وہ چارہ گر ہے۔‘‘ وہ دونوں بازو کھولے مورنی کی طرح ناچ رہی تھی۔

✿......✿......✿......✿

’’ناممکن چچا جان...... ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں جس آگ میں جل رہی ہوں اس میں میری بہن جانتے بوجھتے کیوں جلے۔‘‘ وہ دل سوزی سے صدیق صاحب سے مخاطب ہوئی۔

’’بہ ظاہر‘ تعلیم یافتہ‘ کھاتے پیتے لوگ اندر سے کتنے تنگ دل اور تنگ نظر ہیں۔ صرف میں جانتی ہوں اور یہ حسن‘ جس کے گن اس کی والدہ گا کر گئی ہیں۔ ذرا مجھ سے موصوف کے کچھن پوچھیں۔ بگڑا ہوا امیر زادہ ہے۔ تبھی تو خاندان میں کوئی اسے بیٹی دینے کو تیار نہیں۔‘‘ زہر خندہ انداز میں بولتے ہوئے اس نے تمام حاضرین کے چہروں پر نظر ڈالی جہاں مکمل سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

عمرانہ‘ کاشفہ‘ صدیق‘ آصف اسے معلوم تھا کہ جلد یا دیر چچا صدیق اس سے مشورہ نہیں تو کم از کم حسن کے رشتے کے حوالے سے بات ضرور کریں گے۔ اس کا ہوم ورک مکمل تھا۔ صدیق علی کے چہرے پر مکمل گمبھیرتا تھی۔ دیکھنے میں تو یہ لوگ اپنی لبابہ کے مکمل جوڑ کے لگ رہے ہے

تھے۔ مگر سامنے بیٹھی یہ دل گرفتہ سی لڑکی جو ان کی سگی بھتیجی تھی۔ اس کا کہا بھی جھٹلانا مشکل تھا۔

"میں استخارہ کر لیتی ہوں۔ اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھائے گا۔ ان شاء اللہ۔" عمرانہ ہموار لہجے میں بولیں۔ انہیں حسن اپنی قابل، شریف بیٹی کے لیے بے حد پسند آیا تھا۔ وہ کسی طور اس رشتے کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتی تھی۔
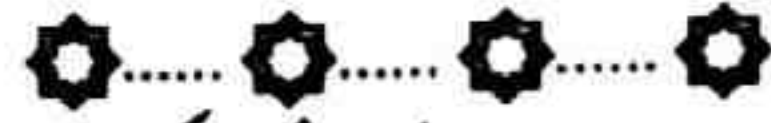
"چچی جان...... میں آپ کو بتا نہیں سکتی کہ حسن بھائی کے پرپوزل سے میرے چچا چچی کتنی خوش تھے۔" عدینہ اور فہمیدہ بیگم اس وقت لاؤنج میں رکھے جھولے پر بیٹھی تھیں۔ عدینہ نفاست سے سیب چھیل کر ان کی پلیٹ میں رکھتی جارہی تھی۔ آج کل وہ کافی تن دہی سے ان کی خدمت میں لگی رہتی تھی۔ بیشتر وقت ان کے ساتھ گزارتی۔ گلاس وال کے پار سے خوب صورت لان کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"خوش کیسے نہ ہوں آخر ہمارے بیٹے میں کس چیز کی کمی ہے۔ لائق، فائق، خوبرو اور خاندانی۔" قاش منہ رکھتے ہوئے فہمیدہ بیگم رعونت بھرے انداز میں بولیں۔

"بس یہ میری کزن پگلی ہے جو بالکل ضد پر اڑی ہوئی ہے۔ اب بھلا اس گھر سے اچھا گھر کوئی اور ہو سکتا ہے۔ مگر نہ جی ایک ہی انکار، ماں الگ دکھی، باپ پریشان، میں تو سمجھا سمجھا کر تھک گئی ہوں۔ بس اس منحوس شخص نے ایسی آنکھوں پر پٹی باندھی ہے کہ لبابہ ادب آداب سب بھول بیٹھی ہے۔ ورنہ میری کزن ایسی تو نہ تھی منہ زور بدلحاظ۔" دل گرفتی سے بولتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ فہمیدہ بیگم کے چہرے پر سرخی لہرا گئی تھی۔

"اگر ایسی بات ہے تو تمہارے چچا کو بیٹی کی خواہش کو مقدم رکھنا چاہیے۔ وہ تو ہمیں حسن نے مجبور کیا ورنہ ہمارے تو ایک اشارے کی دیر ہے......" ان کا لہجہ اٹل اور مضبوط تھا۔ عدینہ نے قاش منہ میں رکھی اور اطمینان سے گلاس وال سے دکھائی دیتے فوارے کو دیکھنے لگی۔

ہوا کیا ہے؟
یا خدا میرے وطن کو ہوا کیا ہے؟
ہر طرف خون ہے
آگ ہے
چیخیں ہیں
جو بہتے ہیں لال دریا
جو پرندے اداس پھرتے ہیں
یہ جو ہر طرف نفرت ہیں
آندھیاں ہیں
گل ہیں چراغ
سہمے رہتے ہیں بچے بھی
لوگ ڈرتے ہیں گھر سے نکلتے
بچیاں بے سائباں ہوگئیں
لٹیرے بیٹھے ہیں گھات لگائے
کبھی کلیاں تھیں کھلی ہوئی
مسکراہٹیں تھیں بکھری ہوئی
روشنی تھی
جگنو تھے
رنگ و بو تھا
اب تو بس آہیں ہیں
بددعائیں ہیں
بربریت ہے
اے خدا!
اے میرے پیارے خدا
میرے وطن کو ہوا کیا ہے؟

ثوبیہ نواز اعوان...... اسلام آباد
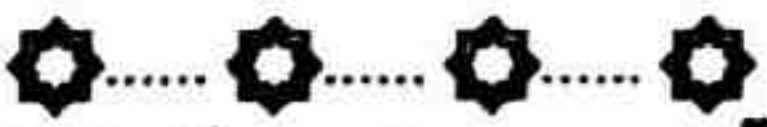
اور پھر واقعی حسن اور لبابہ کے رشتے کی بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ چڑھتی بھی کیسے جب عدینہ نے اتنی ہوشیاری سے عمرانہ صدیقی اور فہمیدہ بیگم کو غلط فہمیوں کے جال میں الجھایا تھا۔ اور تو اور اس نے اپنے ارادوں کی بھنک اپنی ماں کاشفہ کو بھی نہیں پڑنے دی تھی۔ اس ساری مذموم کارروائی

کے پیچھے صرف ایک جذبہ کارفرما تھا...... اور وہ تھا "حسد" جو اسے بچپن سے لے کر اب تک لبابہ سے چلا آرہا تھا۔ سانولی سلونی نمکین رنگت اور حلیم طبیعت لبابہ کو وہ ہر وقت ہر کام میں اپنے ساتھ اس لیے شامل نہیں کرتی تھی کہ اسے لبابہ سے کوئی بے انتہا کی محبت تھی۔ بلکہ اس لیے کہ لبابہ کی سانولی رنگت' قابل قبول نقوش کے آگے اس کا اجلا رنگ اور خوب صورت خدوخال نمایاں ہو جاتے تھے۔ اور اس خوشی کا بیان ہی مشکل تھا جب دیکھنے والے انہیں سگی چچازاد بہنیں ماننے سے انکار کر دیتے۔

"اتنا تضاد...... اتنا اختلاف......" ایسے میں ان کمنٹس پر لبابہ کی گھبراہٹ اسے بہت لطف سے دوچار کرتی تھی۔ اس لیے اپنے ہر اہم وغیرہ اہم کام میں وہ زبردستی اسے گھسیٹے رکھتی۔ لبابہ خواہ پہلو بچاتی' کتراتی مگر اس کی چرب زبانی کے آگے کسی کی نہ چلتی۔

لبابہ تعلیم کے میدان کی چیمپئن تھی مگر وہ لبابہ کی ان کامیابیوں کو خاطر میں نہ لاتی تھی کہ وہ حسن و دلکشی کی بے تاج ملکہ تھی۔ ہاں مگر ذیشان سے شادی کے بعد امور خانہ داری کی بدولت اسے اپنے حسن کی ناؤ ڈولتی نظر آنے لگی تھی۔ جب گھر کی سربراہ خواتین اس سے روایتی بہوؤں کی طرح سلیقے اور گھڑ پن کی توقع رکھ بیٹھیں۔ اس کے تو مانو ہاتھ سے طوطے اڑ گئے۔

"یا اللہ اب میں کچن میں گھس کر نئے نئے پکوان پکا کر ان کے دلوں میں جگہ بناؤں۔ یہ اتنا خوب صورت مکھڑا اور ان کا دل جیتنے کے لیے کافی نہیں کیا؟" وہ سخت مصیبت میں آپڑی تھی۔ نہ کاشفہ نے زور زبردستی اسے کچھ سکھانے کی کوشش کی تھی نہ اسے کوئی انٹرسٹ تھا۔ یہ تو خیر گزری۔ پیروں تلے زمین تو اس وقت نکلی جب فہمیدہ بیگم نے لبابہ کو بہو بنانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

"نو...... نیور ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ لبابہ حسن مراد کی بیوی بنے' جس کی فیکٹری میں میرا شوہر محض ایک ایمپلائی ہو۔" اس کے اندر رہ رہ کر بھونچال اٹھا کرتے تھے۔ ایک دن وہ ذیشان سے بھی الجھ پڑی تھی۔

"یہ کیا' فیکٹری میں برابر کی پارٹنر شپ ہونی چاہیے۔ مگر میں دیکھ رہی ہوں۔ جو مالکانہ حقوق حسن بھائی کو حاصل ہیں۔ وہ آپ کو نہیں۔"

"سمپل سی بات ہے۔ یہ فیکٹری مراد انکل نے اپنی محنت سے خریدی اور چلائی ہے۔ ورنہ بہت پہلے میرے مرحوم ابا اور انکل تو صدر میں کپڑے کی دکان چلاتے تھے۔ اب یہ سارا کچھ انکل کی محنت' قابلیت کا ہی ثمر ہے۔ میں تو محض ان کا ایک ورکر ہوں۔" ذیشان نے اسے حقیقت کا آئینہ دکھایا تھا۔

"اوہ...... میرے اللہ...... ہمیں اتنے دھوکے دیئے کہ یہ کوٹھی' فیکٹریاں سب کچھ مشترکہ ہے۔" وہ محض دل ہی دل میں شکوہ کر سکی تھی کہ اب بولنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ چچا صدیق اور عمرانہ حسن والے رشتے کو ایک نعمت سے کم نہیں سمجھ رہے تھے۔ مگر وہ کوئی اتنی بھولی اور نادان نہیں تھی کہ لبابہ کو ایسے آرام سے دیورانی بننے دیتی۔ لبابہ کا شاندار تعلیمی ریکارڈ' ایک طرف وہ کوکنگ اور گھر کے دوسرے امور میں بھی طاق تھی۔ اگر وہ یہاں آجاتی تو اس کی حیثیت صفر رہ جاتی تھی۔ اس کے حسن کی جھلملاہٹ بھی بجھ جاتی کیونکہ اتنا تو وہ جان چکی تھی کہ اس گھر کے مکین سیرت کو صورت پر فوقیت دیتے ہیں۔

اور سب سے اہم بات' جس کی خاطر وہ اپنی گھٹی میں پڑی تمام تر عیاری مکاری کو بروئے کار لاتے ہوئے فہمیدہ بیگم کو لبابہ سے اس حد تک متنفر و برگشتہ کرنے کو تیار تھی۔ وہ یہ تھی کہ لبابہ اس کی واثق علوی سے دھواں دھار اور جنوں خیز محبت سے پوری طرح واقف تھی۔ اس سارے عرصے میں لبابہ کا کردار ناصح رہا تھا۔ بے راہ روی اور ہوس کے لبادے میں لپٹی ہوئی واثق علوی کی پیش قدمی کو وہ محبت سمجھے نجانے اس کے کون کون سے گھٹیا جذبوں کی پذیرائی کرتی اس کے ساتھ شہر بھر کے ہوٹلز' مالز اور ڈیٹ پوائنٹس پر اپنے شریف ماں باپ کی ناموس کی دھجیاں بکھیرتی رہی تھی۔ یہ اس کا متعفن زدہ ماضی تھا جسے وہ کب کا دفنا چکی تھی۔ نادانی کے اس سارے عرصے میں لبابہ کا کردار ایک ناصح کا تھا۔

ایسے میں لبابہ کو اس گھر کا ایک مستقل مکین بنانا‘ اپنی خوش گوار اور پُرسکون شادی شدہ زندگی کو خود ہی خراب کرنا تھا۔ وہ بھلا کب اتنی نادان تھی کہ اپنے ماضی کی ذرا سی بھی پرچھائی اپنے حال پر پڑنے دیتی۔ اتنے بے وقوفی کے کام کی عدینہ آصف سے توقع رکھنا بھی بے وقوفی تھی۔

چچا صدیق اور چچی عمرانہ اسے لبابہ کی شادی پر نہایت چاہت و محبت سے مدعو کرنے آئے تھے۔

”لڑکا باہر سے پڑھ کر آیا ہے۔ اعلیٰ حکومتی افسر ہے۔ روپے پیسے کی ریل پیل ہے۔ انتہائی ماڈرن اور تمیز دار لوگ ہیں۔“ عمرانہ اسے لبابہ کے سسرال کے متعلق بتاتی رہتی تھی مگر وہ لبابہ کی شادی میں نہ جاسکی کیونکہ ان دنوں اس کی نند فہیرہ کی شادی کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں۔

فہیرہ کی سسرالی خواتین بھی اسٹائلش اور بے حد ماڈرن لگ رہی تھیں۔ ان کے پہناوے اور باتوں سے ان کی آزاد خیالی کا برملا اظہار ہو رہا تھا۔ فہیرہ بے حد خوش و نازاں تھی۔ فہیرہ کو آج اپنے منگیتر کے ساتھ شاپنگ کے لیے بازار جانا تھا۔ وہ صبح سے باہر گئی‘ ابھی تک نہیں لوٹی تھی۔ زینت بوا نے اسے اطلاع دی۔

”دلہن رانی...... اپنی فہیرہ بٹیا کے منگیتر صاحب آئے ہوئے ہیں۔“

”او کے بوا...... آپ چائے کے ساتھ کچھ لے آئیں میں آتی ہوں۔“ آنٹی آمنہ اور فہیدہ بیگم اس وقت قیلولہ فرما رہی تھیں۔ جب سے فہیرہ کی منگنی ہوئی تھی۔ اس نے اس کے فیانسی کو نہیں دیکھا تھا۔

”بھابھی...... اتنے رومانٹک ہیں وہ کہ بس...... ان کے ساتھ باہر جانے کا سوچ کر میری جان نکلنے لگتی ہے۔ اتنے ہینڈسم اور چارمنگ ہیں۔ حمزہ علی عباسی کی طرح مسکراہٹ ہے۔“ فہیرہ اترا اترا کر اسے بتاتی۔

”چلو آج فہیرہ کے پرنس آف ویلز سے روبرو ملاقات کر ہی لیتے ہیں۔“ وہ سوچتی ہوئی ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔

”السلام علیکم!“ دیوار پر لگی بیش قیمت پینٹنگز کو دیکھنے میں مگن دراز قد اور چوڑی پشت والے نے جونہی اس کی آواز سن کر رخ سامنے کیا تو اس کی آنکھوں کے آگے زمین آسمان گھوم گئے تھے۔

فاطمہ سحر

میرا نام فاطمہ سحر ہے‘ پیار سے سب دوستیں فاطی کہتے ہیں ضلع خانیوال کے ایک شہر کبیر والا میں رہتی ہوں‘ ایک بہن اور ایک بھائی ہے میرا۔ بابدولت 2 دسمبر کو دنیا میں تشریف لائی اور بہت سی آنکھوں کا تارا بنی (اہم)۔ میرے ابو کی جنرل اسٹور کی دکان ہے اور بہت نائس پرسن ہیں (سب کہتے ہیں جی) امی جی گھریلو اور بہت اچھی خاتون ہیں بس کبھی کبھی میرے اس مطالعے کے شوق سے غصہ کر جاتی ہیں (ہاہا) لیکن میرے ابو جی اللہ پاک انہیں لمبی خوشیوں بھری زندگی دے‘ آمین جو میرا یہ شوق بخوشی پورا کرتے ہیں۔ آنچل سے تعلق زیادہ پرانا نہیں لیکن زیادہ نیا بھی نہیں ہے۔ اسکول کالج کے دوران ہی دوستوں سے ہاتھ میں آیا اور اتنا پسند آیا کہ آج لکھنے پر مجبور کردیا اس نے۔ میں آج کل ایم اے کر رہی ہوں سو دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ گھر کے کام کاج‘ دوستوں سے گپ شپ اور اپنی اکیڈمی چلاتی ہوں جس کی وجہ سے زندگی میں مزا ہی مزا ہے۔ مجھے پڑھنے اور پڑھانے کا بہت شوق ہے۔ شاعری اور غزلیں سننا بہت پسند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں پڑھ کر بہت اچھا محسوس کرتی ہوں‘ فیورٹ ناولز بہت ہیں ”پیر کامل‘ جنت کے پتے‘ امربیل‘ ٹوٹا ہوا تارا‘ متاع جاں ہے تُو“ بہت پسند ہیں۔ خامیاں بہت سی ہیں‘ غصے کی بہت تیز ہوں لیکن جلد اتر جاتا ہے۔ حساس بہت زیادہ ہوں‘ دوسروں کی مدد کر کے انہیں خوش دیکھ کر خوش رہتی ہوں۔ دوستیں بہت سی ہیں‘ صبا‘ سلمیٰ‘ صائمہ‘ انعم اور کومل (ناراض نہ ہونا پلیز) بہت بہت سلام۔ خوش رہو ہمیشہ‘ اب اجازت میرا تعارف کیسا لگا بتایئے گا‘ اللہ حافظ۔

"تم...... تم یہاں کیسے؟" وہ نفرت انگیز لہجے میں چیخ کر بولی۔

"اوہو...... مادام عدینہ آصف بھی یہاں تشریف فرما ہیں...... کیوں پہچانا؟ کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا' تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔" پینٹ کی دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈالے واثق علوی قدم قدم اٹھاتا اس کے قریب آ کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں کہتی ہوں' نکل جاؤ میرے گھر سے ابھی اور اسی وقت۔ ورنہ میں ملازموں سے تمہیں دھکے دے کر نکلواتی ہوں۔" وہ ہذیان پن سے بولی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہیں سے گن لے کر اس بندے کو کھڑے کھڑے شوٹ کردے۔

"چچ چچ...... گھر آئے مہمان کے ساتھ ایسا سلوک۔ تم پہلے تو ایسی نہیں تھیں۔ بہت خوش مزاج' خوش اخلاق تھیں اور کیا کہہ کر دھکے دلواؤ گی؟ اپنے پرانے شناسا کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں؟" وہ جیسے اس کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا۔ اسے اگر پہلے تھوڑا سا بھی علم ہوتا کہ واثق علوی ہی اس گھر کا ہونے والا داماد ہے تو وہ یوں خود پر اختیار نہ کھوتی۔ بے یقینی نے کچھ ایسا ہلہ بولا اور اس کی ذات ایسے بھونچال میں آئی کہ اسے لمحہ بھر کو بھول ہی گیا تھا کہ وہ اس گھر کی بہو' ذیشان احمد کی بیوی اور اس کے ہونے والے بچے کی ماں ہے۔ یاد رہا تو بس اتنا کہ سامنے کھڑا یہ خوبرو شخص محبت کا جھانسہ دے کر اسے انگاروں پر گھسیٹ چکا ہے۔ اسے اپنی نظر میں ایسے گرا چکا ہے کہ وہ آج تک خود سے ٹھیک سے نظر نہیں ملا پائی۔ اس شاطر نے اس کے جذبوں کو روندا تھا۔ رگیدا تھا۔ اسے کس نے حق دیا تھا کہ وہ اس شان سے سینہ تان کر اس کے گھر میں آ کھڑا ہو۔ فوراً لپک کر واثق علوی کا گریبان پکڑا اور زہر خند ہو کر بولی۔

"تم کیا سمجھتے ہو کہ تم ایسے فہیرہ کی زندگی کے مالک و مختار بن جاؤ گے۔ میری ذلتوں کا حساب چکائے بغیر' تم اپنی خوشیوں کی سیج سجالو گے۔ تو یہ تمہاری بھول ہے۔"

"چھوڑو میرا گریبان' پاگل ہوگئی ہو۔ کیسی ذلت' کیسی رسوائی' یہ تو تمہیں خود سوچنا چاہیے تھا کہ جب میرے والدین تمہارے گھر پروپوزل ہی نہیں لے کر آئے تھے تو تم کس گمان میں میرے ساتھ اکیلی میرے گھر تک آجایا کرتی تھیں۔ میری فیملی کی کسی عورت سے تم ملیں؟ کسی نے تمہیں دیکھا پسند کیا؟ محض میری تعریفوں میں بندھی کھنچی چلی آتی تھیں۔" واثق علوی کا ایک ایک لفظ اس پر کوڑے کی طرح برس رہا تھا ایسا برسا کہ وہ بلبلا اٹھی تھی۔

"تم کمینے' دغاباز' میں فہیرہ پر تمہارا سایہ تک نہیں پڑنے دوں گی۔ یہاں سے نامراد لوٹنا ہوگا تمہیں۔"

"عدینہ...... ہوش میں تو ہو۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" ذیشان نجانے کب آیا تھا۔ اس کی کڑک دار آواز نے اسے ہوش کی دنیا میں لا پٹخا تھا۔ واقعی وہ ہوش و حواس سے بیگانی ہی تو لگ رہی تھی۔

"دیکھ لیں ذیشان صاحب...... یہ عزت افزائی ہو رہی ہے ایک داماد کی آپ کے گھر۔" واثق علوی گریبان ٹھیک کرتے ہوئے غصے سے مخاطب ہوا۔ پھر عدینہ پر ایک جتاتی ہوئی نظر ڈالی۔

"آپ فہیرہ کو بتا دیجئے گا کہ واثق آیا تھا اسے لینے۔" اتنا کہہ کر وہ لمبے ڈگ بھرتا چلا گیا۔

"ذیشان...... یہ آدمی ٹھیک نہیں ہے۔ پلیز آپ اسے انکار کردیں یہ ایک نمبر کا فراڈ ہے۔" وہ گڑگڑاتے ہوئے ذیشان سے بولی۔

"بس عدینہ...... چپ' کچھ کہنے کی ضرورت نہیں جتنا سنا ہے کافی ہے۔" ذیشان کا لہجہ ٹوٹا' بکھرا تھا اور آنکھیں ضبط سے لال ہو رہی تھی۔

عدینہ بے جان انداز میں صوفے پر گر گئی تھی۔ ڈرائنگ روم میں اس کے زور زور سے رونے کی آواز گونج رہی تھی۔

تیری زلف کے سر ہونے تک

اقراء صغیر احمد

قسط نمبر 6

مگر یہ نشہ یکتائی ٹوٹتا ہی نہیں
اگرچہ دیکھ لیا دور تک بکھر کے بھی
عجب کشش تھی رہا ہو کے ہم رہا نہ ہوئے
اسیر ذات رہے، ذات سے مکر کے بھی

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

لاریب کی تیز رفتار ڈرائیونگ حادثے کا سبب بنتی ہے اور انشراح گاڑی کی زد میں آ کر شدید زخمی ہو جاتی ہے۔ نوفل اور لاریب اسے اسپتال لاتے ہیں اور یہاں آ کر نوفل کو علم ہوتا ہے کہ زخمی ہونے والی لڑکی انشراح ہے جب ہی وہ اپنے دوست بابر کی مدد سے اس کے گھر والوں سے رابطہ کرتا ہے۔ جہاں آرا نوفل کی ظاہری شخصیت سے کافی مرعوب ہوتی ہیں اور اس حادثے کو اپنی خوش بختی سمجھتی ہیں ایسے میں روشن انہیں سمجھانے کی کوشش کرتی ہے مگر وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔ شاہ زیب کے فون پر زید رینجرز کے ہیڈ کوارٹر پہنچ کر سودہ اور شاہ زیب کو چھڑانے میں کامیاب ہو جاتا ہے سودہ اس کے سامنے انتہائی شرمندگی محسوس کرتی ہے گھر پہنچ کر وہ اس معاملے سے سب کو بے خبر رکھتا ہے اور سودہ کو بھی خاموش رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ لاریب انشراح کے حسن سے کافی متاثر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ بار بار اسپتال میں انشراح سے ملنے آتا ہے لیکن نوفل کو یہ سب بالکل پسند نہیں آتا۔ انشراح ہوش میں آنے پر اپنی اس حالت کا ذمہ دار نوفل کو قرار دیتی اس سے تلخ کلامی سے پیش آتی ہے لیکن اس کی حالت کے پیش نظر نوفل اس کے تلخ رویے کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ گھر کے دیگر لوگ صابرہ بوا کی عیادت کے لیے جاتے ہیں جبکہ عمرانہ اپنی بیٹی کے ہمراہ بہن کے گھر رک جاتی ہیں۔ خراب موسم کی وجہ سے گھر والوں کو رات میں وہیں رکنا پڑتا ہے ایسے میں سودہ کو اندھیرے اور تنہائی سے وحشت محسوس ہوتی ہے جب ہی یوسف صاحب کے کہنے پر زید گھر لوٹتا ہے اور سودہ کو تنہا دیکھ کر اس کا خوف دور کرنے کی کوشش کرتا ہے اگلی صبح جب عمرانہ بیٹی کے ہمراہ گھر لوٹتی ہیں تو زید اور سودہ کو گھر میں تنہا دیکھ کر خوب واویلا مچاتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......❁......❁

مائدہ نے سودہ کی محبت میں یہ بتایا تھا کہ وہ بخار میں نیم بے ہوش پڑی ہے، مگر عمرانہ جیسی محدود سوچ و اپنی نگاہ سے دیکھنے والی عورت کے لیے یہ الفاظ کسی بم سے کم نہیں تھے جو سیدھا ان کے دل پر بلاسٹ ہوا تھا۔ وہ اپنے لفظوں کو دہراتے ہوئے زید کو دیکھ رہی تھیں جو خود بھی اس اچانک رونما ہونے والی صورت حال پر خاصا کنفیوژ تھا کہ رات بھر کا رتجگا...... صبح مما کی آمد اور اب اس طرح ان کا مشکوک نگاہوں سے دیکھنا۔

"میں...... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی زید...... آپ بھی مجھے دھوکہ دیں گے۔ اتنا بڑا دھوکہ...... دھوکہ......" وہ یہی تکرار کرتے ہوئے پیچھے ہٹ رہی تھیں، ان کی آنکھیں زید کے مضطرب چہرے کی طرف مرکوز تھیں، چہرے کی رنگت بدل گئی تھی۔ ایک دیوانگی تھی جو ان پر طاری تھی۔

"مما...... میری بات سنیں۔" زید تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔

"خبردار...... دور رہو مجھ سے اپنے ناپاک ہاتھ مت لگانا مجھے۔" وہ ہذیانی انداز میں اس کے ہاتھوں کو جھٹکتے ہوئے تیزی

سے چلی گئیں۔

"بھائی...... مما کو کیا ہو گیا ہے وہ ایسا کیوں کررہی ہیں؟ آپ سے وہ کبھی خفا نہیں ہوتی' اب وہ آپ کی بات بھی نہیں سن رہی ہیں۔" مائدہ ماں کو بھائی پر بری طرح بگڑتے دیکھ کر روتے ہوئے گویا ہوئی۔

"پریشان مت ہو مما کو ابھی غصہ آرہا ہے کچھ دیر میں ٹھیک ہو جائیں گی۔" اس نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے تسلی دی...... لیکن ماں کے جارحانہ رویے نے اس کے حواس بھی سلب کر لیے تھے وہ بے حد پریشان ہو گیا تھا۔ وہ عمرانہ کے پیچھے جانا چاہ رہا تھا کہ مما گھر کے باقی آ گئے تھے اور وہاں کی صورت حال ان سے چھپی نہ رہ سکی تھی پھر مختصراً وہ سب کچھ بتاتا چلا گیا۔

"پہلے میری بچی کی خبر لیجیے بہو بیگم...... یہی ڈر تھا نہ مجھے رات کو موسم کے خوف سے بخار چڑھا ہو گا سودہ بیٹی کو اور اب تو بے ہوش پڑی ہیں جلدی چلیں۔" بنارسی بوا کو سودہ کی فکر نے تڑپا دیا تھا۔

وہ زمرد بیگم کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے گئی تھیں پیچھے ان کے مائدہ بھی آئی تھی' صوفیہ کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھیں۔ شائد حال میں جبکہ زید وہاں سے عمرانہ کے کمرے کی طرف چلا آیا تھا۔

❀......❀......❀
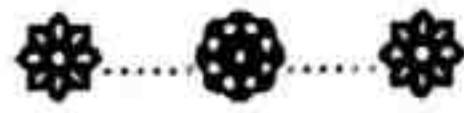
بارش کے بعد سردی کا زور ایک دم ہی بڑھ گیا تھا' ہیٹر آن ہونے کے باوجود بھی جہاں آرا بیگم نے شال اور سوئٹر سے خود کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ہاتھ میں کافی سے بھرا مگ بھاپ اڑا رہا تھا' ساتھ ہی گود میں خوب صورت ڈیزائن کی ڈرائی فروٹس کی ٹرے رکھی ہوئی تھی' جس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے اور تمام خانے خشک میووں سے بھرے ہوئے تھے۔

ان کو وہ کافی کے ساتھ تناول فرما رہی تھیں' بیڈ پر انشراح لیٹی ہوئی جاگ رہی تھی مگر بازو سے اس نے آنکھیں ڈھانپی ہوئی تھیں' ناہی گھر گئی ہوئی تھی تا کہ اپنی نگرانی میں گھر کی صفائی ستھرائی اور دیگر کام کروا سکے۔ انشراح یہاں کسی صورت رکنے کو تیار نہ تھی اور جہاں آرا جانے کو راضی نہ تھیں اور یہی بحث ان کے درمیان تکرار کا باعث بنی تھی۔

"کب تک منہ پر ہاتھ دھرے پڑی رہو گی؟ بس اب ضد ختم بھی کر دو۔" وہ کاجو منہ میں ڈالتے ہوئے اس کی طرف دیکھ کر بولیں۔

"ضد میں نہیں آپ کر رہی ہیں' یہ بھی کوئی بات ہے آپ ہسپتال کو ہائی جیک کر کے بیٹھ گئی ہیں جانے کا نام ہی نہیں لے رہی...... اس طرح نہیں ہوتا ہے۔"

"ہائی جیک کی بھی خوب کہی تم نے...... میں بھلا یہ کام کیوں کرنے لگی؟"

"پھر یہاں سے نہ جانے کا مقصد کیا ہے؟ کب تک آپ لمبے لمبے بل پے کروا کر اس شخص کی غلطی کی سزا دیں گی جو اس نے کی بھی نہیں۔" وہ آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"وہ یہاں آتا ہے تو تم اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی اور اب اس کی حمایت میں مجھ پر بگڑ رہی ہو...... واہ بھئی' یہ عجیب بات ہے۔"

"بس...... میں نے فیصلہ کر لیا ہے نانو...... میں آج ہی یہاں سے چلی جاؤں گی آپ کو یہاں رہنے کا شوق ہے تو آپ ہی رہتی رہیے گا۔"

"ارے اللہ نہ کرے میں کیوں یہاں رہنے کا شوق رکھنے لگی' میں تو تمہارے خیال سے یہاں پڑی ہوں' تمہارے ہاتھ میں ابھی تکلیف ہے اگر گھر جا کر رات کو کوئی تکلیف ہو گئی تو میں کس طرح تمہیں ہسپتال لے کر آؤں گی۔ جہاں اتنے دن گزرے ہیں وہاں کچھ دن اور سہی میری بچی۔" انشراح کے اکھڑے اکھڑے انداز نے ان کے لہجے کو نرم کر دیا تھا۔

"نہیں...... اب ایک دن بھی نہیں رکنا یہاں پر۔"

”پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ والی بات کررہی ہو، میں نے ابھی تم کو بھی یہی سمجھایا ہے کہ کسی وقت تم کو کوئی تکلیف ہوگئی پھر کیا ہوگا۔“

”اگر موت اسی طرح آنی ہے تو مرجاؤں گی۔“

”کیا ہوگیا ہے تم کو...... کیسی باتیں کررہی ہو؟“ وہ اٹھ کر اس کے پاس چلی آئیں اور اس کے قریب بیٹھ کر بولیں۔

”نانو...... میں گلٹی فیل کررہی ہوں، کیا ہمارے پاس روپوں کی کمی ہے...... کیا آپ اس قابل بھی نہیں ہیں کہ میرا علاج اپنے پیسوں سے کراسکیں؟“

”تم جذباتی ہورہی ہو بیٹا...... یہ جذباتیت تمہاری عمر کا تقاضا بھی ہے مگر میں عمر کے اس دور کو بہت پیچھے چھوڑ آئی ہوں، جہاں دماغ کی جگہ دل سے فیصلے کیے جاتے ہیں۔“ وہ مسکراتی ہوئی طنزیہ انداز میں بولیں۔ ”میں ان لوگوں کو سزا دینا چاہ رہی ہوں تاکہ آئندہ وہ ایسی غلطی...... غلطی سے بھی نہ کرسکیں ورنہ میرے پاس روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں ہے۔“

”بہت سزا مل گئی ہے ان کو، ہم آج ہی یہاں سے چلے جائیں گے بس۔“ وہ حتمی انداز میں گویا ہوئی۔

❁......❁......❁
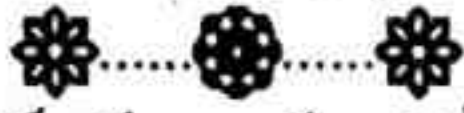
ایک عرصے بعد ساریہ نے کال کی تھی اس سے قبل بھی وہ کئی بار ٹرائی کرچکی تھی اور اس کی طرف سے نو لفٹ دیکھ کر وہ کال کرنا چھوڑ چکی تھی مگر آج نہ جانے کیا ہوا تھا وہ اس کی کال پک کر بیٹھا تھا۔

”بائی گاڈ...... آج کوئی انہونی ہوئی ہے، بڑی خوشی کا دن ہے آج تم نے میری کال پک کی...... مجھے یقین نہیں آرہا......!“ دوسری طرف ساریہ کی آواز خوشی سے چہک رہی تھی۔

”یہ کس خوشی میں مجھے ’تم‘ پکار رہی ہو؟ آپ پکارو مجھے۔“ اس کے سنجیدہ لہجے میں ناگواری در آئی۔

”میرے خیال میں، ہم کو اتنی فارمیلیٹی کی ضرورت تو نہیں ہے آفٹر آل، ہم فرسٹ کزن ہیں۔“ وہ بھونچکا رہ گئی۔

”آئی نو...... ہمارا جو رشتہ ہے وہ میں جانتا ہوں۔“

”پھر بھی اتنے نارمل انداز میں بات کررہے ہیں؟“

”میں اسی انداز میں بات کرتا ہوں، اگر پسند نہیں ہے تو بائے......“

”ارے نہیں...... نہیں آپ جس انداز میں بھی بات کریں گے، مجھے پسند ہے، بات تو کریں گے نہ...... میں تو اس سے ہی خوشی ہو جاؤں گی۔“ خمار آلود لہجے میں خوشامد در آئی تھی عجیب سی دیوانگی تھی۔

”کیا بات کرنی ہے؟“ وہی خشک لہجہ، سرد انداز۔

”بہت جلدی میں لگ رہے ہیں، چلیں پھر بات کروں گی جب آپ فری ہوں گے۔“ وہ بے تکلفی سے گویا ہوئی۔

”میں فری ہوں...... جو کہنا ہے جلدی کہو۔“

”فری ہیں تو پھر جلدی کس بات کی ہے بھلا۔“

”تم بات بتارہی ہو یا میں لائن کاٹ دوں؟“ وہ اکھڑے سے انداز میں بولا۔

”او مائی گاڈ...... آپ کے بارے میں جو سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا...... بات یہ ہے کہ میری برتھ ڈے آرہی ہے، اگلے مہینے میں آپ کو انوائٹ کرنے آرہی ہوں، بہت جلد آپ کو ابھی سے انفارم کررہی ہوں۔“ اس نے جواب دیئے بنا موبائل آف کردیا، وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ دوبارہ رابطہ کرے، ایسی پارٹیز سے اس کو قطعی دلچسپی نہیں تھی۔

”کس قدر سنگ دل ہو تم یار...... کانچ سے بھی نازک دل توڑ دیتے ہو۔“ صوفے پر نیم دراز انگلش میگزین پڑھتا لاریب تاسف زدہ لہجے میں بولا۔ ”کیا ملتا ہے تمہیں یہ سب کر کے؟“ وہ اٹھ بیٹھا۔

”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“ وہ بیٹھتا ہوا بولا۔

”کچھ نہیں ریڈنگ کا موڈ ہوا تو ریڈ کرنے بیٹھ گیا۔“

”ان خرافات کو اپنے روم تک ہی محدود رکھا کرو یہاں ماما آنٹی کے علاوہ ملازماؤں کی بھی آمد ورفت رہتی ہے کچھ تو مینرز فالو کرو۔“ اس نے ٹائٹل پر آویزاں نوخیز بے پردہ حسینہ کو نفرت سے ہونٹ سکیڑ کر اچٹتی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ اس کے انداز پر وہ ہنستا ہوا میگزین ایک طرف رکھتا ہوا بولا۔

”تم ان مینرز کو اوڑھ لپیٹ کر بیٹھ گئے یہ کافی نہیں...... مجھے تو معاف کرو۔“

”میری بات تم اچھی طرح سے کان صاف کر کے سن لو۔“ اس کا لہجہ ایک دم ہی بدلا اور اس بدلتے لہجے میں کچھ ایسی ہی غراہٹ تھی کہ وہ ہنسی بھول کر سنجیدہ ہو گیا۔

”تم اب ہسپتال نہیں جاؤ گے نہ ان لوگوں سے کوئی تعلق رکھو گے اور اگر ایسا ہوا تو پھر یاد رکھنا میں تمام مینرز وایٹی کیٹس بھول جاؤں گا۔“

❁......❁......❁

”صوفیہ...... تم ایک دم گم صم ہو گئی ہو؟ جا کر سودہ کو دیکھو بلکہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں اس کی طبیعت دیکھنے۔“ منور چپ چاپ کھڑی صوفیہ سے مخاطب ہوئے۔

”بھائی جان...... رات کو جو طوفان آیا تھا وہ ابھی ٹلا نہیں...... موجود ہے اس گھر میں موجود ہے۔ رات سودہ کو گھر میں تنہا چھوڑ کر ہم سے بڑی بھیانک غلطی ہوئی ہے۔“ وہ گم صم انداز میں کہہ رہی تھیں۔

”کیسی احمقانہ باتیں کر رہی ہو طوفان کب کا گزر چکا ہے اور رات سودہ گھر میں تنہا نہیں تھی۔ میں نے خود زید کو گھر آنے کا کہا تھا وہ تھا یہاں۔“

”یہی تو غضب کر دیا ہے آپ نے بھائی جان۔“ وہ آہستگی سے بولیں۔

”پتا نہیں کیا کہہ رہی ہو میری سمجھ نہیں آ رہی ہیں تمہاری باتیں...... آتا ہوں میں ابھی۔“ وہ عجلت میں اپنے کمرے کی طرف گئے تھے۔

زید دروازہ کئی منٹ تک ناک کرتا رہا جب انہوں نے نہیں کھولا تو وہ کمرے کی طرف بڑھ گیا تاکہ چینج کر کے واپس آئے۔ عمرانہ کھڑکی سے منور صاحب کی کھڑی کار دیکھ کر کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آ گئی تھیں جہاں ان کا ٹکراؤ صوفیہ سے ہو گیا اور ان کے غصے کا آتش فشاں ان پر پھٹ پڑا تھا پھر جو ان کے منہ میں آیا وہ بولتی چلی گئی تھیں نہ ان کو بیٹے کی عزت کا خیال تھا نہ سودہ کی عصمت کا جس کو لمحوں میں وہ داغ دار کر چکی تھیں۔

”بھابی...... چپ ہو جائیں آپ کو شرم نہیں آ رہی گھر کے دونوں بچوں پر اس طرح کے شرمناک الزامات لگاتے ہوئے کچھ تو لحاظ کریں۔“ صوفیہ کو اب معلوم ہوا تھا بیٹی کی ماں بننا کتنا مشکل ہے وہ ان کے گھٹیا الزامات پر پسینہ پسینہ ہو رہی تھیں۔

”بے شرمی تم لوگوں نے کی ہے رات کو میرے گھر میں نہ ہونے سے فائدہ اٹھا کر سب کے سب ان دونوں کو تنہا چھوڑ کر گھر سے چلے گئے اور شرم کا پاٹ مجھے پڑھا رہی ہو مکار عورت، میں تمہاری آرزو پوری نہیں ہونے دوں گی۔“ وہ حلق کے بل چیخ رہی تھیں اور یہ پہلا موقع تھا جو صوفیہ ان سے نگاہ نہیں ملا رہی تھی وہ سخت بے بس تھیں۔

”پلیز بھابی...... آپ میری بات پر یقین کریں ایسا کچھ نہیں ہوا۔“

”کیا ہوا ہے کیوں ہنگامہ مچایا ہے؟“ زمر آتے ہوئے گویا ہوئیں۔

”بھائی جان...... بھائی جان...... دیکھیں آپ کس طرح عمرانہ بھابی سودہ اور زید پر الزام لگا رہی ہیں۔“ صوفیہ زمر سے لپٹ

کر رونے لگیں۔

"بس بس رہنے دو بہت دیکھے ہیں یہ مگرمچھ کے آنسو بھابی...... آپ اپنے منہ بولے بھائی سے یہ توقع نہیں تھی کہ آپ بہک کے مجبور ہوکر ایسے گھٹیا کام میں اس کا اور اس کی بیٹی کا ساتھ دیں گے۔" وہ ان کو گھور کر بولیں۔

"کون سا کام...... کیا بولے جا رہی ہو تم کو احساس ہے کیا بات کر رہی ہو؟" ان کو بھی ان کا طرز تخاطب ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

"رہنے دیں بھابی...... اب آپ وہ جو چپتی بنی ہیں نہ میں"

"یہاں بیٹھ کر میری بات سنو پہلے پھر تمہیں معلوم ہوگا اصل معاملہ کیا تھا۔" زمرد بیگم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھاتے ہوئے مکمل رات پیش آنے والی صورت حال تفصیل سے سمجھائی تھی تاکہ وہ غلط فہمی سے باہر آئیں مگر انہوں نے جتنی پابندی سے اپنے اصول توڑ کر یہاں سوتے دیکھا تھا اور اس کے اصولوں میں کبھی ماں اور بہن کے لیے بھی لچک نہ آئی تھی اور لچک آئی بھی تو کس کے لیے اصول توڑا تو اس لڑکی کے لیے جس لڑکی کے خلاف وہ بچپن سے اس کے دل میں نفرت و حقارت بھرتی آئی تھیں۔

انہوں نے زمرد کی باتوں کو وضاحتوں کو کوئی اہمیت نہ دی کہ ان کو اپنی ناؤ ڈوبتی نظر آرہی تھی۔

"بتاری بوا کو لے کر جانے کا مقصد تو سراسر یہی تھا کہ اس لڑکی کو گھر میں تنہا چھوڑنا تھا تاکہ زید کو بلا کر بیٹی کو تنہائیاں گزارنے کا موقع دیا جائے اور......" وہ حسب عادت بلالحاظ مروت کے بولتی رہیں۔

"اپنی زبان کو قابو میں رکھو عمرانہ...... تم میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو۔" وہ اس کی بات کاٹ کر غصے سے گویا ہوئیں۔

"ہونہہ...... جائز و ناجائز کی بات مجھے مت سمجھائیں میرے دل میں آگ لگی ہے...... زید میرا واحد سہارا ہے میرے سہارے کو چھیننے کی سعی کی گئی ہے لیکن کتنی بھی گری ہوئی حرکتیں آپ لوگ کرلیں میرے زید کو مجھ سے چھین نہیں سکیں گی زید میرا ہے صرف میرا......" وہ ہذیانی انداز میں چیخنے لگیں، زمرد تاسف بھری نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں صوفیہ خاموشی سے روئے جا رہی تھیں، وقت کی نزاکت نے کی ان کی قوت گویائی سلب کر دی تھی، زید تیز تیز قدموں سے اس طرف آرہا تھا۔

صبح کا وقت تھا گھر سناٹا و خاموشی ہونے کی باعث عمرانہ کے چیخنے چلانے کی آوازیں اس کے کمرے تک صاف سنائی دے رہی تھیں اور وہ کئی منٹ تک ہاتھوں میں سر تھامے شاکڈ سا بیٹھا رہا تھا۔ ناقابل یقین بات تھی اس کی ماں...... سگی ماں اس پر کسی کے ساتھ رات گزارنے کا الزام لگا رہی تھی۔ ماں سے زیادہ اولاد کی نیچر کو کون نہیں جان سکتا پھر اس کا شمار ان بیٹوں میں ہوتا تھا جن کی دنیا و آخرت ان کی ماں ہوتی ہے، جو ماں کے لیے زندہ رہتے ہیں اور ماں کی خاطر مرنے کا عزم رکھتے ہیں، پھر اس ماں نے ہی اس کے لیے رسوائی و ذلت کی سولی تیار کی تھی۔

"زید...... دیکھو میرے بچے اس گھر میں کیسی کیسی گھناؤنی سازشیں کی جا رہی ہیں آپ کو مجھ سے علیحدہ کرنے کی حرکتیں ہو رہی ہیں۔" وہ بھاگ کر زید کے سینے سے لگیں اور وہ جو ان سے خفا تھا ان کی ہذیانی کیفیت دیکھ کر سب کچھ بھول گیا تھا۔

"پہلے ان لوگوں کی چالاکیوں نے مدثر کو مجھ سے جدا کیا اور اب...... یہ تم کو مجھ سے جدا کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔" زید کے کچھ بولنے سے قبل ہی وہ بے ہوش ہو کر گر گئی تھیں۔

❁......❁......❁

جہاں آرا کو اس کی ضد کے آگے ہار ماننی پڑی تھی بڑے جھنجلائے انداز میں انہوں نے ڈاکٹر سے ڈسچارج کرنے کا کہا اور ڈاکٹر کو کوئی اعتراض نہیں تھا ڈسچارج کرنے میں کیونکہ اس کے زخم مندمل ہو چکے تھے صرف ہاتھ کا فریکچر باقی تھا جس کو ٹھیک ہونے میں خاصا ٹائم باقی تھا۔ فائل بن رہی تھی ضروری امور نمٹانے کی خاطر نوفل کو بھی وہاں بلا لیا گیا تھا۔ انشراح بے حد خوش تھی اس کی حالت قید بامشقت کی سزا سے رہائی پانے والے قیدی کی جیسی تھی وہ بے حد خوش تھی مسکرا رہی تھی۔

"جب سے ہم یہاں آئے ہیں آج پہلی بار نوفل صاحب کو مطمئن دیکھ رہی ہوں ورنہ روز ان کے تیور بگڑے ہوئے ہی

دیکھتی تھی۔" وہ کاؤنٹر پر رکھی فائلوں پر سائن کرتے نوفل کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"نانو نے بھی اس بے چارے کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا ہے ذرا ذرا سی بات پر ہسپتال کے اتنے چکر لگوائے ہیں کہ اتنے چکر اس نے اپنے کسی سگے کے لیے بھی نہیں لگائے ہوں اب جان چھوٹنے پر ہی اس نے سکون کی سانس لی ہوگی۔" بالی کی نگاہوں کے تعاقب میں اس نے بھی اس طرف دیکھا...... لائٹ براؤن سوٹ میں اس کی وجاہت نمایاں تھی ویسے بھی اس کے انداز میں شاہانہ پن تھا ایک عجیب سی بے نیازی تھی گویا اسے کسی کی پرواہ نہ ہو اپنی ذات میں وہ خود کو مکمل سمجھتا تھا اور یہ بھی کیسی عجیب بات ہے جو لوگ کسی کی پروا نہیں کرتے سب سے زیادہ ایسے ہی لوگ دوسروں کی توجہ پاتے ہیں جیسے وہ اس وقت ڈاکٹرز اور نرسوں کے درمیان کسی شہزادے کی مانند کھڑا تھا اور نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ وہ کسی کی طرف ایک نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا روادار نہ تھا۔

"کیوں دیکھے جارہی ہو اس کو؟" بالی نے مسکرا کر اس کے آگے ہاتھ لہرایا۔

"یہ بے حد مغرور و بد دماغ شخص ہے اور دیکھو ذرا لوگ اس کو عزت کتنی دیتے ہیں، یہ کسی سے سیدھے منہ بات کرنے والا بندہ نہیں۔" وہ کہتی ہوئی اٹھ کر دوسرے صوفے پر بیٹھی نانو کے پاس چلی آئی۔

"نانو...... چلیں مجھ سے زیادہ بیٹھا نہیں جارہا۔" وہ گویا ہوئی۔

"جب ہی کہہ رہی تھی تم ابھی پوری طرح سے صحت مند نہیں ہوئی ہو چھٹی مت لو مگر تمہارے دماغ میں جو بات ایک دفعہ سما جائے وہ ہی کرتی ہو۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھیں اور کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئیں۔

"بیٹا...... کب اجازت ملے گی یہاں سے جانے کی؟ ویٹنگ روم میں بیٹھے بیٹھے میری کمر اکڑ گئی ہے اور انشراح کے ہاتھ میں درد ہونے لگا ہے۔"

"آپ لوگ کیوں بیٹھے ہیں جائیں۔" وہ حیرت سے گویا ہوا۔

"وہ دراصل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس گاڑی نہیں ہے اب انشراح کو میں کس طرح ٹیکسی میں لے کر جاؤں؟ آپ ڈراپ کردیں گے تو اچھا ہوگا۔" وہ خاصی مسکین صورت بنا کر گویا ہوئیں۔

نوفل کا حرکت کرتا قلم رکا...... اس نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔ اس حیرانی میں کچھ برہمی بھی پنہاں تھی جس کو محسوس کرکے وہ گڑبڑا کر بولیں۔

"اچھا آپ بزی ہیں کوئی بات نہیں ہے بیٹا...... ہم ٹیکسی میں ہی چلے جائیں گے کوئی بات نہیں آپ اپنا کام کریں۔"

"انتظار کریں تھوڑا میں آتا ہوں۔" وہ گہری سانس لے کر آہستگی سے بولا۔

"خوش رہو بیٹا۔" وہ اسے دعاؤں سے نوازتی خوشی خوشی چل پڑی تھیں۔

"ارے بیٹا نو اس اکڑو سے کن باتوں میں لگ گئی ہیں؟" اس نے بالی سے کہا جو وہاں رکھے میگزین دیکھ رہی تھی۔

"وہ نوفل صاحب سے اصرار کررہی ہیں کہ آپ لوگوں کو ڈراپ کرکے آئیں۔" قریب سے گزرتی نرس نے جواب دیا......

تین ہفتوں کا طویل عرصہ یہاں گزرا تھا اور اتنے عرصے میں تمام اسٹاف ان سے واقف ہوگیا تھا۔

"نوفل اصرار کررہے ہیں کہ ہم کو وہ ڈراپ کرکے آئیں گے، میں نے بہت انکار کیا کہ ٹیکسی سے چلے جائیں گے مگر وہ نہیں مانے، کہہ رہے ہیں میں ابھی آتا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے وہاں آکر کہنے لگی تھیں۔ مارے شرمندگی و بے عزتی کے احساس سے اس کی آنکھوں میں آنسو لڈ آئے تھے۔ اسے لگا وہ اب کبھی بھی نوفل سے نگاہیں ملا کر بات نہ کرپائے گی۔

"لیکن ماسی...... نرس بتا گئی ہے آپ ہی اصرار کررہی تھیں نوفل صاحب سے کہ وہ ہم کو گھر ڈراپ کرکے آئیں۔" بالی صاف گوئی سے کہہ اٹھی۔

"ارے...... نہیں نہیں جھوٹ بول رہی ہے وہ حرافہ نرس...... میں کیوں جھوٹ بولوں گی نوفل نے خود خواہش ظاہر کی تھی۔" وہ

انشراح کے چہرے پر چھائی سرخی اور بگڑتے تیوروں سے بوکھلا کر بولیں۔

"بالے بھائی...... آپ میرے ساتھ چل رہے ہیں یا ان کے ساتھ آئیں گے؟" اس کے انداز میں بلا کا جلال پن و غصہ بھڑک رہا تھا۔

"کیا مقصد ہوا اس بات کا؟ ہیں ذرا بتاؤ تو مجھے کہاں جا رہی ہو؟"

"نانو...... پلیز آپ مجھ سے بات نہیں کریں اس وقت ہم پلیز۔"

"ہوا کیا ہے یہ بتاؤ تو کیوں بلاوجہ بھاگے جا رہی ہو کیوں تماشہ بنوانا چاہتی ہو۔ یہ ہسپتال ہے تمہارے گھر کا لان نہیں۔" ان کو اپنی حرکت پر کوئی پشیمانی نہیں تھی۔

انشراح نے کوئی جواب نہیں دیا...... وہ اس کا ہاتھ پکڑے تیز تیز چلتی باہر نکل گئی تھی۔ نوفل ڈاکٹر سے مصافحہ کرنے کے بعد اس طرف ہی آ رہا تھا جہاں آ رالنے تذبذب بھرے انداز میں ادھر آتے نوفل اور ادھر جاتی انشراح اور بالی کو دیکھا۔

"آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔" وہ بھی ان کے درمیان ہونے والی تکرار دیکھ چکا تھا مگر انجان بن کر ان سے مخاطب ہوا۔

"نہیں...... نہیں بیٹا بے حد مہربانی آپ کی میں ایسے ہی کہہ رہی تھی آپ جائیں۔" وہ اسے کہہ کر آگے بڑھ گئیں انداز میں شدید بوکھلاہٹ تھی۔ وہ شانے اچکاتے ہوئے دوسرے گیٹ کی سمت بڑھ گیا۔

❀ ❀ ❀

عمرانہ دواؤں کے زیر اثر بے خبر سو رہی تھیں، زید بیڈ کے قریب کرسی پر بیٹھا تھا اس کے وجیہہ چہرے پر دکھ کی گہری پرچھائی تھیں۔ عمرانہ کی ایسی حالت پہلی بار نہیں ہوئی تھی وہ بہت کم عمری سے ان کی ایسی حالت دیکھتا آیا تھا اپنی ماں کو اس نے کبھی بھی عام عورتوں کی طرح زندگی سے لطف اندوز ہوتے نہیں دیکھا تھا ہمیشہ یاسیت و محرومی ان پر چھائی رہی تھی۔

شروع شروع میں جب مدثر نے دوسری شادی کی تھی تب اس اذیت سے بچنے کے لیے انہوں نے اسموکنگ شروع کر دی تھی اور پھر یہ شوق ان کو اتنا بھایا کہ وہ ڈرگز لینے لگی تھیں، گھر والوں کو خبر ہونے تک وہ نشے کی عادی ہو گئی تھی۔ منور اور زمرد کی سخت اور جدوجہد کے بعد وہ نشے سے جان چھڑانے کے لیے علاج پر راضی ہوئی تھیں۔

نشہ کرنا بہت آسان ہے اور چھوڑنا ایک جہد مسلسل ہے اس وقت وہ سات سال کا تھا مگر رشتوں میں پڑنے والی دراڑوں نے ذہنی طور پر اسے عمر سے زیادہ آگہی دے دی تھی جس طرح اس نے اپنی ماں کو نشے کے لیے تڑپتا دیکھا تھا وہ بہت تکلیف دہ تھا...... برداشت وہ بھولا نہیں تھا آج بھی ماضی کی اسکرین پر ماں تڑپتی، بلکتی کراہتی دکھائی دیتی ہے تو وہ مسکرانا بھول جاتا تھا۔ نشہ چھوٹ گیا تھا لیکن ان کو کئی بیماریوں میں مبتلا کر چکا تھا جس میں ایک بیماری اعصاب کا بے حد کمزور ہو جانا تھا وہ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات برداشت پہلے ہی نہ کرنے کی عادی تھیں اور اب تو برداشت بالکل نہ رہی تھی۔

"زید...... کھانا کھا لیں، شام ہونے کو ہے آپ نے صبح سے فقط چائے پی ہے۔" زمرد وہاں آ کر بولیں۔

"ابھی بالکل بھوک نہیں ہے، محسوس ہو گی تو کھا لوں گا۔"

"کھانے بیٹھیں گے تو کھایا جائے گا۔" وہ وہیں بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"مما نے بھی کھانا نہیں کھایا...... مما کے ساتھ ہی کھاؤں گا۔" وہ عمرانہ کی طرف دیکھتا ہوا مہذب لہجے میں گویا ہوا۔

"عمرانہ فضول باتوں سے پیٹ بھر چکی ہے اب بھوک کہاں رہی ہوگی۔" ان کے لہجے میں ملال و تاسف تھا۔ زید نے ان کی طرف دیکھ کر آہستگی سے کہا۔

"مانتا ہوں مما نے جو کہا وہ بہت غلط ہے لیکن آپ جانتی ہیں مما کو غصے میں کسی بات کا احساس نہیں ہوتا۔"

"عمرانہ کی یہ بے حسی اکثر گھر میں فساد پھیلا دیتی ہے اب بھی دیکھو صوفیہ نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا ہے۔"

"دوسروں کو رلانے والے کبھی خود بھی روتے ہیں تائی جان...... حیران کن بات ہے۔" وہ بے ساختہ بولا...... عمرانہ کے خیال سے ان کی آواز بے حد دھیمی تھی۔

"جب ناحق دل پر ضرب پڑتی ہے بیٹا...... تو پتھر بھی رو پڑتے ہیں پھر صوفیہ ایک عورت ہے وہ بھی بیٹی کی ماں اگر اس کے اپنے گھر میں ہی اس کی بیٹی پر ایسے رسوائی آمیز الزامات لگیں گے تو وہ کہاں جائے گی؟" زمرد نے اسے لاجواب کردیا تھا وہ بھی تو ماں کی باتوں پر دل گھائل کرچکا تھا۔

"کھانا یہیں بھیج دیتی ہوں بہت ٹائم ہوگیا ہے کھالیں۔ عمرانہ بیدار ہونے والی ہے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ اٹھے گی تو نارمل ہوگی۔" وہ کھڑی ہوتی ہوئیں شفقت بھرے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"سوری تائی جان...... مما نے آپ سے بھی بدتمیزی کی...... میں شرمندہ ہوں آپ سے معذرت کرتا ہوں۔" وہ اٹھ کر ان کے قریب آ کر بولا۔

"ارے آپ کو معذرت کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے بیٹا۔"

❀......❀......❀

جو کام کسی بوجھ کی مانند کمر پر لاد دیا جائے وہ کام انسان کو ذمہ دار نہیں بلکہ گدھا ہونے کا احساس دلاتا ہے اور وہ پچھلے ایک ماہ سے تقریباً گدھا ہی خود کو محسوس کررہا تھا۔ جس پر خوامخواہ ہسپتال کی ذمہ داری لدی ہوئی تھی' وہ گھر میں بڑے خوشگوار موڈ میں آیا تھا۔ ماما کامن روم میں ہی مل گئی تھیں' ساتھ سامعہ بیٹھی تھیں پُرتکلف چائے کا دور چل رہا تھا وہ بھی ان کے ساتھ شریک ہوگیا۔

پورے ہاؤس میں سناٹا پھیلا ہوا ہے' حمرہ بھابی اور یوسف بھائی ہوتے ہیں تو گھر میں چہل پہل رہتی ہے۔ اب تو لگ رہا ہے کوئی گھر میں ہے ہی نہیں۔ حمرہ کی سوشل ایکٹیوٹیز بہت ہیں اور یوسف سے بھی ملنے کے لیے کوئی نہ کوئی مہمان آتے رہتے ہیں اس طرح گہما گہمی کا سماں رہتا ہے۔

"کب تک آئیں گے پاپا...... آپ کی بات ہوئی؟" نوفل نے براؤنیز کھاتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا۔

"ویک اینڈ پر آنے کا ارادہ ہے آپ کی بات نہیں ہو رہی ہے ان سے؟"

"جی...... ان دنوں مصروفیت رہی ہے کچھ بہت کم بات ہوسکی۔"

"یہ اچھی بات ہے آپ بھی بزی رہنے لگے لائف کے یہی دن ہوتے ہیں' خوب صورت بنانے کے لیے یہی وجہ ہے۔ میں نے لاریب پر بھی کبھی پابندی نہیں لگائی...... میرے خیال میں پابندیاں بغاوت پیدا کرتی ہیں اور انسان کو چھپ کر وہ کام کرنے پر مائل کرتی ہیں۔" سامعہ چائے پیتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"جتنی آزادی تم نے لاریب کو دے رکھی ہے اتنی آزادی اس عمر میں دینا مناسب نہیں۔" زرقا سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

"بھابی...... میں نے کہا نہ میں نہیں چاہتی لاریب کو میں چھپ کر ایسے کام کرتے دیکھوں جس کی میں اس پر پابندی لگاؤں۔" وہ مسکرا کر اٹھ گئیں۔

"کلب جانے کا ٹائم ہوگیا ہے تمہارے؟"

"جی بھابی...... آج میٹنگ ہے ذرا جلدی جانا ہوگا۔"

"امینہ...... امینہ......" وہ ملازمہ کو پکارتی ہوئی اندر کی جانب بڑھ گئیں۔

"ہم لوگ ملازمہ کے کس قدر عادی ہوگئے ہیں' معمولی سا کام بھی ہم سے نہیں ہوسکتا آئی مین آپ کے علاوہ ماما۔"

"اپنی اپنی نیچر کی بات ہے مجھے شروع سے ہی اپنے کام خود کرنے کی عادت ہے اور میں نے آپ کی بھی تربیت یہی کی ہے کہ ایسی عادتوں سے بچا جائے جس سے محتاجی کا احتمال ہو اور آپ نے ہمیشہ ایسا ہی کیا ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھتی ہوئی

اطمینان بھرے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ ان کی درمیان چند لمحے خاموشی طاری رہی پھر نوفل نے استفسار کیا۔
"ماما..... آپ پاپا کے ساتھ کیوں نہیں جاتی؟ حمرہ آنٹی ان کے ساتھ ہوتی ہیں خواہ وہ بیرونی ٹورز ہوں یا اندرونی؟" یہ سوال طویل عرصے سے اس کے دل میں مچلتا رہا تھا مگر ہر بار وہ اس سے نظریں چراتا رہا تھا کہ کہیں گستاخی کے زمرے میں نہ آئے اور آج وہ پوچھ بیٹھا' زرقا نے ممتا بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔
ڈوبتے سورج کی سنہری کرنیں ہارسنگھار کے درخت کے پتوں سے ٹکرا کر اس کے چہرے کو چھو رہی تھیں اور اس کے وجیہہ چہرے پر خوب صورت روشنی پھیلی ہوئی تھی جو اس کے ٹھکرے نقوش کو نمایاں کررہی تھی۔
"مجھے معلوم تھا کبھی نہ کبھی آپ مجھ سے یا یوسف سے یہ سوال ضرور کریں گے' ایک عرصے سے میں آپ کی آنکھوں میں یہ سوال پڑھتی آرہی ہوں۔"
"بتائیے مما..... ایسا کیوں ہے؟" وہ بے حد سنجیدہ ہوا۔
"یوسف نے کبھی بھی مجھ سے ناانصافی نہیں کی' وہ ہر ٹور پر جانے سے قبل مجھ سے پوچھتے ہیں..... ساتھ چلنے کا کہتے ہیں مگر میں انکار کردیتی ہوں۔"
"کیوں کرتی ہیں آپ ایسا؟ آپ نے خود کو اس چار دیواری میں کیوں قید کرلیا؟ آپ کی یہ قید مجھے تکلیف دیتی ہے۔"
"ارے..... آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں بیٹا' میں یہاں قید نہیں ہوں' اپنی مرضی سے رہتی ہوں۔ مجھ پر کوئی پابندی نہیں بلکہ سب میری مرضی پر چلتے ہیں' میرا حکم مانتے ہیں آپ ایسا نہیں سوچا کریں۔" ان کے انداز میں مخصوص نرمی و پیار تھا۔
"اب کے پاپا ٹور پر جائیں گے تو آپ ساتھ جائیں گی۔" اس کا لہجہ اٹل ہوا۔
"ارے آج تو آپ بچوں کی طرح ضد کررہے ہیں' حمرہ کو میں نے چھوٹی بہن ہی سمجھا ہے' سوکن نہیں' وہ دونوں ساتھ جاتے ہیں مجھے اچھا لگتا ہے ان کی جوڑی خوب صورت ہے۔" ان کے لہجے میں کوئی بناوٹ و دکھاوا نہ تھا وہ ہی شیریں مزاجی و دل موہ لینے والی سادگی تھی جو مخاطب کو لاجواب کردیا کرتی تھی وہ ان کو عقیدت سے دیکھتا رہ گیا۔

❁.....❁.....❁
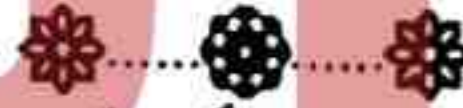
بالی چالیس سال کی ہوچکی تھی اور اس عرصے میں اس نے زندگی کے کئی نشیب و فراز دیکھے تھے' وہ انسانوں کی اس تیسری جنس سے تعلق رکھتی تھی جو والدین کا امتحان بن کر جنم لیتے ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایسے بچوں کو ان کا حق عام بچوں کی طرح دیتے ہیں ورنہ بالی بھی گھر والوں کے ناروا و توہین آمیز سلوک سے گھبرا کر دس سال کی عمر میں گھر سے بھاگ گئی تھی۔ قسمت اچھی تھی جہاں آرا بیگم اسے فٹ پاتھ پر سوتا دیکھ کر اپنے ساتھ لے آئی تھیں تب سے وہ ان کی ملازمہ' بیٹی' دوست و ہمراز تھی۔ چالیس سالہ زندگی میں اس نے جہاں آرا کو کبھی بھی اتنا سخت مزاج و سخت دل نہ دیکھا تھا۔ جتنی وہ اس بار انشراح کے معاملے میں ثابت ہورہی تھیں وہ بھی کبھی ضد نہیں کرتی تھی مگر اس پر بھی ضد کرنے کا بھوت سوار تھا۔
بات عاکفہ کے گھر جانے پر پابندی سے شروع ہوئی اور ابھی یہ معاملہ سلجھا بھی نہ تھا کہ نیا فساد نوفل سے گھر ڈراپ کی درخواست پر شروع ہوا تھا۔ نرس کے بتانے پر وہ غصے سے بھری اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے نکلتی چلی گئی اور گیٹ سے باہر کیب میں وہ بیٹھ ہی رہی تھیں جب تیز تیز چلنے کے باعث بری طرح پھولتے سانس کے ساتھ وہ وہاں ان کے ساتھ ہی ٹیکسی میں سوار ہوئی تھیں۔
راستہ خاموشی سے طے ہوا اور گیٹ کے سامنے ٹیکسی رکتے ہی وہ پھرتی سے اتری اور نانو کے اندر آنے تک وہ کمرہ لاک کرکے بند ہوچکی تھی۔ نانو نے گھور کر اس کے لاکڈ دروازے کو دیکھا اور بڑبڑاتی ہوئی وہاں سے اپنے کمرے میں چلی گئی..... دن گزر گیا تھا۔
رات نے اپنے گیسوؤں کو دراز کردیا تھا' سیاہ اندھیرا ہر سو پھیل چکا تھا۔ سردی جوبن پر تھی اور باہر ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں

ویسے بھی موسم سرما اپنے ساتھ اداسی و سکوت لے کر آتا ہے پھر جہاں پہلے سے ہی خاموشی ہر شے پر کنڈلی مار کر بیٹھ گئی ہو وہاں کے در و دیوار گونگے بہرے ہو جاتے ہیں اور ان کے درمیان موجود بالی کھنڈرات میں گھومنے والی بے بس روح کی مانند لگ رہی تھی۔ انشراح نے دروازہ وا نہیں کیا اور نانو کو لگ رہا تھا کہ وہ صدیوں کی نیند پوری کر رہی ہوں‘ ملازمہ کام کر کے جا چکی تھی بالی کو نہ بھوک لگی نہ نیند آ رہی تھی۔ سارا دن اس کا جلے پیر کی بلی کی مانند پورے بنگلے میں گھومتے ہوئے گزرا تھا‘ نانو کی نیند سے زیادہ اسے انشراح کی فکر تھی جس نے سارا دن کچھ نہیں کھایا تھا نہ دوا لی تھی وہ ابھی مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہوئی تھی اسے وقت پر دوا کی ضرورت تھی اور وہ سب سے بے پروا ہو کر کمرہ بند کر کے بیٹھی تھی۔

”بالی...... تیرے منہ پر کیوں بارہ بج رہے ہیں؟ رات چڑھ آئی ہے سارا دن گزرا اور تُو نے مجھے بیدار بھی نہیں کیا؟“ جہاں آرا فریش ہو کر باہر آتے ہوئے اس سے مخاطب ہوتے ہوئے صوفے پر بیٹھیں۔

”کس طرح بیدار کرتی آپ کو؟ آپ اپنی مرضی سے ہی اٹھی ہو۔“ جہاں آرا کو دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔

”ہوں...... انشی نے ابھی تک دروازہ نہیں کھولا کیا؟“ وہ دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کرنے لگیں۔

”نہیں‘ اس کی وجہ سے میں فکر مند ہوں‘ نہ کچھ کھایا ہے اس نے نہ دوا لی ہے کہیں کچھ ہو نہ جائے اسے۔“

”میں اس کو آسمان کا چاند بنانا چاہتی ہوں اور وہ لڑکی ریت کا ذرہ ہی بننا چاہتی ہے جو میں بننے نہیں دوں گی۔“

”آپ نے بھی حد ہی کردی ہے ماسی...... نوفل صاحب سے آپ کو لفٹ لینے کی ضرورت ہی کیا تھی‘ اتنا عرصہ انہوں نے ہمارا خرچہ اٹھایا خیال رکھا وہ کیا کم تھا جو آپ نے ایسی فرمائش کی۔“ بالی کے لہجے میں لجاجت و شرمندگی تھی۔

”تم بھی میرا دل مت جلاؤ‘ اس بے وقوف لڑکی کو سمجھانے کے بجائے مجھے طعنے دے رہی ہو‘ ہونہہ...... اس عمر میں اور اس قدر خوب صورت ہوتے ہوئے لڑکیاں دونوں ہاتھوں سے دولت کماتی ہیں ایک سے بڑھ کر ایک امیر پڑا ہے اس شہر میں کسی کو اشارہ بھی کردے گی تو دولت کے انبار لگ جائیں گے‘ عیش و آرام سے ساری زندگی گزرے گی۔“ وہ انشراح کے کمرے کے دروازے کو گھورتی ہوئی غصے سے کہہ رہی تھیں۔

”ماسی...... یہ خیالی پلاؤ پکانا چھوڑ دو‘ وہ نوریہ کی بیٹی ہے‘ ضد و ہٹ دھرمی میں اس سے بھی دس قدم آگے ہے وہ کسی صورت تمہاری خواہش پر چلنے والی نہیں۔“

”وہ نوریہ کی بیٹی ہے تو نوریہ میری بیٹی تھی اور دیکھتی ہوں دم اس میں ہے تو مر وہ میں بھی نہیں ہوں۔“ وہ عزم سے بولیں۔

”اس بحث کو ابھی یہیں رہنے دو‘ پہلے اس کا حال تو معلوم کرو جاؤ جا کر دروازہ ناک کرو۔“ انہوں نے حکم دیا۔

”ہزار بار کر چکی ہوں‘ نہیں کھول رہی ہیں دروازہ۔“

”یہ تو وہی بات ہوئی کہ چوری اور سینہ زوری‘ نوفل کے آگے مجھے بے عزت بھی کردیا اور اب نخرے بھی مجھے ہی دکھائے جارہے ہیں آج کل کی نسل کے دماغ ہی نہیں ملتے۔“

”کیا نوفل صاحب آئے تھے آپ کے پاس ڈراپ کرنے کا کہہ رہے تھے؟“ وہ متجسس انداز میں گویا ہوئی۔

”ہاں...... ہے تو وہ پرلے درجے کا بد دماغ و بہت مغرور لیکن کچھ خاندانی ایٹی کیٹس موجود ہیں‘ اس میں کہہ رہا تھا آیئے ڈراپ کردیتا ہوں۔“

”پھر آپ نے کیا کہا؟“ سوال پر وہ اسے گھورتے ہوئے کہنے لگیں۔

”بہت مزہ آ رہا ہے تجھ کو میری سبکی پر‘ سدھر جاؤ گرنہ پنکھے میں چٹیا باندھ کر دڑے لگاؤں گی تیرے‘ چل جا کر ڈبل کیٹ کی لے کر آ میرے کمرے سے۔“

❀......❀......❀

پاگل آنکھوں والی لڑکی
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو
تھک جاؤ گی
کانچ سے نازک خواب تمہارے
ٹوٹ گئے تو پچھتاؤ گی
تم کیا جانو
خواب سفر کی دھوپ
خواب ادھوری رات کے دوزخ
خواب خیالوں کا پچھتاوا
خواب کا حاصل تنہائی
مہنگے خواب خریدنے ہوں تو
آنکھیں بیچنی پڑتی ہیں
رشتے بھولنے پڑتے ہیں
خوابوں کے لاٹ سراب نہ دیکھو
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو

"میری بچی...... میری چندہ...... کل سے رو رو کر اپنا حال برا کرلیا تم نے...... طبیعت پہلے ہی بہتر نہیں ہو پرسے تم نے رو کر خود کو ہلکان کیا ہوا ہے۔" مائدہ نے کم عقلی کے باعث وہ تمام گفتگو حرف بہ حرف سودہ کو بتادی تھی جو عمرانہ نے اس کے اور زید کے متعلق کی تھیں جنہیں سن کر اس کا برا حال ہوگیا تھا مارے شرم و حیا کے وہ کسی سے بھی نگاہیں ملا نہ پارہی تھی۔ ہر فرد بے بس انسان کی طرح اس کا آنسوؤں پر بس چل رہا تھا۔

"تمہیں دیکھ دیکھ کر صوفیہ بیٹی اور زمرد بہو نے بھی کچھ نہیں کھایا...... تم تھوڑا بہت کھاؤ گی تو وہ بھی کچھ کھالیں گی۔" نانی بوا اس کے قریب بیٹھتی ہاتھ تھامے محبت سے کہہ رہی تھیں۔

"بوا...... مجھے زہر کھلادیں' میرا گلہ دبا کر مار دیں' مجھے زندہ نہیں رہنا۔ میں مرنا چاہتی ہوں...... مرنا چاہتی ہوں۔"

"نہ...... میری بچی ایسے نہیں بولتے اللہ تمہاری عمر دراز کرے۔" وہ بری طرح روتی ہوئی سودہ کو لپٹاتے ہوئے خود بھی آبدیدہ ہوگئی تھیں' معاذ مرد وہاں آئیں اور اسے سینے سے لگالیا۔

"ممانی...... ممانی......" شدت گریہ سے وہ بول نہ پائی۔

"سودہ جو ہونا تھا وہ ہوگیا' سب بھول جاؤ میری جان...... کل سے خود کو ہلکان کیا ہوا ہے' بخار کم نہیں ہورہا...... سوچ کر اور رو کر حشر خراب کرلیا ہے' یہ سب مائدہ کی کم عقلی کی وجہ سے ہوا ہے' نہ وہ تمہیں بتاتی نہ......"

"آپ مائدہ کو کچھ مت کہیں' عمرانہ ممانی کی آواز تو در و دیوار کو چیر کر باہر آجاتی ہے' آپ سب جانتی ہیں مجھے بتائیے میں کس طرح گھر میں کسی کا سامنا کروں گی' کیا بتاؤں گی؟ کس طرح بے گناہ ہونے کا ثبوت دوں گی؟" اس کی بے چارگی سے رونے پر بوا بھی خوب رونے لگیں' دل تو زمرد کا بھی بھر آیا تھا وہ اس کے جذبات کو پوری طرح سمجھ رہی تھی اور خوب جانتی تھیں کہ وہ کس قدر با حیا سادہ مزاج لڑکی ہے۔

"تمہیں کسی سے گھبرانے کی ضرورت نہیں...... نہ ہی کسی سے سامنا کرنے سے ہچکچاؤ یہ سب وہ لوگ کرتے ہیں جو کسی برائی

وگناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔" وہ اپنے آنسو اندر ہی اندر ضبط کرتی اس کو سمجھانے لگیں۔
"بوا..... آپ بھی سودہ کو سمجھانے کے بجائے رونے بیٹھ گئیں۔"
"بہو بیگم..... کیا بتاؤں بڑا ظلم کیا ہے عمرانہ بہو نے دشمنوں کی طرح گولہ باری کرکے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ کون گھائل ہوا اور کون مرا اور ستم بالائے ستم یہ کہ مظلومیت کا ڈھونڈورا بھی اپنے لیے ہی پیٹا جاتا ہے۔" وہ دوپٹے سے آنسو صاف کرتے ہوئے شکوہ کررہی تھیں۔
"سودہ لڑکی ہے رو دھو کر اپنی دل کا غبار نکال لے گی، ہماری محبت تسلیاں و دلاسے اس کے دل کو ہلکا کردیں گی مگر زید کا کیا ہوگا؟ چھری تو ان پر بھی چلی ہے سودہ کے چہرے پر ہی نہیں کالک انہوں نے زید بیٹے کے چہرے پر بھی ملی ہے نہ وہ رو کر دل کا بوجھ ہلکا کرسکتے ہیں نہ کسی سے کہہ کر دل بہلا سکتے ہیں پھر زید میاں تو کسی سے بھی ایسا کچھ کہنے والے نہیں ہیں۔ مجھے ان کی بھی فکر ہے کس طرح اندر ہی اندر گھٹ رہے ہیں، عمرانہ بہو نے بیٹے کی عزت کا بھی خیال نہ کیا کس طرح وہ ان کے ایک حکم پر چلتے ہیں دن کو رات کہہ دیں تو رات کہتے ہیں۔"
"ٹھیک کہہ رہی ہیں بوا آپ، ان دو دنوں میں زید بالکل ہی خاموش و گم صم ہو کر رہ گیا ہے، میں نے اور منور نے بہت سمجھایا ہے کہ عمرانہ کی کہی ہوئی باتوں کو دل سے نکال دو، اس نے غصے میں جو بھی کہا لیکن اپنوں کے لگائے زخم اتنی جلدی کہاں مندمل ہوتے ہیں۔" وہ سودہ کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے تاسف سے کہہ رہی تھیں۔
"عورت کی طرح عزت مرد کی بھی ہوتی ہے، غیرت مند لوگ ہی ان باتوں کو محسوس کرتے ہیں پھر زید میاں تو اس معاملے میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ثابت ہوئے ہیں۔ اس رات یہی الزام مدثر میاں نے ان پر لگایا تھا کہ وہ رات دیر سے کسی غلط جگہ سے آرہے ہیں۔" ان کی بات پر سر جھکائے بیٹھی سودہ کو بھی وہ بے رحم رات یاد آگئی تھی، ان کے الزام پر لاؤنج میں طوفان برپا ہوگیا تھا وہ جو دوست کی حادثاتی موت پر قبرستان سے گھر آیا تھا دل پہلے ہی رنج و درد سے بھرا ہوا تھا، مستزاد باپ کی بدگمانی و بہتان تراشی اسے حواسوں سے بیگانہ کرگئی تھی اور وہ غصے میں سب بولتا چلا گیا تھا جو گمان بھی نہ تھا۔ غصہ عقل کو کھا جاتا ہے، زبان سے نکلے لفظ پنجرے سے بھاگے پرندوں کی مانند ہوتے ہیں جو کبھی گرفت میں نہیں آتے ہیں۔ زید نے حواس باختگی میں باپ سے گستاخی تو کی تھی مگر پھر وہ کبھی بھی ان کی طرف نگاہ نہ اٹھا سکا تھا۔
"چلو اٹھو بیٹی..... بھولنے کی کوشش کرو جو ہوا۔" وہ اٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے شفقت بھرے انداز میں گویا ہوئیں۔
"تم خود کو سنبھالو گی بیٹا..... تو ہی صوفیہ بھی خود کو سنبھالے گی، وہ بھی خود کو مجرم سمجھ رہی ہے کہ وہ تمہیں گھر چھوڑ کر گئی ہی کیوں؟"
"اب کیا کہیں عمرانہ بہو کی زبان جب بھی چلی ہے کہرام ہی برپا ہوئے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں اور افسوس کی بات تو یہ ہے گھر میں آگ لگا کر خود اپنی بہن کے گھر چلی گئیں۔" بوا بھی ان کے ہمراہ کمرے سے باہر جاتے ہوئے بڑبڑائیں۔

❀.....❀.....❀
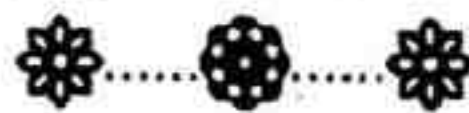
"نوفل..... ساریہ کی کال آئی تھی آپ کے پاس؟"
"جی آئی تھی۔" اس نے چونک کر ماما کی طرف دیکھا۔
"پھر آپ نے اس کی کال پوری طرح سنی بھی نہیں اور لائن کاٹ دی، یہ بہت انسلٹنگ ایٹی ٹیوڈ ہے آپ کا اس لڑکی میں اور دوسری لڑکیوں میں فرق ہے بیٹا..... وہ آپ کے ماموں کی بیٹی ہے۔"
"آپ سے شکایت کی گئی ہے میری ماما؟"
"ہوں..... جب ایسا بی ہیور ہوگا پھر شکایت بھی ہوگی بیٹا۔" انہوں نے ہلکی خفگی بھری مسکراہٹ سے اس کی طرف دیکھتے

ہوئے کہا۔

”گرلز چیونگم کی طرح کیوں ہوتی ہیں ماما...... جتنا ان سے دور بھاگو وہ اتنا ہی قریب ہوتی ہے۔ ساریہ بھی ان لڑکیوں میں شمار ہوتی ہے اور مجھے نفرت ہے ایسی لڑکیوں سے۔“ اس کا لہجہ کڑوا ہوگیا۔

”بیٹا...... اس نفرت کا اختتام کب ہوگا؟ لوگ کیسے بھی ہوں وہ ہمیں ہماری سوچ کے مطابق ہی دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے اپنے دل میں جنس مخالف کے لیے شدید ترین نفرت و عناد اس حد تک بھر لیا ہے کہ آپ کو ہر چہرے میں ایک ہی چہرہ دکھائی دیتا ہے۔“

”ٹھیک کہہ رہی ہیں ماما آپ، مرتے دم تک وہ ایک چہرہ میرے سامنے آنے والے ہر چہرے پر ثبت ہوتا جائے گا اور میری نفرت و بے زاری دگنی رفتار سے بڑھتی جائے گی۔“ اس کے وجیہہ چہرے پر موجود سرخی میں بے حد اضافہ ہوگیا تھا۔ ایک اضطراب تھا جو اس کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا، زرقا اس کو دیکھ کر مضطرب ہوگئیں۔

”ماما کی جان...... آپ کو اس اسٹریس سے باہر آنا ہوگا اس سائے کو آپ کو خود سے جدا کرنا ہوگا، جو بچپن سے آپ کے ساتھ رہا ہے۔“ انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر رسانیت سے کہا۔

”اوہ...... سوری میں کچھ زیادہ ہی ایموشنل ہوگیا تھا، ایم سوری ماما...... بتائیں ساریہ نے کیا شکایت کی ہے میری؟ کب کال آئی تھی؟“ ماما کے چہرے پر کرب کے پھیلتے سائے محسوس کر کے لمحے بھر میں اس نے نہ صرف خود پر قابو پایا بلکہ خلاف عادت مسکرا کر استفسار کیا۔

”شام میں کال آئی تھی، بہت دلگرفتہ و ملول تھی ساریہ کہہ رہی تھی بہت بیگانگی بھرے انداز میں آپ نے بات کی اور وہ بھی ادھوری پوری بات سنے بغیر لائن کاٹ دی۔“

”وہ اسٹوپڈ سوالات کر رہی تھی، ایسی باتوں کا بھی کوئی جواب ہوتا ہے اور آپ کو پتا ہے برتھ ڈے وغیرہ وش کرنا میں پسند نہیں کرتا۔“

”بچیاں ایسے ہی سوال کرتی ہیں ہر کسی کو کم عمری میں فہم و ادراک کی دولت نہیں مل جاتی...... سچی خوشی دوسروں کو خوشیاں فراہم کر کے حاصل ہوتی ہے، یہ میری زندگی کا تجربہ ہے بیٹا۔“

”جی ہاں، لوگوں کو خوشیاں بانٹتے بانٹتے آپ بھول ہی گئی ہیں کہ آپ کی اصل خوشی کیا ہے...... وہ کون سی خوشی ہے جو آپ کو خوش کرتی ہے؟“ اس کے لہجے میں طنز کے بجائے تاسف و دکھ تھا۔

”بالکل غلط تجزیہ ہے آپ کا، میری خوشی، میرا سکھ صرف آپ کی خوشی و سکھ سے مشروط ہے۔ جب آپ کو خوش و سکھی دیکھتی ہوں، میرے دل میں از خود ہی طمانیت و مسرت سرائیت کر جاتی ہے اور مجھے سب کچھ اچھا لگنے لگتا ہے میں جی اٹھتی ہوں۔“ ممتا سے مغلوب ہو کر ان کی آواز بھرا گئی۔

”سو سویٹ ماما...... آپ ہیں تو میں ہوں ورنہ زندگی...... زندگی کہاں تھی۔“ وہ ان کا ہاتھ چوم کر گویا ہوا۔

❀......❀......❀

جب سے رضوانہ دبئی سے دونوں بیٹیوں کو لے کر اچی شفٹ ہوئی تھیں تب سے عمرانہ کو ایک مضبوط سہارا مل گیا تھا وہ گاہے بگاہے یہاں آجاتی تھیں۔ دونوں بھانجیاں اور بہن ان کی ہم مزاج تھیں۔ آج جو وہ دھماکہ خیز خبر لائی تھیں اس نے ان کو بھی آنکھیں پھاڑنے پر مجبور کر دیا تھا عروہ رونے لگی۔

”ویسے تو زید بہت ہی شریف و نیک بنتے ہیں کہ نظر بھر کر بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے اور کہاں یہ عالم کہ گھر میں اس دو کوڑی کی لڑکی کے ساتھ رات گزارا کرتے ہیں۔“ عروہ زید کو اپنی ملکیت سمجھنے لگی تھی حالانکہ وہ اس کی سوچوں کی دسترس سے بھی دور تھی۔ زید کے ساتھ سودہ کے نام نے اس کے اندر حسد کی آگ بھر دی تھی۔

”زید سے کیوں بدظن ہوتی ہو عروہ...... جب لڑکی بدچلنی پر اتر آئے تو بڑے بڑے پارسا مردوں کے قدم بہک جاتے ہیں پھر زید ابھی کم عمر ہے اس بچے کو جال ڈال کر پھنسا لیا گیا ہے۔“ رضوانہ نے روتی ہوئی بیٹی کو تسلی دی۔

”لیکن مجھ میں کیا کمی ہے مما...... میں خوب صورت نہیں...... کسی سے کم ہوں کیا؟ وہ سودہ ڈائن زید کو بھا گئی اس نے میرا حق چھین لیا میرے خواب نوچ لیے۔“

”ارے عروہ ایسا کچھ نہیں ہوا جس طرح آپ سوچ رہی ہو۔“ عمرانہ نے اٹھ کر سخت مشتعل ہوتی عروہ کو لپٹاتے ہوئے کہا۔

”تو جی...... ابھی آپ نے یہی کہا ہے اور اب مجھے بہلانے کے لیے جھوٹ بول رہی ہیں بچہ سمجھا ہوا ہے مجھے لیکن میں سب جانتی ہوں۔“ وہ ایک جھٹکے سے خود کو چھڑاتی ہوئی چیخ کر گویا ہوئی۔

”آپ نے پوری بات سنی نہیں ہے پہلے میری بات سن لو۔“

”عمرانہ...... ابھی بھی کچھ سننے سنانے کو باقی ہے؟ زید کو میں شروع سے عروہ کے ساتھ دیکھنے کے خواب دیکھتی آئی ہوں اور اب......“ رضوانہ کے لہجے میں بھی تنفر و غصہ ابھر آیا تھا۔

”آپی...... وہ سب میرا کھیل تھا میں جانتی ہوں وہ لڑکی کتنی بھی کوشش کرلے مگر زید کی پرچھائی بھی نہیں پاسکے گی۔ زید میرا بیٹا ہے میری نگاہوں سے سب کو دیکھنے والا میرے ذہن سے سب کو پرکھنے والا۔“ وہ فخریہ انداز میں گردن اکڑا کر گویا ہوئی تھیں رضوانہ اور عروہ نے پہلے حیرانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر عروہ اس کے قریب آ کر بولی۔

”کیسا کھیل؟ ابھی آپ کہہ رہی تھیں انہوں نے تنہا رات گزاری اور اب کہہ رہی ہیں وہ سب جھوٹ تھا۔“ عروہ کے انداز میں بے یقینی تھی۔

”یہ بات سچ ہے وہ دونوں رات گھر میں تھے باقی سب لوگ مدثر کی خالہ کے گھر ان کی عیادت کو گئے ہوئے تھے موسم کی خرابی کے باعث ان سب کو وہاں رکنا پڑا تھا رات زید لاؤنج میں سویا تھا اور وہ لڑکی اپنے روم میں تھی۔“ اپنے گھر میں وہ واویلا مچا کر آ گئی تھیں جوش و جذبات میں وہ باتیں بھی وہاں بانگ دہل کہہ آئی تھیں جو کسی طور مناسب نہیں تھیں، اب یہاں، بہن و بھانجی کے بگڑتے تیوروں نے ان کو احساس دلایا کہ وہ اپنے بیٹے کے لیے بھی رسوائی کا سامان کر رہی ہیں یہ سوچ کر مفاہمت پر اتر آئی تھیں۔

”وہ لڑکی روم میں تھی تو زید کو لاؤنج میں سونے کی کیا ضرورت تھی۔“

”مما کی بات درست ہے اور ان کے درمیان کچھ نہیں تھا آپ کس طرح سے کہہ سکتی ہیں؟“ عروہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

”زید کے کردار و نیت کی میں قسم کھا کر کہتی ہوں زید ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو کسی لڑکی کی خاطر اپنا دین و ایمان خراب کرلیتے ہیں زید کا کردار کلیوں کی طرح شفاف و چاند کی طرح روشن ہے۔“

”پھر آپ کی کچھ لمحوں قبل کی گئی باتوں کا مقصد کیا تھا؟“

”عروہ میرا مقصد ان لوگوں کو پریشرائز کرنا تھا تاکہ آئندہ کبھی ایسا کرنے کا خواب بھی نہ دیکھیں میرا زید باحمیت و عزت دار بچہ ہے۔“ ان کا موڈ آف ہو گیا تھا وہ پرس اٹھا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

”ارے تم کہاں جا رہی ہو؟“ رضوانہ اس کے قریب آئیں۔

”اپنے گھر جا رہی ہوں اور کہاں جاؤں گی۔“ اس کا موڈ بری طرح آف تھا۔

”ابھی آئی ہو اور ابھی جا رہی ہو کیوں؟“ رضوانہ مسکرا کر عمرانہ کا ہاتھ پکڑ کر ملتجی انداز میں گویا ہوئیں ساتھ ہی عروہ کو بھی اشارہ کیا کہ عمرانہ روٹھ کر جا رہی ہے اس کو روکے۔

”یہ آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں کیا ہوا؟“ وہ ہاتھ چھڑا کر غصے سے بولیں۔

”میں نے آپ کو اپنا سمجھ کر سب کچھ بتایا اور آپ نے زید کو ہی برا سمجھ لیا آپ نے اپنے ہونے کا ثبوت دیا ہے ایسے ہوتے

ہیں اپنے۔“

”اوہ مائی سوئٹ انٹ ہم نے زید کو برا تو نہیں کہا اور کہہ بھی نہیں سکتی آپ جانتی ہیں میں زید کو کتنا پسند کرتی ہوں۔“ عروہ کہتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

”ٹھیک کہہ رہی ہے عروہ، ہم سب زید کو بے حد پسند کرتے ہیں تم نے جو کہا وہ سن کر شاک تو لگنا تھا بات ہی ایسی تھی کہ میں سمجھ رہی تھی عروہ کا پتا کٹ گیا اس کی جگہ وہ لڑکی سودہ لے چکی ہے۔“

”عروہ کی جگہ سودہ کبھی نہیں لے سکتی خواہ وہ کچھ بھی کرلے۔“

”ایم سوری آنٹی آپ ہرٹ ہوئیں۔“ عروہ اس کا گال چومتی بولی۔

”ہرٹ ہونے والی بات تو ہے چلو دفع کرو جو ہوا سو ہوا مگر اب زید کی کڑی حفاظت کرنا ہوگی، صوفیہ نے شروع سے تمہیں اذیت پہنچائی ہے اور اب تو وہ ایسی حرکتوں سے اپنا ہدف حاصل کرنا چاہے گی۔“ رضوانہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

”اب ایسا ممکن نہیں ہے آپی مدر کی طرح زید کو وہ مجھ سے دور نہیں کرسکتی۔“

❀ ..... ❀ ..... ❀

”مورنا چتے ہوئے بھی روتا ہے اور ہنس مرتے ہوئے بھی گاتا ہے یہ زندگی کی حقیقت ہے دکھ والی رات نیند نہیں آتی اور خوشی والی رات کون سوتا ہے، کبھی کا ایک لمحہ بدمستی کی ساری زیست سے بہتر ہے۔“

”انشراح کیا ہوگیا ہے تمہیں بالکل چپ رہنے لگی ہو۔“ وہ پریڈ اٹینڈ کرنے کے بعد لان میں بیٹھی تھی معاً عاکفہ نے استفسار کیا۔

”کچھ بھی نہیں میں ٹھیک ہوں۔“ وہ دھیمے سے مسکرائی۔

”خاک ٹھیک ہو ایسا لگتا ہے جیسے بولنا ہی بھول گئی ہو کیا اس حادثے کا تم پر گہرا اثر ہوا ہے ڈر گئی ہو تم جو بالکل ہی چپ ہوگئی ہو۔“

”بول تو رہی ہوں تمہیں کیوں فیل ہو رہا ہے چپ ہوگئی ہوں۔“

”بابا تمہیں بہت یاد کر رہے ہیں اسپتال بھی تمہاری نانو کی وجہ سے ملنے نہیں آئے مما پھر بھی کئی بار تمہیں دیکھنے آئی تھیں بابا گھر پر دعا کرتے رہے تھے۔“

”ہاں انکل آنٹی بہت گریٹ ہیں میں ان سے ملنا چاہتی ہوں انکل کو دیکھ کر فیل ہوا میں کتنی بدنصیب ہوں جو باپ کی شفقت سے محروم ہوں اور آنٹی کی محبت نے احساس دلایا کہ ماں کیسی ہوتی ہے۔“ اس کے لہجے میں ایک عجیب سی کیفیت تھی روئی روئی کھوئی کھوئی وہ پہلی والی انشراح نہیں رہی تھی بہت بدلی ہوئی اداس و رنجیدہ ہوگئی تھی۔ اس جیسی شوخ و چنچل لڑکی کا اس طرح چپ ہوجانا فکر انگیز تھا۔

”یہ درست بات ہے مما اور بابا تم کو میری طرح ہی چاہتے ہیں لیکن نانو کے غصے کی وجہ سے وہ تم سے نہیں مل رہے۔“ عاکفہ نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دی، وہ سر جھٹک کر بولی۔

”میں ان سے ملنے ضرور آؤں گی نانی کی ہر بات ماننا ضروری نہیں۔“

”ایسا بھول کر بھی مت کرنا انشی۔ تمہاری نانی ایک ہنگامہ کھڑا کردیں گی اور بابا یہ کبھی پسند نہیں کریں گے کہ تم نانی کی اجازت کے بغیر ملنے آؤ۔“

”اچھا نہیں آؤں گی۔“ اس نے گہرا سانس بھرا۔

”تم برا مان رہی ہو میری بات کا نشی۔“

”برا کیوں مانوں گی۔“ وہ چہرے پر آتی لٹ کان کے پیچھے کرتی ہوئی بولی۔

”تم اس طرح ری ایکٹ کیوں کررہی ہو، کوئی نہ کوئی پرابلم ہے جو تم مجھ سے شیئر کرنا نہیں چاہتی...... بتاؤ نا پلیز کیا ہوا ہے؟“

عاکفہ سخت مضطرب ہوگئی تھی اس کی عجیب سی حالت اسے پریشان کررہی تھی۔

”کچھ نہیں ہوا صرف میں مرگئی ہوں، خودداری قتل ہوگئی ہے اور خودداری کا مرجانا بھی تو خود کا مرجانا ہوتا ہے۔“ وہ رو پڑی۔

”انشراح میری بہن تم ان باتوں کو بھول جاؤ تو بہتر ہے نانی نے نوفل بھائی سے جو چارجز وصول کیے ہیں تمہارے اسپتال میں ایڈمٹ ہونے کے وہ کوئی غلط طرز عمل نہیں تھا تم کیوں گلٹی فیل کررہی ہو؟“

”ان پر ایسے چارجز کا کیا فرق پڑتا ہے لیکن میری سلف رسپیکٹ کا مرڈر ہوگیا ہے جس شخص کا احسان میں نے اس وقت بھی نہیں لیا تھا جب کڈنیپ ہورہی تھی لیکن نانی نے اس کا احسان لے کر مجھے میری نگاہوں میں ہی گرادیا' مجھے خود سے نفرت ہوگئی ہے میں نے آئینہ دیکھنا چھوڑ دیا ہے مجھے خود سے وحشت ہونے لگی ہے۔“ وہ بے ساختہ رونے لگی اور عاکفہ حیرت سے سوچ رہی تھی اس جیسی پتھر دل لڑکی بھی کبھی رو سکتی ہے وہ بے حد مضبوط و بہادر لڑکی تھی اس طرف آتے بابر اور نوفل بھی ٹھٹک کر رک گئے تھے۔

❁......❁......❁

اچھی آپا ایک بار پھر اپنا مطالبہ دہرانے آئی تھیں اس بار ان کے ساتھ اکلوتی بیٹی چندا بھی تھی وہ ان دنوں میکے آئی ہوئی تھی ماں کے ساتھ بھائی کے لیے دلہن دیکھنے کی ذمہ داری پیارے میاں نے ہی سونپی تھی اور وہ سودہ کو دیکھ کر اس پر بری طرح فدا ہوگئی تھی اور اسے بھابی بنانے کا تہیہ کر بیٹھی تھی۔

”ممی کہاں ہاتھ مارا ہے آپ نے قسم سے وہ تو چہرے سے ہی بھولی و معصوم لگ رہی ہے آج کل کی چنڈال لڑکیوں کی تیزی و طراری کو چھو کر بھی نہیں گزری۔“ وہ لنچ سے فارغ ہوکر لاؤنج میں آ گئی تھیں تنہائی ملتے ہی وہ ماں کے کان میں سرگوشی کرنے لگی۔

”جبھی تو میں نے اسے پیارے میاں کے لیے پسند کیا ہے کہ مارو بھی تو آواز نہ نکلے پھر اچھے میاں کے چھن سے تم بھی خوب واقف ہو گرم مزاج لڑکی کا اس کے ساتھ گزارا بھی نہیں ہے۔“ وہ دیدے مٹکا کر فخریہ لہجے میں بولیں۔

”میں کہتی ہوں آج خواہ دنیا ادھر کی ادھر ہوجائے مگر آپ ہاں کرائے بغیر نہ اٹھنا ایسی بھولی و بے ضرر لڑکیوں کا کال ہے دنیا میں لوگ دیکھتے ہی قبضہ کرنا چاہتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو ہم شکل دیکھتے رہ جائیں اور سودہ کسی اور کی ہوجائے پھر بھیا کے لیے ایسی لڑکی کہاں ملے گی۔“

”ارے آندھی لگی ہے ایسی ہی کوئی لے جائے گا سوا سولہ آنے سگی پھوپی ہو سودہ کی میرا حق بنتا ہے پہلے اس کو بہو بنانے کا۔“ وہ گردن اکڑا کر ہاتھ لہرا کر گویا ہوئیں۔

”بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں مما آپ اسی طرح دھونس سے بات کرنا اور فکر مت کرنا میں اپنی انگوٹھی اتار کر اس کی انگلی میں ڈال دوں گی۔“ وہ انگلیوں میں پہنی انگوٹھیوں کی طرف اشارہ کرکے بولی۔ زمرد بیگم اور صوفیہ وہاں آ کر بیٹھیں تو انہوں نے پھر اپنا مدعا بیان کیا۔

”اچھی آپا پھر آپ وہ ہی بات دہرا رہی ہیں میں نے آپ سے کہا تھا میں سودہ کی شادی پیارے میاں سے کبھی نہیں کروں گی خواہ وہ دنیا میں باقی رہنے والا آخری مرد ہی کیوں نہ ہو۔“ صوفیہ نے نکس کر کہا۔

”ایسی بھی کیا خرابی ہے میرے بھائی میں جو آپ ایسے کہہ رہی ہیں؟“ چندا نے ان کے صاف انکار پر تلملا کر کہا۔

”میں نے یہ نہیں کہا تمہارے بھائی میں کوئی خرابی ہے۔

”پھر انکار کی کوئی وجہ بھی تو ہوگی نہ تمہارے پاس وہ بتاؤ۔“

”سودہ میری بیٹی ہے اور اس کے باپ کے انتقال کے بعد میرا حق بنتا ہے اس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اور وہ میں کررہی ہوں۔“

”وہ تمہاری بیٹی ہے اور میرا خون ہے اس پر میرا حق بھی اتنا ہی ہے جتنا تمہارا ہے اس کے فیصلے کرنے کا حق صرف تمہیں ہی نہیں میرا بھی ہے۔“ وہ ان کو گھورتے ہوئے سخت لہجے میں گویا ہوئیں۔

”بچوں کے مستقبل کا فیصلہ اس طرح ضد و بحث سے نہیں ہوتا اس معاملے میں بڑوں کے علاوہ بچوں کی مرضی بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے پہلے بچوں سے ان کی رائے لو پسند معلوم کرو پھر اس کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے۔“

”ارے بھابی قسم سے میرا بیٹا تو اتنا سیدھا و فرماں بردار ہے کہ کوئی حد نہیں...... جس دن سے میں نے سودہ کو بہو بنانے کی خواہش ظاہر کی ہے اس دن سے میرے بچے نے بن دیکھے سودہ کو اپنے دل کا مکین بنالیا ہے۔“

”جی ہاں آنٹی پیارے بھیا کی آرزو ہے چٹ منگنی پٹ بیاہ ہوجائے بس میں تو سوچ رہی ہوں بھیا نے سودہ بھابی کو ابھی دیکھا نہیں ہے تو یہ حال ہے جب وہ ان کی خوب صورتی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے پھر کیا ہوگا۔“ چندا ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے چہک کر بولی۔

یہ ساری آوازیں اندر آتے ہوئے زید کی سماعتیں بھی سن رہی تھیں وہ سیدھا کچن کی طرف بڑھ گیا جہاں بوا سودہ کے ساتھ کچن صاف کرا رہی تھیں۔

”بوا“ وہ پکارتا ہوا اندر آ گیا تھا نگاہیں سیدھی سودہ سے ٹکرائی تھیں جو ایپرن باندھے برتنوں کو کپڑے سے خشک کررہی تھی ڈھکا چھپا رہنے والا وجود دوپٹے سے بے نیاز تھا لائٹ کلر کی لانگ شرٹ ٹراؤزر میں اس کا نازک سراپا نمایاں تھا وہ جو لاؤنج سے آتی بلند آوازوں کو سن کر گم صم تھی زید کی غیر متوقع آمد پر وہ لمحے بھر کو ٹپٹا کر رہ گئی تھی۔

اس دن عمرانہ کے ہنگامے کے بعد سے وہ غیر دانستہ طور پر بھی اس کے سامنے نہیں گئی تھی اور یقیناً دوسری طرف سے بھی یہی گریز اپنایا گیا جو ایک بار بھی ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔

”ارے اس وقت آئے ہو بیٹا، خیریت تو ہے نا؟“ بوا کاؤنٹر سے ہٹ کر اس کے درمیان آ ئیں تو سودہ ہوش میں آتے ہوئے سرعت سے فریج کے اس طرف چلی گئی کہ اپنی بے پردگی کے گویا احساس سے اس پر گھڑوں پانی ڈال دیا گیا ہو ہاتھ پاؤں شل ہونے لگے تھے۔

”جی خیریت ہے مما نے کال کی تھی اس لیے آیا ہوں اس ٹائم۔“ اس کو ایک لمحہ لگا تھا حواس میں واپس آنے کے لیے کہ من کی دنیا بھی عجیب ہوتی ہے جس رستے پر چلنا جرم ہوتا ہے دل اس پر ہی چلنے کی ضد کرتا ہے۔

”لاؤنج میں کون آیا ہوا ہے؟“ اس کے لہجے میں مخصوص بے نیازی در آئی تھی۔

”سودہ بٹی کی پھوپو ہیں ہر دو تین ہفتے کے بعد آ کر ضد کرنے لگتی ہیں کہ سودہ کو بہو بناؤں گی رشتہ قبول کرو اب بھی یونہی چیخ رہی ہیں۔“ بوا نے حسب عادت پوری بات جلے کٹے لہجے میں سنائی۔

”وہ جو بھی ضد کریں ان کی مرضی ہے لیکن بوا ان کو جا کر سمجھا دیں آہستہ انداز میں بات کریں اللہ کے فضل سے یہاں سب کی سماعتیں تیز ہیں کوئی بھی کم نہیں سنتا۔“ وہ کہہ کر واپسی کے لیے مڑا۔

”ٹھیک ہے میں سمجھاتی۔“ بوا نے کہا۔

❁ ❁ ❁

پارٹی عروج پر تھی ایک رنگ و بو کا طوفان تھا جو ہر سمت پھیلا ہوا تھا اور ہر کوئی اس طوفان بدتمیزی میں ڈوبا ہوا دکھائی دے رہا تھا

اس سارے ماحول سے جو بےگانہ لگ رہا تھا وہ لاریب تھا۔ وہ جو اس کی پارٹنر کی جان تھا، کچھ دنوں سے وہ اس کی محفلوں سے جان چھڑا رہا تھا بھاگ رہا تھا اسے کچھ بھی مزہ نہیں دے رہا تھا دل میں ایک آگ سی لگی ہوئی تھی ایک ہفتے کے لیے وہ شہر سے باہر فرینڈز کے ساتھ گیا ہوا تھا وہاں جا کر بھی اس کا رابطہ جہاں آرا بیگم سے رہا تھا وہ اشعر ان کے بارے میں ان سے پوچھتا رہا تھا پھر ایک [illegible] کے دوران موبائل اس کی جیب سے نکل کر جلدی سے پانی میں گر گیا تھا موبائل نیا خرید لیا تھا لیکن وہ جہاں آرا سے [illegible] ہو گیا تھا اور اس محرومی میں وہ بے سکون ہو کر رہ گیا تھا نہ کسی گرل فرینڈز کی سنگت میں اسے سکون مل رہا تھا نہ پارٹی اور گھر میں۔ اب بھی کلب آ گیا تھا مگر اس کا دل نہیں لگ رہا تھا کئی لڑکیاں اس کے پیچھے وہاں آئیں تھیں کر خلاف عادت اس کی طرف سے لفٹ نہ پا کر چلی گئی تھیں وہ لان میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گیا...... اردگرد پودوں پر لائٹنگ کی گئی تھی جو لان کی تاریکی کو دلکش روپ دے رہی تھی وہ ہاتھ میں پکڑے گلاس سے چھوٹے چھوٹے سپ لے رہا تھا معاً اس کا کلوز فرینڈ اشعر وہاں اس کے قریب بیٹھتے ذومعنی لہجے میں گویا ہوا۔

"کوئی کبوتری دانہ چگے بنا ہی اڑ گئی ہے کیا؟"

"تو واشعر یار لولی فرینڈ تم کو کیسے معلوم میرے دل کی کیا حالت ہے۔" وہ اسے دیکھ کر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"تمہارا چہرہ بتا رہا ہے تمہارے دل کی حالت' کیا ہوا ہے؟"

"ایک چڑیا ہاتھ آئی بھی نہیں اور پھر سے اڑ گئی...... جب سے دل زخمی پرندے سا ہوا ہے اس کروٹ چین نہ اس کروٹ سکون، بس ہر طرف بے قراری ہی بے قراری ہے۔" وہ آہ بھرتا ہوا بولا۔

"تمہاری حالت سے لگ رہا ہے کوئی خاص چڑیا ہے جو ہاتھ سے نکل کر بھی دل میں پھڑپھڑا رہی ہے۔" وہ ہنستا ہوا کہہ رہا تھا۔

"ہاں یار وہ چہرہ ہی ایسا ہے جو ایک بار دیکھ لے بار بار دیکھنے کی تمنا کرے۔"

"امیزنگ تمہارے ہاتھ سے بھی چکنی مچھلی نہیں نکلتی اور چڑیا نکل گئی؟"

"وہ بھی نہیں نکلتی لیکن درمیان میں نوفل آ گیا اور اس کو گویا الہام ہوتے ہیں سمجھ گیا میری نیت کی خرابی اور میں نے لاکھ سمجھانا چاہا مگر وہ کہاں ماننے والا تھا مجھے وارن کر دیا کہ اس کے آس پاس بھی نظر نہ آؤں اور اس کو جھانسہ دینے کے لیے مجھے کھونا پڑا تھا۔" وہ گلاس خالی کر کے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا۔

"مگر یہ نوفل اس لڑکی میں انٹرسٹڈ ہے تو تم کو اس لڑکی سے میلوں دور رہنا چاہیے سڑیل نوفل جیسے بندے سے میں بہت دور رہتا ہوں۔" اشعر نوفل کے نام پر سراسیمہ ہو گیا تھا۔

"تو...... نو یار نوفل کسی لڑکی کے لیے بنا ہی نہیں۔"

"پھر اس لڑکی کی اتنی کیئر کرنے کا مطلب؟"

"وہ لڑکی اس کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے جونیئر ہے اس کی۔"

"ہاں تو پھر کیا مسئلہ ہے کسی دن بہانے سے یونیورسٹی پہنچ جاؤ۔"

❁......❁......❁

عروہ کی کوششوں کے باوجود زید گھر نہیں آیا وہ کاروبار میں معروف تھا اس کا حل رضوانہ نے یہ نکالا کہ عمرانہ کے سنگ عروہ کو گھر بھیج دیا اور سائرہ کو اپنے پاس روک لیا تھا سائرہ سودہ کے خیال سے یہاں زیادہ رکی نہیں تھی لیکن جب سے عروبہ نے موبائل کی رنگین دنیا کی سیریں کرانا شروع کی تھیں وہ تیزی سے بدلنے لگی تھی سودہ کے ساتھ سے زیادہ اسے عروبہ کی دوستی بھانے لگی تھی پھر یہاں تو آزادی ہی آزادی تھی رضوانہ خالہ کسی بات پر کوئی اعتراض نہیں کرتی تھیں سائرہ کی دوستوں کی لسٹ میں لڑکیاں کم لڑکے زیادہ تھے جن سے وہ فطلم کھلا ملتی تھی ان کو گھر بھی بلاتی تھی اور ان کے گھر بھی جاتی تھی اور کوئی انہیں بلا روک ٹوک ہوتا وہ بوائے فرینڈز

سے باہر بھی ملتی تھی۔ مائدہ کو یہ سب، بہت پرکشش و دلکش لگ رہا تھا۔
شروع شروع میں وہ اس کے فرینڈز سے بات کرتے ہوئے بھی گھبراتی تھی اور بہت جلد وہ اس گھبراہٹ و ہچکچاہٹ کے دریا بھی عبور کر گئی تھی عروبہ نے اس کی دوستی اپنے فرینڈ شرجیل سے کرادی تھی جس کی کشش میں وہ بھاگی بھاگی وہاں پہنچ جاتی تھی۔

❁ ❁ ❁

حمرہ اور یوسف ٹور سے واپس آ گئے تھے اور ان کے آنے سے گھر میں چھایا جمود رونق میں بدل گیا تھا ڈنر سب نے ساتھ کیا اور ڈنر کے بعد کافی کا دور چلا پھر اس دوران باتوں باتوں میں اچانک ہی یوسف صاحب کو یاد آیا تو وہ چونک کر نوفل سے مخاطب ہوئے۔

"نوفل اس لڑکی کا کیا ہوا جس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا آئی مین وہ کیسی ہیں انجرڈ بہت زیادہ ہوگئی تھیں وہ۔"
"جی ٹھیک ہے وہ۔" اس نے آہستگی سے کہا۔
"اب آپ نے ڈرنک پی کر ڈرائیو کی تو میں کوئی رعایت نہیں کروں گا۔ خود آپ کو پولیس کے حوالے کر کے آؤں گا۔" ان کا لہجہ سخت تھا۔ وہ لاریب کی طرف دیکھتے ہوئے تنبیہ کرتے لہجے میں بولے۔
"جی...... جی انکل آپ کو کوئی کمپلین نہیں ملے گی۔" اس نے سراسیمہ انداز میں نوفل کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔
"بھائی صاحب یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں ہم جس سوسائٹی میں موو کرتے ہیں یہاں پابندیوں کی زنجیریں پیروں میں نہیں ڈالی جاتی۔" سامعہ نے خشک لہجے میں تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔
"یہ اس خاندان کا دستور نہیں ہے کہ مادر پدر آزاد ہو کر رہا جائے لاریب کی تمام ایکٹیویز کی خبر ملتی رہتی ہے سب معلوم ہے مجھے اگر میں خاموش ہوں تو اس کا یہ مقصد نہیں کہ میں بے خبر ہوں۔"
"اس میں اتنا آگ بگولہ ہونے کی بات نہیں ہے بھائی صاحب ابھی لاریب کم عمر ہے کل کو جب باشعور ہو جائے گا پھر یہ بھی آپ کی طرح ہی باتیں کرے گا ہر کام اپنی عمر کے حساب سے ہی اچھا لگتا ہے۔"
"اس ٹاپک کو یہیں کلوز کردیں تو بہتر ہے بلاوجہ بحث کرنے سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے ایک عرصے بعد ہم ساتھ بیٹھے ہیں۔" سامعہ کے لہجے سے نکلنے والے شراروں نے حمرہ کے چہرے کو سرخی عطا کی اور قبل اس کے ان میں آپس میں تلخی بڑھتی زرقا نے درمیان میں بول کر بات رفع دفع کرنا چاہی۔
"سامعہ تمہیں بھائی صاحب کی بات خاموشی سے سننا چاہیے تھی چلو ایکسکیوز کرو بھائی صاحب سے۔" اذہان کو بھی غصہ آ گیا۔
"ارے نو...... نو کسی معافی تلافی کی ضرورت نہیں میں اظہار رائے کو پسند کرتا ہوں سامعہ کی جذباتی کیفیت کو سمجھتا ہوں ہر ماں کی سوچ اولاد کے مطابق ایسی ہی جارحانہ و شدت پسندی لیے ہوتی ہے۔" انہوں نے نرم لہجے میں سامعہ کی جانب دیکھتے ہوئے بات جاری رکھی۔
"لیکن اولاد کو صرف اس کی منشاء پر چھوڑنا عقل مندی نہیں...... اس پر نگاہ بھی رکھنی ضروری ہے دریا پر بند باڑ آنے سے قبل باندھنا تباہی سے محفوظ رکھتا ہے۔" وہ کہہ کر اٹھ گئے تھے نوفل بھی ان کے ساتھ باہر آ گیا تھا۔
"ہاں بیٹا کوئی پرابلم تو فیس نہیں کرنی پڑی تھی یورپ جانے کے بعد بزی اتنا رہا کہ ٹائم ہی نہیں مل پایا اس لڑکی کے بارے میں پوچھنے کا۔"
"بہتر طریقے سے معاملہ سولو ہو گیا تھا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔" اس نے ان کے ساتھ چلتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔
"گڈ زرقا بتا رہی تھیں تنویر بھائی خاصا اصرار کر رہے ہیں آپ کو اسلام آباد بلانے کے لیے اور آپ راضی نہیں ہیں وہاں آپ

کو جینا چاہیے۔" وہ بے تکلفی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھے کہہ رہے تھے۔

"میں نے دل کو بے حد سمجھانا چاہا لیکن وہاں جانے کے لیے میرے اندر ایک انجانی کیفیت ابھر آتی ہے ایسا لگتا ہے کوئی مجھے کانٹوں پر گھسیٹ رہا ہے کسی خلا میں گرتا ہی چلا جاتا ہوں۔" یوسف صاحب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا..... اس کے وجیہہ چہرے پر ایک اذیت و وحشت تھی عجب سراسیمگی کا انداز تھا۔

"یہ کیسا ڈپریشن ہے؟" انہوں نے اسے گلے لگایا۔

"کیوں فیل کرتے ہیں آپ وہ لمحہ جس کی آپ کو ضرورت ہی نہیں ہے کانچ کے بنے رشتے جب ٹوٹ جاتے ہیں پھر کبھی جڑتے نہیں۔"

"اس کانچ کی کرچیاں، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے روح میں پیوست ہو جاتی ہیں۔"

"نکال پھینکیں ان کرچیوں کو مرد کمزور نہیں ہوتے۔" وہ ان سے علیحدہ ہوتے وہ شفقت سے گویا ہوئے۔

"مرد کمزور ہوتے ہیں انکل..... کیا مرد انسان نہیں ہوتے ہیں کیا مردوں کے سینے میں دل نہیں دھڑکتا، کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جو مرد کو بھی کمزور کر دیتے ہیں۔" وہ بے دبا ہو کر رہ گیا۔

❀......❀......❀
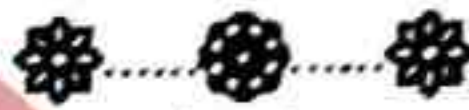
عروہ کو عمرانہ کے ساتھ کئی دن ہو گئے تھے اور اس دوران وہ زید کو ذرا بھی اپنی جانب راغب نہیں کر سکی تھی اس کی وہی روٹین تھی رات دیر سے آنا صبح جلدی جانا لنچ و ڈنر باہر ہی کرتا تھا۔ گھر کے لوگ سحر خیزی کے عادی تھے۔ وہ ناشتے پر گھر میں ہوتا تھا اور وہ کوشش کے باوجود صبح اٹھ نہ سکی تھی ناشتہ عمرانہ کے ساتھ اس کے روم میں ہی کرتی تھی اور جب سے وہ آئی تھی عمرانہ نے گھر والوں کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیا تھا ناشتے کی طرح لنچ اور ڈنر کمرے میں عروہ کے ساتھ ہی کرتی تھیں اس واقعے کے بعد وہ گھر والوں سے کھنچی کھنچی رہتی تھیں، بشریٰ بوا دوپہر کا کھانا ان کے کمرے میں لگا آتی تھیں۔ عروہ کا موڈ آج بری طرح آف تھا اس نے کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

"پلیز آنٹی میں نے کہا نہ میں کھانا نہیں کھاؤں گی آپ مجھے گھر مما کے پاس چھوڑ کر آئیں ابھی اور اسی وقت۔" وہ پاؤں پٹخ کر بولی۔

"ارے کیا ہوا اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے عروہ؟" وہ حیرانی سے گویا ہوئیں۔

"آنٹی آپ کو زید کے ایٹی ٹیوڈ دکھائی نہیں دے رہے ایک دن بھی اس نے مجھ سے ڈھنگ سے بات نہیں کی..... وہ مجھے کوئی اہمیت نہیں دیتا ہے پھر میں یہاں رک کر کیا کروں؟" وہ شدید غصے میں تھی۔

"اف..... اتنا غصہ میری جان زید کچھ عرصے سے، بہت بزی ہے۔"

"پلیز آپ اس کی سائیڈ مت لیں اس نے مجھے ہرٹ کیا ہے کوئی گھر آئے گیسٹ کے ساتھ اس طرح بے رخی سے پیش آتا ہے، جس طرح وہ۔"

"یہاں میرے پاس وہ آتے ہیں آپ سے ہیلو ہائے کرتے ہیں پھر میں آپ کو لے کر ڈیلی شاپنگ، پارک ریسٹورنٹ کہیں نا کہیں جاتی ہوں۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔

"مائنڈ اٹ میں یہاں آپ کے ساتھ ان جگہوں پر جانے کے لیے نہیں آئی ہوں اور نہ ہی یہ خواہش ہے کہ زید رشتے کو ہیلو ہائے تک محدود رکھے۔"

"رشتہ محض ہیلو ہائے تک محدود نہیں رہے گا کاروباری بر ڈن سے نکلے گا تو خود ہی تمہاری طرف راغب ہو جائے گا یہ میرا وعدہ ہے تم سے چلو اب کھانا کھالو پلیز۔" وہ مسکرا کر گویا ہوئیں۔

"اس شرط پر کہ آپ ذید کو آج مجھے ڈنر پر لے جانے پر راضی کریں۔"

❀......❀......❀
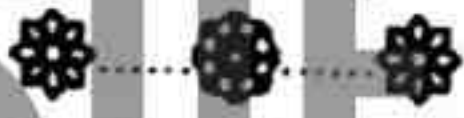
روشن نے نامعلوم کس انداز سے جہاں آرا کو راضی کرلیا تھا کہ وہ انشراح کو عاکفہ اور اس فیملی سے ملنے سے نہیں روکیں گی وہ راضی ہوگئی تھیں روشن کے سمجھانے پر ہی اس کے اور نانو کے درمیان تناؤ ختم ہوا تھا۔ لیکن بالی جانتی تھی جہاں آرا کوئی بھی کام گھاٹے کا نہیں کرتی تھیں وہ کچھ لو اور کچھ دو کے اصول پر چلتی تھیں اور اس کو اجازت دے کر وہ کیا بدلے میں مانگنے والی تھیں یہ معلوم کرپانا ناممکن تھا۔

"نانی جان میں جارہی ہوں عاکفہ آ گئی ہے۔" انشراح بہت عجلت میں باہر آئی تھی گرے اور نیوی بلو کنٹراسٹ فینسی ٹخنوں کو چھوتی فراک و چوڑی دار پائجامے و دوپٹے میں اس کی روپ نکھر انکھرا تھا لائٹ میک اور نازک میچنگ جیولری اس کے حسن کو دو آتشہ کررہی تھی پشت پر پھیلے گولڈن براؤن بالوں نے اس کے حسن کو مکمل کردیا تھا اس کے چہرے پر ایک عرصے بعد اطمینان و خوشی پھیلی تھی کیونکہ آج ہی وہ پلستر کے بوجھ و تکلیف سے آزاد ہوئی تھی۔ ہاتھ کو پہلے کی طرح حرکت کرتا دیکھ کر اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

"چشم بددور انشی بہت کیوٹ لگ رہی ہو اللہ نظر بد سے بچائے' آمین۔" بالی نے دونوں ہاتھوں سے بلائیں لیتے ہوئے محبت سے کہا۔

"آج میں بہت خوش ہوں بائے بھائی میرا ہاتھ موو کررہا ہے دونوں ہاتھ یوز کرسکتی ہوں دیکھو دیکھو کوئی فرق نہیں۔" وہ دونوں ہاتھوں کو پرندوں کے اسٹائل میں لہراتے ہوئے گویا ہوئی۔

"میں تمہیں سمجھا رہی تھی ناں کہ تم بالکل ٹھیک ہوجاؤ گی اس لڑکے نوفل نے تمہارا علاج باہر کے ڈاکٹروں سے کرایا ہے۔" نانی نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"نانو پلیز آپ بار بار کیوں نوفل کا نام لے کر مجھے گلٹ کرتی ہیں کیوں آپ مجھے یہ بھولنے نہیں دیتی کہ اس شخص کے زیر احسان ہوں اس نے پیسہ خرچ کیا ہے مجھ پر۔"

"اچھا اچھا بابا معاف کردو اب کبھی نام نہیں لوں گی اس کا تم جاؤ باہر عاکفہ انتظار کررہی ہے دیر ہورہی ہے تمہیں۔" جہاں آرا نے بدمزگی سے بچنے کے لیے مسکرا کر نرم لہجے میں کہا۔

"ووہ......لولی بہت اچھی لگ رہی ہو۔" عاکفہ نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے ستائشی لہجے میں کہا۔

"تم سے کم ہی لگ رہی ہوں۔" اس نے چند لمحوں قبل خراب ہونے والے موڈ کو مسکراہٹ میں بدلتے ہوئے کہا۔

"میں تم سے پیاری کبھی لگ ہی نہیں سکتی......تم میرا دل نہ رکھو۔" عاکفہ کار ڈرائیو کرتی کہہ رہی تھی اس کا لہجہ محبت سے لبریز تھا۔

بائل گرین اور پیچ کلر کی لانگ شرٹ و پائجامہ کا سوٹ تھا لیکن آستینوں کو کپڑے سے کورڈ کیا گیا تھا جو پورے بازوؤں کو انگلیوں تک ڈھانپے ہوئے تھیں سر کے گرد اسکارف باندھا تھا جس سے سر کا ایک بال بھی دکھائی نہ دیتا تھا چہرہ ہر قسم کے میک اپ سے عاری تھا اور اس سادگی میں باوقار سا حسن تھا۔

"لگ رہی ہوں ناں گگلی گرل؟" وہ اس کے جائزے پر مسکرا کر کہنے لگی انشراح کسی عجیب سے احساس کے تحت کچھ کہہ نہیں سکی۔

اس کی نگاہیں سلوز کے باریک کپڑے سے دکھائی دیتے عریاں بازوؤں پر تھیں جو جھلملاتے نیوی بلو سوٹ میں ایسے ہی چمک رہے تھے جیسے نیلے گگن پر ستارے جگمگا رہے ہوں پھر نامعلوم کس احساس کے تحت اس نے سرمئی دوپٹے کو سینے پر اس انداز سے پھیلایا تھا کہ دونوں بازوؤں تک پھیلتا چلا گیا تھا اور بکھرے بالوں کو سمیٹ کر جوڑا بنالیا تھا۔

❁.........❁.........❁

بابر کا بھائی امریکا سے شادی کر کے آیا تھا بابر کے والد نے اس کے بھائی کے ولیمے کی تقریب رکھی تھی اس کو بے حد اصرار کر کے بلایا تھا اسپتال میں جس طرح سے بابر نے خیال رکھا تھا اگر وہ احسان فراموش ہوتی تو ہرگز نہیں آتی لیکن وہ ایسی نہ تھی وہ عاکفہ کے ساتھ چلی آئی تھی۔ سردی بہت شدید تھی لیکن ہال میں ہیٹر آن ہونے کی وجہ سے ماحول میں خوشگوار حدت پھیلی ہوئی تھی بابر کی فیملی ملک کی اعلیٰ فیملیز میں شمار ہوتی تھی مہمانوں کی کثیر تعداد وہاں موجود تھی ملکی و غیر ملکی لوگ موجود تھے ان لوگوں کو وہاں بہت اچھے طریقے سے ویلکم کیا گیا تھا۔

''یہ چیٹنگ ہے میں نے آپ دونوں کی فیملیز کو بھی انوائٹ کیا تھا اور آپ لوگ تنہا آ گئی ہیں۔'' ویٹر سے سوفٹ ڈرنک کے گلاس لے کر ان کو سرو کرتا ہوا گویا ہوا تھا انشراح خاموش رہی تھی جبکہ عاکفہ نے کہا۔

''انشراح کی نانو نے معذرت کر لی ہے اور میرے مما و بابا ایک پارٹی میں انوائٹ ہیں اس لیے انہوں نے معذرت کی ہے۔''

''تھینکس گاڈ آپ لوگ آ گئی ہیں یہ بھی بہت خوشی کی بات ہے۔'' وہ مخمور نگاہوں سے عاکفہ کی طرف دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا معاً نوفل ہاتھوں میں بکے اور گفٹ تھامے اندر داخل ہوا۔

''ایکسکیوزمی...... میں کچھ دیر بعد آتا ہوں۔'' بابر نے بھی نوفل کو دیکھ لیا تھا وہ ان سے معذرت کرتا چلا گیا۔

''بابر کچھ زیادہ ہی تم پر لٹو نہیں ہونے لگا......'' اس کے جاتے ہی وہ سنجیدگی سے عاکفہ سے گویا ہوئی۔

''اس کا بی ہیویئر سب کے ساتھ ایسا ہی فرینڈلی ہوتا ہے۔''

''تمہارے ساتھ کچھ اسپیشل ایٹی ٹیوڈ ہے لونگ اینڈ کیئرنگ۔''

''ارے..... یہ کیا کہہ رہی ہو ایسا کچھ نہیں ہے قسم لے لو۔'' وہ سراسیمہ ہو کر کہنے لگی تھی انشراح مسکرا کر گویا ہوئی۔

''قسم تم کیوں دے رہی ہو قسم تو بابر کو دینا چاہیے۔''

''بکواس مت کرو، ہم اپنے گفٹس گاڑی میں ہی بھول آئے ہیں۔''

''اوہ ریئلی یہ بہت بڑا بلنڈر ہو گیا ہے نہ مجھے یاد رہا نہ تم کو اور دیکھو اس نے کتنے فخر سے اپنا گفٹ اور بکے پیش کر دیے ہیں۔'' اس کی نگاہیں عاکفہ کے ساتھ اسٹیج پر موجود دلہا دلہن کے ہمراہ بیٹھے نوفل اور بابر پر تھیں گفٹ دیتے وقت اس کے لبوں پر دھیمی پر خلوص مسکراہٹ تھی جس نے اس کے وجیہہ چہرے کو روشن کر دیا تھا وہاں موجود حسیناؤں کے جھرمٹ اس طرف جمع ہونے لگے تھے ہر حسینہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی جستجو میں مگن تھی۔

''گرلز اس قدر اسٹوپڈ کیوں ہوتی ہیں۔ خوامخواہ ایک عام سے شخص کو اتنی اہمیت دی ہے کہ وہ خود کو راجہ اندر سمجھنے لگا ہے۔''

''راجہ اندر لاحول ولاقوۃ۔ کسی اچھے آدمی کی مثال تو دو۔''

''جو اپنے ارد گرد عورتوں کا ہجوم دیکھنا پسند کرے وہ کس طرح اچھا آدمی ہو سکتا ہے۔'' وہ زہر خند لہجے میں گویا ہوئی۔

''ڈونٹ مائنڈ یار وہ ایسا نہیں چاہتے یہ لڑکیاں ہی ہیں جو ان کی وجاہت و خوب صورتی پر مرتی ہیں اب وہ کیا کریں۔''

''ارے واہ بڑی حمایت لی جا رہی ہے لگتا ہے میری غیر موجودگی میں خوب دوستی ہو گئی ہے اس شخص سے۔'' وہ منہ بنا کر بولی۔

''بہن بنایا ہے انہوں نے مجھے۔''

''یہ بھی ایک چالاکی ہے کسی کو بہن بنا کر اور کسی کو دیوانہ بنا کر اسیر بنائے رکھنا ہے یہ ٹیلنٹ ہر کسی کے پاس نہیں ہوتا۔''

''توبہ ہے بھئی تم تو بدگمانی کی حدوں سے بھی بہت دور نکل گئی ہو کسی کے بھی بارے میں ایسی باتیں کرنا بہتان کہلاتا ہے اور کسی پر بھی بہتان لگانا سخت ترین گناہ ہے۔'' عاکفہ نے نرمی سے سمجھایا۔

معاً بابر نوفل کو لے کر وہاں آ گیا بلیک سوٹ ہمیشہ کی طرح جچ رہا تھا ان کے درمیان رسمی ہیلو ہائے ہوئی تھی عاکفہ کے کہنے پر

Watch Us On YouTube

چہرے کے فالتو بالوں کا
بہت ہی آسان علاج

YouTube

Health Care Club

چہرے کی جھُریوں کا
بہت ہی آسان علاج

YouTube

Health Care Club

باہر کار سے گفٹس لینے گیا تھا وہ وہیں بیٹھ گیا۔
"کیسے ہیں آپ نوفل بھائی۔" عاکفہ نے مسکرا کر دریافت کیا۔
"ایم فائن اینڈ یو؟" اس کی غیر ارادہ نگاہ عاکفہ سے قبل انشراح پر پڑی تھی جو اسے نظر انداز کیے گردن جھکائے لاتعلق بیٹھی تھی۔
"الحمدللہ میں بھی بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ انشراح کے رویے پر حیراں تھی۔
"آپ نے اپنی فرینڈ کو کچھ اپٹی کیٹس نہیں سکھائے۔" وہ طنز سے بولا۔
"جی...... اپٹی کیٹس؟" عاکفہ حیرت و پریشانی سے گویا ہوئی۔

❀......❀......❀

کالج سے آنے کے بعد سودہ کے سر میں درد شروع ہوا تھا اور جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جا رہا تھا زمر دلور منور صاحب صابرہ خالہ کے گھر گئے تھے ایک کار وہ لے کر گئے تھے دوسری زید کے پاس تھی وہ گھر میں تھا بوا کا اصرار تھا کہ زید کے ساتھ وہ ڈاکٹر کے کلینک چلیں۔
"بوا کیوں زید...... زید کی رٹ لگا رہی ہیں جانتی ہیں اچھی طرح سے زید کہاں ہمیں کلینک لے کر جائے گا عمرانہ کب تک یہ برداشت کرے گی۔" درد سے بے چین ہوتی بیٹی کو دیکھ کر وہ اس وقت سخت پریشان تھیں۔
"میں خود جا کر عمرانہ بہو سے بات کرتی ہوں ان کو اور زید کو لے کر آتی ہوں وہ خود جب سودہ کی حالت دیکھیں گے تو انکار نہیں کریں گے۔" سودہ کا سر دباتی بوا اٹھ کر سلیپر پہنتی ہوئی بولیں۔
"نہیں...... نہیں بوا مجھے پتا ہے وہ ہمیں مرتا ہوئے بھی دیکھیں گے تو بھی قریب نہیں آئیں گے میں آپ کو وہاں بھیک مانگنے جانے نہیں دوں گی۔" صوفیہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔
"ارے پھر کیا بچی کو درد میں اسی طرح تڑپنے دوگی درد کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے ورنہ میری بچی تو بڑی بڑی تکلیف جھیل جاتی ہے۔" بوا درد کی شدت سے رونے والی سودہ کو دیکھ کر کہنے لگیں۔
"بوا آپ کو گھر پر ہی رکنا ہوگا، میں سودہ کو ڈاکٹر کے پاس لے کر جا رہی ہوں راستے سے ہی ٹیکسی لے لوں گی۔" صوفیہ جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔
"ہاں ہاں تم جاؤں میں گھر میں ہوں عمرانہ کا کوئی بھروسہ نہیں وہ کب سیر سپاٹے کو نکل جائیں جب سے بھانجی آئی ہے وہ روز ہی باہر جا رہی ہیں ایسے میں کوئی مہمان وغیرہ آ گئے تو پریشانی ہوگی آنے والوں کو۔" بوا نے سودہ کو شال اوڑھاتے ہوئے جواب دیا۔
درد کے باعث اس سے بات نہیں کی جا رہی تھی وہ صوفیہ کے ہمراہ آہستہ آہستہ قدم بڑھا رہی تھی صوفیہ کو دور تک کوئی ٹیکسی دکھائی نہ دے رہی تھی سردی عروج پر تھی رات اپنے سیاہ پر پھیلا چکی تھی۔ ہوائیں الہڑ دوشیزاؤں کی مانند اٹھلاتی پھر رہی تھیں اور ان کی سرد شوخیوں سے بچنے کے لیے لوگ اپنے گھروں میں گرم نرم بستروں میں دبکے ہوئے تھے۔
"سودہ یہاں تو کوئی ٹیکسی دور دور تک نہیں ہے۔"
"کوئی بات نہیں ہے ممی کلینک زیادہ دور نہیں ہے، ہم پہنچ جائیں گے۔" معاً ایک کار قریب آ کر رکی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

آنچل

مصباح علی سید

آنچل میں پھول لے کے کہاں جا رہی ہوں میں
جو آنے والے لوگ تھے وہ لوگ تو گئے
کیا جانیے افق کے ادھر کیا طلسم ہے
لوٹے نہیں زمین پر اک بار جو گئے

اس نے کوئی دسویں بار اس کا نمبر ڈائل کیا تھا مگر ہر بار ''ناٹ رسپانڈنگ'' کے جواب اس کا دل بالکل توڑ گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کرے تو کیا کرے۔ تین دن نمبر ڈائل کرتے گزر گئے۔ آج اس نے ایک انجانے نمبر سے فون ملایا تھا' وہ سہیلیوں کو تنگ کرنے یا جب کبھی کسی کے ساتھ شرارت کا موڈ ہوتا تب وہ ایسا کرتی تھی۔ انجانے نمبر سے فون کرنا' کچھ دیر تنگ کرنے کے بعد زور سے قہقہہ لگانا اور پھر اپنا تعارف کروا دینا لیکن اس نے آج یہ انجانا نمبر شرارتاً نہیں بلکہ ضرورتاً استعمال کیا تھا شاید وہ اس کا نمبر دیکھ کر ریسیو نہ کر رہا ہو اور ایسا ہی ہوا تھا کیونکہ دوسری ہی ٹون پر کال ریسیو ہوگئی۔

''پلیز تابش پلیز...... فون بند مت کرنا' مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔''

''سوری مشی...... مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی اور نہ ہی سننی ہے' آئی ایم سوری......'' اس کے بے رحمانہ لہجے پر اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''پلیز تابش...... پلیز میں تمہارے لیے سب کچھ کر سکتی ہوں' اپنے ماں باپ' اپنا گھر' ہر چیز چھوڑ

سکتی ہوں...... سب کچھ...... میں مر جاؤں گی تمہارے بغیر پلیز......"

"سوری منشی...... تم میری خاطر اپنے ماں باپ کو چھوڑ سکتی ہو مگر میں...... میں تو تم سے بہت مختلف ہوں۔ میں تو اپنے والدین کی بات تک نہیں ٹال سکتا جو کچھ انہوں نے تمہاری فیملی کے بارے میں بتایا اور جو کچھ اس دن میں نے آنٹی کے رویے میں دیکھا تو آئی ایم سوری...... اس کے بعد میں خود بھی نہیں چاہتا کہ ہم مزید ملیں اور ہاں...... اگلے ہفتہ میری کزن سے میرا نکاح ہے سو پلیز آئندہ مجھے فون مت کرنا۔" وہ کیا کہہ رہا تھا اور اس نے کیا سنا تھا؟ وہ مجسمہ بنتی گئی۔

والدین کی انتہائی لاڈلی اور چہیتی جو کچھ زندگی میں چاہا، وہ ہمیشہ چاہت سے زیادہ ملا تھا اور جس چیز کی چاہت دل اور سانسوں نے کی تھی وہ ہی ناپید کیوں ہو گیا تھا؟ کس پاداش میں کس جرم کی سزا میں...... اولاد والدین کے لیے صدقہ جاریہ ہے تو کیا یہ کفارہ جاریہ بھی بن جاتی ہے۔ آنسوؤں کے بے بہا سیلاب میں اس نے قسم کھائی تھی کہ "تم نہیں تابش تو کوئی بھی نہیں، کبھی بھی نہیں......"

❁......✲......❁

برآمدے میں ایک کونے میں کریم کلر کا بڑا سا روم کولر رکھا تھا جس کے چاروں طرف مکھیوں نے بے ہنگم کالا چھتا بنا رکھا تھا۔ کولر کی چھت پر ایک پیالی میں تھوڑا سا تیل جس لیموں کے بیج اور کچھ پھوک پڑا سڑ رہا تھا یقیناً پچھلے اتوار تیل لیموں بچوں کے سر پر لگایا گیا تھا اور بچا تیل روز قیامت کا فریادی تھا۔ پیالی کے ساتھ ہی لپ اسٹک کھلی رکھی تھی اور ایک ایمرجنسی لائٹ بھی دن میں جانے کب سے روشن پڑی تھی۔ کولر سے کچھ فاصلے پر دیوار میں شیشے نصب تھا جس کی تین شیلف تھیں ایک پر چوسی گنڈیریوں کے چھلکے رکھے تھے۔ کچھ مکھیاں چھلکوں کے گرد طواف کر رہی تھیں اور کچھ بوسے دے کر عشق کا خراج دے رہی تھیں۔

دوسرے شیلف پر ایک پھٹی سی کتاب، قلم رکھا تھا۔ تیسری شیلف پر چابیوں کا گچھا اور سبز رنگ کا ٹیلی فون سیٹ رکھا تھا۔ بکھرے ہوئے گیس، بجلی کے بل گلدان سے دبائے ہوئے تھے اور بلوں کے قریب ہی ایک شیشے کا گلاس رکھا تھا جس کی تہہ سرخ شربت پینے کی چغلی کھا رہی تھی۔ برآمدے کے دوسری طرف کچن کا دروازہ تھا وہاں بھی مکھیوں کا راج تھا یقیناً اندر برتنوں کا طوفان بدتمیزی مچا تھا۔ کلستے ہوئے الماس بی بی کی جھریوں میں مزید ناگواری در آئی غالباً وہ صحن میں بھی ایسے غلیظ مناظر دیکھتی آئی تھیں۔ باہر دس سالہ علیشاء، منیشاء کچن کے ساتھ پلاسٹک کی کرسیاں میز رکھے ایک دوسرے کے چہرے پر بیوٹی پارلر کھولے بیٹھی تھیں۔ منیشاء نے دادی کو دیکھتے ہی ناگوار سا منہ چڑھایا اور علیشاء نے تالی بجا کر زور سے قہقہہ لگایا تھا، جواب میں الماس نے دونوں کو ناگواری سے پنجہ دکھایا۔

"دور فٹے منہ۔" بارہ سالہ رامس ایک کمرے میں ٹی وی پر انگلش موی دیکھ رہا تھا کیونکہ مار دھاڑ شور کی آواز صحن تک آ رہی تھی۔ الماس نے تھوڑا سا اندر جھانکا، پوتے کو آواز دی مگر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی وہ پھر نعیمہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ کمرے کا سفید جالی دار پردہ اس نے ذرا سا سرکایا۔ پردے پر عجیب سی مشک اور چکناہٹ کی اکڑاؤ کا احساس تھا۔ نیچے سے فریل جگہ جگہ سے ادھڑی تھی اور ریلنگ ہک ٹوٹنے سے پردہ درمیان سے جھول رہا تھا۔ اس نے کراہیت سے پردے کو دیکھا اور پھر سامنے بیڈ پر لیٹی نعیمہ کو، وہ ایسے سیدھی لیٹی تھی کہ پاؤں بیڈ کراؤن کی جانب جھول رہے تھے اور پائنتی پر اس کے لمبے ڈائی شدہ بال پھیلے تھے جن کے سروں سے پانی کے ننھے قطرے کارپٹ پر جذب ہو رہے تھے یقیناً وہ اپنے بال ائیر کولر کی ہوا میں سکھا رہی تھی۔ گھٹنے جھلاتے ہوئے ساؤنڈ سسٹم کے فل والیوم پر دھوم فلم کے گانوں نے خوب دھوم مچا رکھی تھی اور ساتھ ساتھ وہ کھوئے کی قلفی چوس رہی تھی، الماس بی بی اس کی بے نیازی پر اندر تک کھول گئی۔

"اندھی کبھی اٹھ کر یہ دھو بھی لیا کر۔ ہاتھ ٹوٹے پڑے ہیں تو وہ جو تیری ماں آتی ہے ناں اسی سے دھلوا لے۔" اس نے کام والی ماسی کو کہا تھا جو دن چڑھے آتی تھی غالباً ان کے

ہاتھ سے پروسی غلاظت کا احساس ابھی تک نہیں گیا تھا۔
”تمہیں کیا تکلیف ہے؟ دعوت دے کر بلایا تھا کسی نے کہ آ کے اپنا تھوبڑا (چہرہ) دکھاؤ یا میرا گند دیکھنے کے لیے گرتی پڑتی آؤ۔“ وہ کرنٹ کھا کر اٹھی‘ خوب صورت لمبے بال بھی پانچی سے سرک کر چوڑی پشت پر جا ٹکے۔
”مجھے بھی شوق نہیں ہے تجھ جیسی پلیدوں کو دیکھنے کا۔“
الماس بی بی نے ہاتھ میں پکڑی دودھ بھری دیگچی قریب رکھے شیشے کی میز پر رکھی جس پر پہلے ہی جھوٹے برتن‘ بالوں سے جکڑا کنگھا‘ گندے رومال‘ چوڑیاں اور ہیئر کلر کی خالی بوتلیں گری پڑی تھیں۔
”وہ تیرا اباواں نہیں ہے جو گھنٹے بھر گیٹ پیٹتا رہے۔“ وہ دیگچی رکھ کر سیدھی ہوئیں‘ جانے کے لیے مڑی ہی تھیں کہ یاد آ گیا۔
”تیری دیگچیاں تو یقیناً دھلی نہیں ہوں گی‘ اب تو مکھیاں بھی چاٹ چاٹ کر گئی ہوں گی‘ کسی جگ‘ پتیلے میں دودھ انڈیل کر میری دیگچی نیچے بھجوا دے‘ میں آپ مانجھ لوں گی۔“ الماس بی بی ناک ماتھے پر ناگواریت لیے باہر کی جانب ہوئیں اور وہ منہ چڑھا کر ”سٹھیائی بڑھیا“ جاجا“ کہہ کر مزے سے ٹھنڈی ہوا میں دوبارہ لیٹ گئی اور بقایا قلفی زبان پھیر کر چاروں طرف سے چاٹنے لگی۔
ہاں اگر کھڑی ہوتی تو ساس کو اچھی طرح مزہ چکھاتی یا تو کہنی سے زور کا ٹہوکا دیتی یا پھر پاؤں سے کچھ سرکا کر اس کے راستے میں ضرور کچھ کر دیتی۔ جس سے وہ الجھ کر گر پڑتی یا کم از کم لڑکھڑا ہی جاتی مگر اس وقت درگزر کیا گیا‘ غالباً یہ سب کرنے کے لیے پہلے اٹھنا پڑتا اور الماس بی بی نے بھی جانے میں ہی عافیت جانی۔ وہ اسی برآمدے سے گزر کر گئیں‘ جہاں پوتیاں پارلر کھولے بیٹھی تھیں اور اب وہ دادی کی بے عزتی ہونے پر ہنس ہنس لوٹ پوٹ ہو رہی تھیں۔
ساس کے ساتھ نعیمہ کا تذلیل آمیز رویہ روز کا معمول تھا۔
ساٹھ سالہ نحیف و نزار الماس بی بی نعیمہ کی سگی پھوپی تھی مگر ان کی ایک دن نہ بنی تھی غالباً بھتیجی پر سستی‘ کاہلی‘ جہالت اور پھوہڑپن کا ہر لفظ ختم تھا۔ طور طریقے چھو کر نہ گزرے تھے‘ تیرہ سالہ شادی شدہ زندگی میں ایک دن بھی قرینے سے کام نہ کیا تھا۔ کبھی کسی چیز کی کوئی ڈھنگ کی جگہ نہ بنائی تھی جہاں رکھ چھوڑی وہاں جگہ بن گئی اور عرصہ دراز کے لیے بن گئی۔ الماس بی بی شادی سے پہلے بھی ناپسند کرتی تھی غالباً اس کے میکے میں بھی افراتفری اور گندگی کا عالم دیکھ چکی تھی۔ بھاوج لیٹی چارپائی توڑتی رہتی اور بھائی جی حضوری میں لگا رہتا۔ وہ اپنے بیٹے کو ایسے گھر بیاہنے کے بجائے ساری زندگی کنوارا رکھ لیتیں اگر بیٹا کسی طور مان جاتا۔ عباس اس کے گورے چٹے‘ بھرے بھرے چھچھاتے جسم‘ چمکتے لمبے بال اور پھر کنواری اداؤں میں ایسا پھنسا کہ جیسا مکڑی کے جال میں پھڑ پھڑاتا پروانہ‘ اس نے منت سماجت اور واسطے دے کر ماں کو رام کیا۔
”وہ بہت اچھی ہے‘ اپنے گھر والوں سے مختلف ہے‘ اماں...... میں مر جاؤں گا اس کے بغیر۔“ الماس بیٹے کی فریاد پر مجبور ہو گئی تھی اور چار و ناچار مان ہی گئی‘ وہ بڑی بہوؤں کی طرح تمام ارمان پورے کرتے ہوئے اسے گھر لائی تھیں‘ اس گھر کی دہلیز پار کرنے سے پہلے ہی عباس نے اسے بتا دیا تھا۔
”اماں بہت مشکل سے راضی ہوئی ہیں‘ صرف تمہاری محبت کی خاطر ماں کو رو دھو کر زبردستی راضی کیا ہے‘ اب مان تم نے رکھنا ہے۔“
”لو جی‘ سگی پھوپی کا خون کتنا سفید ہے کہ وہ ہی نہیں چاہتی کہ میں اس کی بہو بنوں‘ اب سب سے پہلے اسی کا پتا صاف کروں گی‘ جینا حرام نہ کر دیا تو نعیمہ نام نہیں۔“ وہ دل میں تہیہ کر کے سیج پر بیٹھی تھی‘ میاں تو پہلے ہی عاشق تھا مزید اپنی دلربا اداؤں سے اندھا کر دیا۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ تقریباً ہر مرد پیدائشی طور پر لنگڑا‘ گونگا‘ بہرہ اور اندھا اور بند دماغ ہوتا ہے۔ سارے جسمانی اعضاء میں بس ایک دل ہوتا ہے جو اس کا اپنا ہوتا ہے جسے ذرا دھڑکنے کے لیے نرم میٹھا جھونکا چاہیے۔ اس جھونکے کی مٹھاس کے لیے وہ ساری زندگی کسی نسوانی دماغ‘ کان‘ آنکھ‘ زبان یا پھر ٹانگ کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ وہ اپنی نام نہاد طاقت کے زعم میں مانے یا نہ

مانے مگر یہ صنف نسواں کسی بھی رشتے یا تعلق میں اس پر حاوی ضرور رہتی ہے۔ کبھی پر ماں کی صورت کسی پر بہن یا بیٹی کی صورت اور عباس کا تعلق مردوں کے کثیر طبقے سے تھا یعنی بیوی نعیمہ اس کی بینائی، گویائی، سماعت، دماغ سب بن گئی۔ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ اسے اپنی ماں سے محبت نہیں تھی؛ اسے پالا پوسا، کھلایا، پلایا، سکھایا، بنایا سب یاد تھا مگر......

''اماں...... اب بوڑھی ہوگئی ہے چڑچڑی اور تنک مزاج پہلے ہی تھی۔ دونوں بڑی بھابیوں کی بھی یونہی برائیاں کیا کرتی تھی جیسے نعیمہ کی کرتی ہیں۔ ساس ہے ناں، نہیں برداشت ہوتی ہوگی بیٹے کی تقسیم، بہو کا آرام حالانکہ اتنی اچھی تو ہے۔ بیوی، خوب صورت نرم گداز، ہنستی چمکتی بے ضرر سی، طبیعت ٹھیک ہو تو کام بھی کر ہی لیتی ہے۔ نسل الگ پیدا کرتی ہے، بس اماں تو یونہی......'' وہ اماں کی باتیں خاموشی سے سنتے ہوئے دل میں سوچتا رہتا آخر میں قائل کرنے کی ایک ہی دلیل......

''اماں...... طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس کی، رات سے کمر میں شدید درد ہے دوائی لایا ہوں۔'' غالباً وہ کچھ دیر پہلے ہی باہر سے آیا تھا، سیڑھیاں چڑھنے لگا تو الماس بی بی نے اس کا دھیان میلے کپڑوں کی ابلتی مشین کی طرف دلوایا اور وہ فکرمندی سے دوائی دکھاتا ہوا ماں کی طرف پلٹتا لمحہ بھر رکا۔ چند نوٹ خرچہ کے نام پر ان کی ہتھیلی پر رکھ کر فرماں برداری کا ثبوت دیا اور دل میں ساس کی فطرت کو سوچتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

''جا...... تلوے چاٹ اپنی زن کے، زن مرید۔'' الماس پہلے نوٹ اور پھر خالی سیڑھیاں دیکھتے ہوئے اندر تک کلس گئی۔

وہ تلوے کیوں نہ چاٹتا آخر نعیمہ اس کی خوش بختی کا ستارہ تھی۔ ابھی شادی کو چند ماہ ہی ہوئے تھے جب اس کی التجاؤں پر بیرون ملک مقیم بڑے بھائیوں نے اسے بھی لیبر ویزے پر بلوالیا۔ عباس آٹو مکینک کا کام سیکھ رہا تھا، وہاں جاتے ہی وارے نیارے ہوگئے اور وہ دونوں بڑے بھائیوں سے زیادہ کمانے لگا، سال بعد ایک ڈیڑھ ماہ کے لیے چکر لگاتا۔

اس کے آنے سے پہلے اوپر کے پورشن کی خوب صفائی، چمکائی ہوتی، رنگ و روغن ہوتے، پردے بدلے جاتے۔ بچوں سمیت بیگم کے لئے جوڑے جوتے ہر چیز آتی۔ الماس بی اماں کے بھی سیل سے دو جوڑے لاکر دیتی اب ہر چیز نئی چمک دار، سجا سجایا گھر اور بیگم بیمار...... فل میک اپ رنگے بال، نئے طرز کے اسٹائلش سے کپڑے، ہشاش چہرہ مگر چال میں صدیوں کی تھکاوٹ، اٹھتے بیٹھتے ''ہائے اوئی'' بیماریوں کی لمبی فہرست اور جوتی بھی میاں کے سر پر۔

''شادی کے وقت کیسی ہٹی کٹی ماں باپ نے پال کے دی تھی مگر اب سارا دن تمہارے بچوں کے آگے پیچھے خوار ہوتی رہوں۔ سارے گھر کے کام، تمہاری اماں اور پاگل بہن کی خدمت اور پھر ان کی ڈانٹ پھٹکار، جلی کٹی باتیں کیسے بنے صحت؟'' وہ بات بے بات رونے کو ہوجاتی۔

''کوئی بات نہیں یار...... میری خاطر برداشت کرلیا کرو۔'' عباس کو ٹوٹ کر پیار آتا۔

''تمہاری خاطر ہی کر رہی ہوں عباس میری جگہ کوئی اور ہوتی ناں تو کب کی چھوڑ کے جاچکی ہوتی۔ اب دیکھ لو اپنی اور بچوں کی چیزیں لانے سے پہلے پھوپی کو لاکر دیں مگر نہ جی تمہارے سامنے کیوں پہنے اوڑھے، کہیں تم میری تعریف نہ کردو۔ تمہارے جاتے ہی ایک سے ایک پہنے اوڑھے گیں اور ایک میں ہوں بے وقوف، اس بیماری میں بھی تمہارے سامنے اچھا کھا پہن رہی ہوں تاکہ تم ہمیں خوش دیکھ کر جاؤ اور وہاں بھی خوش رہو۔ تمہارے پیچھے تو اللہ ہی جانتا ہے ہمارا کیا حشر ہوتا ہے۔'' اس کی رندھی آواز پر میاں کے پیار میں شدت کے ساتھ ترس کی آمیزش بھی ہوجاتی اور خرچا مزید بڑھ جاتا غالباً آج اسے میاں کی نظروں سے اندازہ ہوا کہ وہ ماں، بہن کے اوڑھے دوپٹے کا نعیمہ اور بچوں کے رہن سہن کو نظروں میں تول رہا تھا۔ جس کی اس نے اتنی لمبی چوڑی تمہید باندھ کر ایسا عقل پر ہاتھ رکھا کہ آنکھوں کے راستے اس کا دماغ اپنی سوچ بن گئی نہ اس نے چیزوں کی بابت کبھی ماں سے پوچھا اور نہ ہی ماں کو

عادت تھی چیزوں کا رونا رونے کی۔ میاں کی پنشن آتی تھی جو ماں بیٹی کے لیے کافی تھی۔ بیٹے بھی الگ سے ماں بہن کا خرچہ بھیجتے تھے مگر وہ بہوؤں پر تبصرے کرتیں پانی و بجلی کے بلوں کے بہانے اڑواتیں اگر کچھ بچ جاتا تو نعیمہ اٹھتے بیٹھتے ایسے طعنے مارتیں کہ وہ خوددار عورت خود ہی چپ اب کے منہ پر دے مارتی۔ کبھی کسی بیٹے نے کوئی حساب کتاب نہ لیا اور الماس بی بی کو ان دنیاوی چیزوں سے رغبت نہ تھی۔ انہیں تو صرف کھلتی تھی تو حد سے زیادہ فضول خرچی یا پھر نعیمہ کا پھوہڑ پن اور بدزبانی' جس کا وہ اکثر بیٹے سے گلہ کرتیں اور جواب میں وہ تاویلیں دیتا۔

"اماں...... یکے بعد دیگر بچوں کی پیدائش نے اس کا یہ حال کردیا' اسی لیے کچھ بیمار بھی رہنے لگی ہے اور پھر چڑچڑی بھی اسی وجہ سے ہوگئی ہے۔" اس کی بصارت نعیمہ کی دین تھی' ماں کی بات پر کھسیانا سا ہنستا اور پھر کمرے میں چلا جاتا۔

❀......❀......❀

الماس بی بی کی ایک بیٹی اور تین بیٹے تھے اکلوتی بیٹی کا دماغی توازن قدرے ٹھیک نہیں تھا۔ دیکھنے والے پاگل' جھلی' سائیں' اللہ لوک کہتے تھے لیکن ایسا نہیں تھا۔ پیدائشی طور پر اس کا دماغ اپنی عمر سے کچھ پیچھے تھا' ضرورت سے زیادہ خاموش' سہمی ڈری ڈری مگر صوم و صلوٰۃ کی پابند۔ پاکی ناپاکی کی تمیز' اپنے پرائے کی پہچان یہاں تک کیا اپنے رہائشی علاقے گرین ٹاؤن کے راستوں کو خوب جانتی تھی۔ الماس بی بی کے تینوں بیٹے قطر میں لیبر ویزے پر تھے۔ بڑے دونوں بیٹے پلمبر اور چھوٹا عباس آٹو مکینک' وہاں ان کا کام جس بھی پیمانے پر تھا مگر یہاں ان کے بڑے ٹھاٹ تھے۔ ان کے خون پسینے کی کمائی بیویاں دونوں ہاتھوں سے لٹا رہی تھیں۔ ماربل سے بنا بڑا سا شاندار بائیس مرلے کا کھلا سا گھر' پہلی منزل پر دو پورشنز تھے جن میں دونوں بڑی بہوئیں بچوں سمیت رہ رہی تھیں۔ دونوں پورشنز کے درمیان الماس بی بی کا کمرہ اور اسٹور تھا۔ دوسری منزل پر نعیمہ براجمان تھیں' ایک تو کسی کی جرأت نہیں تھی اس کی راج دھانی میں قدم رکھنے کی' جتنی وہ شیر و شکر نظر آتی تھی اتنی ہی گھر والوں کے لیے نیولی کی طرح حلق میں پھنسی تھی خاص کر الماس بی بی کے۔

دوسرے کسی کام کا طریقہ سلیقہ نہیں تھا۔ صدا کی پھوہڑ جہاں کھایا جھوٹن وہاں ہی چھوڑ دی۔ صحن میں کہیں گاہے بگاہے پیالی گری پڑی ہے تو کہیں چھلکے' جہاں بیٹھ کر کنگھی چوٹی کی بالوں بھرا برش وہاں ہی پڑا رہا۔ جہاں سرخی پاؤڈر لگایا اٹھانا بھول گئی یہاں تک کہ روٹی بناتے ہوئے چولہے اور بیلن کے گرد خشک آٹے کا حصار بن جاتا۔ بیلن وہاں سے اٹھ گیا' کھانا کھا لیا گیا مگر آٹے کا حصار نہ ٹوٹا۔ ہنڈیا بھونتے ہوئے سرامیک کی ٹائلوں پر مصالحے اور گھی کے جا بجا چھینٹے اگلے دن تک ماسی کی دہائیاں ڈالتے رہتے' ماسی آتی تو اپنی مرضی سے تھی مگر گھر کو چمکاتی اور نعیمہ خود کو چمکاتی رہتی۔ ماسی کے نکلتے ہی خود بھی بچوں کو اسکول سے لینے کے بہانے نکلتی' کچھ دیر میڈم کے پاس ساس کے رونے روتی' پاگل نند کے پھیلاوے بتاتی اور چھٹی پر بچوں کو لے کر راستے سے تنور والے سے روٹیاں ہوٹل والے سے مرغی کی بھنی بوٹیاں لیں' پھیری والے سے نمکین چنے اور بھٹے خرید لیے۔ وہ اور بچے پھانکتے پھانکتے گھر تک آ جاتے۔

الماس بی بی اس کے لچھن دیکھ کر کڑھتی نہ تو اور کیا کرتی' بے شک ان کی بڑی بہوؤں سے بھی کوئی خاص سجاؤ نہ تھا تاہم وہ بھی ان کے بیٹوں کی مشقت کی کمائی کو ہاتھ کا میل تو لیا گرد سمجھ کر جھاڑتی' ٹھاٹ کی زندگی گزر رہی تھی۔ پہننے اوڑھنے میں چادر سے باہر مگر نعیمہ کی طرح پھوہڑ اور بدزبان نہیں تھیں اگر کبھی ان سے تلخ کلامی ہوجاتی تو گردن مار کر اپنے اپنے کمروں میں چلی جاتیں' آگے سے زبان نہیں چلاتی تھیں مگر نعیمہ کی آواز تو گڑھے مردے اکھاڑ دے' جب کبھی الماس بڑی بہوؤں کے سلیقے کی تعریف کردیتی تو وہ بالکل ہی ہاتھے سے اکھڑ جاتی تھیں۔

"ہاں...... ہاں' اپنی جڑوں میں بناہ جو دے رکھی ہے تم جیسی گلہری کو۔ تمہیں تو وہ اچھی لگیں گی۔"

"لعنت ہے تیری شکل پر۔" الماس بی بی نے گھورا تو وہ

گیرل پر بھی اگلے پچھلے حساب برابر کرنے لگی ساتھ چھوٹی منیشاء بھی ماں کی طرف داری کرتے دادی کو منہ چڑانے کے بعد ہنسی کا شغف جاری و ساری رکھے ہوئی تھی۔

"لعنت تو تم پر پڑ رہی ہے پھوپی...... جانے تم نے جوانی میں کیسا گناہ کیا تھا جو پاگل، جھلی بیٹی کی صورت تمہارے منہ پر لگا۔ قبر میں ٹانگیں اتر گئیں پر تاں بھی، تم توبہ نہ کرنا۔"

"خدا کے قہر سے ڈر بدبخت، جب اس نے رسی کھینچی تو دم نکلے گا نہ رہے گا۔" وہ الماس کی چنگھاڑ سننے سے پہلے ہی سر جھٹک کر جا چکی تھیں، بات بات پر پاگل نند کے طعنے دینا اس کا معمول تھا اور بی بی الماس سے بیٹی کا طعنہ برداشت نہ ہوتا تھا۔ آنکھیں نم ہو جاتیں اور لہجہ گلوگیر مگر کیا کرتیں، اللہ کی حکمت کے آگے بے بس تھیں اور نعیمہ کو بددعا نہیں دے سکتی تھیں۔ آخر بیٹے کی نسل اسی سے جنم لے رہی تھی، وہ خاموش زہر حلق میں اتار لیتیں یا کبھی کبھار محلے پڑوس میں اپنی ہم عمر کے آگے رو دھو کر دل ہلکا کر لیتیں۔ بیٹے سے شکوہ بے کار تھا بھائی سے کہتیں تو۔

"تمہارے گھر کا معاملہ ہے بہن......" کہہ کر چپ ہو جاتے۔

عباس کی چند دنوں میں آمد آمد تھی، اوپر پورشن میں خوب صفائی ستھرائی کی ہلچل مچی تھی۔ گھر پُر شور شرابا، اتھل پتھل، الماس کے سر میں کئی دن سے درد تھا وہ سر باندھے چارپائی پر لیٹی تھی اس کے پاس زلیخا (بیٹی) بیٹھی دھلے کپڑے الٹے سیدھے تہہ لگا کر سمیٹ رہی تھی۔ وہ ہر تہہ کے بعد اداسی سے ماں کو دیکھتی پھر فرش پر کچھ تلاشتی اور پھر تہہ لگانے بیٹھ جاتی۔ باہر گیٹ پر کوئی تیسری بار گوالے نے دستک دی، ہر دستک پر گیٹ دھڑ دھڑانے سے وہ بری طرح کانپ جاتی، آخر تنگ آ کر الماس اٹھی اور صحن میں نکل کر ٹیرس کی طرف منہ کیے زور سے چلائی۔

"ام اے...... آ کر لے لے دودھ وہ تیرا اباواں (باپ) بجا بجا کر میرا سر پھاڑ دے گا۔" تیسری چوتھی پکار پر بھی جب کوئی جواب نہ آیا تو وہ بڑبڑاتی ہوئی، اپنا ہی برتن لیے چلی گئی۔

"کم بخت، مریض سے کہاں اترا جاتا ہے۔ نہیں اترا جاتا تو ہٹو اور اپنے لگتے سگتے کو۔" وہ نیم بڑبڑاہٹ میں اپنی دیگچی پکڑے ابھی گیراج تک پہنچی تھی کہ وہ دھپ دھپ سیڑھیاں اترتی نیچے آ دھمکی۔

"بیٹوں سے موٹی موٹی رقم بٹورتے دم نہیں نکلتا صرف دودھ لیتے ہی جان نکلتی ہے تمہاری۔" اس نے جتاتے ہوئے انہی کی دیگچی ان کے ہاتھ سے چھینی کہ وہ ساری ہل گئیں۔

"کم بخت۔" الماس کو اس کی ڈھٹائی پر غصہ آ گیا۔

"جب نیچے مر رہی تھی تو اپنا برتن لاتے ہاتھ ٹوٹ رہے تھے۔" ابھی بے بس سی الماس کے منہ میں لفظ تھے کہ اس نے پہلے اپنی بڑی بڑی آنکھیں کھول کر گھورا پھر دانت کچکچائے۔

"تو مری جا رہی ہو میرے پاس کون سا برتن نہیں۔" اس نے دھکیلنے کے انداز میں انہیں دیگچی زور سے تھمائی کہ وہ بری طرح لڑکھڑائیں پھر پھسلیں وہ سج سج کرتی اوپر چڑھ گئی یقیناً باہر شور گوالے نے بھی سنا تھا اور دوسری بہوؤں نے بھی۔ گوالہ تو وقت ضائع ہونے کی برابر دہائی دیتا رہا اور بہوؤں کے کان پر جوں نہ رینگی، کون سا انہوں نے بڑھیا کو گرایا ہے، جس نے گرایا ہے وہ اٹھا بھی دے۔

❀......❀......❀

گھر میں خوب افراتفری شور ہنگامہ تھا، تقریباً تمام مہمان آ چکے تھے۔ سفید قمقموں نے سرسبز لان کی رونق مزید دوبالا کر دیا۔ انہیں اس گھر میں شفٹ ہوئے تقریباً تیرا سال کا عرصہ ہو گیا تھا، گھر والوں کے طعنے، محلے پڑوس کی عجیب و غریب باتوں سے تنگ آ کر انہوں نے نہ صرف اپنا مشترکہ گھر بلکہ محلہ بھی چھوڑ دیا تھا غالباً جب تیرہ سال پہلے وہ پاکستان آئے تو مستقلاً یہاں کے ہی ہو گئے۔ اپنی ورک شاپ بنائی جو ترقی کرتی کرتی بہت جلد مکینکل کمپنی میں بدل گئی۔ نیک بخت بیوی کا ستارہ عروج پر تھا، اچھے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا ہوا تو رشتے بھی اچھے آنے

لگے۔ بڑی بیٹی علیشا کا رشتہ اپنے دوست ریحان کے توسط سے ایک اچھے گھرانے میں طے ہوگیا۔ سسرال والوں نے منگنی کی بجائے نکاح کو اہمیت دی۔ رخصتی چند ماہ بعد طے تھی غالباً لڑکے کا ایم بی اے کمپلیٹ ہونے میں چند ماہ تھے سب سے چھوٹی اور لاڈلی منیشاء اپنی یونیورسٹی فیلو تابش کو چاہنے لگی۔ ماں باپ سے اجنبیت کا رشتہ تو تھا نہیں اس لیے بتادیا نہ صرف بتادیا بلکہ ایک دو بار اسے گھر بھی لے آئی اور سب سے ملوایا۔

عباس اور نعیمہ کو لڑکا بہت پسند تھا انہیں کوئی اعتراض نہ تھا اور منیشاء خود بھی یونیورسٹی سے ایک دو بار تابش کے گھر گئی تھی۔ تابش اور اس کی ساری فیملی اسے بے انتہا پسند تھی۔ علیشاء کے بعد اسی کی باری تھی اکلوتا بیٹا رامس باپ کے ساتھ مل کر پکا کاروباری بن گیا۔ رنگ و روپ اللہ کی دین سے بہت ملا تھا وہ اپنے خوب صورت کماؤ پوت کے لیے کسی ہیرے کی تلاش میں تھی کوئی لڑکی نظر میں نہ بھاتی اب بھی وہ ساڑھی کا پلو تھامے تمام بیگمات سے ملتی ملاتی ان کی بیٹیوں کو نظر میں تولتی نقص نکالتی عباس کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہوگئی۔

"وہ جو دانت پھاڑ کر ہنس رہی ہے وہی ہے ناں قریشی صاحب کی بیٹی۔" گیٹ کے سامنے کھڑے عباس میاں کو وہ متوجہ کرتے ہوئے بولی تھیں تو انہوں نے بھی بند ہونٹوں سے "ہوں" کہہ دیا۔

"قد تو کچھ خاص نہیں ہے کہاں ہمارا رامس لمبا چوڑا گھبرو اور کہاں وہ...... مجھے تو ذرا اچھی نہ لگی۔" ان کی سرگوشی میں واضح ناگواریت تھی جس کو عباس نے محسوس کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"چلو جیسے تمہاری مرضی بیگم۔" وہ دھیرے سے کہہ کر دو قدم مزید گیٹ کی طرف بڑھ گئے اور گردن اونچی کیے باہر سڑک پر جھانک رہے تھے غالباً رامس بہت دیر سے علیشاء کو پارلر لینے گیا ہوا تھا بارات آچکی تھی اور وہ خاصے فکرمند ہو رہے تھے۔

"آتے ہی ہوں گے آپ بیٹھ جائیں۔" وہ میاں کی فکرمندی سمجھتے ہوئے قریب ہوئی اور بہت رسان سے کہتی سامنے کھڑی کرسی کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

"آئیں ناں۔" وہ کرسیوں پر بیٹھے اور مہمانوں پر تبصرہ شروع کردیا کہ چمکتی سفید ایکس ایل آئی گیٹ سے اندر داخل ہوئی اس کے رکتے ہی وہ دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

علیشاء کے جھلملاتے آتشی گلابی اور سنہری شرارے کو منیشاء ایک طرف سے اٹھائے آگے بڑھ رہی تھی۔ دلہن بنی علیشاء کا ایک ہاتھ رامس پکڑے اسے اسٹیج تک لے آیا۔ دلہا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ پنڈال میں پہلے ہی براجمان تھا دلہن کے آتے ہی سب ادب میں اٹھے اور اس کے بیٹھتے ہی سب بیٹھ گئے گویا آج اس کا نکاح تھا۔ نکاح کے سائن ہوتے ہی مبارک سلامت کا شور مچ گیا کھانے کے بعد دلہا کا دل رخصتی کے لیے مچل رہا تھا غالباً وہ اسی فریاد کے لیے منمنایا۔

"انکل سے بات تو کریں آپ اماں...... حرج ہی کیا ہے اس میں۔"

"تم سیدھے ہو کر چلتے ہو یا......" ماں کی گھرکی اور بہن بھائیوں کی "کھی کھی" پر وہ خاصا کھسیانا ہوا اور سیدھا چلتا بنا۔ اسی تقریب میں نعیمہ کو رامس کے لیے گوہر نایاب بھی مل گیا جس کی منظوری نہ صرف رامس بلکہ میاں اور بیٹیوں نے بھی نظروں ہی نظروں میں دے دی تھی۔

❁......❁......❁

ڈھلتی شام میں دھوپ چھاؤں کی آمیزش تھی شفق کے کناروں سے ٹھنڈی ہوا دل کو لبھانے آرہی تھی۔ دھوپ کی روشنی سمٹتے سمٹتے درخت کے اوپری پتوں پر رہ گئی آسمان پر آتے جاتے بادلوں کے کسی کسی ٹکڑے میں ہلکی ہلکی گرج چمک ہونے کے آثار تھے۔ لگتا تھا کہ کچھ دیر میں ہلکی پھوار پڑنے لگے گی وہ دونوں ٹیرس پر نکل آئے۔ بہت دیر رامس کا چائے پر انتظار کرتے رہے بالآخر نعیمہ نے کل وقتی ملازمہ کو آواز دے کر چائے وہاں منگوالی نعیمہ نے عباس کو چائے پکڑانے کے بعد چکن نگٹس کی پلیٹ

ان کی طرف کی۔ انہوں نے کرسی کی پشت چھوڑتے ہوئے ایک پیس اٹھایا اور پھر ٹیک لگا کر کھانے لگے۔

"میری کیا اوقات تھی بیگم...... یہ تو سب تمہاری خوش بختی ہے۔" انہوں نے چائے کا سپ لیا۔

"آخر کوئی تو اچھا عمل تھا ہی کہ سارے کام اللہ نے سہاؤ سے کر دیئے۔" وہ بات کے دوران بار بار گیٹ پر نظر ڈالتے غالباً اس کو فیکٹری سے آنے میں خاصی دیر ہوگئی تھی جہاں نظریں منتظر تھیں وہاں لہجے میں خوشی اور تشکر گھلا جا رہا تھا، جس سے نعیمہ کے فخریہ تنے اعصاب میں مزید کھنچاؤ آ گیا۔

"یہ تو تم کہتے ہو ناں ورنہ تمہارے گھر والے ہونہہ......" اس نے اپنا کپ تیار کیا اور ایک نگٹس پرچ میں رکھا اس پر کیچپ انڈیلی اور سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے ٹانگ پر ٹانگ رکھ لی۔

"میں نے کتنے جی جان سے ان کی خدمت کی اور انہوں نے صرف طعنے دیئے۔ پھوپی کو تم الگ سے خرچہ بھیجتے تھے اور وہ بدلے میں بددعائیں دیتی مر گئیں، کوسنے دینے کے لیے اس پاگل کو چھوڑ گئیں یہ صلہ دیا ہماری قربانیوں کا۔" اس نے ناک بھوں ایسے چڑھائی جیسے نگٹس چکن کے نہیں بلکہ کریلے کے ہوں۔

"چھوڑو بیگم...... پرانی یادیں اور باتیں دہرا کر تم اپنا خون کیوں جلاتی ہو، کسی کا کیا جائے گا اپنی صحت تباہ کرلوگی۔ انہوں نے اپنا عمل کیا، تم نے اپنا، لوگوں کی عادت ہوتی ہے اچھا کھاتے پیتے دیکھ کر جلنے، کڑھنے کی، جھوٹ گھڑنے کی۔" وہ لمحہ بھر کے لیے رکے۔ "تم تو شکر کرو، اللہ نے تمہیں اتنا نوازا دیا کہ ہر لگا داغ خود بخود دھل گیا۔" وہ ہمیشہ کی طرح بیوی کے دکھ میں برابر کے شریک ہوئے، دلجوئی کرتے رہے اور وہ حق سمجھ کر وصول کر رہی تھی ہمدردی۔

منیشاء لاؤنج سے تقریباً پریڈ کرنے کے انداز میں بھاگتے ہوئے ان کے قریب آئی، اس کی شکل سے لگ رہا تھا کہ وہ انتہائی مجبوری میں آئی ہے کیونکہ وہ کافی دیر سے تابش سے چیٹنگ کر رہی تھی۔ وہ سب کچھ چھوڑ سکتی تھی مگر تابش سے سلسلہ کلام نہیں، اسے باپ کے موبائل کا بار بار مخل ہونا نہایت ناگوار گزر رہا تھا۔ کتنی بار تو وہ کال کاٹتی رہی مگر کرنے والا نہایت ہی بے کل تھا، اسے بابا پر غصہ آیا، اپنا موبائل خوامخواہ ہی ادھر ادھر رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ اس نے ناک چڑھاتے ہوئے موبائل کو دیکھ کر سوچا، تابش کو

"ایک منٹ یار! بابا کو موبائل دے آؤں" کہہ کر وہ بھاگتی ہوئی آئی اور موبائل پکڑا کر اسی رفتار سے واپس چلی گئی۔

عباس نے آنکھیں سکیڑ کر غیر شناسا سا نمبر دیکھا۔ کپ میز پر رکھا اور پھر بٹن دبا کر سیل کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔" ہیلو کے ساتھ ہی بھنوؤں کا درمیانی فاصلہ سمٹنے لگا اور پتلیاں دائیں بائیں گھومنے لگیں۔

"یہ...... یہ کیا کہہ رہے ہو، یہ سب کیسے ہوگیا۔" وہ کنپٹی سہلاتے ہوئے جھٹکے سے اٹھے۔ نعیمہ بھی آنکھ بھنوؤں سے "کیا ہوا" پوچھتی ہوئی برابر کھڑی ہوئی۔ خبر اتنی ہولناک تھی کہ لفظوں میں لپٹ کر ان کی بربادی کی نوحہ کناں تھی، نعیمہ نے سنتے ہی دونوں ہاتھوں سے سینہ کوبی شروع کر دی۔

"ہائے میرا رامس کہاں ہے، ہائے ہائے وہ ٹھیک تو ہے نا؟"

* * *

فاصلے جانے کیسے سمٹ گئے کہ اس قدر پریشانی کے عالم میں بھی عباس لمحے میں اپنی میکینکل فیکٹری پہنچے وہاں دھوئیں، آگ کے علاوہ سائرن بجاتی ریسکیو کی گاڑیاں اور ایمبولینس تھیں، ان کی فیکٹری میں اچانک گیس سلنڈر پھٹنے سے دھماکہ ہوا تھا اور دھماکے کی نوعیت اتنی شدید تھی کہ لوہے کی بھاری مشینری پھٹ کر بکھر گئی۔ الیکٹرک وائرنگ میں آگ لگ کر ہر چیز پگھلی اور دھواں ہونے لگی۔ رامس اس وقت مینوفیکچرنگ ہال میں تھا، مشین کے قریب ہونے کی بناء پر ٹانگوں پر شدید چوٹیں آئیں بلکہ چہرہ اور جسم بری طرح جھلس گیا۔ وہ اور بہت سے ورکرز تشویش ناک حالت میں ہسپتال پہنچائے گئے تھے۔

غم و پریشانی میں وہ بالکل نچڑ کر بیمار رہنے لگے تھے۔ خوش بختی کا ستارہ کہیں ڈوب سا گیا تھا اور وہ اندھیروں میں ہاتھ مارتے چکرا کر رہ گئے تھے جمع جتھا کرنے کی عادت شروع سے نہ تھی پھر بھی جو زیورات اور کچھ رقم تھی۔ وہ چند ہفتوں میں ہی رامس کی زندگی پر لگ گیا یہ بھی اللہ کا کرم تھا کہ صرف ایک ٹانگ پر اس کی زندگی بچ گئی تھی لیکن اپنا کاروباری سفر پھر صفر سے شروع کرنا تھا اور اس چیز کے لیے واحد آسرا گھر ہی تھا۔ نعیمہ کا ڈگمگاتا دیا منڈیر پر رکھا تھا مگر یکے بعد دیگرے جو کچھ ہو رہا تھا، وہ انہیں بوڑھا تر کرنے لگا اور کھڑے ہونے پر چکر آنے لگے غالباً رامس کے گھر آنے کے چند ہفتے بعد تابش اپنے والدین کے ساتھ عیادت کے لیے گھر آیا تھا۔ ایک مقصد رشتہ داری بنانا بھی تھا، وہ جلد از جلد منیشاء کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا تھا۔

❀......❀......❀

وہ سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے چائے پی رہے تھے، مردوں میں گفتگو تو رامس کے حادثے سے شروع ہو کر فیکٹری کے نقصان، ملکی حالات اور پھر سیاست کی طرف مڑ چکی تھی اور عورتوں میں حادثے کے غم کے بعد آہستہ آہستہ خاموشی ہوتی گئی۔ تابش کی والدہ خاصی خاموش لگ رہی تھیں، وہ چائے کی چسکیاں لیتی ہوئی مسلسل نعیمہ کو دیکھتی پھر میز پر لگے لوازمات پر اور جب نظر رامس پر ٹکتی تو کچھ دیر کے لیے رک سی جاتیں گویا وہ اپنی یادداشت کھنگال رہی تھیں۔

"آپ بھی گرین ٹاؤن میں بھی رہے ہیں؟" اس کے اچانک سوال پر نہ صرف عباس نے چونک کر انہیں دیکھا بلکہ نعیمہ کو لگا جیسے گرم چائے نے زبان، سینہ، معدہ تک جلا دیا ہو۔ اس نے نظروں کا زاویہ لحہ بھر عباس کی طرف پھیرا اور پھر اطمینان سے اپنی پیالی ٹیبل پر رکھ کر سیدھی ہو بیٹھیں، صوفے کے بازو پر کہنی جماتے ہوئے ناگواری سی آواز نکلی۔

"جی...... میری سسرال ہے وہاں۔"

"ہوں۔" تابش کی والدہ نے کچھ سوچتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ وہی ہیں ناں، جس نے اپنی ساس......؟" ان کے سوالیہ انداز سے رک جانے پر نعیمہ کی آنکھیں چمکیں اور وہ پہلو بدل کر خاصی تنک کر بولی۔

"آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں؟ ذرا کھل کر بات کریں۔ آپ نے آنکھوں سے کچھ دیکھا تھا، ایسے ہی سنی سنائی میں آ گئیں۔" اس کے نخوت سے گردن مارنے اور لہجے کا پینترہ بدلنے پر نہ صرف تابش کی ماں کی آنکھیں پھیل گئیں بلکہ وہ کچھ حیراں اور پشیمان بھی تھیں، اس بات پر منیشاء سمیت سب پر سکتہ طاری ہونے لگا۔ تابش بھی نعیمہ کے حد درجہ بدلے انداز پر نا صرف حیران تھا بلکہ کچھ سوچ بھی رہا تھا جب کہ منیشاء نے ماں کو کئی بار چپ کروانے کے لیے کہنیوں اور گھرکیوں سے کام لیا مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھیں، کسی کی نہ سننے والی، مزید اونچی آواز میں ہاتھ نچا کر بولی۔

"ایک دن جو اس عورت نے مجھے چین لینے دیا ہو، کہنے کو تو سگی پھوپی تھی مگر مرتے ہوئے بھی مجھے ہی بدنام کرنے کی کوشش کی اگر میں اتنی ہی بری ہوتی تو اللہ مجھے یوں پھل لگاتا۔" وہ اپنے ہاتھ سے سجے سجائے گھر کی طرف اشارہ کر رہی تھیں۔

"لوگوں کی تو عادت ہے جلتی پر تیل ڈالنے کی۔" نعیمہ کے بدلتے انداز پر تابش کی والدہ کبھی بیٹے اور میاں کو دیکھ رہی تھیں اور کبھی منہ بند کیے اور دانت کچکچاتی منیشاء کو جو شرمندگی سے گردن جھکائے ایسے بیٹھی تھی جیسے ماں کو چپ کروانا چاہتی ہو۔

اچھے بھلے خوش گوار ماحول میں ایک دم تناؤ آ گیا، ہر چہرہ دوسرے کو اجنبی لگنے لگا تھا۔ شناسائی کے پردے پر عکس کی بیگانگی دھند دکھاتی تن گئی، وہ بمشکل چند لمحے رکنے کے بعد خاموشی سے چل دیے۔ تابش کا ننھیال گرین ٹاؤن میں رہتا تھا اور ماموں کے بچے بھی اسی اسکول میں

پڑھتے تھے جہاں نعیمہ کے تابش کی والدہ کا اکثر اپنے میکے آنا جانا رہتا تھا اور پھر جب الماس بی بی کا واقعہ پیش آیا تو بھاوج نے نعیمہ کے کپڑوں، جوتوں، چال چلیے سے اچھی طرح یاددہانی کروائی تھی۔ وقت کی گردش نے یادداشت پر دھول تو ڈال دی تھی مگر ذرا ساز ور دینے پر سب دھول جھڑ گئی تھی اور اس کے لب ولہجہ نے مزید وضاحت کردی......

واپسی پر ماما نے خاصے طنزیہ لہجے میں تابش سے پوچھا۔

"تم اس فیملی میں رشتے کے خواہش مند ہو؟" جواباً وہ ہونٹ کاٹتا رہ گیا۔

"بیٹا...... ایک عورت پوری نسل کو آباد یا برباد کرنے کے لیے کافی ہے۔ بہرحال فیصلہ تمہارا ہوگا...... مگر دل کے بجائے دماغ سے کام ضرور لینا۔" تابش کے والد کہہ رہے تھے اور وہ فرماں برداری سے سن رہا تھا۔ وہ ان کا خاصا سمجھ دار اور فرماں بردار بیٹا تھا، لہٰذا اس نے خود ہی اپنا راستہ الگ کرلیا تھا، جس پر منیشاء نے گھر میں طوفان مچادیا، مکمل بھوک ہڑتال، کبھی خودکشی کی کوشش اور کبھی گھر سے بھاگنے کے ڈراوے، مطالبہ یہی تھا کہ ماں جاکر اپنے رویے کی معافی مانگے اور کسی بھی طرح انہیں راضی کرے۔ ایک طرف بیٹے کی بیماری، کاروباری ٹینشن اوپر سے روز روز اپنی چہیتی کی چیخ وپکار، نعیمہ بپھر گئی۔

"کیا تیرے آگ لگی ہے منحوس...... وہ کون سا دنیا کا آخری مرد تھا جو تو کنواری مری جارہی ہے۔"

"وہ آخری مرد نہیں ہے ماما...... مگر پھر بھی میرے لیے وہ آخری ہی تھا۔" کچھ دیر بعد وہ پھر چلائی۔

"مگر آپ جو پیچھے جھنڈے گاڑھ آئی ہیں ناں لہراتے ہوئے ان کا یہ سایہ اس چوکھٹ تک ضرور آئے گا اور ہم کنواری ادھر ہی رہ جائیں گی۔" وہ دانت پیستے ہوئے اتنی زور سے چلائی کہ "حرافہ" کہتے ہی نعیمہ کا ہاتھ اس پر اٹھ گیا۔ منیشاء نے فوراً ہی اس کی کلائی پکڑی ماں کی وحشت زدہ آنکھوں کی پروا کیے بغیر اس کا بازو "ہونہہ" کہہ کر زور سے جھٹکا۔

"میں الماس بی بی نہیں ہوں۔" وہ اگلے دانت جما کر نتھنے پھلاتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"آپ ہی کی بیٹی ہوں اور یہ رویہ میں نے آپ ہی سے سیکھا ہے۔" اس نے سر سے پاؤں تک ایک نظر گم صم ماں کو دیکھا اور پھر پاؤں پٹختی کمرے میں چلی گئی۔

❁......❁......❁

قدرت انسان کو غلطی کرنے کے بعد اسے سدھارنے کا موقع ضرور دیتی ہے، اکثر اوقات یہ موقع اتنا خوب صورت اور طویل ہوتا ہے کہ انسان اپنی خوش قسمتی پر رشک کرتا ہے اور لوگ اسے حسرت سے تکتے ہیں۔ وہ اس رشک میں تفاخر سے اتنا تن جاتا ہے کہ اپنی غلطی تو جانے کس کنویں میں گئی، کب ہوئی، کیسے ہوئی کچھ یاد نہیں رہتا۔ یاد رہتی ہے تو صرف دکھاوے کی نیکیاں جن کا اجر وہ رشک اور لوگوں کی آنکھوں میں حسرت دیکھ کر فخر سے وصول کرتا ہے مگر اس کے رشک کو جانے کس نظر لگ گئی تھی پہلے رامس کی پریشانی کم تھی، اوپر سے منیشاء نے بھی ڈال دی۔

❁......❁......❁

اس کی طبیعت کئی دن سے خراب تھی، جسم تھکا تھکا اور ٹوٹا سا لگتا، سر پر ہاتھ لگتے ہی ٹیسیں اٹھنے لگتی۔ بستر پر لیٹتی تو سانس اکھڑنے لگتی اٹھ کر بیٹھنے پر چکر آنے لگتے۔ اب بھی وہ بے چینی میں کتنی ہی کروٹیں بدل چکی تھی بلا آخر بال سمیٹتے ہوئے اپنی بالوں کو لپیٹ کر جوڑا بنالیا اور بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

"لیٹ جاؤ بیگم...... اللہ پاک خیر کرے گا۔" عباس بھی خدشوں سے بے چین بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے مگر بیگم کی بے چینی دیکھی نہ گئی۔

"کیا خیر ہوگی، میری تو قسمت ہی خراب ہے، پہلے ساس نند نے ستایا اب تمہارے بچے......" وہ گھٹنوں پر کہنیاں رکھے ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھی رہی غالباً منیشاء کا رویہ باپ سے ڈھکا چھپا تو تھا نہیں، جس طرح کے لب ولہجہ میں تربیت ہوئی تھی۔ جوانی میں وہی انداز اپنائے اب غصے اور ضد میں وہ انداز بھڑک کر سامنے آرہے تھے جس پر

دونوں ماں باپ چکرا رہ گئے۔

"تم علیشاء کو تو چلتا کردیں نہ ہو کہ چھوٹی کی بدزبانی اس کے سسرال تک پہنچ جائے اور کوئی نیا ہی چاند چڑھ جائے۔" اس نے ہاتھوں سے سر اٹھا کر میاں کو دیکھا وہ خاموش تھے مگر لمبا ہنکارہ بھر کر چھت گھورنے لگے۔

"میں نے کیا کہا؟ سنا بھی یا نہیں۔" اس کے کندھا ہلانے پر وہ خواب کی سی کیفیت میں بولے۔

"تم جو کہہ رہی ہو نا وہ میں کرچکا ہوں۔ کئی بار پیغام بھجوا چکا ہوں مگر وہ تو ایسے ٹال مٹول کررہے ہیں جیسے ابھی ارادہ نہ ہو۔" وہ ان کی بات سنتے ہی پوری ان کی طرف گھوم گئی۔

"ضماد کو ڈگری تو مل گئی ہے اب کیا تکلیف ہے انہیں رخصتی لینے میں۔"

"پتا نہیں۔" انہوں نے لمبی آہ بھری۔ "بہرحال کل میں خود جاؤں گا ان کی طرف، تم پریشان مت ہو لیٹ جاؤ۔" انہیں نعیمہ کی پریشانی اتنی کھلی کہ صبح پہلی فرصت میں ہی وہ علیشاء کے سسرال جا پہنچے وہاں بے حسی کا وہی عالم تھا۔ والد صاحب اور بڑے بھائی گھر میں نہ تھے والدہ اور بہنیں تھیں جن کے رویوں پر یاسیت چھائی تھی۔ کچھ دیر گھما پھرا کر بات کرنے کے بعد ماں بیٹے کی بے روزگاری کا رونا رونے لگی۔

"ضماد کی نوکری لگے تو میاں کچھ آگے کا سوچیں اب ٹٹ پونجیے پر کیا کنبے کا بوجھ لاد دوں؟" عباس ان کی بات پر حیرت زدہ ہوگئے غالباً انہیں معلوم تھا کہ کامرس کالج میں اسے پچھلے مہینے نوکری مل چکی ہے پھر بھی......

"وہ کالج جا تو رہا ہے غالباً۔" ان کی یاددہانی پر اس نے ناگواری سے ناک چڑھائی۔

"ہاں بھیا...... یہ پرائیوٹ کالج کی نوکری میں بھلا کیا بنتا ہے اٹھارہ بیس ہزار میں بھی بھلا گھر چلتے ہیں۔"

"اللہ کرے کوئی اچھی نوکری مل جائے یا......" وہ "یا" خاصا کھینچ کر بولی۔ "یا کوئی اور مدد، پھر ہی بات بنے گی۔" ان کے چھپے اشارے کو وہ خوب سمجھتے تھے مگر خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کچھ دیر خاموش بیٹھ کر واپس آگئے۔

❁......❁......❁

صبح کی چمکتی کرنیں پل بھر کے لیے پھوٹتیں اور زرد دھوپ چاروں طرف بکھیر دیتیں، زردی سمٹتے سمٹتے سیاہی میں گھلنے لگی۔ سارا ماحول سیاہ گھٹا ٹوپ ہوجاتا۔ دو ماہ ان کی طرف سے انتظار کرنے کے بعد بالآخر اپنے دوست ریحان کو بیچ میں ڈالا، جس کے توسط سے رشتہ ہوا تھا۔

ڈرائنگ روم کے صوفوں پر دونوں دوست بہت دیر سے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ عباس مسلسل اپنی کن پٹی مسل رہے تھے، ریحان بھی سر پکڑے بیٹھے تھے غالباً تسلی، دلاسہ دینے کے الفاظ ان کے پاس نہیں تھے کہ ان کی وجہ سے دوست کی بیٹی پھنس گئی نعیمہ کچھ دیر پہلے ہی چائے لے کر آئی اور پھر وہاں ہی بیٹھ گئی۔ وہ کبھی ریحان کو دیکھتی تو کبھی عباس کو، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کرے تو کیا کرے۔

"بس، بھائی دنیا بھری ہے ایسے لوگوں سے۔" ریحان نے بھی آہ بھر کر تسلی دینا چاہی۔

"اچھے وقت کے سب ساتھی ہوتے ہیں، چڑھتے سورج کو سلامی دی جاتی ہے۔ ہم سے پہچان میں غلطی ہوگئی بہرحال......" انہوں نے بیٹھے بیٹھے پہلو بدلا۔

"علیشاء میری بھی بیٹی ہے، میں کچھ کرتا ہوں اس کے لیے۔" دراصل علیشاء کی ساس نے بڑا گھر، بڑا کاروبار، خوب صورت لڑکی دیکھ کر منگنی کے بجائے نکاح کو اہمیت دی کہ اکلوتے سالے کے ساتھ مل کر بیٹا سسر کا کاروبار سنبھالے گا مگر جیسے ہی فیکٹری کو نقصان پہنچا۔ بزنس تو کیا وہاں جہیز کے لالے پڑگئے تو ان کے رویوں پر بھی برف کی سل رکھی گئی، ایسے میں انہوں نے ریحان کے سامنے لگی لپٹی رکھے بغیر صاف کہہ دیا۔

"میاں...... یا تو کوئی اچھی نوکری لگوادو، یا پھر کوئی چھوٹا موٹا کاروبار تو آج ہی رخصتی کرلیتے ہیں نہیں تو پھر بھیا...... ابھی انتظار کرو۔" اور یہ انتظار جان کا عذاب لگنے لگا تھا، غم و پریشانی میں وہ صدیوں کے بیمار لگتے تھے۔ عباس کے چہرے پر پژمردگی دیکھ کر نعیمہ اپنی

جون میں لوٹ آئی اور دونوں ہاتھ ملتے ہوئے عادتاً کوسنے دینے لگی۔
"خدا غارت کرے ان کے بھائیوں کو کم بختوں کی نظریں لگ گئیں کیسے دیدے پھاڑ پھاڑ کر ضماد اور علیشاء کو دیکھ رہے تھے۔" اس کے بین پر ریحان اور عباس دونوں نے بھنویں اچکا کر انہیں دیکھا مگر وہ مسلسل کراہتے ہوئے ماتم کناں تھیں۔
"ہائے بھائی صاحب...... میں نے تو انہیں منع کیا تھا مت بلاؤ انہیں مگر نہ......" وہ شہادت کی انگلی دائیں بائیں ہلاتے گردن بھی ساتھ ساتھ انکار میں ہلانے لگی۔
"یہ میری سنتے کہاں ہیں باہیں اکڑی جا رہی تھی لے لو اب مزہ......" غالباً گرین ٹاؤن چھوڑنے کے بعد انہوں نے اپنے بھائیوں سے کوئی تعلق نہ رکھا تھا ایک بار بڑے بھائی بھابی کا ایکسیڈنٹ ہوا مگر بیگم نے جانے نہ دیا۔ دوسرے بھائی نے اپنی بیٹی کی شادی کا بلاوا بھیجا تو اپنی طبیعت خرابی کا بہانہ کر کے ٹال گئے پھر زلیخا شدید بیمار پڑی اور ہسپتال میں داخل ہوئی۔ بھائی نے پیغام بھی بھجوایا کہ وہ عباس سے ملنا چاہتی ہے مگر نعیمہ نے صاف انکار کر دیا۔
"ہماری جانی ہے جوتی وہ پاگل جھلی ہمیں دیکھتے ہی کوسنے دینے لگتی ہے۔ پڑھ پڑھ کر پھونکیں مارتی ہے اور ہم عیادت کے لیے جائیں؟ نہ میں جاؤں گی اور نہ تمہیں جانے دوں گی۔ کم بخت نے سارے محلے میں مجھے ذلیل کر دیا اب یاد میں تڑپ رہی ہے ڈرامہ باز موت کے وقت معافی یاد آ رہی ہوگی نا جھوٹی کو۔" نعیمہ نے سنتے ہی اتنا واویلا مچایا کہ عباس ملنے کا عندیہ دے کر شرمندہ ہو گئے۔ گویا بہن نے زک بھی تو خوب پہنچائی تھی کہ احتجاج حق بجانب تھا مگر پھر بھی وہ کچھ دن بعد چوری چھپے چند منٹ کے لیے بہن کی عیادت کرا آئے۔ وقت آگے نکلا اور علیشاء کا نکاح کرنے لگے اپنی پہلی خوشی میں وہ اپنے بہن بھائیوں کو بلانا چاہتے تھے۔ نعیمہ تو کسی صورت نہ مانی مگر جب انہوں نے کہا۔
"یار صرف بھائیوں کو تو بلا لینا چاہیے نئے رشتہ داروں پر بھی رعب پڑے گا۔" وہ ناک منہ چڑھا کر چپ کر گئیں۔
بھائیوں نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور کچھ دیر کے لیے نکاح میں شامل ہو گئے۔ نعیمہ کو ان کا آنا تب بھی کھٹکا تھا اور اب بیٹی کا معاملہ کھٹائی میں دیکھ کر ساری کرتا دھرتا ان کے سر ڈال دی۔
"بھائی صاحب...... کوئی مانے نہ مانے ضرور ان بدبختوں نے جادو ٹونے کروائے ہوں گے۔ سارا دن عاملوں کے پاس پھیرتے کاٹتی تھیں ان کی بہن بھابیاں دیکھو تو سہی بیٹھے بٹھائے چلتا کاروبار ختم ہو گیا۔ بیٹا چارپائی سے لگ گیا ایک بیٹی ہاتھوں سے نکلی جا رہی ہے دوسری اجڑنے کو بیٹھی ہے۔ ہائے ہائے...... میں کہاں جاؤں کس کو پکاروں۔" ان کے باقاعدہ چلا چلا کر ہاتھوں کے ساتھ بین کرنے اور رونے دھونے پر ریحان بھونچکا رہ گئے۔
"بھابی...... آپ حوصلہ رکھیں مشکل آ ہی جاتی ہے مگر......" ان کی ادھوری تسلی کو میز پر چائے کے برتن سمیٹتی منیشاء نے فوراً کاٹ دیا۔
"مگر کیا انکل کون سی مشکل کس آسانی کی امید...... کس بات کی تسلی دے رہے ہیں آپ۔ اب ان کی زندگی میں مکافاتِ عمل شروع ہو چکا ہے جو دوسروں کے لیے گڑھے کھودتے ہیں ناں کوئی گرے نہ گرے وہ خود ضرور گرتے ہیں۔" وہ برتن وہاں ہی چھوڑ کر سیدھی کھڑی ہو گئی اور ہرنی جیسی آنکھیں پھاڑے دانت جمائے ماں باپ کو دیکھ رہی تھی۔
"انہوں نے ساری زندگی دادی اور پھوپو کو دکھ پہنچانے کے علاوہ کیا کیا تھا؟ اب میں اتنی بھی چھوٹی نہیں تھیں کہ کچھ یاد نہ ہو نہ صرف خود انہیں برا بھلا کہتی تھیں بلکہ ہم سے بھی گالیاں دلواتی تھیں مذاق اڑاتیں ان سے خرچا چھین لیتیں کس جرم کی سزا میں...... ہمارے باپ کے دل میں ہر لمحہ ان کی نفرت بوئی...... وہ بھی آنکھیں بند کیے نفرت کی فصل پکاتے رہے بلا تفتیش کیے۔" اسے بے وفائی کی

ضرب ہی اتنی کاری لگی تھی کہ اب سنبھلنا بہت مشکل تھا [illegible]
بھری ہوئی پہلے ہی تھی اب مزید خود سر ہوگئی۔ وہ ماں کو
مسلسل کھا جانے والی نظروں سے گھورتی ہوئی [illegible]
رہ کر دانت جما کر بولی۔
"ماما...... اللہ کی طرف سے [illegible]
اولاد کی صورت [illegible] انسان کو اولاد ہر چیز سے پیاری ہوتی
ہے ناں اسی لیے اللہ پیاری چیز سے انصاف کرتا ہے۔
نیک اولاد ماں باپ کی نیکی کا صلہ ہوتی ہے اور بدنصیب
ہونہہ...... بدنصیب ماں باپ کی کرتا دھرتا۔"
"بکواس بند کر اپنی منحوس......" نعیمہ کیسے صبر سے اس
کی تقریر برداشت کرتی فوراً چلاتے ہوئے بولی۔
"کیوں...... کیوں چپ کروں۔" وہ بھی انہی کی بیٹی
تھی مزید چلا کر بولی۔ "حقیقت تلخ نہیں جارہی اللہ تعالیٰ
میں کسی کا بدلہ نہیں لیتا بلکہ بہت سکون اور مہلت دے کر
انصاف کا پلڑا برابر کرتا ہے۔ اس نے تو آپ کو بہت
مہلت دی بار بار معافی مانگنے کے رستے بتائے مگر آپ
ہونہہ...... آپ کی یادداشت کام کرے نہ کرے مگر اس کی
یادداشت بہت اچھی ہے وہ سب یہاں ہی پلٹا کر منہ پر
مارتا ہے ضروری نہیں ماما...... آپ کسی کا بازو توڑیں تو
بدلے میں آپ کی ٹانگ بازو ہی ٹوٹے۔ دل بھی ٹوٹ سکتا
ہے سکون بھی لوٹ سکتا ہے آپ کی کرنی آپ کی اولاد کو
بھگتنی پڑ رہی ہے۔" چلاتے چلاتے اس کی آواز رندھ گئی
لہجہ گلوگیر ہوگیا اور آنکھوں کے دھندلکے میں وہ تمام منظر
تھے جب وہ بہت چھوٹی تھی اور نعیمہ اس کی دادی پھوپی
سے کیا سلوک کرتی تھی۔ باپ کے سامنے جھوٹی رٹی رٹائی
باتیں سنانے پر چاکلیٹ ٹافیاں اور پیسے دیتی تھی اور خاص
کر وہ دن کتنا ہی عرصہ اسے ڈراتا رہا جب پہلی بار اسے
تنہائی سے خوف آیا۔ اندھیرے میں جانے سے ڈرتی'
سوتے میں سرخ پانی ڈرانے لگتا۔ دادی کے سر سے نکلتا
خون اور اکھڑتی سانسیں' سوچتے ہی اس کی اپنی سانس تیز
چلنے لگتی۔ غالباً جب تیرہ سال پہلے نعیمہ دودھ لینے نیچے
اتری تھی' ساس کی سرزنش پر آپے سے باہر ہوگئی اور ان کی

[illegible] کے انداز
[illegible]
[illegible]
[illegible] دیوار
[illegible]
[illegible]

زلیخا نے کھڑکی سے دیکھا تھا وہ تہہ کیے ہوئے
کپڑے چھوڑ چھاڑ کر باہر لپکی ماں کے سر سے خون ابلتا
دیکھ کر زور زور سے چلانے لگی۔ نعیمہ اپنا جگ لے کر نیچے
اتری تھی اور خوف زدہ سی منیشاہ بھی اس کے ساتھ لگ کر اتر
آئی وہ عادتاً ماں کے ساتھ ساتھ رہتی تھی اور اس وقت تو
ٹیرس کی گرل سے سارا منظر دیکھ چکی تھی۔
"دفع ہو جاؤ تو او پرانی ماں بیٹی کے ڈرامے ہی ختم نہیں
ہوتے۔" اس نے اپنے ساتھ چپکی منیشاہ کو دھپ لگائی اور
گردن جھٹک کر گیٹ کھولا دودھ لیا اور وہ ابھی پلٹی ہی تھی
کہ دونوں جٹھانیاں بھی کمروں سے نکل آئیں۔ چھوٹی
نے اپنا بیٹا دوڑا کر رکشہ منگوالیا اور بڑی چیخنے کے ساتھ
ساتھ زلیخا کی مدد سے انہیں اٹھانے کی کوشش کررہی تھی۔
زلیخا نے ماں کے سر پر قریب لٹکا تولیہ لپیٹ دیا نعیمہ اور
منیشاہ پتھر کی بت بنی پھٹی پھٹی آنکھوں کھلے منہ بس تکے
جارہی تھیں۔ بے شک اسے پھوپی الماس سے شدید
نفرت تھی اور دن میں کوئی دس بار اسے مرنے کے کوسنے
دیتی تھی مگر یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کے ہاتھوں یہ سب
ہوجائے گا۔
اور ہوگا بھی تب جب عباس آنے والا ہوگا اس کے
ہاتھوں میں دودھ والا جگ لرزا اور ریڑھ کی ہڈی میں
سنسناہٹ پھیلتی ہوئی قدموں تک جا پہنچی۔ الماس کی
حالت زیادہ بگڑتی دیکھ کر اس نے جگ منیشاہ کو تھمایا اور خود
مرے مرے قدموں سے آگے بڑھی' ابھی جھک کر پھوپی
کو اٹھانے کی کوشش کی ہی تھی کہ زلیخا نے اسے پورے زور
سے پرے دھکیل دیا۔
"مرے ہٹ...... چلی جا۔" وہ پورا منہ کھولے ہانپتے

ہوئے بولی۔

"تُو نے مارا ہے‘ اللہ نہیں بھولے گا‘ اللہ نہیں بھولتا۔" وہ انگشت اوپر کی اٹھائے بیٹھے بیٹھے کی جھومتی‘ ہانپتی کانپتی بس ایک ہی جملہ کہہ رہی تھی۔ اس کے آنسو گالوں سے بہہ کر منہ میں جانے لگے پھر ہسپتال میں دوسرے دن ہی الماس بی بی نے جان دے دی تھی۔

تینوں بیٹے ایمرجنسی ٹکٹ پر پاکستان آ گئے‘ زلیخا کی زبانی تفصیل سن کر بھڑکے تو تھے مگر معاملے کو گھر میں دبانے کی کوشش کی تھی۔ ایک بدنامی کا ڈر تھا‘ دوسرے تھانے کچہریاں پھر پاگل بہن کی گواہی کے علاوہ کوئی واضح ثبوت نہ تھا اور صاف لگ رہا تھا کہ پھسل کر گرنے سے چوٹ لگی ہے۔ بڑی جٹھانیاں غالباً اسی لیے چپ تھیں کہ بڑھیا تو مر گئی اب خوامخواہ بدزبان‘ جاہل دیورانی سے بیر کیا باندھنا۔ نعیمہ رو رو کر الگ ہلکان ہو رہی تھی بہرحال جو بھی تھا اور زلیخا کتنی ہی کم دماغ یا پاگل سہی مگر اس نے نعیمہ کو جنازے کے قریب تک نہ آنے دیا تھا‘ وہ اسے دیکھتے ہی چلاتی۔

"ہاتھ نہ لگا‘ تُو نے مارا ہے...... اللہ نہیں بھولتا۔" اس کے انداز پر عورتوں میں خاصی چہ مگوئیاں ہونے لگیں‘ کچھ تجسس فطرت عورتوں نے اسے کرید کرید کر پوچھا۔

"آخر خود کیسے گر گئیں‘ ہوا کیا تھا؟" غالباً سارا محلہ اس کے انداز و اطوار سے واقف تھا۔

❀......❀......❀

وقت گزر گیا تھا‘ لمحوں کا پنچھی ڈال ڈال کودتا چٹان پر جا بیٹھا تھا۔ تیرہ سال پہلے بھی گھر کی سرد جنگ‘ بہن بھائیوں کی طنزیہ نظریں‘ چیرتا سا کوئی لفظ اور عجیب احساسِ ندامت سے نکلنے کے لیے عباس نے تنہائی میں نعیمہ سے پوچھا تھا۔

"مجھے سچ بتا دو آخر ہوا کیا تھا؟"

"آپ کے خیال میں میں جھوٹ بول رہی ہوں۔" وہ آواز میں آنسوؤں کی آمیزش بھرتے ہوئے اس کے قریب کھسک گئی۔ "کیا میں اتنی ظالم ہوں کہ اپنی سگی پھوپی کو ماردوں گی‘ اس پاگل کی باتوں پر یقین کر رہے ہیں‘ میرا اعتبار نہیں رہا آپ کو۔"

"اعتبار ہے تبھی پوچھ رہا ہوں‘ بھائیوں کی سوالیہ نظروں کا سامنا نہیں ہوتا مجھ سے زلیخا کے لفظ کن پٹیاں پھاڑ رہے ہیں۔" وہ آنکھیں بند کیے لمبی لمبی سانس لینے لگے جس پر نعیمہ نے بھی "سوں سوں" کرتے زور سے سانس کھینچی اور ہچکیاں لیتے ہوئے باقاعدہ رونے لگی۔

"زلیخا اور پھوپی کے کیا کہنے‘ انہیں تو میں اس گھر میں آنے سے پہلے ہی ناپسند تھی۔ ہر بات میں مجھے روکا ٹوکا برا بھلا کہا۔ کبھی میری کوئی تعریف کی تمہارے سامنے؟ جب سامنے برا بھلا کہتی تھیں تو اندازہ لگا لو پیچھے کیا کرتی ہوں گی؟ انہیں تو بس اللہ نے بہانہ دے دیا۔ میرا قصور تو صرف اتنا ہے‘ میں دودھ لینے نیچے آئی تھی۔ پتا نہیں پھوپی کی کس چیز سے ٹکر ہوئی اور پھسل کر گر گئیں۔" وہ سانس لینے کے لیے چند لمحے رکی اور دوپٹے سے خوب ناک رگڑ کر دوبارہ شروع ہوئی۔

"میں نے تو انہیں اٹھانے کی کوشش کی تو زلیخا نے مجھے زور سے دھکا دے دیا‘ اوپر سے جھوٹ بول بول کر سارے گھر کو اکٹھا کرلیا‘ تم بے شک مجھ سے قسم لے لو راس کی۔"

"بس بس‘ بچوں کی قسم کیوں اٹھا رہی ہو۔"

"آپ یقین بھی تو نہیں کر رہے۔" وہ کچھ منہ پھلا کر بولی۔

"منیشاء پاس تھی بے شک اس سے پوچھ لو۔" وہ ہر پل ماں کی گواہ بننے کو تیار تھی۔ اسے ماں سے محبت بھی تو بے پناہ تھی‘ اب بھی فوراً بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوگئی‘ سب سے لاڈلی اور چھوٹی منیشاء اس کا بہترین ہتھیار تھی‘ عباس کے روکنے کے باوجود اس نے زور سے منیشاء کو پکارا۔

"جی ماما۔"

"بتا اپنے باپ کو تیری دادی کیسے گری تھی؟" وہ ہاتھ سے روکنے کے اشارے کرتے رہے مگر منیشاء ماں کے

رٹے رٹائے سبق میں خود سے اضافہ کرتی ماں کو بھی حیران کرگئی۔

''پاپا...... دادی خود ہی پھسل کر گری تھی' ٹھوکر لگنے سے ہمارا سارا دودھ بھی گر گیا تھا۔ تائی امی اور پھوپو نے مل کر ماما کو مارا کہ تم نے دھکا دیا ہے اور پاپا......'' وہ کہتے کہتے باپ کے کندھے پر جھولنے لگی۔ ''ماما نے مجھ سے رکشہ بھی منگوایا تھا' دادی کو ہسپتال لے جانے کے لیے مگر پھوپو اسد کے لائے رکشے پر گئیں اور جاتے جاتے مجھے تھپڑ بھی مارا تھا۔'' نعیمہ بیٹی کی خود بیانی پر جہاں حیرت زدہ تھی' وہاں دل ہی دل میں اپنی تربیت کو داد بھی دے رہی تھی۔ منیشاء ابھی جانے اور کیا کیا کہتی' عباس نے اس کا بازو کندھے سے ہٹایا۔

''اچھا بیٹا تم جاؤ۔''

بھائی' بھابیوں اور محلے والوں کی دبی دبی طنزیہ نظروں سے بچنے کے لیے انہوں نے یہی حل نکالا کہ یہ محلہ چھوڑ دینا چاہیے۔ اس الزام بھری ندامت سے پیچھا چھڑاتے چھڑاتے تیرہ سال بعد آج پھر وہ نعیمہ کے روبرو سراپا سوال تھے جیج چلا کر ماں باپ کو حیرت کے سمندر میں ڈبو کر منیشاء اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ ریحان نے بھی وہاں سے جانے میں ہی عافیت سمجھی تھی اور عباس سر تھامے گنگ نعیمہ کو پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

''یہ کیا کہہ گئی ہے؟'' ان کے سوال پر نعیمہ نے بھونچکا کر انہیں دیکھا' وہ لحہ بھر ہی دیکھ سکی تھی پھر پریشان نگاہیں ادھر اُدھر کارپٹ پر جم گئی تھیں۔

''میں تم سے کیا پوچھ رہا ہوں نعیمہ بیگم...... منیشاء کیا کہہ گئی ہے؟''

''کیا خبر کیا کہہ رہی تھی' کم بخت کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' اس نے ناگواری سے سلوٹ ماتھے پر ڈالی اور ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے وہاں سے اٹھنے لگی۔

''بیٹھو یہاں۔'' ان کے گرم لہجے پر وہ یک لخت ہی دم سادھے بیٹھ گئی۔

''مجھے صرف اتنا بتادو کہ جو زلیخا کہتی رہی ہے' وہ سچ تھا؟'' میاں کی عدالت میں آج آنسوؤں اور ہچکیوں سے کام نہیں چلنا تھا' اسی لیے وہ قدرے تنک کر بولی۔

''ہاں...... اس پاگل جھلی پر سب کو اعتبار ہے اور میں ہی جھوٹی ہوں۔ چھبیس سال تمہارے ساتھ گزار دیئے پھر بھی یقین نہیں ہم کو۔''

''مزید جھوٹ نہیں......'' وہ دانت جما کر اس سے زیادہ زور سے چیخے' جس پر وہ ساری کی ساری کانپ گئی۔

''تم نے ریتیس کی قسم اٹھائی تھی نا' یاد ہے تمہیں۔'' ان کے مزید زور سے چلانے پر اس نے لحہ بھر ہی انہیں دیکھا اور جب مطلب سمجھ میں آیا تو آنکھیں پتھرا کر پھیلتی چلی گئی' دل میں کوئی بھالا سا پیوست ہوتا جارہا تھا۔

''میرا رامس اپاہج ہوگیا ہے...... جھوٹی عورت......'' انہوں نے جبڑے دبا کر ایک سانس میں کہا اور دونوں ہاتھوں سے اسے جھنجھوڑا اور وہ کسی بے جان چیز کی طرح ہلتی چلی گئی اور آنکھیں رامس کا سوچتے ہی ساکت ہوتی گئیں۔

''تمہاری یہ خاموشی بہت بڑی صداقت ہے' بہت بڑی صداقت کا پیش خیمہ۔'' وہ نفرت سے اسے دھکیل کر پرے ہوگئے۔ ''بہت بڑی غلطی ہوگئی مجھ سے' بہت بڑی بھول' تمہارے حسن کی اندھی پٹی میری آنکھوں پر بندھی رہی۔ بہت دیر سے اتری ہے یہ پٹی جب سب کچھ تباہ ہوگیا' برباد ہوگیا میں۔'' وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹ رہے تھے' وہ اپنا بھاری بھر کم سن ہوتا وجود لے کر اٹھی اور دھپ سے ان کے قدموں میں جا گری۔

''مجھے معاف کردو' اللہ کے لیے مجھے معاف کردو۔ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا بس روز روز ان کی ڈانٹ ڈپٹ پر غصہ آ گیا تھا۔ غصہ میں ہی......'' اس کے لفظ پورے ہونے سے پہلے انہوں نے جھٹکے سے اپنے پیر چھڑائے۔

''دشمنی بھی پیار و محبت میں نہیں ہوتے بیگم...... غصے میں ہی دوسروں کی زندگی چھینی جاتی ہے' ایسے ہی تو غصہ حرام نہیں اور معافی...... ہونہہ......'' وہ خاصا آگے بڑھ کر

منہ موڑ کر کھڑے ہوگئے انہوں نے تنے اعصاب ڈھیلے کرتے ہوئے گردن پیچھے کو جھٹکی۔

”معافی کا پاکیزہ لفظ قاتل کے لیے نہیں بنا' میرے بھائیوں نے تو نام نہاد عزت کی خاطر تمہیں پتا نہیں کیسے معاف کردیا مگر میں' میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔ میری ماں کی موت میری تباہی' میری اولاد کی بربادی سب کی ذمہ دار ہو صرف تم۔“ وہ زمین سے اٹھی' بازو سے پکڑ کر انہیں اپنی طرف موڑنا چاہا مگر انہوں نے جھٹکے سے اسے پیچھے کیا اور انگشت اٹھائی۔

”ہاتھ مت لگانا مجھے' مظلوم کے آنسو عرش چیر دیتے ہیں' آہوں کا قرض سود سمیت پلٹتا ہے۔ تمہاری وجہ سے وہ سود پلٹا ہے مجھ پر...... نفرت ہو رہی ہے تمہارے وجود سے' نفرت......“ وہ شعلہ بار نگاہیں اس پر گاڑتے باہر نکل گئے۔

❁......❁......❁

وہ کتنی ہی دیر روتی' سلگتی رہی' اک اک لمحہ کرب بن کر رگ وپے میں اتر رہا تھا۔ عباس شام کے گئے اگلی صبح تک نہ پلٹے تھے' تینوں بچے بھی اپنے کمروں میں قید تھے۔ وہ ساری رات صوفہ پر اینٹھی' بدحواس کے عالم میں اپنے ناخن' پوریں چباتی' ہونٹ نوچتی رہی۔ جرم کرنا اور جرم ثابت ہونا الگ معاملہ تھا اور ثابت بھی اس پر جو جان کی طرح چاہتا تھا' جس نے کبھی پوری آنکھیں کھول کر ڈپٹا بھی نہ تھا' آج مار کر گیا تھا' نفرت کر رہا تھا اور وہ اولاد...... جسے بھی کچھ نہ کہا تھا اور نہ کسی کو کہنے دیا۔ منہ سے نکلنے سے پہلے ہر خواہش پوری کی' لاڈلی چہیتی منیشاء کا جنون' اکلوتے رامس کا ادھورا پن اور پھر پہلی اولاد علیشاء کی بربادی کے خوف سے سلگتی آنکھیں۔

یہ وقت کی کون سی گردش تھی' گھومتے پہیے کا ہر بلند حصہ لمحے میں ہی مٹی سے جالگا تھا۔ غلطیاں' کوتاہیاں' ظلم و زیادتی اس کی تھی تو پھر سزا' پاداش' ندامت' پچھتاوے اسی کو بھگتنے چاہئیں۔ اولاد کی صورت میں تو بہت اذیت ناک تھی یہ بھگتان......

❁......❁......❁

گھڑیال پر دس کی ٹن ٹن سن کر وہ وہاں سے اٹھی' اپنا دوپٹہ کھول کر لپیٹا اور گھر سے باہر نکل گئی۔ شام نے اپنے پر پھیلائے پھر رات کے پنجے گڑھ گئے۔ اگلا دن بھی تپتا سلگتا نمودار ہوگیا۔ عباس تو اس دن شام میں گھر لوٹ آئے' نعیمہ کے بارے میں کسی سے استفسار نہیں کیا مگر علیشاہ کچھ بے کل تھی اور اگلے دن یہ بے کلی سوا ہوگئی۔ نعیمہ کل سے غائب تھی' ایک دن اور گزر گیا عباس تو اسے قطعاً نہ ڈھونڈتے' ان کے خیال میں وہ میکے دفع ہوگئی تھی مگر علیشاء نے رو رو کر برا حال کرلیا تھا۔

”کیوں رو رہی ہو؟“ انہوں نے اس کے سر پر دست شفقت رکھا۔ ”جتنی وہ ڈھیٹ عورت ہے ناں' اسے کچھ نہیں ہونے لگا' اپنی ماں کے پاس منہ چھپائے پڑی ہوگی۔“ لہجے کی حقارت پر وہ ہچکیاں لیتی گھٹنوں کے بل ان کے قریب بیٹھ گئی۔

”پاپا...... وہ وہاں نہیں ہیں' میں نے نانو کو فون کیا تھا۔“ وہ ان کے گھٹنے پر سر رکھے اور زور سے رونے لگی۔ ظاہر ہے جیسی بھی تھی مگر وہ اس کی ماں تھی اور بغیر بتائے دو دن سے غائب تھی۔ اس نے ملنے ملانے والی ہر جگہ پتا کرلیا تھا مگر وہ کہیں بھی نہ تھی۔ عباس اپنی بھنوؤں کے درمیانی حصے کو پوروں میں بھینچے بیٹھے تھے' گویا شدید ڈپریشن میں تھے۔ وہ ایک ہاتھ سے سر تھپک رہے تھے انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اب کریں تو کیا کریں۔ ان کی سوچوں اور علیشاء کی سوسو کو موبائل کی ٹون نے مخل کیا' اس نے موبائل اٹھا کر باپ کو پکڑایا۔ وہ چند لمحے دیکھتے رہے' بہت عرصہ بعد یوں اچانک بھائی کی کال کچھ سمجھ نہ آ رہی تھی' انہوں نے بٹن پریس کرکے فون کان سے لگالیا اور بھائی نے بھی رسمی علیک سلیک کے بعد پولیس کی آمد کا بتایا تو ان کی پوری آنکھیں پھٹ گئیں اور وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے' وہ نعیمہ کے پردہ پوش ہونے پر سب کچھ سوچ سکتے تھے مگر یہاں تک گمان نہیں تھا۔

”لو...... اتنی ہمت ہے اس میں ہونہہ؟“ انہوں نے

کھڑے کھڑے استہزائیہ انداز میں کہا اور ایک نظر روتی ہوئی علیشا پر ڈالی وہ بھی ناسمجھی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"آخر معاملہ کیا ہے یہ سب ہو کیا رہا ہے۔" بھائی کی الجھن پر انہوں نے ناگوار سا بل پیشانی پر ڈالا۔

"خود آرہا ہوں آپ کی طرف۔" اس نے کہتے ہی فون بند کیا اور آنسوؤں سے تربتر حیران ہوتی بیٹی کو ایک نظر دیکھا پھر اس کے سر کو تھپتھپا کر باہر نکل گئے۔

❁......❁......❁
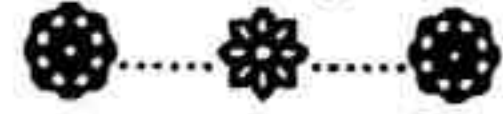
غالباً نعیمہ کا دماغ منیشاء اور عباس کے الفاظ اور انداز سے اس قدر تھک گیا کہ وہ بلا سوچے سمجھے گرین ٹاؤن سے ملحقہ سٹی تھانے میں سیدھی ایس ایچ او کے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے وہاں جا کے نہ صرف اعتراف جرم کیا تھا بلکہ خود کو گرفتاری کے لیے بھی پیش کر دیا۔ ایس ایچ او حیران تھا کہ صبح ہی صبح کوئی عورت آئے اعتراف جرم کرنے گرفتاری پیش کرے اور جائے وقوع کے علاوہ کوئی اتا پتا نہ دے۔ اس نے سوچتے ہوئے کانسٹیبل سے پرانی فائلز کھنگالنے کو کہا۔

بارہ تیرہ سالہ ریکارڈ میں کہیں بھی کوئی ایسا کیس فائل میں نہیں تھی۔ وہ خاصا پریشان ہو گئے دیکھنے میں وہ کھیم شحیم کھاتے پیتے گھرانے کی عورت اور ملزم...... پہلا خیال تو یہی آیا کہ ہو سکتا ہے گھریلو پریشانیوں لڑائیوں سے تنگ آ کر راہ فرار تھانہ ملا ہو یا پھر دماغی توازن کا کوئی مسئلہ ہو بہرحال اس نے اسے ایک چھوٹے سے کمرے میں بند کر دیا اور اس کے بتائے جائے وقوع پر دو کانسٹیبل بھیجے لیکن اس پتا پر تالا تھا۔ اگلے دن ویک اینڈ آ گیا اس سے اگلے دن کانسٹیبل دوبارہ گئے اور گیٹ بڑے بھائی نے کھولا۔ وہ کانسٹیبل کی پوچھ گچھ تفتیش پر پہلے تو گھبرا گئے پھر عقل مندی کا مظاہرہ کیا اور تھانے آ کر ایس ایچ او سے ملنے کا کہہ کر ٹال دیا ان کے جاتے ہی بھائی نے پہلی کال عباس کو ملائی تھی۔

❁......❁......❁

تینوں بھائی ڈرائنگ روم میں سر پکڑے بیٹھے تھے زلیخا اپنے مخصوص انداز میں گردن جھکائے غائب دماغی سے باری باری تینوں بھائیوں کو دیکھ رہی تھی یقیناً عباس اپنی بے حسی کوتاہیوں کا اعتراف کر چکے تھے اور سر جھکا کر بری طرح سے رو رہے تھے۔ چھوٹے بھائی کا اس قدر رونے سے بڑے بھائی کا دل پسیج گیا اور ہمت بندھاتے ہوئے کاندھے کو دبایا۔

عباس نے شرمساری سے انہیں دیکھا اور پھر گلے لگ گئے سسکیاں لیتے ہوئے سر قدرے اٹھایا تو نظر معصوم زلیخا پر گئی۔ اصل مجرم تو اس کے تھے نقصان تو سب سے زیادہ اس کا ہوا تھا۔ وہ شرمساری سے صوفے میں دھنستے چلے گئے خواہ بیوی نے کچھ بھی کیا ہو مگر برابر کے شریک خود بھی رہے تھے۔ اسے اتنی ڈھیل کیوں دے دی؟ اتنا طاقت ور زعم سے بھرا مرد اندر سے کتنا بودا ہوتا ہے کہ ایک عورت اسے آسانی سے بیوقوف بنا لیتی ہے آخر وہ تصویر کا ہر رخ عورت کی آنکھ سے کیوں دیکھتا ہے؟ اسے ہی حقیقت سمجھتا ہے؟ ایک ہی رشتے سے کیوں جڑ جاتا ہے ہر رشتے میں توازن کیوں قائم نہیں رکھ سکتا کیوں...... آخر کیوں؟

جب نعیمہ اسے ماں بہن کے رویے بتاتی رہی بچوں سے گواہیاں دلواتی رہی تو اس نے ماں سے باز پرس کیوں نہ کی۔ بہن تو چلو پاگل تھی ماں تو ٹھیک تھی۔ بیوی کے آنسو ہی کیوں نظر آتے رہے ماں کی آنکھوں کی نمی کیوں نہ دیکھی؟ اپنی بربادی کا میں خود ذمہ دار ہوں۔ قصور تو سارا میرا ہی تھا نعیمہ نے کیا درست کیا تھا کیا غلط...... سوچ سوچ کر ان کے آنسوؤں میں روانی آ گئی وہ بہت مشکل سے ہمت کر کے اٹھے اور زلیخا کے قدموں میں بیٹھ کر زور زور سے رونے لگے۔ وہ بھی گرتے مینار کی طرح بیٹھتی چلی گئی۔

❁......❁......❁

وہ بہن بھائی ان چار دنوں میں کوئی پانچویں چھٹی بار ایس ایچ او کے آفس میں اکٹھے ہوئے تھے۔ موضوع بحث نعیمہ کا غیر مناسب رویہ تھا ایس ایچ او ان کا دور کا جاننے والا نکل آیا اس نے بڑے بھائی کی التجا پر ابھی تک کوئی

کارروائی نہ کی تھی بلکہ وہ ان سب کو فون کرکے بلاتا اور معاملہ نمٹانے کا کہتا ورنہ دو چار روز میں معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل جاتا تھا۔ بڑے دونوں بھائیوں نے اسے اللہ کے واسطے معاف کرنے کو کہا مگر عباس کسی صورت میں نہیں مان رہے تھے بڑے بھائیوں نے بہت سمجھایا۔

"ہم بال بچے دار ہیں بیٹیوں والے ہیں سزا و پاداش سے ہماری ماں تو واپس نہیں آسکتی مگر ہماری اولاد کے لیے بہت سے مسائل کھڑے ہوجائیں گے۔" انہوں نے بہت تحمل سے سمجھایا مگر آج بھی عباس قائل نہ ہوئے۔

"دیکھو ابھی بات ایس ایچ او کے ہاتھ میں ہے اگر کیس فائل ہوگیا یا میڈیا کو پتا چل گیا تو تھانے کچہریوں میں اتنے ذلیل ہوں گے کہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے خاندان بھر میں رسوا ہوجائیں گے۔"

دوسرے نمبر والے بھائی زیادہ پریشان تھے انہوں نے چند دن پہلے ہی بیٹی کا رشتہ طے کیا تھا مگر عباس پر کسی کی پریشانی کوئی اثر نہیں کررہی تھی جتنی انہیں اس سے نفرت ہورہی تھی۔ اس سے زیادہ خود سے وہ نہ اس کی صورت دیکھنا چاہتے تھے نہ دکھانا اسی لیے ہونٹ سختی سے بند کیے نفی میں سر ہلاتے رہے۔

"ٹھیک ہے سر مجھے اجازت دیں کہ میں کیس فائل کروں۔" ایس ایچ او بڑا سا رجسٹر کھول کر صفحے الٹ پلٹ کرنے لگا ساتھ ساتھ عباس کو بھی دیکھ رہا تھا۔

"لیکن سر...... تفتیش پہلے دن سے ہوگی۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا پوائنٹر پیپر پر رکھا۔ "تمام لوگوں کے بیانات درج ہوں گے موقع پر موجود تمام خواتین کو یہاں آنا پڑے گا اور یقیناً کیس چلنے پر وقفے وقفے سے عدالت جانا پڑے گا۔ ہوسکتا ہے مجسٹریٹ صاحب قبر کشائی کا حکم دیں پوسٹ مارٹم ہو۔ ملزمہ کا جرم ثابت ہونے پر آپ جانتے ہی ہیں جو سزا ہوگی۔" اس نے پیشہ وارانہ انداز میں صفحہ تیار کرنا شروع کیا تو بھائی جان نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ لیا۔

"ایک منٹ یار...... تم رکو تو سہی۔" وہ منت بھرے لہجے میں کہتے عباس کو دیکھ رہے تھے وہ سختی سے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا اور آنکھوں سے تواتر پانی بہہ رہا تھا غالباً قبر کشائی کا سنتے ہی ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔

انہوں نے اپنی ماں کو دیا ہی کیا تھا بچپن سے جوانی تک پڑھائی لکھائی پھر کام کاج سیکھنے کے عرصے میں اپنے ناز نخرے اٹھوائے چھوٹے ہونے کا اعزاز حق سمجھ کر وصول کیا اپنی پسند کی شادی کی باہر چلے گئے چند نوٹ خرچے کے نام پر ادا کیے اور ہر طرح کی ذمہ داری سے نبرد آزما رہے۔ بیوی کی سنی سنائی میں ماں کو چڑچڑی تنگ مزاج جانا اور اب جب دنیا کے جھمیلوں سے ان کی جان چھٹے تیرہ سال ہوگئے تو ان کی قبر کشائی ہو پوسٹ مارٹم ہو زندگی میں تو ان کی خدمت نہ کی سکون نہ دیا اب مرنے کے بعد روح بھی میری وجہ سے گھائل ہو۔ سوچتے سوچتے ان کی گردن مزید جھکتی گئی۔

"عباس پھر کیا خیال ہے؟" بڑے بھائی نے انہیں گم صم دیکھ کر نرمی سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا عباس نے ایک نظر انہیں دیکھا اور لمبی آہ بھری شاید ان کی خاموشی اور سرد آہیں نیم رضامندی تھے۔ بڑے بھائی کو بھی ان کی کیفیت پر دکھ ہورہا تھا انہوں نے ایس ایچ او کو مخاطب کیا۔

"ہاں بھئی...... اب بتاؤ ہمیں کیا کرنا ہوگا۔"

"یہ ایک سرکاری پیپر ہے معافی نامہ سمجھ لیں اس پر آپ سب کے دستخط ہوں گے وکیل کے دستخط ہوں گے۔" دراز سے موٹا گدلا سا کاغذ نکال کر دکھانے پر نہ صرف بھائی جان کی آنکھیں بھنویں سکڑ گئیں بلکہ عباس سمیت دوسرے بھائیوں نے بھی چونک کر دیکھ گویا انہیں سمجھ نہ آئی ہو یقیناً اسی لیے اس نے مزید وضاحت کردی۔

"ایک طرح سے اعتراف نامہ سمجھ لیں اگر کبھی کوئی شخص اس کیس کو اٹھائے گا تو محکمہ کو سیکیور کرنے کے لیے ہمارے پاس پروف ہوگا کہ آپ لوگ قصاص لے چکے یا معاف کرچکے ہیں۔" بڑے بھائیوں نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کاغذ پکڑا اور باری باری منتخب جگہ پر سائن کردیئے اور عباس کتنی دیر اس کاغذ پر درج تحریر دیکھتے رہے

اور روتے رہے اور اپنے ہاتھ کی بند مٹھی ہتھوڑے کی طرح اپنی پیشانی پر مارتے رہے اور لمبی سانس بھر کر ٹوٹے پھوٹے دستخط کیے۔ کرسی دھکیل کر اٹھے اور تیزی سے باہر نکل گئے۔ دونوں بھائیوں نے ایس ایچ او سے ہاتھ ملایا اور کھڑے ہوگئے۔ اسی کے حکم پر ایک کانسٹیبل تھوڑی دیر میں نعیمہ کو لے کر آیا‘ وہ ان تین دنوں میں بالکل بدل چکی تھی آنکھوں کے گرد حلقے‘ پیلا زرد رنگ‘ خشک پپڑیاں جمے ہونٹ...... سرخ اور نیلی پٹی کے لمبے برآمدے کے ایک طرف چھوٹے چھوٹے کمرے تھے‘ وہ من من بھاری پاؤں گھسیٹتے ہوئے اپنے دونوں جیٹھوں کے پیچھے کسی روبورٹ کی طرح چلتی رہی‘ وہ دونوں گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا چھوڑ کر آگے بیٹھ گئے‘ عباس تیزی سے باہر نکلے تھے اسی تیزی سے جا بھی چکے تھے۔ اس کے بیٹھتے ہی گاڑی انہی پتھریلی سرمئی شاہراہوں پر بھاگ رہی تھی جن پر وہ روز سفر کرتی تھی مگر آج ہر پتھر میں چھپا ایک ایک ذرہ اسے تماش بین لگ رہا تھا۔ ایک ندامت تھی‘ جس میں وہ غرق ہوتی جارہی تھی۔ اس کی رہی سہی ہمت بھی مفقود ہوتی جارہی تھی‘ اس کی کوٹھی کے سامنے گاڑی چرچراہٹ کے ساتھ رکی‘ وہ دونوں اس کے اترتے ہی تیزی سے گاڑی بھگالے گئے‘ وہ براؤن آہنی گیٹ کو تکتی رہ گئی۔ اپنوں کی نفرت وحقارت سے دامن چھڑانے کے لیے یہ راہِ فرار تھا جو نہ ملا تھا۔

❁❁❁

انسان کی فطرت ہے کہ وہ زیادتی وجرم اپنوں کے سامنے دھڑلے سے کرتا ہے مگر سزا غیروں کے سامنے پر فوقیت دیتا ہے۔ اس نے بھی اعتراف جرم اور سزا غیروں کے سامنے پانے پر فوقیت دی تھی مگر اس نفرت و سزا نے اس کے ساتھ ساتھ سفر کرنا تھا‘ گاڑی میں تو وہ کچھ لمحوں کے لیے اجنبی بنی بیٹھی رہی مگر وہ اجنبیت گھر کے اندر رسوا ہوگئی۔

❁❁❁

بے شک الماس بی بی کی عمر اتنی ہی لکھی تھی مگر اس کے جسم سے روح کو جدا کرنے میں وہ خدائی فیصلوں میں شریک رہی تھی اور اس کے لیے معافی ہو نہیں سکتی تھی۔ سزا بھی بہت تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنی اولاد کے بیچ اجنبی بن کر رہے بے شک وہ لفظوں میں اسے کچھ نہیں کہہ رہے تھے مگر ان کے رویے اور نگاہیں بے مثل نفرت کے نشتر جسم میں پیوست کرتی رہیں کیا یہ بھگتان کم تھی کہ اس کا دم بھرتا بے جا ناز اٹھاتا شوہر اسی شہر میں رہتے ہوئے کبھی اس کی شکل نہ دیکھے یا پھر کبھی گھر آئے تو چند لمحوں کے لیے اور وہ صرف اور صرف اپنے بچوں کے دیدار کے لیے اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی حرام سمجھے۔

❁❁❁

چٹختی ٹوٹی پھوٹی مٹی کی راہ گزر پر زندگی کا پہیہ گھومتے تین سال گزر گئے ریحان کی مدد اور منت سماجت سے علیشاء کی رخصتی ہوگئی۔ عباس نے بینک سے قرض لے کر اپنا کاروبار دوبارہ شروع کیا اور خود زلیخا کے ساتھ اپنے آبائی گھر میں رہنے لگے۔ راس کا ایک غریب گھرانے میں بڑی مشکل سے رشتہ ہوگیا مگر منیشاء نے کبھی شادی نہ کرنے کی قسم کھاتے ہوئے کہا کہ ”تابش نہیں تو کوئی نہیں“ اسپیشل بچوں کے ادارے میں جاب کرلی تھی۔

بے شک اللہ یادداشت کل ہے اور بہت سے معاملات میں پلڑا دنیا میں ہی برابر کردیتا ہے کہ نعیمہ نے ببول لگا کر پھولوں کی خواہش کی تھی حالانکہ خار تو اس کے اپنے لگائے تھے۔ اس نے الماس کی زندگی کو تیرہ سال جہنم بنائے رکھا اور اللہ نے تیرہ سال اسے خوب نوازا۔ معافی کی کئی بار مہلت دی مگر اس کے غرور وخودسری کا تیرہ سالہ قرض اتنا بڑھ گیا تھا کہ ان کا سود ساری زندگی پر محیط ہوگیا تھا۔

ایک دن محبت کے نام

گلاب ہاتھ میں آنکھوں میں ستارہ ہو
کوئی وجود محبت کا استعارہ ہو
قصور ہو تو ہمارے حساب میں لکھ جائے
محبتوں میں جو احسان ہو تمہارا ہو

''واہ بارش......'' بارش کی بوندوں کو قید کرتے علیشا خوشی سے اچھلی۔ بارش اسے جنون کی حد تک پسند تھی۔

''تمہیں موبائل سے فرصت ملے تو کچھ باہر کے حالات نظر آئیں نا۔ دو گھنٹے سے بارش ہو رہی ہے اور تمہیں اب پتا چلا۔'' مدیحہ نے اپنا چشمہ درست کرتے ہوئے اس سے کہا۔

''اللہ توبہ سسٹر...... کبھی تو میرے موبائل کو بخش دیا کرو ہر وقت اس بے چارے کے پیچھے پڑی رہتی ہو تم۔'' علیشا نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''سچ کہہ رہی ہو ڈیئر...... میں صبح سے فارغ بیٹھ بیٹھ کے بور ہو رہی ہو، ماما بابا بھی گھر پر نہیں...... تم نے چھٹی بھی کی مگر کوئی فائدہ نہیں۔'' مدیحہ اٹھ کر اس کے پاس چلی آئی۔

''یار تمہارے پاس بیٹھ کے خشک ٹاپکس پر باتیں کرنے سے بہتر تھا میں اپنے کمرے میں رہتی۔'' علیشا نے شرارت سے کہا۔ اسے مدیحہ کی کتابوں پر ڈسکس کرنے والی عادت سے چڑ تھی۔

''کیا کہا میری باتیں بور ہوتی ہیں......! اور تم جو گھنٹوں موبائل کے ساتھ لگی رہتی ہو وہ کیا ہے۔''

''ہاں اور نہیں تو کیا۔ بور ہی تو ہوتی ہیں تمہاری باتیں، ہزار مرتبہ کے سنائے قصے دو ہزار بار سناتی ہو...... فلاں ہیرو کو یہ ہوا اس نے ایسا کیا۔ انا نے ولید سے لڑائی کی...... وغیرہ وغیرہ......'' علیشا نے کمال مہارت سے اس کے ہاتھ سے چپس کا پیکٹ چھینا۔ پیکٹ ہاتھ میں لے کر وہ پھر صحن میں بھاگ گئی۔ مدیحہ نے شپٹا کر خالی ہاتھوں کو دیکھا۔ پھر اس کے پیچھے بھاگی، علیشا بھاگ رہی تھی، پیچھے پیچھے مدیحہ بھی۔

''میرا مقصد تمہیں باہر لانا تھا، جو پورا ہو گیا اب مزے لو بارش کے تم بھی۔'' علیشا نے ہنستے ہوئے کہا تو مدیحہ بھی ہنس دی۔

''چلو آؤ کچن میں چائے پکاتے ہیں اور پکوڑے بھی۔'' سدا کی چٹوری علیشا نے مدیحہ کا ہاتھ پکڑا۔

''ٹھیک ہے مگر پھر تم میرے حصے کے برتن دھوگی۔'' مدیحہ کے شرارت سے کہنے پر علیشا کو جھٹکا لگا۔

''نہیں...... نہیں یار تم رہنے دو، میں خود کچھ نہ کچھ کرلوں گی، تم بس مجھ کو پکوڑوں کا مصالحہ بنا کر دے دو، باقی کام میں خود کرلوں گی۔''

''چلو بنا دیتی ہوں، تم بھی کیا یاد کروگی کہ کس سخی سے پالا پڑا ہے۔'' ہنستے ہوئے دونوں کچن کی طرف چل دیں۔

......☆☆☆......

"آج کتنا پیارا موسم ہے۔" علیشا نے بکس اسمارا کی گود میں رکھتے ہوئے کہا۔ وہ سب فری پیریڈ میں کالج کی کینٹین میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

"اللہ کرے کل بھی ایسا موسم ہو تو مزہ آجائے گا۔" ولید نے مسکرا کر اسمارا کو دیکھا۔

"کیوں بھئی کل ایسی کون سی بات ہے جو ایسا موسم ہو تو مزہ آئے گا' کل چھٹی تو نہیں؟" علیشا نے ولید سے پوچھا۔

"تمہیں نہیں پتا' کل اسمارا اور ولید ویلینٹائن ڈے منانے جارہے ہیں۔" سلمٰی نے ولید کا راز کھولا۔

"اوہ...... ویلنٹائن ڈے کوئی منانے والا دن ہے جو یہ منانے جارہے ہیں...... ایک دم فضول۔" علیشا نے ناک چڑھائی۔

"کیوں اس میں فضول کیا ہے؟ سب ہی مناتے ہیں۔ محبت کا اظہار کا دن ہے تو اظہار میں کنجوسی نہیں کرنی چاہیے۔ ایک ہی تو دن ہوتا ہے جب اظہار کا موقع ملتا ہے۔" اسمارہ کو غصہ آگیا۔

"مجھے تو کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی اس دن میں...... محبت ایک دن کی نہیں ہوتی نا اظہار کا کوئی ایک دن مخصوص ہوتا ہے...... ہر لحہ محبت کا ہوتا ہے' جس وقت چاہو اظہار کردو۔ محبت کو صرف ایک دن سے منسوب کرنا یہ کیسی محبت ہے میں تو نہیں مانتی ایسی محبت کو جو صرف دن کے اظہار کی محتاج ہو۔" علیشا صاف گوئی سے بولی۔

"ہر ایک کا اپنا پوائنٹ آف ویو ہوتا ہے...... لیکن میں تو اس دن کے حق میں ہوں' اگر یہ دن محبت کے اظہار کے لیے مخصوص ہے تو کھل کے اظہار کریں اپنی محبت کا اور محبت سے اس دن کو گزاریں۔ زندگی اتنی مصروف ہوگئی ہے اگر چند پل چرا کر ہم اپنی محبت کے سنگ گزاریں تو کیا مضائقہ......" سلمان نے باری باری سب کو دیکھ کر کہا۔

"چھوڑو تم لوگ کس بحث میں پڑ گئے ہو...... جس کی مرضی سیلیبریٹ کرے جو نہیں کرنا چاہتا تو اس کی مرضی' بہرحال علیشا کو چھوڑ کر باقی سب کل سیلیبریشن کررہے ہیں۔" انانے جیسے بات ختم کی۔

"ہاں تقریباً سب ہی...... حماد کا نہیں پتہ اس کا کیا ارادہ ہے ویسے خیال ہے اس کے بارے میں وہ جائے گا کہیں یا نہیں؟" ولید کو یک دم حماد یاد آیا جو آج غیر حاضر تھا۔

"وہ بھی چھپا رستم ہے کیوں نہیں جائے گا...... ہوگی کوئی نہ کوئی اس کی بھی گرل فرینڈ۔" سلمان نے آنکھ دبا کر کہا۔

"تم لوگ پلان بناؤ میں لائبریری جارہی ہوں۔ پھر کلاس کا وقت ہوجائے گا۔" علیشا اٹھتے ہوئے بولی تو وہ سب حیرانگی سے دیکھنے لگے۔

"اسے کیا ہوا؟" اس کے وہاں سے اٹھ کر جانے کے بعد انا نے حیرت سے پوچھا۔ عموماً وہ لوگ اس وقت کینٹین میں بیٹھ کر کچھ نہ کچھ کھاتے تھے۔ جب اگلی کلاس کا وقت ہوتا پھر اکٹھے سارے کلاس میں جاتے۔

"پتہ نہیں کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے خوامخواہ بیزار رہنے کی۔ علیشا جیسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں ذرا بھی محبت کی سینس نہیں ہوتی۔ جو لوگ محبت کرنا ہی نہیں جانتے وہ خاک یہ دن منائیں گے۔" اسمارہ نے علیشا کے بوائے فرینڈ نہ بنانے پر چوٹ کی' جب کہ لائبریری کی طرف جاتی علیشا کے کانوں میں یہ الفاظ پڑے تو ایک لمحے کے لیے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ بمشکل خود کو کمپوز کرکے وہ لائبریری میں چلی آئی۔ گھر آکر اس نے یہی بات مدیحہ کو بتائی تو وہ بھی اس کی بات کے خلاف تھی۔

"یہ کون سی محبت ہے جو صرف 14 فروری کو ہی سامنے آتی ہے اور اظہار کے لیے بھی جگہ مخصوص کی جاتی ہے۔ جگہ کیا بلکہ تنہائی۔" مدیحہ نے طنزیہ کہا۔

"تم سچ کہتی ہو۔ اپنی محبت کو پارکوں میں لے جاکر گھمانا یہ کیسی محبت ہے۔ محبت تو دل میں ہوتی ہے لیکن آج کل کی محبت پبلک پلیسز پر دکھائی دیتی ہے۔ جب بھی کہیں باہر جاؤں تو وہاں ان سڑک چھاپ عاشقوں کو دیکھ کر۔ دنیا مافیہا سے بے خبر ہوکر محبت کا اظہار کرنے میں لگے ہوتے ہیں۔ بندہ پوچھے محبت کرتے ہو تو عزت بھی کیا کرو اپنی بھی اور اپنے ساتھی کی بھی۔" موبائل پر ٹائپنگ کرتے ہوئے اس نے کہا۔

"ہاں تم ٹھیک کہتی ہو یہ محبت نہیں ہوتی۔ یہ ٹائم پاس کی محبت ہے یا آج کل کی محبت ماڈرن ہوگئی ہے...... ورنہ محبت تو پاکیزہ جذبہ ہے نہ جانے کیا ہوگیا ہے آج کل کے لوگوں کو بے حیائی سے لور لور پھرتے ہیں اور نام محبت کا دیتے ہیں۔" مدیحہ صاف گوئی سے بولی۔

''خیر جو بھی ہے میں نے بھی فیصلہ کرلیا ہے میں بھی کل ویلنٹائن ڈے منانے لگی ہوں۔'' علیشا نے انکشاف کیا۔

''کیا مطلب؟'' مدیحہ چونکی۔

''ادھر آؤ تمہیں سمجھاتی ہوں۔'' علیشا خود اٹھ کر اس کے پاس گئی اور رازداری سے اسے پلان سمجھانے لگی۔

''اوہ یہ بات میرے ذہن میں کیوں نہیں آئی۔''

''کیونکہ تمہارے پاس میرے جیسا دماغ جو نہیں۔'' علیشا نے شرارت سے کہا تو مدیحہ اسے مصنوعی غصے سے گھورنے لگی۔

''اچھا اب یہ گھورنا بند کرو کہیں آنکھیں چشمے سے باہر ہی نہ نکل آئیں۔ اب چلو میرے ساتھ۔ امی سے پوچھ کر بازار چلتے ہیں خاص دن ہے تو تحفہ بھی تو خاص ہونا چاہئے نا......'' اس نے تائید بھری نگاہ سے مدیحہ کو دیکھا وہ بھی متفق نظر آرہی تھی۔

اگلے دن اس نے زبردستی بابا کو آفس سے چھٹی کروائی۔ وہ بھی دھمکی دے کر...... ماما بھی آج گھر پر تھیں۔ کام والی ماسی کو آرام سے بٹھا کر دونوں بہنوں نے مل کر صفائی کی بقول علیشا کہ یہ بھی ماسی سے اظہار محبت ہے۔ ماسی بے چاری انہیں ٹک ٹک کام کرتا دیکھ رہی تھی۔ کہاں تو علیشا کچن میں جھانکنا بھی پسند نہیں کرتی تھی اور آج کچن میں موجود تھی۔

''تمہاری نت نئے ڈشز کو دیکھ کر تو مجھے پشتو زبان یاد آگئی ہے جو نہ سمجھ آتی ہے اور نہ بولنی۔ بالکل یہی حال تمہاری ان چیزوں کا ہے نہ پہچانی جارہی ہیں اور نہ کھائی جائیں گی۔'' کباب فرائی کرتی مدیحہ نے ایک نظر اسے دیکھا جو اپنی تیار کی ہوئی چیزوں کو خود ہی چکھ کر داد دے رہی تھی۔

''جلنے والے کا منہ کالا...... دیکھ لینا تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگانے دوں گی۔ تم منتیں کرتی رہ جاؤ گی۔'' اس نے پائن ایپل کے ڈسز کیک پر رکھتے ہوئے کہا۔

''دیکھ لیں گے تم بھی ادھر ہو میں بھی ادھر اچھا اب یہ سب سمیٹو سارا دن کچن میں گزارنے کا ارادہ ہے کیا۔'' مدیحہ نے کباب نکال کر ہاٹ پاٹ میں رکھے۔

''لو میں بھی فارغ ہوگئی بس ایک فائنل ٹچ پھر اسپیشل محبت کا کیک ریڈی۔'' کپڑے سے ہاتھ صاف کرکے اس نے کیک فریج میں رکھا۔

''چلو اب ماما بابا کو کمرے میں لے کر چلیں۔'' دونوں بہنیں ٹی وی لاؤنج میں چلی آئیں جہاں ان کے امی اور ابو بیٹھے ہوئے تھے۔

''علیشا بس بھی کرو اتنا سسپنس کیوں پیدا کررہی ہو دکھا بھی دو جو دکھانا ہے میں تو تمہارے بابا کی کاروباری باتیں سن سن کے آدھی پاگل ہوگئی ہوں مزید بیٹھی تو پوری پاگل ہوجاؤں گی۔'' رابعہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

''لو بیگم میری باتیں اب فضول ہوگئیں اور میں جو پچھلے ایک گھنٹے سے تمہاری اوٹ پٹانگ باتیں سن رہا ہوں وہ۔'' ہاشم صاحب نے مصنوعی غصے سے کہا۔

''ماما...... بابا نو لڑائی کم از کم آج نہیں سرپرائز آپ کا انتظار کررہا ہے چلیں پھر......'' علیشا نے بابا کا ہاتھ پکڑا جب کہ مدیحہ ماما کا ہاتھ پکڑ کر پچھلے کمرے تک آئی عموماً یہ کمرہ گیسٹ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا لیکن آج علیشا نے اس کمرے کو خاص طور پر سجایا تھا۔

''آئیں ماما...... پاپا۔'' مدیحہ نے انہیں دروازے کے پاس چھوڑا اور خود پیچھے ہوگئی پاپا نے جیسے ہی دروازہ کھولا دروازے کے اوپر لگی باسکٹ میں رکھے پھول نیچے گرنے لگے۔

''واؤ آمیزنگ......'' ماما حیرانی سے بولیں ان دونوں نے کمرے کی سجاوٹ ماما' پاپا کے سونے کے بعد کی تھی پرانے پردے ہٹا کر نئے پرپل رنگ کے پردے لگائے پردوں پر جب روشنی پڑتی تو بہت دلکش سا منظر نظر آتا۔ دیواروں پر فریش ریڈ روز کی لڑیاں لگائی ہوئی تھیں جن کی خوشبو پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ مدیحہ کے منع کرنے کے باوجود علیشا نے گلابی اور سرخ رنگ کے غبارے پھولا کر جگہ جگہ لٹکائے ہوئے تھے۔ مجموعی طور پر پورا کمرہ بے حد خوب صورت تھا۔

''کہیں کیسا لگا ہمارا سرپرائز؟'' علیشا نے ان دونوں کو حیران ہوتے دیکھ کر پوچھا۔

''سرپرائز تو اچھا ہے لیکن سمجھ نہیں آرہا یہ سب کس لیے کسی کی سالگرہ ہے کیا؟'' ماما نے گھوم پھر کر ایک ایک چیز کو دیکھا۔

''ہاں ہے نہ آج محبت کی سالگرہ۔'' علیشا نے مدیحہ

کے کان میں سرگوشی کی۔

''سالگرہ تو کسی کی نہیں علیشا کو شوق ہوا تھا یہ سب کرنے کا ابھی اس کے علاوہ بھی سرپرائز ہے آج علیشا نے اپنے ہاتھ سے نت نئی ڈیشز تیار کی ہیں۔ اگر آپ لوگوں میں ہمت ہے تو وہ چیزیں کھایئے گا میں تو معذرت کرتی ہوں۔ اتنی ہمت نہیں مجھ میں۔'' مدیحہ نے شرارت سے علیشا کو دیکھا۔

''اچھا اب تم دونوں لڑنے مت لگ جانا۔ علیشا اپنی چیزوں لاؤ میں تیار ہوں۔'' پاپا نے اس کو ساتھ لگا کر پیار سے کہا۔

''اوہ ابھی نہیں۔'' مدیحہ کونے میں سے گفٹ لائی ایک مدیحہ نے ماما کو دیا اور ایک علیشا نے بابا کو دیا۔

''ماما...... پاپا آئی لو یو۔'' دونوں نے اونچی آواز سے کہا۔

''بہت محبت سے اپنی محبت کے لیے یہ گفٹ لائی ہوں۔'' علیشا کے کہنے پر وہ سب مسکرا دیئے۔

''چلو اب سیکنڈ سرپرائز تمہارے ہاتھ کی تیار کردہ چیزیں چیف گیسٹ کے سامنے پیش کریں۔''

''آج مجھے تم پر بہت پیار آرہا ہے تم بیٹھو میں کھانا لگاتی ہوں یہ چھوٹا سا تحفہ تمہارے لیے۔'' ریڈ رنگ کا شاپر اس نے مدیحہ کو دیا جس میں اس کے پسندیدہ مصنف کی کتاب تھی۔

''اوہ......! واقعی آج تو مجھے بھی تم پر پیار آرہا ہے آج تمہارے حصے کے برتن میں دھو دوں گی۔'' مدیحہ نے خوشی سے کہا۔

''اس موقع پر ایک سیلفی ہو جائے۔'' مدیحہ نے علیشا سے پوچھا۔

''لو یہ بھی کوئی علیشا کی نئی ڈش ہے کیا پہلے تو نام نہیں سنا ویسے مزے کی ہو گی۔'' پاپا نے مسکراہٹ دبا کر کہا جس پر ماما نے ان کو گھورا۔

''یہ ہوئی دنیا کی سب سے خوب صورت سیلفی۔'' علیشا نے ماما کو دیکھا۔

''اف یہ میں اتنی عجیب لگتی ہوں اور یہ تمہارے بابا کتنے ڈرے ڈرے لگ رہے ہیں جیسے کسی جنگ کے میدان میں ہوں۔''

''میں جنگ کے میدان میں ہوں...... تو تم کون سا عامر لیاقت کے شو میں ہو جو کہہ رہی ہو عامر بھائی ایک موبائل ادھر بھی۔'' اب ہنسنے کی باری بابا کی تھی۔

''آپ لوگ فیصلہ کرو کس کی تصویر پیاری آئی ہے میں کھانا لاتی ہوں۔'' علیشا انہیں لڑتا چھوڑ کر مسکراتی ہوئی کچن میں چلی آئی۔

میں علیشا ہاشمی جس نے کبھی اپنے ہاتھ سے چائے بھی نہیں تیار کی آج ماما' پاپا کی محبت میں بہت ساری چیزیں تیار کرلی ہیں۔ ابھی چائے کے بعد میں سب کو اپنے ہاتھ کا تیار کردہ کیک پیش کروں گی۔ مجھے نہیں معلوم سب چیزیں ذائقے میں کیسی ہوں گی۔ بس میں جانتی ہوں تو اتنا سب چیزوں کے بنانے میں' میں نے محبت بھی ملائی ہے اور محبت ہمیشہ میٹھی ہوتی ہے شام تک کے لیے میں نے اور مدیحہ نے کافی سارے پلان بنائے ہیں جن میں کھانے کے بعد لڈو کھیلنا پھر اس کے بعد آئس کریم کھانے جانا۔ آج کا دن میں نے محبت کے نام کیا ہے سب کہتے ہیں یہ محبت کا دن ہے تو میں نے بھی اس دن کو محبت سے محبت کرنے والوں کے ساتھ گزارنا ہے۔ اسد بھائی کی شادی پر ماما اور پھوپو کے درمیان تلخ کلامی ہوئی تھی تب سے نہ ماما ان کے گھر جاتی ہیں اور نہ پھوپو ہمارے گھر آتی ہیں۔ شام کو ماما کو منا کر ہم ان کے گھر جائیں گے۔ رنجشوں تلخیوں کو مٹا کر میں نے محبتوں کے دن کو یادگار بنانا ہے۔ زندگی واقعی مصروف ہو گئی ہے اگر کچھ لمحے نکال کر محبت بھرے رشتوں کے ساتھ گزاریں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس کے لیے کوئی ایک دن مخصوص نہیں ہوتا جب چاہیں آپ میری طرح محبت کا دن منا سکتے ہیں۔ میں تو چلی اس سے پہلے کہ وہ سب میرے پیچھے کچن میں چلے آئیں...... رشتے بہت قیمتی اور انمول ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ گزارے خوشی کے پل اللہ کی خاص رحمت ہوتے ہیں۔

شبِ ہجر کی پہلی بارش

نازیہ کنول نازی

قسط نمبر 20

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی
نہ صاحبان جنوں ہیں نہ اہل کشف و کمال
ہمارے عہد میں آئیں کثافتیں کیسی

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ہوزان پاکستان آجاتی ہے زاویار کی شادی کا سن کر اسے دکھ ہوتا ہے دوسری طرف عائلہ انگریز لڑکی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتی ہے۔ پریہان ایلی کے آفس میں ساویز کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ جاتی ہے اس کا یوں فرار ہونا ایلی دیکھ لیتا ہے تب وہ جا کر پریہان کو سمجھانے کے ساتھ واپس آفس لے آتا ہے۔ مہندی کے فنکشن میں صیام درمکنون کا منتظر ہوتا ہے لیکن وہ نہیں آتی اور اس کی جگہ شہرزاد آ کر درمکنون کی خراب طبیعت کا صیام کو بتاتی اس کی طرف سے معذرت کرتی ہے۔ جس پر صیام مایوس ہو جاتا ہے تب عبدالحنان اسے درمکنون سے محبت کا اظہار کرنے پر اکساتا ہے۔ شہرزاد کے مہندی کے فنکشن میں آنے پر صیام کے گھر والے خوشی کا اظہار کرتے ہیں دوسری طرف کرنل صاحب کی ڈیتھ ہو جاتی ہے صمید صاحب کے لیے یہ خبر کسی سانحہ سے کم نہیں ہوتی ہے صمید حسن کرنل صاحب کی میت کو لے کر گھر آجاتے ہیں۔ دوسری طرح عائلہ علوی کرنل صاحب کے بے جان جسم کو دیکھ کر ساکت رہ جاتی ہے۔ کرنل صاحب کی رحلت کی خبر مریرہ رحمان کو بھی حمنٰی کے ذریعے مل جاتی ہے وہ محبت میں تڑپ کر اس شفیق انسان کو آخری بار دیکھنے کے لیے جلد سے جلد صمید حسن کے گھر پہنچنا چاہتی ہے لیکن خود حادثے کی نذر ہو جاتی ہے۔ درمکنون شگفتہ (صیام کی بہن) کی شادی اٹینڈ کرنے آتی ہے تب صیام کی منگیتر کی اپنے حوالے سے رائے جان کر اسے دکھ پہنچتا ہے دوسری طرف صیام اپنی محبت کا اظہار درمکنون سے کر دیتا ہے درمکنون دل پر پتھر رکھتی اس کو منگنی کا جتاتی اس سے معذرت کر لیتی ہے۔ زاویار ایک بار پھر مریرہ رحمان کو عمر عباس کے ساتھ دیکھ لیتا ہے زاویار مریرہ رحمان پر لفظوں کے نشتر برساتا اسے تلملانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ شہرزاد شہر بانو (ماں) کے سمجھانے کے باوجود ایک بار پھر گاؤں پرانی حویلی کا راز جاننے کے لیے پہنچ جاتی ہے تب ہیڈ اسے ملک فیاض کے آدمی اغوا کر لیتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

❁...... ❁ ......❁

محبت ابر کی صورت
دلوں کی سرزمیں پہ گھر کے آتی اور برستی ہے
چمن کا ذرہ ذرہ جھومتا اور مسکراتا ہے
ازل کی بے نموئی میں سبزہ سر اٹھاتا ہے
جو دل میں قبر کی صورت محبت ابر کی صورت

محبت آگ کی صورت بجھے سینوں میں جلتی ہے
تو دل بیدار ہوتے ہیں
محبت کی تپش میں کچھ عجب اسرار ہوتے ہیں
کہ جتنا یہ بھڑکتی ہے عروس جاں مہکتی ہے
دلوں کے ساحلوں پہ یہ تمج ہوتی بکھرتی ہے
محبت جھاگ کی صورت محبت آگ کی صورت

محبت خواب کی صورت
نگاہوں میں اترتی ہے کسی مہتاب کی صورت
ستارے آرزو کے اس طرح سے جگمگاتے ہیں
کہ پہچانی نہیں جاتی دل بے تاب کی صورت
محبت کے شجر پر خواب کے پنچھی اترتے ہیں
تو شاخیں جاگ اٹھتی ہیں تھکے ہارے ستارے جب
زمین سے بات کرتے ہیں
تو کب کی منتظر آنکھوں میں شمعیں جاگ اٹھتی ہیں
محبت ان میں جلتی ہے چراغ آب کی صورت
محبت خواب کی صورت

محبت درد کی صورت
گزشتہ موسموں کا استعارہ بن کے رہتی ہے
شبان ہجر امیں روشن ستارہ بن کے رہتی ہے
منڈیروں پہ چراغوں کی لوئیں جب تھرتھراتی ہیں
نگر میں ناامیدی کی ہوائیں سنسناتی ہیں
گلی میں جب کوئی آہٹ کوئی سایہ نہیں رہتا
دکھے دل کے لیے جب کوئی دروازہ نہیں رہتا
غموں کے بوجھ سے جب ٹوٹنے لگتے ہیں شانے تو
یہ ان پہ ہاتھ رکھتی ہے
کسی ہمدرد کی صورت
گزر جاتے ہیں سارے قافلے جب دل کی بستی سے
فضا میں تیرتی ہے دیر تک یہ گرد کی صورت
محبت درد کی صورت

گاڑی سرپٹ بھاگ رہی تھی...... شہزاد کا دماغ آہستہ آہستہ سر پر لگنے والی اچانک چوٹ سے غنودگی کے اندھیرے میں ڈوبتا چلا جارہا تھا۔
فقط چند لمحوں میں کہانی کیا سے کیا ہوکر رہ گئی تھی۔ وہ لندن سے پرانی حویلی کا پزل حل کرنے پاکستان آئی تھی مگر نہیں

جانتی تھی کہ اپنے پرکھوں کے ماضی کی کہانی کا پتا لگاتے لگاتے خود اس کا اپنا وجود ایک کہانی بن کر رہ جائے گا۔ گاڑی کئی میل سرپٹ بھاگنے کے بعد ایک پرانے سے شکستہ حال مکان کے سامنے آرکی تھی شہزاد کا وجود مکمل طور پر ہوش و حواس سے بیگانہ تھا۔

ٹوٹے پھوٹے پرانے مکان کے اندر ایک بڑا سا کچا کشادہ صحن تھا جس میں تالی کے سوکھے ہوئے خشک پتے جابجا بکھرے مکان کے اندر کی ویرانی میں مزید اضافہ کررہے تھے۔ کچی دیوار کے ساتھ ایک کونے میں چھوٹا سا کچا غسل خانہ تھا جسے استعمال کرنے کی نوبت وہاں آنے والوں کو ذرا کم ہی ہوتی تھی۔

تقریباً بیس مرلے پر مشتمل اس ٹوٹے پھوٹے کچے مکان میں صرف ایک ہی کچا کمرا تھا جو ملک فیاض کے ڈیرے کی پچھلی دیوار کے ساتھ جڑا ہوا تھا۔ کمرے کی زبوں حالی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہاں سالوں سے کسی ذی روح کا بسیرا نہیں ہوا...... گوبر سے لپائی جگہ جگہ سے اکھڑ کر اس کمرے کی شکستگی کو اور بھی واضح کررہی تھی کل سامان جو وہاں موجود تھا اس میں ایک پرانا پلنگ، دو ٹوٹی ہوئی پرانی کرسیاں، ایک ادھڑی ہوئی چارپائی اور ایک چھوٹی سی پرانی پیٹی تھی جس پر زنگ آلود تالا لگا ہوا تھا۔

جانے یہ گھر کس کی ملکیت تھا مگر فی الوقت شہزاد کو اس گھر میں لاکر بے یارومددگار پھینکا گیا تھا۔ کچے کمرے کے اکھڑے ہوئے فرش پر وہ اگلے کئی گھنٹوں تک بے ہوش پڑی رہی تھی۔

❁......❁......❁

شام ڈھل رہی تھی۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی نارنجی کرنیں حویلی کے کشادہ سرخ اینٹوں والے صحن پر ترچھی پڑ رہی تھیں۔ بخشو نے صحن میں دانہ چگتی مرغیوں کو گھیر کر ڈربے میں بند کیا، ملک فیاض اس وقت مردان خانے میں کرو فر سے اِدھر سے اُدھر ٹہلتے ہوئے فون پر کسی سے بات کررہا تھا جب حویلی کا چوکیدار نہایت مودب انداز میں ہاتھ باندھے اس سے قدرے فاصلے پر آ کھڑا ہوا۔ ملک فیاض نے کال بند کرکے اس کی طرف نگاہ کی تو وہ بول اٹھا۔

"سائیں دینو اور اللہ وسایا آئے ہیں باہر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"ہاں ہاں بھیجو انہیں فوراً۔" اسے جیسے انہی کی آمد کا انتظار تھا چوکیدار ادب سے اثبات میں سر ہلا کر واپس پلٹ گیا اگلے کچھ ہی لمحوں میں اللہ وسایا اور دینو مودب سے اس کے سامنے کھڑے تھے دونوں کے کندھوں پر اسلحہ جھول رہا تھا۔

"ہاں بھئی سناؤ کیا خبر لائے ہو؟" گھنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے اس نے باری باری دونوں پر نگاہ ڈالی تبھی دینو بولا۔

"آپ کے حکم کی تعمیل ہوگئی ہے سائیں وہ چھوکری اس وقت سرکار کے ڈیرے پر موجود ہے۔"

"شاباش دل خوش کردیا تم دونوں نے...... شاباش میرے شیرو۔" وہ خوش ہوا تھا دینو اور اللہ وسایا کا سینہ فخر سے پھول گیا۔

"اور ہمارے لائق کوئی حکم ہو سائیں؟"

"نہیں بابا...... ابھی تم لوگ جاؤ دیسی ککڑ شکو بھون کر کھاؤ، موج مستی کرو شاباش۔"

"جو حکم سائیں۔" دونوں ادب سے سر جھکاتے انہی قدموں پر واپس پلٹ گئے تھے۔ ملک فیاض مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کچھ سوچ کر ہنسا پھر ہنستا ہی چلا گیا شیر دل جو ابھی شکار سے تھک کر واپس لوٹا تھا اپنے چچا کو یوں تنہائی میں ہنستے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"خیر ہے چاچا سائیں، بڑے خوش دکھائی دے رہے ہیں آج۔" ملک فیاض کی ہنسی کو اس کی اچانک آمد سے جیسے

بریک لگ گیا تھا۔

''آ ہو بابا خیر ہی ہے، تمہارا جنون کچھ ٹھنڈا پڑا کہ نہیں۔''

''اتنی جلدی میرا جنون ٹھنڈا پڑنے والا نہیں ہے چاچا آپ بتائیں کس بات پر اتنے خوش دکھائی دے رہے ہیں۔'' وہ ان کے مقابل آ کر بیٹھ گیا تھا۔ ملک فیاض نے ایک تفصیلی نگاہ اس پر ڈالنے کے بعد قدرے دھیمے لہجے میں کہا۔

''خوش ہونے والی باتوں پر ہی خوش ہوا جاتا ہے بابا، عمر عباس کی بھتیجی ہماری قید میں آ گئی ہے۔''

''واٹ؟'' وہ حیران ہوا تھا ملک فیاض کے لب اس کی حیرانی پر پھر سے مسکرا اٹھے۔

''زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے یہ ملک فیاض کا گاؤں ہے چڑیا بھی اِدھر پر مارے تو اس کی خبر ہو جاتی ہے مجھے وہ تو پھر جواں جہان لڑکی ہے...... لڑکی بھی عمر عباس کی جاسوس جو اسی کے اشاروں پر ہماری جاسوسی کرنے اِدھر گاؤں میں پھرتی پھر رہی تھی بدلے کی آگ ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی ہے شیرو، اپنے ویر نیاز اور ریاض کا خون مجھ پہ قرض ہے، یہ جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی۔'' ملک فیاض کی بھوری آنکھوں کی چمک اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی۔

شیر دل کے لب بھی مسکرا اٹھے۔

''خبر تو واقعی بڑی خوشی والی ہے چاچا اب آئے گی بلی تھیلے سے باہر۔''

''آہو...... مجھے بھی اسی بات کا انتظار ہے۔''

''کہاں ہے عمر عباس کی جاسوس تتلی، ذرا میں بھی تو دیکھوں کیسے پالا ہے عمر عباس نے اسے۔'' وہ بے چین سا بندوق سائیڈ پر پھینک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ملک فیاض بھی مونچھوں کو بل دیتا اسی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

''حوصلہ رکھ پتر، میری تحویل میں ہے وہ اس وقت، کل صبح مل لینا مگر یاد رہے ابھی اس کی عزت کی چادر پر کوئی داغ لگنا نہیں چاہیے۔ ہمارے پاس وہ ابھی بلینک چیک ہے...... سوچ سمجھ کر اپنی مرضی کی رقم تحریر کریں گے اس پر۔'' اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ پھر ہنسا تھا۔

شیر دل کی ہنسی نے اس بار اس کا پورا پورا ساتھ دیا وہ ملک نیاز کا بیٹا تھا برسوں دیارِ غیر میں جلاوطنی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اس نے پاکستان کا رخ کیا تھا باپ کے قتل کے وقت وہ نو عمر تھا مگر اب پل کر کڑیل جوان ہو چکا تھا۔ ملک فیاض کے زیرِ سایہ تربیت کے سبب اس کی رگوں میں دوڑنے والا خون بھی شریف نہیں تھا۔ باپ کے خون کا بدلہ لینے کی قسم نے اسے اعلیٰ تعلیم کا زیور گلے میں لٹکانے کے باوجود ایک روایتی جاگیردار بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

شراب، شباب اور شکار اس کی زندگی کی تین بڑی کمزوریاں تھیں یہی وجہ تھی کہ ملک اعجاز کا بیٹا عبدالہادی کبھی اس کی گڈ بک میں شامل نہیں ہو سکا تھا ہاں ملک فیاض کی بیٹی میرب کے ساتھ اس کی خوب دوستی تھی اور ان دونوں کے بیچ اسی دوستی کی وجہ سے شیر دل عبدالہادی کی نسبت، ملک فیاض کے دل کے زیادہ قریب تھا۔

❁...... ◈ ...... ❁

فون بج رہا تھا...... در مکنون نے جیسے ہی ہال کمرے میں قدم رکھا فون کی بجتی ہوئی بیل نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی۔ ناچاہتے ہوئے بھی اسے رک کر فون کا ریسیور اٹھانا پڑا تھا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام، بیٹا عمر بات کر رہا ہوں، شیرو کہاں ہے اس کا نمبر مسلسل بند جا رہا ہے۔'' فون کی دوسری سائیڈ پہ عمر ہوگا اور وہ اس سے ایسا سوال کرے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا تبھی مجبوراً اسے جھوٹ کا سہارا لینا پڑا۔

''اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے عمر انکل، وہ اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔''

”ٹھیک ہے جیسے ہی وہ بیدار ہو اسے کہنا مجھ سے بات کرے میں تھوڑی دیر میں صمید حسن کے گھر پہنچ رہا ہوں“۔
”صمید حسن کے گھر خیریت؟“ اپنے باپ کے نام پر اس کا چونک جانا بے وجہ نہیں تھا۔ دوسری طرف عمر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولا۔

”خیریت نہیں ہے کرنل صاحب کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔“

”کرنل صاحب مطلب مما کے تایا ابو......؟“

”ہوں۔“

”مما کہاں ہیں۔“ اس کا دل اچانک بے قابو ہوا تھا عمر نے پھر گہری سانس بھری۔

”وہ بھی تھوڑی دیر تک یہیں پہنچ رہی ہیں۔“

”مگر ان کا موبائل مسلسل آف جا رہا ہے۔“

”ہاں میں نے بھی دو تین بار رابطے کی کوشش کی ہے مگر رابطہ نہیں ہوا شاید سگنلز کا مسئلہ ہو۔“

”ہوسکتا ہے مگر میرا دل بہت بے چین ہو رہا ہے آپ کا جیسے ہی مما سے رابطہ ہو پلیز ان سے کہیے گا وہ فوراً مجھ سے بات کریں پلیز۔“ اس کی آواز بجھی بجھی سی تھی عمر نے حامی بھر کر ریسیور رکھ دیا۔

درمکنون فون سننے کے بعد اپنے کمرے میں آئی تو اس کا دل بے حد بوجھل ہو رہا تھا آج شگفتہ کے ولیمے کی تقریب میں جو کچھ ہوا وہ ایسا قطعی نہیں چاہتی تھی۔ صیام کی فیانسی کی باتوں اور خیالات نے اس کی خودداری کو بڑی بری ٹھیس پہنچائی تھی جبکہ صیام کے اظہار محبت پر اس نے جس طرح سے اس کا دل توڑا اس کا دل چاہا وہ خود کو شوٹ کرلے۔

❋......۞......❋

کاش اس نے صیام کی فیانسی کی باتیں نہ سنی ہوتیں...... کاش صیام نے آج کے دن اظہار محبت نہ کیا ہوتا وہ جتنا آج کے گزرے ہوئے لمحوں پر افسوس کرتی کم تھا۔ تھکن صرف بدن پر نہیں روح پر بھی حاوی ہو رہی تھی۔

وہ رونا نہیں چاہتی تھی مگر بستر پر گرتے ہی آنسو آپ ہی آپ گالوں پر بہتے چلے گئے یونہی بہتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے شہزاد کا نمبر پریس کیا مگر اس کا نمبر بند مل رہا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھی۔ شہزاد تو اپنا نمبر کبھی بند کرتی ہی نہیں تھی تو پھر اس کا نمبر آف کیوں مل رہا تھا، گہری تشویش کی ایک لہر اس کے اندر سرایت کرگئی۔

اس رات وہ بار بار شہزاد اور مریہ کے نمبر ڈائل کرتی رہی تھی مگر نہ شہزاد کا نمبر آن ملا نہ مریہ رحمان کا۔

❋......۞......❋

کرنل صاحب کا جنازہ تیار تھا۔ سودائیوں کی طرح لان سے ملحقہ برآمدے کا ستون تھامے بیٹھی عائلہ علوی کی حالت میں قطعی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

اس کا سکتہ ہنوز قائم تھا۔ کرنل شیر علی کے جنازے کے قریب بیٹھ کر بھی اس کی سرخ آنکھیں آنسو لٹانے سے محروم رہی تھیں۔ سارا بیگم سمیت کچھ اور خواتین نے بھی اس کی حالت کے پیش نظر اسے رلانے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی مگر وہ جیسے ساکت و جامد بیٹھی تھی جنازہ تیار ہونے تک ویسے ہی بیٹھی رہی زاویار مارکیٹ سے آفس گیا تو اسے وہاں کے اسٹاف سے کرنل صاحب کی اچانک رحلت کا پتا چلا۔ اسے کرنل شیر علی کی ذات سے کوئی ذاتی لگاؤ نہیں تھا مگر پھر بھی انسانیت کے ناطے وہ آفس سے فوراً گھر چلا آیا تھا۔ گھر میں موجود کرنل صاحب کی نعش اور محلے کے لوگ اس کی توقع کے عین مطابق تھے مگر انہی لوگوں میں موجود ان کا چہرہ اس کے لیے ضرور حیرانی کا باعث بنا تھا۔
بھلا وہ اس کے گھر میں کیا کررہی تھی کہیں وہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے تو پاکستان نہیں آئی تھی؟ صمید حسن کی سرخ

نم آنکھیں ان کے اندر کے درد کی غمازی کر رہی تھیں۔
زاویار نے قریب جا کر ان کے کندھے پر آہستہ سے ہاتھ رکھا تو وہ اسی کے گلے لگ کر چپ چاپ رو پڑے اور غمگسار تھا بھی کون؟

عائلہ علوی تو غم بانٹنے کی پوزیشن میں ہی نہیں رہی تھی اور جو حقیقی غمگسار تھی وہ تا حال نہیں پہنچی تھی۔ ایک ایک لمحہ اس کے انتظار کی سولی پر لٹک کر جیسے وہ گزار رہے تھے ان کا دل ہی جانتا تھا۔ جانے کیوں انہیں امید تھی کہ وہ آئے گی ہر حال میں آئے گی جیسے ہی اسے کرنل صاحب کی رحلت کی خبر ملے گی وہ خود کو روک نہیں پائے گی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مریہ رحمان ان کی زندگی سے نکل کر بھی ان کے شب و روز سے کبھی غافل نہیں رہ سکی تھی۔

اپنی دوست حمنہ حسین کے توسط سے اس نے ہمیشہ اپنے پیاروں کی خبر گیری رکھی تھی ابھی چند روز پہلے لندن میں زاویار سے ٹکراؤ نے اس کی صحت اور سلامتی بھی کنفرم کردی تھی تو پھر بھلا کون سی چیز تھی جو اسے روک سکتی تھی؟ وہ ان کے لیے بھی نہ سہی مگر کرنل صاحب کے لیے اسے ہر حال میں آنا تھا تبھی وہ بے آواز رو رہے تھے۔

دل میں جہاں کرنل شیر علی سے دائمی جدائی کا غم تھا وہیں مریہ رحمان کو سالوں بعد دیکھنے کی کسک بھی سسک رہی تھی...... مگر...... وہ نہیں آئی تھی۔

جنازہ لیٹ ہو رہا تھا مگر مریہ رحمان کو نہ آنا تھا اور نہ ہی وہ آئی...... کرنل صاحب کی آخری خواہش اسے ایک نظر دیکھنا اس سے معافی مانگنا تھی مگر وہ اپنی خواہش اپنے ساتھ لحد میں لے گئے تھے۔ مریہ رحمان نے اپنی بات نبھائی تھی وہ کسی صورت بھی اس گھر میں دوبارہ آنے کے لیے تیار نہیں تھی بہت مجبور ہو کر اس نے حمنہ حسین کو زندگی میں پہلی بار کال ملائی تھی ورنہ اس کا نمبر تو کب سے ان کے سیل میں محفوظ تھا۔ حمنہ نے پانچویں بیل پر اس کی کال پک کی تھی۔

"ہیلو۔" صمید حسن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اس ہیلو کے جواب میں کیا کہیں؟

"ہیلو۔" حمنہ حسین کی آواز میں بے چینی تھی صمید حسین نے خاموشی سے کال کاٹ دی ان کا دل بہت بری طرح سے دھڑک رہا تھا زبان جیسے ان کا ساتھ دینے سے انکاری ہوگئی کہتے بھی تو بھلا کیا؟ پوچھتے بھی تو بھلا کیا؟ وقت نے انہیں کچھ بھی کہنے یا پوچھنے کے لائق کہاں چھوڑا تھا۔ صرف ایک نیکی اور غلطی گمن بن کر ان کی پوری زندگی کو چاٹ گئی تھی۔ ان کے سیل پر اب حمنہ حسین کی کال آ رہی تھی صمید حسن نے اپنی ساری ہمت جمع کر کے اس کی کال ریسیو کرلی۔

"ہیلو۔" اب اس کی آواز میں بے چینی کے ساتھ ساتھ تفکر بھی تھا صمید کو ہمت کرنی پڑی۔

"ہیلو۔"

"کون؟" قطعی اجنبی ہیلو پر تفکر بھرے بے چین لہجے نے الجھن کا لباس پہنا تھا صمید کو اس کی الجھن دور کرنے کے لیے اپنا تعارف کرانا پڑا۔

"میں صمید...... صمید حسن۔" صرف دو لفظ ادا کرنے میں اسے جیسے زمانے لگ گئے۔ دوسری طرف تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی تھی۔

"اوہ...... تو یہ آپ ہیں فرمایئے کیسے یاد کیا؟" الجھن بھرے لہجے نے اب اجنبیت کی بکل مار لی تھی۔ صمید کے لیے اپنا مدعا بیان کرنا دشوار ہو گیا بہت مختصر لفظوں میں اس نے اپنا کال کرنے کا مقصد بیان کیا تھا۔

"کرنل صاحب کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔"

"جی ہاں، میں جانتی ہوں پھر۔" اجنبی لہجے پر اب سرد مہری کا رنگ غالب تھا۔ صمید گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

"پھر یہ کہ آپ میرو کو اطلاع کر دیں جنازہ لیٹ ہو رہا ہے۔"

''میرو کو تو میں نے صبح ہی اطلاع کردی تھی اور وہ نکل بھی گئی تھی فوراً کیا وہ ابھی تک وہاں نہیں پہنچی۔''

''نہیں۔'' حمنہ حسین کے استفسار پر اس نے بڑے تھکے تھکے سے لہجے میں نہیں کہا۔

''مگر یہ کیسے ہوسکتا ہے وہ تو گاڑی میں تھی جب میری اس سے بات ہوئی......'' دوسری طرف حمنہ حسین کو جیسے اس کی بات کا یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ صمید کا دل مزید بے چین ہوگیا۔

''میں اس سے رابطہ کرتی ہوں آپ تھوڑی دیر انتظار کریں پلیز۔'' اب وہ پریشان تھی صمید نے کال کاٹ دی۔

وہ مریرہ رحمان کی ضد سے اچھی طرح واقف تھا وہ مر سکتی تھی مگر کسی بھی رشتے کے لیے اپنی ضد نہیں توڑ سکتی تھی۔ اس کے اندر جیسے ایک دم سے بہت سارا دھواں بھرنا شروع ہوگیا تھا۔ تقریباً تین منٹ کے بعد اس کا سیل پھر بجا تھا دوسری طرف حمنہ حسین ہی تھی۔

''ہیلو صمید حسن۔''

''جی۔''

''مریرہ کا نمبر بند مل رہا ہے میرے خیال میں وہ ٹھیک نہیں ہے جب وہ مجھ سے بات کررہی تھی تب بھی ٹھیک نہیں تھی کہیں...... کہیں اس کے ساتھ خدانخواستہ کوئی حادثہ نہ پیش آ گیا ہو۔'' وہ بے حد گھبرائی ہوئی تھی صمید کا دل جیسے کسی نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

''نہیں اللہ نہ کرے اس کے ساتھ کبھی ایسا کچھ ہو۔''

''اللہ آپ کی زبان مبارک کرے مگر مجھے بہت ٹینشن ہورہی ہے۔''

''آپ ٹینشن نہ لیں مجھے مریرہ کا نمبر دے دیں پلیز اگر آپ مناسب سمجھیں تو۔''

''جی ہاں کیوں نہیں میں آپ کو نمبر نوٹ کروا دیتی ہوں آپ کا جیسے ہی اس سے رابطہ ہو پلیز مجھے ضرور مطلع کیجیے گا......''

''ٹھیک ہے۔''

نمبر نوٹ کرکے صمید نے حامی بھری اور پھر اسی کے ساتھ کال کاٹ دی تھی۔

وقت کا بے لگام گھوڑا دوڑتا جارہا تھا صمید کو نا چاہتے ہوئے بھی جنازہ اٹھانا پڑا تھا عائلہ جواب تک پتھر کا بت بنی بیٹھی تھی جنازے کی چارپائی اٹھتے ہی اس کی جیسے چیخیں نکل گئی تھیں کرنل صاحب کی جسد خاکی کو امانتاً دفن کرنے کا فیصلہ ہوا تھا عائلہ کا ساکت وجود جیسے مچل اٹھا۔ بیساکھیوں کی طرح اس کے ساتھ دو ہی رشتوں کے سہارے تو چل رہی تھی ان دو رشتوں میں سے ایک اس نے خود گنوا دیا تھا اور دوسرا تقدیر نے چھین لیا وہ اپنے نصیب پر جتنا بھی دھاڑیں مار مار کر روتی کم تھا۔

❁......❂......❁

تارکول کی کشادہ سڑک پر آپس میں ٹکرا کر تباہ ہونے والی دونوں گاڑیوں نے آگ پکڑ لی تھی مریرہ کی گاڑی فل اسپیڈ میں جیسے ہی مخالف سمت سے آنے والی گاڑی کے ساتھ ٹکرائی فرنٹ سیٹ کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا تھا۔ وہ سیٹ سے نیچے سڑک پر گری تھی اور پھر فٹ بال کی طرح لڑھکتی ہوئی سڑک کے کنارے اوندھے منہ جاگری جبکہ اس کی گاڑی نے فضا میں دو تین قلابازیاں کھانے کے بعد آگ پکڑ لی تھی۔

مخالف سمت سے آنے والی جیپ سلو اسپیڈ میں اپنی سائیڈ پر آرہی تھی مگر مریرہ کی بے احتیاطی اسے بھی لے ڈوبی۔ جیپ میں سوار خوبرو نوجوان خون میں لت پت سڑک پر بے ہوش پڑا تھا مریرہ کی طرح اس کی گاڑی بھی

ہجر و فراق کے رنگوں سے مزین

نائلہ طارق کا سلسلے وار ناول

شب آرزو تیری چاہ میں

ان شاء اللہ ماہ فروری سے حجاب میں ملاحظہ فرمائیں

عشق و محبت کے انداز بھی

تو جدائی کے جاں گسل لمحات بھی ہیں

غم جاناں، غم دوراں کی بھرپور عکاسی کرتا

یہ ناول آپ کی سوچ کو نیا رخ عطا کرے گا

مکمل تباہ ہوگئی تھی۔ اردگرد کے مقامی افراد جب تک وہاں جمع ہوئے دونوں گاڑیوں میں موجود سارا قیمتی سامان آگ کی نذر ہو چکا تھا۔
مریہ کا پرس...... اس کا موبائل...... تمام قیمتی دستاویزات...... سب ختم ہوگیا تھا اگر کچھ باقی بچا تھا تو وہ دونوں نفوس کے دلوں کی دھڑکن تھی۔
لوگوں کے اس جم غفیر میں حادثے کا شکار ہونے والے دونوں نفوس کے لیے طرح طرح کی باتیں ہو رہی تھیں۔ جانے کون انسانیت کے ناطے بنا پولیس کی کارروائی کی پروا کیے ان دونوں کو دو مختلف گاڑیوں میں ڈال کر اسپتال لایا تھا۔
مریہ کا اتا پتا تلاش کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ اس کا تمام سامان گاڑی میں آگ کی نذر ہوگیا تھا۔ تاہم درد کی شدت سے کراہتے خوبرو نوجوان کی پاکٹ سے ملنے والا موبائل فون اس کے ورثا کو اطلاع کرنے کے کام آ گیا تھا۔

❀......۞......❀
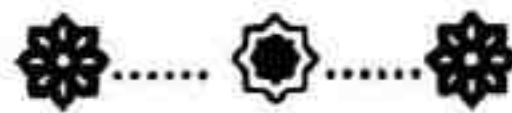
حویلی کا فون بج رہا تھا۔
صفائی سے فارغ ہو کر گھر جاتی ملازمہ نے کال ریسیو کی۔ عائشہ بیگم کے سر میں درد تھا لہٰذا ضروری امور سے فراغت کے بعد وہ اپنے کمرے میں کمبل میں دبکی سونے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں جب ملازمہ گھبرائی ہوئی بھاگی بھاگی ان کے قریب گئی۔
''بی بی جی......'' ملازمہ کی پکار پر عائشہ بیگم نے طلائی کنگنوں سے سجا بازو آنکھوں سے ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔
''ہوں۔''
''غضب ہوگیا بی بی جی چھوٹے چوہدری صاحب کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے شہر میں' ابھی اسپتال سے فون آیا ہے وہ ٹھیک نہیں ہیں۔'' ملازمہ کی اطلاع ان کے سر پر کسی ہتھوڑے کی طرح لگی تھی۔
سر کا درد کہیں کا کہیں چلا گیا تھا صرف ایک منٹ میں الماری سے چادر نکال کر اوڑھتے ہوئے وہ مردان خانے کی طرف بھاگی تھیں جہاں ملک فیاض اور شیر دل اکٹھے بیٹھے کسی بات پر ہنس رہے تھے۔
''بھاء جی۔'' ان کی صدا پر ملک فیاض کے ساتھ ساتھ شیر دل نے بھی بے ساختہ مڑ کر دیکھا۔
''خیر ہے بھر جائی آپ یہاں؟'' ملک فیاض اٹھ کر قریب آئے...... وہ رو پڑیں۔
''عبدالہادی کا شہر میں ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے ابھی اسپتال سے کال آئی ہے ملازمہ نے سنی ہے۔''
''اللہ خیر...... آپ پریشان مت ہوں میں ابھی پتا کرتا ہوں کیا صورت حال ہے۔'' انہیں تسلی دے کر وہ شیر دل کی طرف مڑا۔
''تم گاڑی نکالو فوناً فوناً ہمیں ابھی شہر کے لیے نکلنا ہے۔'' شیر دل کو ہدایت دے کر اس نے ملازمہ سے کال کا احوال سنا پھر خود سی ایل آئی سے نمبر چیک کر کے کال بیک کی۔
تھوڑی دیر پہلے جو اطلاع ملازمہ کو دی گئی تھی وہی ان کے گوش گزار کر دی گئی تبھی ریسیور رکھ کر وہ فوراً باہر لپکے تھے۔
شیر دل گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا عائشہ بیگم تیز تیز قدم اٹھاتیں ان کے پیچھے چلی آئیں۔ عبدالہادی جو میرب کو اس کے چند ضروری ڈاکومنٹس اور کچھ گھریلو اشیا دینے شہر جا رہا تھا راستے میں ہی حادثے کا شکار ہوگیا۔
اسپتال والوں کے مطابق اس کی حالت تسلی بخش نہیں تھی مگر اس نے یہ بات عائشہ بیگم سے چھپالی پورے راستے وہ انہیں تسلی دیتا رہا تھا۔ گاڑی اسپتال کے مین گیٹ کے سامنے رکی تو عائشہ بیگم کا پورا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا۔
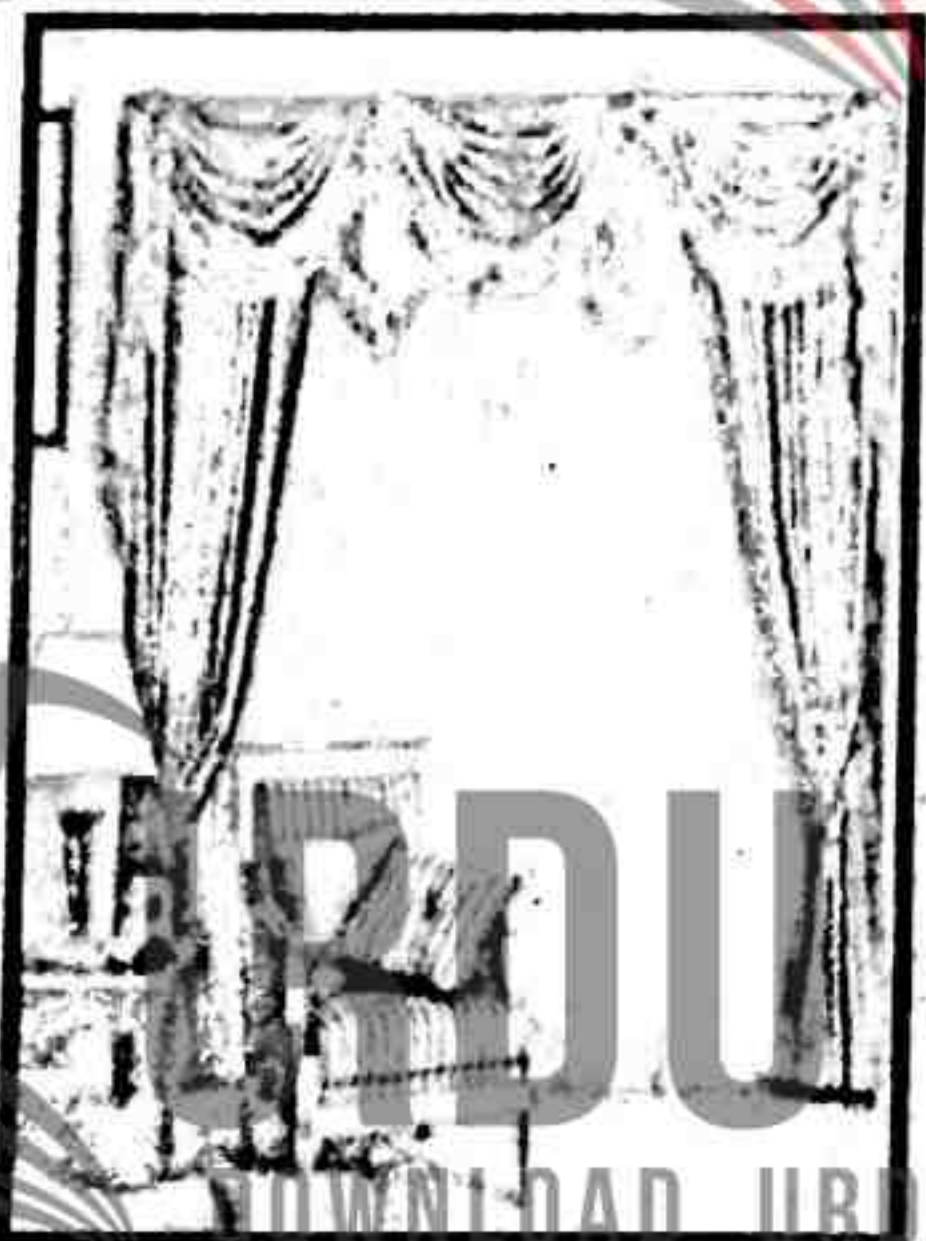
عبدالہادی آئی سی یو میں تھا اور فی الوقت کسی کو بھی اسے دیکھنے یا ملنے کی اجازت نہیں تھی عائشہ بیگم کے آنسو بے آواز بہہ رہے تھے۔

ملک اعجاز کی ناگہانی موت کے بعد پہلی بار وہ یوں بچوں کی طرح بے بسی سے رو رہی تھیں، پہلی بار انہیں اپنے ہم سفر کی کمی بہت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ کتنے سال چپ چاپ بیت گئے تھے مگر ان کی روح پر لگے زخموں پر کھرنڈ نہیں آیا تھا انہیں یاد آ رہا تھا جب وہ یونیورسٹی میں داخل ہوئی تھی تو سب سے پہلے جس شخص کے ساتھ ان کا ٹکراؤ ہوا وہ ملک اعجاز ہی تھا۔

سرخ وسفید رنگت کا مالک، بڑی بڑی چمکتی ذہین آنکھیں گھنی مونچھوں کے تلے گداز گلابی ہونٹ...... اور اس پر اس کا بے حد نفیس وشائستہ لباس عائشہ بیگم کو بہت بعد میں پتا چلا تھا کہ وہ پوری یونیورسٹی کا ہیرو تھا۔ جاگیرداروں کا بیٹا ہونے کے باوجود اس کے مزاج میں جاہلانہ حاکمیت نہیں تھی وہ بہت نرم مزاج اور محبت کرنے والا انسان تھا۔

عائشہ بیگم یونیورسٹی میں داخل ہونے کے پہلے دن اپنی سینئر کلاس کے لوگوں کے مذاق کا نشانہ بنی تھیں تبھی قدرے کنفیوژ اور گھبرائی ہوئی تھیں جب ہال کی سیڑھیاں کراس کرتے ہوئے کسی سے ٹکرا گئیں غلطی ان کی تھی وہ اپنے ہواس میں نہیں تھیں مگر پھر بھی مخالف شخص نے نہ صرف انہیں اوندھے منہ گرنے سے بچایا تھا بلکہ بہت شائستہ الفاظ میں معذرت بھی کی تھی عائشہ بیگم ان کی کلاس میں پہنچانے کا فریضہ بھی اسی نے سرانجام دیا تھا۔

اس روز وہ یونیورسٹی سے گھر جا کر اس کی شخصیت کے سحر میں کھوئی رہی تھیں پوری رات اس شخص کے لباس سے اٹھنے والی محسور کن خوشبو نے انہیں بے کل رکھا تھا۔ اگلے روز ان کی نگاہیں قطعی بے ساختگی میں دیوانہ وار اس شخص پر جا ٹھہری تھیں جو اپنے گروپ کے درمیان نمایاں کھڑا کسی بات پر بہت کھل کر ہنس رہا تھا وہ چپ چاپ اسے دیکھے گئیں شروع کے دو تین ماہ تک تو اس سحر انگیز شخص کو ان کے جذبوں کی خبر ہی نہیں ہو سکی تھی سحر انگیز شخصیت والا وہ شخص صرف ان کے خوابوں کا شہزادہ ہی نہیں تھا بلکہ یونیورسٹی کی کئی اور لڑکیاں بھی اس پر دل وجان سے فدا تھیں۔

جس روز عائشہ بیگم نے دل کے ہاتھوں مجبور، بے حد گھبراتے ہوئے اس سے اپنے دل کا حال بیان کیا وہ بہت ہنسا تھا۔

"آپ مجھ سے محبت کرتی ہیں، مجھ سے......" جھک کر ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

عائشہ بیگم نے لب بھینچے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ملک اعجاز کی آنکھوں میں اس وقت جو چمک اور شرارت تھی اس نے ان کی پلکیں نم کر ڈالیں۔ ان کی نم پلکیں دیکھ کر ہی وہ سنجیدہ ہوا تھا۔

"ایم سوری میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا اصل میں مجھے بڑی حیرانی ہو رہی ہے کہ آپ جیسی سمجھدار، خوب صورت ذہین لڑکی کو مجھ جیسے روایتی پینڈو میں نظر کیا آیا؟"

وہ ایسا ہی تھا ہمیشہ دوسروں کو اہمیت دینے والا مہربان، صلح جو...... عائشہ بیگم سے اس وقت اپنے قدموں پر کھڑا رہنا دشوار ہو گیا تھا شب وروز وہ جانے کیا کیا سوچتی تھیں کہ یہ کہوں گی موقع ملا تو وہ کہوں گی مگر اب وہ بالکل خاموش کھڑی تھیں۔ جیسے لبوں پر قفل لگ گیا ہو۔

وہ شاید ان کی حالت سمجھ گیا تھا تبھی اس بات کو ایشو بنائے بغیر نرمی سے بولا تھا۔

"آپ کی جو عمر ہے اس عمر میں لڑکیوں کو ہر اچھی بری چیز اچھی ہی لگتی ہے اس عمر میں جذبات نفس پر غالب ہوتے ہیں تبھی وہ ایسی حرکتیں بھی کر بیٹھتی ہیں جس پر پھر ساری عمر پچھتاوا رہتا ہے، میں نہیں چاہتا آپ بھی جذبات کے

ہاتھوں مجبور ہوکر کوئی غلط فیصلہ کریں میں واقعی آپ کے لائق نہیں ہوں، ایم سوری۔“ ان کے جذبات شائستگی سے رد ند کر وہ واپس پلٹ گیا تھا۔ عائشہ بیگم آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے سامنے اپنے دل کا خالی کٹورا لیے انہیں کتنی ہی دیر دکھ سے دیکھتی رہی تھیں۔

کیا ان جیسی بے مثال لڑکی کو ٹھکرانا کسی بھی مرد کے لیے اتنا ہی آسان تھا؟

نہیں..... ان کے خاندان میں ان کا ہر رشتے دار، جو بیٹے جیسی نعمت رکھتا تھا ان کا طلب گار تھا۔ کیا خالہ، کیا ماموں، کیا چچا، کیا، تایا کوئی بھی رشتہ ایسا نہیں تھا جو انہیں اپنی بہو بنانے کا خواہش مند نہ ہو۔ پھر بھی اس شخص نے اتنی آسانی سے اسے ریجیکٹ کر دیا تھا۔

وہ روئی تھیں اور پورے ایک ہفتے تک روتی رہی تھیں، یونیورسٹی اور پڑھائی سے بھی ان کا دل اچاٹ ہوگیا تھا۔ پورے ایک ہفتے کے بعد وہ یونیورسٹی آئیں تو خوشیاں ہی خوشیاں جیسے ان کی منتظر تھیں ملک اعجاز کے دل میں ان کی محبت کا پودا سر اٹھا چکا تھا وہ جتنا اسے اگنور کرتا اتنا ہی بے چین رہتا، خود سے ہار مان کر ایک روز ان کی روئی ہوئی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے بھی اقرار محبت کر لیا تھا۔

سچی محبت کا جذبہ شاید ایسا ہی ہوتا ہے اپنا آپ منوا کر دم لیتا ہے۔ ان دنوں عائشہ بیگم کے لیے زندگی بہار سے زیادہ حسین تھی، ملک اعجاز کی محبت سے انہیں بہت کچھ سیکھنے کو ملا تھا ان کی شوخ و چنچل سی زندگی میں شعور آ گیا تھا سمجھداری آ گئی تھی انہیں رشتوں کا احترام کرنا اور انہیں برتنا آ گیا تھا۔ یونیورسٹی سے فراغت کے بعد انہوں نے اپنی ماں سے اپنی محبت کو شیئر کیا تھا مگر ماں نے ان کی حوصلہ افزائی نہیں کی کیونکہ وہ جانتی تھیں ان کے شوہر کبھی بھی اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی خاندان سے باہر نہیں کریں گے اور یہی ہوا تھا۔

بات جیسے ہی ان کے علم میں آئی انہوں نے سختی سے اس رشتے کو ریجیکٹ کر دیا تھا۔ عائشہ بیگم جانتی تھیں ان کی بات پتھر پر لکیر کے مصداق ہے ایک بار اگر انہوں نے انکار کر دیا تو پھر زندگی بھر دوبارہ اس ٹاپک پر کبھی نظر ثانی نہیں کر سکتے تھے۔ اسی بات نے انہیں وہ انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا تھا جو کسی بھی شریف لڑکی کے لیے موت سے کم نہیں ہوتا۔

ملک اعجاز کی محبت سے دستبرداری ان کے لیے جیسے موت سے بھی بدتر تھی ان کا سانس رکنے لگتا تھا جب وہ ان کے بغیر جینے کا تصور بھی کرتی تھیں لہٰذا اس وقت ان کے دل نے جو فیصلہ کیا وہ کسی کی بھی پروا کیے بغیر اس پر ڈٹ گئیں۔

جس روز وہ گھر سے بھاگ کر کورٹ میں ملک اعجاز کی زندگی کا حصہ بنی تھیں اسی روز ان کی ماں کی ڈیتھ ہوگئی تھی مگر انہیں بہت بعد میں پتا چلا تھا۔ ملک اعجاز کو پانے کے لیے انہوں نے اپنے پیچھے ساری کشتیاں جلا ڈالی تھیں وہ بھی خود اپنے ہاتھوں سے......

حویلی میں ان کی آمد کسی بھونچال سے کم نہیں تھی۔ ملک وقار نے اپنے بیٹے کے اس قدم کو انتہائی گستاخانہ قدم قرار دیا تھا یہی وجہ تھی کہ حویلی میں انہیں کبھی وہ مقام نہیں مل سکا تھا جو ان کا حق تھا یا جس کی وہ مستحق تھیں۔

شادی کے بعد ملک اعجاز کی مصروفیات بھی بڑھ گئیں کچھ وہ گھر والوں کے رویے کی وجہ سے ویسے ہی کم گھر نکلتا تھا۔

شادی کے تقریباً ایک سال بعد کی بات تھی جب انہیں حویلی میں تنہا پا کر ملک فیاض نے ان کی عزت سے کھیلنے کی کوشش کی مگر ان کے شور مچانے پر ملازمہ کے آ جانے کے سبب ان کی عزت بچ گئی تھی۔

ملک اعجاز کے ساتھ ساتھ حویلی کے باقی افراد کو بھی یہ بات پتا چل گئی تھی مگر بات چونکہ حویلی کے سپوت کی تھی لہٰذا بنا کسی شور شرابے کے اس بات کو دبا لیا گیا اس واقعے کے بعد عائشہ بیگم حویلی میں بہت محتاط ہو کر زندگی گزار رہی تھیں۔

ٹھیک چھ ماہ کے بعد ملک اعجاز نے انہیں شہر میں شفٹ ہونے کا عندیہ دیا تھا شہر میں شفٹ ہونے کے بعد ہی

عبدالہادی ان کی کوکھ میں آیا تھا تب تک راوی چین ہی چین لکھ رہا تھا۔ عبدالہادی تین سال کا تھا جب نئی حویلی اور پرانی حویلی کے درمیان نفرت کی جنگ بھڑکی تھی اور اس جنگ میں ملک نیاز اور چھوٹے ملک کے ساتھ ساتھ ملک اعجاز کی زندگی کا چراغ بھی گل ہوا تھا۔

ماں باپ کا گھر چھوڑ کر نئی حویلی کی چار دیواری میں انتہائی مشکل زندگی گزارنے والی عائشہ بیگم کو اس ٹھنڈی برگد کے چھاؤں جیسے شخص کو کھونے کے بعد پتا چلا تھا کہ زندگی کی سفاکیت کیا ہوتی ہے ملک اعجاز کی رحلت کے فوراً بعد اسے پھر سے حویلی واپس بلالیا گیا تھا۔ عین عالم شباب میں بیوگی کی چادر اوڑھ کر ایک چھوٹے سے بچے کے ساتھ جیسے انہوں نے زندگی کے پچیس سال گزارے تھے وہ ہی جانتی تھیں۔

اب ایک مرتبہ پھر زندگی ان کے سامنے آزمائش بن کر آ کھڑی ہوئی تھی۔ عبدالہادی کی زندگی خطرے سے باہر نہیں تھی، عائشہ بیگم کی جان سولی پر لٹکی رہی۔

❁......◈......❁

کرنل صاحب کی تدفین ہوگئی تھی۔ زندگی سے بھرپور ایک کردار منوں مٹی تلے خاک اوڑھ کر سو گیا تھا۔ صمید حسن تدفین کے بعد گھر واپس آئے تو بے حد نڈھال تھے سارا بیگم ان کے پیچھے پیچھے کمرے میں آئی تھیں۔

''آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے صمید، تھوڑا آرام کرلیتے۔'' وہ ان کے پاس بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی تھیں۔ صمید حسن نے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے دونوں آنکھوں کے کنارے دبائے۔

''اب ساری عمر آرام ہی کرنا ہے سارا۔ جانے والے تو چلے گئے۔''

''اللہ کی یہی مرضی تھی صمید آپ حوصلہ کریں۔''

''کیسے حوصلہ کروں دیکھ لو وہ کرنل صاحب کی موت پر بھی نہیں آئی وہ میری موت پر بھی نہیں آئے گی سارا۔ میں جانتا ہوں اسے وہ بہت ضدی ہے۔'' ان کا لہجہ بے حد ٹوٹا ہوا تھا سارا بیگم کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''ایسی بات مت کریں صمید اللہ کا واسطہ ہے آپ کو۔''

''عائلہ کہاں ہے۔'' ان کی التجا کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے انہوں نے بات بدل دی تھی۔ تبھی وہ بولی تھیں۔

''اپنے کمرے میں ہے بڑی مشکل سے نیند کی گولی دے کر سلایا ہے۔''

''ہوں...... زاویار سے کہنا اس کے ساتھ اپنا رویہ کچھ بہتر کرلے وہ بہت دکھی ہے اس وقت۔''

''جی ٹھیک ہے میں کہہ دوں گی آپ تھوڑی دیر آرام کرلیں۔'' نرم لہجے میں کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں صمید حسن نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ان کا سر جیسے درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا تاہم دل کے ٹوٹ جانے کی تکلیف سب پر حاوی تھی۔

آنکھوں پر بازو رکھ کر بستر پر نیم دراز ہوتے ہوئے ان کے دل نے پھر دہائیاں دی تھیں کب سے رکے آنسو بھی چپ چاپ پلکوں کی باڑ توڑ کر بہہ نکلے تھے۔ مریہ رحمان سے انہیں اس درجہ بے وفائی کی امید نہیں تھی۔

❁......◈......❁

اے عشق ہمیں برباد نہ کر، ہم بھولے ہوؤں کو یاد نہ کر
پہلے ہی بہت ناشاد ہیں، ہم تو اور ہمیں ناشاد نہ کر
قسمت کا ستم ہی کم تو نہیں یہ تازہ ستم ایجاد نہ کر
یوں ظلم نہ کر بے داد نہ کر

اے عشق ہمیں برباد نہ کر
جس دن سے ملے ہیں دونوں کا سکھ چین گیا آرام گیا
چہروں سے بہار صبح گئی
ہاتھوں سے خوشی کا جام گیا
غمگین نہ بنا ناشاد نہ کر
اے عشق ہمیں برباد نہ کر

وہ راز ہے یہ غم آہ جسے پا جائے کوئی تو خیر نہیں
ظالم ہے یہ دنیا دل کو یہاں
بھا جائے کوئی تو خیر نہیں
ہے ظلم مگر فریاد نہ کر اے عشق ہمیں برباد نہ کر
دنیا کا تماشہ دیکھ لیا غمگین سی ہے بے تاب سی ہے
امید یہاں اک وہم سی ہے تسکین یہاں اک خواب سی ہے
دنیا میں خوشی کا نام نہیں
دنیا میں خوشی نایاب سی ہے
دنیا میں خوشی کو یاد نہ کر، اے عشق ہمیں برباد نہ کر

وہ ملول سا چھت پر بیٹھا اپنے دکھ کو ضبط کرنے کی کوشش کررہا تھا جب عبدالحنان نے پیچھے سے آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"کیا بات ہے صیام بڑے دل گرفتہ نظر آ رہے ہو۔" حنان کی آمد پر اس نے چونکتے ہوئے خود کو سنبھالا۔

"نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں بس یونہی شگفتہ کی جدائی کے احساس نے دل اداس کردیا ہے۔"

"ہوں...... بہن کا رشتہ ہی ایسا ہوتا ہے یار، بے ریا، بے لوث مگر تو اللہ کا شکر ادا کر کہ اس پاک ذات نے جلد فرض ادا کرنے کا سبب کردیا ورنہ جوان بہنیں دہلیز پر بیٹھی ہوں تو بھائیوں کی راتوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں۔"

"صحیح کہہ رہے ہو تم مجھے واقعی بہت ٹینشن تھی۔"

"جانتا ہوں چل تو یہ بتا درمکنون میم سے کیا بات ہوئی، میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے انہیں سیڑھیاں اتر کر جاتے ہوئے دیکھا ہے۔" حنان اس کے اور درمکنون کے معاملے میں پوری طرح باخبر تھا۔ صیام کو اس کے سامنے اپنا بھرم کھونا اچھا نہ لگا تبھی بات بناتے ہوئے بولا۔

"وہ نیروبی میٹنگ کے لیے بریف کررہی تھیں شگفتہ کی شادی سے فراغت کے بعد نیروبی جانا ہے مجھے درمکنون میم کے ساتھ۔"

"ہوں مطلب دل کی بات نہیں کی تم نے۔"

"نہیں۔"

"یہی امید تھی تم سے تم ہو ہی نکمے یار، دل لگا بیٹھے ہو مگر محبوب سے اظہار کی ہمت نہیں ہے۔"

"بس ایسا ہی ہوں میں کیا کروں۔"

"کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ لگتا ہے مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے فی الحال میں پہلے امی سے بات کر کے بچپن کی نام نہاد منگنی کے بندھن سے خود کو آزاد کرنا چاہتا ہوں میری وجہ سے خوامخواہ کسی کی زندگی برباد ہو یہ مجھے منظور نہیں۔"

"ہوں یہ بھی ٹھیک ہے چلو پھر نیچے سب تمہارا پوچھ رہے ہیں۔"

"تم چلو میں آ رہا ہوں۔" اس کی آنکھیں جلتی بجھتی سرخ ہو رہی تھیں عبدالحنان اسے تسلی دے کر نیچے چلا گیا۔

"صیام۔" وہ ابھی اٹھنے کا قصد ہی کر رہا تھا جب [illegible] کی صدا پر بے ساختہ سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ہوں۔"

"ماسی بلا رہی ہے تجھے۔"

"ٹھیک ہے آ رہا ہوں تم جاؤ۔"

"وہ..... میں نے ایک بات بھی کرنی تھی تجھ سے۔" بجائے واپس جانے کے وہ اس کے اور قریب آ گئی تھی صیام کو اس کی بات سننی پڑی۔

"ہوں کہو۔"

"وہ..... اماں چاہتی ہیں میری تعلیم مکمل ہو گئی ہے تو اب میری شادی بھی ہو جانی چاہیے مگر خالہ ابھی نہیں مان رہیں وہ کہتی ہیں تم ابھی شادی کے لیے تیار نہیں ہو، میں یہی پوچھنے آئی ہوں تم سے تم کیوں نہیں مان رہے۔" صیام کو اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہ سوال کرے گی مگر وہ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد قدرے بھاری آواز میں بولا۔

"کیونکہ میں نہ کل یہ شادی کرنے کے حق میں تھا نہ آج ہوں خالہ اگر اگلے پچاس سال بھی تمہیں میرے نام پر بٹھا کر رکھتی ہیں تو میرا جواب ناں ہی ہوگا لہٰذا بہتر ہے کہ تم اپنی زندگی مزید ضائع کرنے کی بجائے کوئی عقل کا کام کرو اور کسی اچھے سے شخص کے ساتھ ہاتھ پیلے کرا کر نئی زندگی شروع کر دو۔"

"میں تمہارے سوا کسی اور کے ساتھ زندگی شروع کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔"

"تو یہ تمہارا مسئلہ ہے میرا نہیں، میں شادی اپنی پسند سے کروں گا تم اگر کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر میرا انتظار کرنا چاہتی ہو تو شوق سے کرتی رہو، میں آج صاف الفاظ میں سب کے سامنے اس رشتے سے معذرت کر رہا ہوں اس کے بعد میرا کوئی قصور نہیں ہوگا اگر تم کنواری بیٹھی رہو۔"

"تم ایسا نہیں کر سکتے یہ رشتہ تمہارے ابا کی خواہش پر طے ہوا تھا۔"

"سو واٹ ابا نے رشتہ طے کرتے وقت مجھ سے میری خواہش نہیں پوچھی تھی ویسے بھی اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں۔"

"میں مر جاؤں گی صیام زہر کھا کر خودکشی کر لوں گی اگر تم نے یہ رشتہ ختم کیا تو۔"

"کر لینا یہ شوق بھی پورا مجھے فرق نہیں پڑتا۔" چہرے پر سختی لیے وہ رخ پھیرے کھڑا تھا عکین کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"خوب اچھی طرح جانتی ہوں میں کہ تم یہ سب کس کے لیے کر رہے ہو اسی چڑیل کے لیے ناں جو تمہاری پاس بنی پھرتی ہے اسے تو دیکھ لوں گی میں۔"

"بکواس بند کرو اپنی خبردار اگر تم نے اس کا نام بھی لیا تو۔"

"کیوں نہ لوں میں اس کا نام اس نے اپنے پیسوں سے تمہیں خرید لیا ہے سارا دن جو اس کے خادم بنے آگے پیچھے گھومتے رہتے ہو سب پتا ہے مجھے تمہارے آفس کی ایک ایک حرکت کی خبر ملی ہے۔"

آسیہ شاہین

السلام علیکم پیاری آپی! تمام آنچل اسٹاف اور آنچل سے منسلک دوستوں کو سلام محبت' کیسے ہیں آپ سب امید ہے بخیر یت ہوں گے۔ ہمیں آسیہ شاہین کہتے ہیں لیکن پیار سے ہمیں کبھی مختلف ناموں سے پکارتے ہیں' ہم پانچ بہنیں اور دو بھائی ہیں' سب سے بڑی روبینہ اس سے چھوٹی میں' مجھ سے چھوٹی میری بہن شہلا اور پھر ربیعہ' رباب اور آخر پر بلال ہیں۔ بڑی اپیا نے بی اے بی ایڈ کیا ان کی تقلید کرتے ہوئے میں بھی بی ایڈ میں آ گئی۔ میں تقریباً دس سال سے پڑھا رہی ہوں' اب آپ مجھے بوڑھی مت سمجھنے لگ جایئے گا' میں نے میٹرک کے فوراً بعد معلمی کے شعبے کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لیا تھا۔ ہمارے ابو کی دو سال پہلے وفات ہوگئی مگر ہم سب بہن بھائی ایک دوسرے کا سہارا ہیں۔ ہماری امی (ارشاد بیگم) کا تو ہمارے بچپن میں ہی انتقال ہوگیا تھا' ربیعہ' رباب اور چھوٹے بلال کی امی جو کہ ہماری بھی ماں کے منصب پر ہیں ان کا نام عزیز فاطمہ ہے۔ وہ اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں' اپیا کی' میری اور شہلا کی شادی ہوچکی ہے۔ اس کے علاوہ میری بری عادت ہے کہ اعتبار جلدی کر لیتی ہوں اور جب اعتبار ٹوٹتا ہے تو اتنا ہی دکھی بھی ہوتی ہوں۔ میں بہت ہنس مکھ ہوں' جہاں بیٹھتی ہوں وہاں قہقہے بکھیرتی ہوں۔ اس کے علاوہ سچ بولتی ہوں اگر کبھی جھوٹ بول دوں تو ٹھنڈے پسینے جان نہیں چھوڑتے۔ دل گھبرانے لگتا ہے تو نتائج کی پروا کیے بنا سچ اُگل دیتی ہوں۔ میرا مشغلہ ہے پڑھنا ہر وقت یا پڑھتی ہوں یا پڑھا رہی ہوتی ہوں۔ مجھے جو ناولز پسند ہیں ان میں ''جنت کے پتے' عبداللہ' زندگی گلزار ہے' لاحاصل اور بھی بہت سارے ہیں' اب کس کس کا نام لکھوں۔ اشفاق احمد اور اقبال بانو بہت پسند ہیں اور آج کل جن کو زیادہ پڑھتی ہوں وہ عمیرہ' نمرہ اور رفعت سراج سے بہت متاثر ہوں۔ ناکامی کی صورت میں میں دل نہیں ہارتی بلکہ اور شدت سے اس کے لیے محنت کرتی ہوں اور آخر کامیاب ہوجاتی ہوں۔ آخر میں تمام دوستوں کو ایک پیغام دیتی چلوں کہ اپنے کردار کو اتنا مضبوط بنالیں کہ سرد گرم ہوا آپ کا کچھ بگاڑ نہ پائے' شکریہ' اللہ حافظ۔

''تم ہوتی کون ہو میری خبریں رکھنے والی۔''

''منگیتر ہوں تمہاری' تمہارے نام پر اپنی زندگی کے بیس سال ضائع کیے ہیں میں نے اگر تم سوچ رہے ہو کہ آسانی سے مجھ سے پیچھا چھڑا کر تم اپنی زندگی کسی اور کے ساتھ شروع کرلو گے تو یہ تمہاری سب سے بڑی بھول ہے۔''

''بھاڑ میں جاؤ تم میری بلا سے۔'' وہ اس کے ساتھ الجھنے کے موڈ میں نہیں تھا جبھی نہایت آف موڈ کے ساتھ نیچے چلا آیا تو تمکین وہیں بیٹھ کر خاموشی سے رو پڑی۔ وہ شخص اس سے اتنا بے زار اور بے حس ہوگا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

❁......❁......❁

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

ہم نے مانا کہ متقول دعائیں ہوں گی
ہم کہاں ہوں گے دعاؤں کا اثر ہونے تک

اپنے ہونے کی خبر تم کو بھلا دیں بھی تو کیوں؟
ہم کو ہونا ہی نہیں تم کو خبر ہونے تک

مریرہ رحمٰن کو فوری طور پر آئی سی یو میں شفٹ کردیا گیا تھا مگر ڈاکٹر اس کی زندگی کے بارے میں زیادہ پُرامید نہیں تھے۔ اس کا خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا' سر پر بھی خاصی گہری چوٹ آئی تھی' یہی وجہ تھی کہ اس کی زندگی کے چانس بہت کم رہ گئے تھے۔

عبدالہادی کے ورثا آ گئے تھے مگر اس کے کسی وارث کا نام ونشان تک معلوم نہیں تھا۔ نہ اس کی شناخت کی کوئی چیز سلامت رہی تھی۔

کرنل صاب کی تدفین کے ساتھ ہی جیسے وہ بھری دنیا میں لاوارث ہو گئی تھی۔ پورے تین دن مسلسل بے ہوشی کے بعد بالآخر ڈاکٹرز نے اس کی زندگی سے مکمل مایوسی کا اظہار کردیا تھا۔ چوبیس گھنٹے نہایت اہم قرار دیئے گئے تھے۔ اگر اگلے چوبیس گھنٹوں میں اسے ہوش نہ آتا تو اس کے زندہ بچ جانے کی کوئی امید نہیں تھی اور پھر اگلے چوبیس گھنٹے بھی گزر گئے تھے۔ سرد دیوار و در کے اندر سرد بستر کے ساتھ' اس کا وجود بھی جیسے سرد پڑتا جارہا تھا۔ ڈاکٹرز اپنی سی پوری کوشش کے بعد بالآخر پیچھے ہٹ گئے تھے۔

سُن وجود اور بند آنکھوں کے ساتھ اس کا دل زندگی کی علامت بنا دھڑک رہا تھا اور جب تک یہ دل دھڑک رہا تھا۔ ڈاکٹر اسے مردہ قرار دے کر اس کے چہرے کو سفید کپڑے سے نہیں ڈھانپ سکتے تھے۔ اس کے نام کی فائل بند نہیں کی جاسکتی تھی' ڈیوٹی پر موجود سینئر ڈاکٹرز اور دیگر اسٹاف کے مطابق وہ کومے میں جاچکی تھی۔ ہسپتال کے عملے نے خاموشی سے اسے آئی سی یو سے وارڈ میں شفٹ کردیا تھا۔

❀......۞......❀

تین گھنٹے مسلسل بے ہوشی کے بعد اس کا سُن دماغ آہستہ آہستہ ہوش کے اجالے میں آیا تو اسے یاد آیا کہ وہ اغواء ہوچکی ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اس کا دل بے ساختہ بہت زور سے دھڑکا تھا۔ کون اغواء کرسکتا تھا اسے' وہ بھی گاؤں کی حدود میں؟ اس کی تو کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی تبھی اسے اپنی ماں کے الفاظ یاد آ گئے تھے۔

''کچھ کہانیاں راکھ کا ڈھیر بھی بن جائیں تب بھی ان میں دبی چنگاریاں ہمیشہ سلگتی رہتی ہیں شہرو...... جو کسی بھی لمحے کریدنے والوں کے ہاتھ جلا کر رکھ دیتی ہیں۔ پرانی حویلی کے مکین ابدی نیند سوچکے ہیں مگر...... ان کو ابدی نیند سلانے والوں کی کہانی ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ ملک فیاض ابھی زندہ ہے' ملک وقار کا منجھلا بیٹا' تمہارے باپ کا تایا زاد بھائی' نئی حویلی کا وارث' اس کے بھی بیٹے ہیں۔ کڑیل جوان' جو اسی گاؤں میں آوارہ کتوں کی طرح صبح وشام دندناتے پھرتے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ میری بیٹی جو میری کل زندگی کا سرمایہ ہے۔ پرانی حویلی کی وارث ہے' کبھی ملک فیاض یا اس کے بیٹوں کی دشمنی کی بھینٹ چڑھے' ہمارے پاس اب کھونے کے لیے کچھ بھی نہیں رہا ہے شہرو......'' تو کیا ملک فیاض یا اس کے بیٹوں کے ہاتھوں اغواء ہوئی تھی؟

اس خیال کے ساتھ ہی اس کا دل مزید شدت سے دھڑک اٹھا تھا' کیا ہونے والا تھا اس کے ساتھ؟ نئی حویلی اور پرانی حویلی کے درمیان برسوں سے جلتی دشمنی اور نفرت کی آگ میں کیا اس کا وجود ایندھن بننے جارہا تھا۔ سُن دماغ کو دونوں ہاتھوں سے تھامتی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔ شہربانو اور عمر عباس کو تو خبر ہی نہیں ہوگی کہ وہ کہاں ہے؟ اور اگر جواُن کو خبر ہوگئی تو ان پر کیا گزرے گی؟ وہ کیسے اسے ان درندہ نما انسانوں سے آزاد کروائیں گے۔

آزاد کروا بھی لیں گے تو اس بات کی کیا گارنٹی ہوگی کہ اس کی عزت کی چادر پر اس وقت تک کوئی داغ نہیں لگے گا۔ جب اس کی ماں نے اسے گاؤں میں محتاط رہنے اور وہاں سے کوچ کرجانے کی نصیحت کی تھی تب ان کے لہجے میں ایک عجیب سا خوف تھا۔ شہرزاد اب اس خوف کی شدت کو محسوس کرسکتی تھی۔

سویرا اصغر علی

میرا نام سویرا اصغر علی ہے جوکہ میری پیاری ماں نے رکھا ہے، بدولت اس دنیا میں 2 ستمبر کو تشریف لائی میرے چار بھائی ہیں اور ہم جناب اکیلے لاڈ اٹھانے والے (ہاہاہا)۔ پہلے نمبر پر بھائی سبطین جوکہ ویلڈنگ کا کام کرتے ہیں پھر مابدولت جو میٹرک پاس ہیں اس کے بعد ثقلین اصغر، حسنین اصغر اور زین اصغر جوکہ پڑھائی میں مصروف ہیں۔ اب بات ہوجائے پسند کی تو جی کلرز میں سفید، سرخ اور نیلا پسند ہے کھانے میں بریانی، پالک گوشت اور مٹر قیمہ پسند ہے میٹھے میں کسٹرڈ اور آئس کریم ہے۔ پھولوں میں سرخ گلاب میری جان ہے، جیولری میں سادہ چوڑیاں جتنی ہوا تنی کم ہیں اور ٹاپس۔ قدرتی چیزیں اٹریکٹ کرتی ہیں جیسے کہ چودہویں کا چاند، پہاڑ، جھیل اور لائن میں لگے کافی سارے درخت جن کے درمیان ایک سڑک گزرتی ہو۔ خوشبو میں مٹی کی خوشبو اور پھولوں کی خوشبو اچھی لگتی ہے۔ غصہ بہت آتا ہے جو رو کر اتار لیتی ہوں، بقول امی کے میں منہ پھٹ ہوں۔ ہم نرم دل بہت ہیں۔ بہترین دوست ایک ہے میں اس کا نام نہیں لکھنا چاہتی وہ خود جان لے گی۔ میری دعا ہے کہ ہماری دوستی یوں ہی تاقیامت قائم و دائم آباد رہے، آمین۔ فیورٹ رائٹر نازی کنول نازی، راحت وفا، سباس گل اور بھی کئی ہیں اللہ ان کو ہمیشہ کامیاب رکھے زندگی کے ہر سفر میں، آمین۔ سنگرز میں راحت، فتح علی خان، شاعروں میں وصی شاہ اور فراز ہیں۔ پہلا اور آخری خواب سمجھیں یا خواہش والدین کے ساتھ عمرہ کرنا اور حج بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل کرنا ہے۔ کیسا لگا میرا تعارف، ضرور بتانا، اللہ حافظ۔

اس سے غلطی سرزد ہوئی تھی لہٰذا سزا تو بھگتنی تھی، تبھی دوپٹہ سنبھال کر پرانے پلنگ سے اٹھتے ہوئے وہ باہر کشادہ کچے صحن سے منسلک چھوٹی سی لکڑی کی کھڑکی کی طرف آئی تو باہر نالی کے جابجا بکھرے خشک پتوں نے اس کے دل کو مزید سہادیا۔ وہ جگہ کسی شہری مکان کا حصہ ہرگز نہیں لگ رہی تھی، تو کیا واقعی وہ اپنی ماں کے خدشے کے عین مطابق دو خاندانوں کے درمیان دشمنی کی بھینٹ چڑھ گئی تھی؟ آنکھیں تھیں کہ انجانے وسوسوں کے زیر اثر بھر بھر آنے کو بےتاب ہورہی تھیں مگر اس نے سختی سے انہیں رگڑ دیا۔ اسے خود کو دشمن کے سامنے کمزور ثابت نہیں کرنا تھا۔

جانے سیل بھی کہاں گر گیا تھا ورنہ کم از کم وہ در مکنون کو حالات سے باخبر کردیتی۔ گزرتے ہر لمحے کے ساتھ رات کی پھیلتی سیاہی اس کے انجانے خدشوں کو مزید ہوا دے رہی تھی۔ پہلی بار اسے احساس ہوا تھا کہ وہ جتنی بہادر بھی سہی مگر بلآخر ایک لڑکی تھی جس کے پاس سب سے قیمتی سرمایہ اس کی عزت کا تھا۔ کشادہ کچے صحن کے ایک کونے میں لگے پیلے بلب کی روشنی مدھم پڑتی جارہی تھی شہزاد نے وحشت زدہ ہوکر زور زور سے چلانا شروع کردیا۔

”کوئی ہے..... کوئی ہے؟“ اگلے پندرہ بیس منٹ اس کی بلند صدا پر کسی نے کان نہیں دھرے تاہم گلا خشک ہونے کے باوجود اس نے اپنا شغل جاری رکھا تھا تبھی ہاتھ میں ٹارچ تھامے ایک ادھیڑ عمر سا شخص مکان کے بیرونی دروازے کا لاک کھول کر اندر صحن میں چلا آیا۔

شہزاد کے گلے میں خراشیں پڑھ چکی تھیں، وہ آنے والے شخص پر نگاہیں جما کر وہیں کچے فرش پر بیٹھ گئی۔ ادھیڑ عمر خستہ حال سا شخص اب درمیانے قدموں سے چلتا کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا، اگلے ایک منٹ کے بعد اس نے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

”کیا بات ہے کیوں شور مچارہی ہو؟“ آنے والے شخص کے بوسیدہ لباس اور چادر سے عجیب سی بدبو آرہی تھی۔ شہزاد نے ناک پر دوپٹہ رکھ لیا۔

”مجھے کیوں لائے ہو یہاں، میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟“

"میرا کیا بگاڑ سکتی ہو تم؟ سائیں جی کے حکم پر ان کے بندے تمہیں یہاں لائے ہیں' کیوں لائے ہیں اس کا جواب سائیں جی ہی دے سکتے ہیں' میں نہیں۔"

"کون سائیں جی...... ملک فیاض؟"

"آہو......" اس کے بدترین خدشات کی تصدیق ہو چکی تھی۔

شہزاد کے اندر جیسے چھن سے کچھ ٹوٹ گیا' کیا واقعی اس کے قسمت کے ستارے آج کل گردش میں آئے ہوئے تھے؟ ادھیڑ عمر شخص نے اسے خاموش پا کر کرختگی سے کہا تھا۔

"تمہیں تمہارے سوالوں کے جواب مل گئے ہیں' اب شور مچانے کی غلطی مت کرنا ورنہ سائیں جی کے حکم پر سیدھی حلق میں گولی اتار دی جائے گی۔" شہزاد جانتی تھی وہ صرف اسے دھمکا نہیں رہا تھا' ملک فیاض اس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا وہ اس سے کسی بھی قسم کی درندگی کی امید رکھ سکتی تھی تبھی خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔

رات قطرہ قطرہ پگھلتی رہی' اس نے گھٹنوں میں منہ چھپا کر اپنے سارے آنسو اپنے اندر اتار لیے۔

❀......۞......❀

عبدالہادی کو چوبیس گھنٹے گزرنے کے بعد ہوش آ گیا تھا۔ گو ابھی اسے آئی سی یو میں رہنے کی ضرورت تھی مگر ڈاکٹر کے مطابق اس کی زندگی اب خطرے سے باہر تھی۔ عائشہ بیگم نے وہیں شکرانے کے نوافل ادا کیے تھے۔ عبدالہادی کے ہوش میں آنے کے بعد رات ڈھلنے سے قبل ہی ملک فیاض نے اسے حویلی واپس لوٹنے کا حکم سنا دیا تھا۔ وہ حویلی کی عزت تھی اور حویلی کی عزت رات کے وقت غیر مردوں کی نگاہ میں رہے یہ اس کی غیرت کو گوارہ نہیں تھا۔

ڈیوٹی پر موجود مرد ڈاکٹر جب بھی چیک اپ کے لیے آتے وہ انہیں نقاب کروا کر ایک سائیڈ پر پیچھے بٹھا دیتے۔ کڑیل جوان بیٹے کی ماں ہو کر بھی وہ حویلی کی روایات سے بری نہیں ہو سکی تھیں۔ اس وقت ان کا دل کسی طور اپنے اکلوتے بیٹے کو تنہا چھوڑ کر حویلی جانے کو نہیں چاہ رہا تھا مگر وہ ازحد مجبور کر دی گئی تھیں۔ ملک فیاض کے کسی حکم سے انحراف کا مطلب تھا' حویلی سے دربدر اور ذلت کی موت۔ وہ حویلی سے دربدر ہونے کے لیے تو تیار تھیں مگر ذلت کی موت انہیں کسی طور گوارا نہیں تھی تبھی دل نا چاہنے کے باوجود وہ اپنے بیٹے کی پیشانی چوم کر برستی آنکھوں کے ساتھ ہسپتال سے نکل آئی تھیں۔

ملک فیاض نے انہیں شیر دل کے ساتھ روانہ کیا تھا' عائشہ بیگم اور شیر دل کو حویلی کے لیے روانہ کرنے کے بعد وہ ابھی کوریڈور میں ہی تھا جب حویلی سے آنے والی کال پر اس کے قدم عبدالہادی کے کمرے کی دہلیز پر ہی رک گئے۔

"ہاں دینو کہو' کیا بات ہے؟" آخری بیل پر کال پک کر کے اس نے قدرے رعب سے پوچھا تھا جب دوسری طرف سے اسے اطلاع دی گئی۔

"سائیں وہ لڑکی بہت تنگ کر رہی ہے' چوبیس گھنٹے بھوکی رہ کر بھی اس نے کھانا نہیں کھایا' اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔"

"تو تمہیں کیا پریشانی ہے؟" اس نے غصہ کیا تھا' دوسری طرف دینو کی گھگھی بندھ گئی۔

"سرکار ایسے تو وہ مر جائے گی۔"

"تو مر جائے بابا...... ہم نے اس کی خدمتیں کرنے کا ٹھیکہ تو نہیں اٹھا رکھا ناں' ویسے بھی دشمنوں کی بیٹی ہے وہ ہمارے لئے جیے یا مرے ہماری بلا سے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے سائیں مگر......"

معروف مصنف و کالم نگار مشتاق احمد قریشی کے قلم سے ایک اور شاہکار

نیرنگ خیال

مشتاق احمد قریشی

شائع ہو گئی ہے

Watch Us On
YouTube

چہرے کے فالتو بالوں کا
بہت ہی آسان علاج

YouTube

Health Care Club

چہرے کی جُھریوں کا
بہت ہی آسان علاج

YouTube

Health Care Club

''کیا اگر مگر لگا رکھی ہے تم نے' کہیں دماغ تو نہیں سٹھیا گیا تمہارا جو آج ہمارا قیمتی وقت برباد کیے جا رہے ہو۔''

''گستاخی معاف سائیں...... میری سات نسلیں آپ پر قربان' میری عرض صرف اتنی سی ہے کہ لڑکی بھلے دشمنوں کی ہے مگر ہے بہت خوب صورت' آپ دیکھیں گے تو......''

''اچھا اچھا باباپ دیکھ لیں گے...... دیکھ لیں گے۔ خیال رکھو اس کا اور ہاں' خبردار اگر میرے سوا کسی کو بھی پتا چلا اس لڑکی کا' زندہ زمین میں گاڑ دوں گا تمہیں' یہ یاد رکھنا۔''

''ایسا ہی ہوگا سائیں...... آپ بالکل فکر نہ کریں۔''

''ٹھیک ہے...... ٹھیک ہے اللہ حافظ۔'' اپنے غصے اور جلال میں وہ یہ بات بھی بھول گیا تھا کہ وہ اس وقت حویلی میں نہیں بلکہ سرکاری ہسپتال میں کھڑا ہے جہاں اس کا جوان بھتیجا ایڈمٹ ہے۔

عبدالہادی کا دماغ ابھی مکمل طور پر کچھ بھی سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں تھا تاہم آنکھ کھلتے ہی ملک فیاض کے یہ الفاظ اس کی سماعتوں سے ٹکرائے تھے۔

''اچھا اچھا بابا...... دیکھ لیں گے' دیکھ لیں گے خیال رکھو اس کا اور ہاں...... خبردار اگر میرے سوا کسی کو بھی پتا چلا اس لڑکی کا' زندہ زمین میں گاڑ دوں گا تمہیں' یہ یاد رکھنا۔'' ملک فیاض نے یہ الفاظ کس سے کہے تھے وہ نہیں جانتا تھا مگر ان الفاظ نے اس کے پہلے سے الجھے ہوئے دماغ کو مزید الجھا دیا تھا۔ اس کی آنکھیں ایک نادیدہ سے بوجھ کے زیر اثر پھر سے بند ہونے لگی تھیں۔ اگلے ہی پل وہ دوبارہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چکا تھا۔

❁......۞......❁

پرانے کمرے کے دیمک زدہ کواڑ ایک ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ وا ہوئے تھے۔ شہرزاد جو دیوار سے ٹیک لگائے گھٹنوں میں منہ چھپائی ہوئی بیٹھی تھی دروازے کی چرچراہٹ پر اس نے فوراً سے پیشتر گھٹنوں سے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ حویلی کی دو ملازمائیں اپنے ساتھ ایک عروسی جوڑا اور کچھ دیگر ساز و سامان اٹھائے اسی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ شہرزاد کا نقاہت سے زرد چہرہ تمتما اٹھا۔

''یہ کیا ہے...... کون ہو تم لوگ؟'' وہ چلائی تھی' جواب میں دونوں خواتین نے پہلے ایک دوسرے کی طرف اور پھر اس کی طرف نگاہ کی تھی۔

''ہم سائیں کی خادمائیں ہیں' حویلی کی پرانی وفادار ملازمائیں۔ یہ جوڑا پہن لو ابھی تھوڑی دیر میں سائیں فیاض کے ساتھ تمہارا نکاح ہونے والا ہے۔'' آنے والی خواتین میں سے ایک نے اطلاع دی۔

شہرزاد کو لگا جیسے کسی نے بارود سے اس کے وجود کے پرخچے اڑا دیئے ہوں۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

بُری ماں

اُم اقصیٰ

وہ سب سوال جو میری سمجھ سے باہر ہیں
میں جاگ جاگ کے ان کے جواب سوچتی ہوں
پلٹ کے دیکھتی ہوں جب راہِ وفا کی طرف
تو عمر بھر کے دکھوں کا حساب سوچتی ہوں

میں ایک بُری ماں ہوں بے حد بُری...... ہر لحاظ سے بُری، ہر حوالے سے بُری اور ہر طریقے سے بھی...... ایک زمانہ...... ایک عرصے سے تواتر سے کہتا آرہا ہے، صرف کہتا نہیں زمانے نے تو مہر لگادی ہے مجھ پہ بُری ماں کی...... جہاں جاؤں، جس حوالے سے بھی جاؤں میری ایک ہی پہچان ایک ہی حوالہ ہے اور وہ حوالہ بُری ماں ہے...... زمانہ تو زمانہ ایک وقت ایسا آیا کہ میری اپنی اولاد نے مجھے بُری ماں کہا پر مجھے برا نہیں لگا قطعاً نہیں لگا...... کبھی اولاد کی کوئی بات بھی بُری لگتی ہے کیا؟ چاہے وہ بُری ہی ہو...... آئیں میں آپ کو شروع سے بتاتی ہوں۔

❁......❁......❁

میں نسیم بیگم چک 20 گ ب کی رہائشی عام سی لڑکی تھی۔ عام اسی دیسی جیسی گاؤں کی ہوا کرتی تھیں۔ 1980 میں، اُپلے تھاپنا، بھینسوں کو چارہ ڈالنا، نہر پر کپڑے دھونے جانا جیسے سارے کام میں خود ہی کیا کرتی تھی، پھر قسمت نے یاوری کی اور زمانہ بھی بھلا تھا کہ چوہدری اللہ دین سے میری شادی ہوگئی۔ چوہدری اللہ دین صرف نام کا ہی چوہدری نہ تھا یہ بڑے بڑے باغات، کاروبار، تین کنال کا گھر، مگر مزاج کا شریف تھا، عاجزی والا بندہ تھا، میں گھر کی بڑی بہو بنی اور سب ذمہ داریاں بطریق احسن نبھائیں، شوہر، ساس، نند، دیور کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہ دیا۔

تھی تو گاؤں کی پلی بڑھی پر اس قصبے نما شہر میں آ کر رچ بس گئی۔ اللہ نے اولاد جیسی رحمت و نعمت سے نوازا...... مسفرہ میری سب سے بڑی بیٹی، باپ کا روپ لائی، منیزہ البتہ میرا عکس تھی۔ نمکین رنگت، تیکھی ناک، چھوٹی چھوٹی آنکھیں، بھرے بھرے ہونٹ، پھر ولید اور سعد تھے اور سب سے چھوٹا رمیض، بڑی نند مسرت میٹرک کے بعد لاہور چلی گئی۔ بہتر پڑھائی کی خاطر تو میں نے مسفرہ کو شہر کے بہترین اسکول میں داخل کروادیا۔ بھلے میں لکھی پڑھی نہیں تھی مگر اپنی نگرانی میں

مسفرہ کو پڑھاتی۔ کچھ وہ ذہین بھی تھی اپنی کلاس میں فرسٹ آتی۔ منیزہ نارمل تھی البتہ اس کی لکھائی بہت خوبصورت تھی۔ لگتا تھا موتی پروئے ہوں۔ میں پڑھنا نہ جانتی تھی پھر بھی اکثر منیزہ کی کاپی کھول کے اس کی لکھائی دیکھتی رہتی۔

صبح اٹھتے نماز پڑھتی اللہ کا شکر ادا کرتی اور کچن میں گھس جاتی۔ اللہ دین ناشتے کے بعد مسفرہ، منیزہ، ولید اور مصباح (نند) کو ساتھ اسکول لے جاتے۔ بڑی نند مسرت اور دیور جاوید لاہور میں پڑھتے تھے...... جبکہ بڑا دیور اسد باہر جانے کے چکروں میں تھا۔ تین کنال کا گھر تھا مگر صفائی ستھرائی اپنی نگرانی میں کرواتی، گھر کے ایک طرف چوہدری صاحب نے ڈیرہ بنایا ہوا تھا۔ ملنے ملانے والوں کو وہ وہاں بھگتاتے، ڈیرے کی صفائی میں اپنے ہاتھوں سے کرتی، دوپہر میں چوہدری صاحب گھر آ کے تازہ کھانا کھاتے تھے، سالن، اچار، چٹنی، سلاد رائتہ، پھلکے ابلے چاول اور کھانے کے بعد فالسے کا شربت میں ان کی پسند کو مدنظر رکھتی اور ہر ہر چیز پوری محنت و لگن سے تیار کرتی۔ میری ساس اچھی شفیق خاتون تھیں اکثر کاموں میں ہاتھ بٹا دیتیں...... یا سعد کو سنبھالے رکھتیں۔ گھر میں سکون تھا اور امن بھی...... کیونکہ عاجزی تھی شکر گزاری تھی۔

پھر زمانہ بدلا، مزاج اور رویے بھی...... اسد باہر سے آیا مگر اکیلا نہیں ولایتی بیوی اور ولایتی آداب ہمراہ تھے۔ مسرت کی لاہور شادی ہوگئی۔ مزاج میں شاہانہ پن آ گیا۔ مصباح پٹر پٹر انگریزی بولنا سیکھ گئی۔ ساس کو اسٹار پلس کی لت پڑ گئی سو مکاریاں بھی آ گئیں۔ جاوید البتہ ویسا ہی لاپروا سا رہا۔ اللہ دین اے ڈی چوہدری بن گیا۔ سب کچھ بدل گیا تھا یہاں تک کہ میں بھی...... برداشت کا مادہ بڑھا لیا۔ شکر کے ساتھ شکوہ بھی کرنے لگی۔ ان دنوں رمیض میری گود میں تھا۔ میں سارا دن کاموں میں جتی رہتی لیکن پھر بھی تنقید سہتی...... اور تو اور چوہدری صاحب کا بھی ہر وقت منہ بنا رہتا...... اچھی بہو سے بری بہو بن گئی، گھر والوں کی نظر میں بھی اور زمانے کی نظر میں بھی...... زمانے کی نگاہیں بھلا کب ہوتی ہیں؟ زمانہ تو اندھا ہوتا ہے جو بتایا جاتا ہے اسی پہ یقین کرتا ہے اور بری بہو کی اچھی باتیں کیسے بتلائی جاتی ہیں بھلا؟ میں خود بھی گھر میں بہت مس فٹ سی لگتی کیونکہ نہ تو میں مہرین (اسد کی بیوی) کی طرح جینز، ٹی شرٹ پہن سکتی تھی، نہ مصباح، مسرت کی طرح کھلے گلے اور جھانکتی کہنیوں جیسی بازوؤں کے نام پہ دھبوں جیسی قمیص، میں صبر کرتی رہی اور سب کو ہنس کر ملتی رہی، بچوں کی خاطر سب کچھ برداشت کر لیتی، جو نہ بھی ہوتا وہ بھی کر لیتی، پینڈو ہونے کے اب واضح طعنے ملنے لگے تھے مجھے۔

میں اے ڈی چوہدری کے لیے آنے والے فونز پر پنجابی میں بات کرتی ہوں...... ڈائننگ ٹیبل کے بجائے چٹائی پہ روٹی کھاتی ہوں...... تمیز نہیں مجھے، پہننے اوڑھنے بولنے تک کا سلیقہ نہیں مجھے، ایسی کتنی ہی باتیں دن بھر سنتی، بارہ سال شادی کو ہوئے پانچ بچے ہوئے اور اب اچانک سے سب کو احساس ہونے لگا تھا کہ میں اس گھر کے قابل نہیں۔ اور پھر ایک دن اے ڈی چوہدری کو من پسند بیوی مل گئی...... کھلے گلوں والی قمیص پہنے اور دن بھر لیپا پوتی کیے رہنے والی، جو اے ڈی چوہدری کے اس کی غیر موجودگی میں آنے والے فونز پہ اردو میں اے ڈی کی غیر موجودگی کی اطلاع دیتی...... شاہینہ نے شادی کی ایک شرط رکھی اور وہ پوری کر دی گئی۔

❁......❁......❁

والدین وفات پا چکے تھے میرا اکلوتا بھائی تھا چک 20 میں...... رمیض کو لیے میں وہاں چلی آئی۔ بھابی

روایتی تھی‘ دن بھر میں اس کے کام کرتی‘ باقی بچوں کو میں نے خود ہی چوہدری صاحب کے حوالے کردیا‘ اور یہیں سے میں بُری ماں بن گئی۔ زمانے کے لیے......

بچے ایک دو ماہ مجھ سے ملنے آتے‘ دن بھر رہتے‘ سوتیلی ماں کی شکایت لگاتے‘ باپ کے بدلنے کی بھی‘ میں خاموشی سے سن لیتی اور کر ہی کیا سکتی تھی۔ دن بھر بچوں کی فرمائشیں پوری کرتی‘ شام میں انہیں رخصت کرتی اور اندر آتے ہی بے دم ہوکر رونا شروع کردیتی۔ بھائی اکثر کہتے بچوں کو رکھ لو اپنے پاس‘ بھابی بھی کہہ دیتی لیکن میں نے کبھی ایسی کسی خواہش کا اظہار نہیں کیا‘ زمانہ تھوتھو کرنے لگا کہ بچوں کو اپنے پاس کیوں نہ رکھا ماں تو بچوں کی خاطر اپنا آپ تک بیچ دیتی ہے...... میں بھی بیچتی اگر اس سے کوئی فائدہ ہوتا تو...... رمیض تین سال کا ہوگیا۔ بچے ملنے آئے تو میں نے اسے بھی بھجوادیا باپ کے پاس...... زمانے نے مہر لگادی‘ مجھ پہ بُری ماں کی...... اپنی عیاشیوں کی خاطر ایک بچے تک کو پاس نہ رکھ سکی؟ نجانے کون سی عیاشیاں؟ چوہدری کے گھر والوں کی طرف سے بچوں پہ پابندی لگ گئی اور بچے اب نہ آتے...... مسفرہ سے فون پہ بات ہوئی کہنے لگی۔

”مما...... پلیز فون مت کیا کریں ہماری اتنی پروا ہوتی تو آپ ہمیں اپنے پاس رکھ لیتیں۔“ اور کھٹاک سے فون بند کردیا۔

مسفرہ نے میٹرک میں ضلع بھر میں ٹاپ کیا...... خوشی سے میرے آنسو نکل آئے اور میں ملنے کے لیے تڑپ اٹھی۔ چادر لے کر میں اس کے اسکول چلی آئی۔ گھنٹہ بھر باتیں کیں‘ بچی تھی ماں کو دیکھ کر پگھل گئی۔ اس کے بعد ہر ماہ میں بسوں کے دھکے کھاتی بچوں سے ملنے اسکول چلی جاتی۔ چار چار گھنٹے بریک کا انتظار کرتی‘ بچوں کے لیے کھانے پینے کو لے جاتی‘ خوب پیار کرتی‘ سیراب ہو کے آتی یہ اور بات کہ آتے ہی

کھلتی اور بڑھ جاتی۔ بُری ماں کا جو لیبل مجھ پہ لگا تھا وہ جوں کا توں تھا۔

مسفرہ مزید تعلیم کے لیے لاہور چلی گئی۔ اس کے دو سال بعد ہی منیزہ بھی چلی گئی' ولید بلیک بیلٹ تھا۔ سعد کو فٹ بال کا جنون' خیر میٹرک کے بعد سب لاہور جاتے گئے اور پھر سب وہیں شفٹ ہوگئے۔

❁......❁......❁

میں ایک کامیاب عورت ہوں...... یا یوں کہہ لیں کہ میں ایک کامیاب ماں ہوں' بُری عورت...... لیکن کامیاب عورت...... بُری ماں...... کامیاب ماں' کبھی بُری ماں بھی کامیاب ماں ہوئی ہے؟ لیکن میں ہوں وہ ایسے کہ......!

❁......❁......❁

طلاق میرے لیے ایک انہونی چیز تھی۔ چوہدری صاحب مجھ سے لاکھ بیزار سہی' یا پھر گھر والے سب میرے خواہ کتنے ہی خلاف سہی' لیکن طلاق تک نوبت جانے کا میں نے سوچا تک نہ تھا۔ آخر بارہ سال دیئے تھے میں نے اس گھر کو...... پانچ بچوں کی ماں تھی' لیکن انہونی چونکہ ہوتی ہی ہونے کے لیے ہے سو وہ ہو کر رہی۔ طلاق نے میرے حواس سلب کرلیے تھے۔ میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے بالکل عاری ہوگئی تھی۔ تب میں نے ایک سابقہ بیوی بن کر نہیں' نہ ہی عورت بن کر سوچا جیسا کہ عموماً ہوتا ہے' میں نے صرف اور صرف ایک ماں بن کر سوچا' میرے والدین کی چونکہ وفات ہوگئی تھی۔ بھائی کی چند ایکڑ اراضی تھی' وہ میرے بچوں کو کھلا پلا سکتے تھے اور انہوں نے آفر بھی کی تھی...... لیکن چک 20 گ ب میں رہنے والے بچوں کا مستقبل کیا ہوتا؟ مجھے بچوں کو اچھا کھلانا نہیں تھا مجھے انہیں اچھا بنانا بھی تھا...... ان کا باپ بہت امیر تھا' ان کو اچھا کھلا سکتا تھا' اچھا پڑھا سکتا تھا اور یہی ہوا...... مسفرہ لاہور یونیورسٹی میں فزکس کی پروفیسر ہے۔ منیزہ نے آنرز کے بعد ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرلی ہے' ولید انجینئر ہے' سعد اکاؤنٹنٹ اور ریمض ایم بی اے کا طالب علم......

میرا بھائی لاکھ اچھا سہی پر بیوی کے بھرنے پہ کب تک خالی رہتا؟ ان کی ماں بھی چھنتی ان سے اور یہیں گلیوں میں رل رہے ہوتے......اور بچے میرے پاس ہوتے تو نسیم بیگم کے بچے کہلاتے...... طلاق یافتہ عورت کے بچے......اور خاص طور سے مسفرہ' منیزہ کی شادی میں مسائل اٹھتے' ایک طلاق یافتہ عورت کی بیٹیوں کو کون قبول کرتا؟ اور بالفرض کر بھی لیتا تو ہمیشہ کے طعنے مقدر ٹھہرتے' وہ اپنے سسرالی گھرانوں میں طلاق یافتہ عورت کی بیٹیاں ہونے کے طعنے سنتیں' اب وہ اے ڈی چوہدری کی بیٹیاں ہیں' ایک امیر باپ کی بیٹیاں' اور دولت سب خامیاں چھپالیتی ہے' دونوں اپنے گھروں میں خوش وخرم ہیں اکثر ملنے آتی ہیں' میرا کیا ہے ایک طعنہ ہی تو مقدر بنا' ناں بُری ماں کا...... لیکن میں ایک کامیاب ماں بھی تو ہوں ناں۔

بُری بھلی جیسی بھی تھی گزر گئی' بہت کٹھنائیاں سہیں' بہت آزمائشیں سہی' پر اب میں ثمرآور ہوگئی ہوں' طعنے تشنے' گالیاں ہمدردیاں بہت کچھ ہمت سے سہا' ولید کو آفس والوں کی طرف سے بنگلہ ملا ہے' اگلے ہفتے سے وہ مجھے اپنے ساتھ لے جائے گا' اپنے بچوں کے پاس' میرے بچوں کے پاس...... مجھ سے خوش نصیب بھی ہوگا کوئی بھلا؟ اب آپ ہی بتایئے میں ایک بُری ماں ہوں یا کامیاب ماں......؟

❁

جو نصیب میں تھا

نفیسہ سعید

عمر گزری ہے مگر یہ نہیں معلوم ہوا
اس کو میری ہے کہ مجھ کو ہے ضرورت اس کی
اتنی شدت سے تو میں نے بھی نہیں چاہا تھا
مجھ سے دیکھی نہیں جاتی محبت اس کی

"مینل اٹھ جاؤ یار کتنا سوتی ہو تم۔" مناحل نے بیڈ پر اوندھی لیٹی مینل کے پاؤں کو زور زور سے ہلاتے ہوئے آواز لگائی۔ مینل نے بمشکل اپنی مندھی ہوئی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے گھورا۔

"مر جاؤ تم...... ہم تائی جی کی طرف جا رہے ہیں جاتے ہوئے باہر سے دروازہ لاک کر جائیں گے۔" اسے دھمکی دیتے ہوئے مناحل باہر کی جانب لپکی' جب پیچھے سے آتی مینل کی آواز نے اسے رک جانے پر مجبور کر دیا۔

"ارے رکو تو سہی ایسے کیسے تم لوگ مجھے اکیلا چھوڑ کر جاسکتے ہو۔" ساتھ ہی وہ اٹھ بیٹھی۔

"مغرب ہوتے ہی لائٹ چلی جاتی ہے اور تم جانتی ہو مجھے اندھیرے میں کتنا ڈر لگتا ہے نہ بابا میں نہیں رہ سکتی اکیلے گھر میں۔"

"ہاں تو کون چھوڑ کر جا رہا ہے اسی لیے تو تمہیں اٹھانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی ہوں جلدی کرو تمہاری اسی نیستی کی بدولت قرآن خوانی کا وقت نکل چکا' اب میلاد بھی رہ جائے گا تو پھر کھانا کھانے جا کر کیا کرنا ہے۔" مناحل نے پلٹتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ۔" مینل کو ایک دم ہی یاد آیا کہ آج تائی جی کے گھر قرآن خوانی اور میلاد تھا' جس کی اطلاع امی نے اسے رات ہی دے دی تھی مگر پھر بھی کالج سے واپس آنے کے بعد سونے کی ایسی عادت تھی کہ بنا سوئے وہ کوئی کام ہی نہیں کر سکتی تھی آج بھی نہ نہ کرتے ہوئے وہ جو سوئی تو چار بج گئے آنکھ ہی نہ کھلی جبکہ مناحل بالکل جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔

"امی سے کہو میں دس منٹ میں ریڈی ہو رہی ہوں' پلیز میرا انتظار کر لیں۔" تولیہ اٹھا کر باتھ روم کی جانب جاتے جاتے وہ رکی۔ "بات سنو مناحل مجھے اپنا نیا گرین والا سوٹ دے دو پہننے کے لیے' پلیز پلیز' پلیز منع مت کرنا۔" وہ اپنے لہجے میں حتی الامکان لجاجت بھرتے ہوئے بولی۔

"دماغ خراب ہے کیا وہ سوٹ تو ابھی تک میں نے بھی نہیں پہنا پھر تمہیں کیسے دے دوں۔" مناحل نے حیرت سے ابرو اچکاتے ہوئے جواب دیا۔

"چلو چھوڑو لڑو مت میں وہ ہی اپنا پرانا ریڈ والا سوٹ پہن جاتی ہوں جو پہلے بھی دو دفعہ تائی کے گھر پہن کر گئی تھی۔" مناحل کو جواب دیتی وہ باتھ روم میں گھس گئی' جانتی تھی کہ مناحل بھی بھی اس کی کوئی بات رد نہیں کرتی خاص طور پر اس وقت جب وہ بنا بحث و مباحثہ کیے اس کی ہر بات مان لینے کو تیار ہو جاتی اور ابھی بھی ایسا ہی ہوا' جیسے ہی وہ فریش ہو کر باہر نکلی سامنے بیڈ پر رکھا مناحل کا گرین سوٹ دیکھ کر کھل اٹھی' جلدی جلدی کپڑے تبدیل کر کے کمرے سے باہر نکلی تو امی اور مناحل جانے کے لیے بالکل تیار کھڑی تھیں جبکہ پاپا نے آفس سے سیدھے وہاں ہی پہنچ جانا تھا۔ تائی کا گھر وہ واحد جگہ تھی جہاں جانے کے لیے مینل ہر دم تیار رہتی' ان کے گھر کی ہر چیز اس کے لیے دلچسپی کا سبب تھی' ان کا بڑا سا لان' خوب ڈیکوریٹڈ لاؤنج اور سب سے بڑھ کر چوبیس گھنٹے اے سی کی کولنگ کی

بدولت ٹھنڈا یخ گھر جہاں جاکر کبھی یہ احساس نہ ہوتا کہ باہر کا موسم کسی قدر گرم ہے اور پھر تائی جی کا محبت میں گندھا انداز دل چاہتا ہر لحہ ان کے قریب بیٹھے ان کی محبت کا لمس محسوس کرتے رہو آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد ٹیکسی تائی جی کے بڑے سے بنگلے کے سامنے جارکی چوکیدار نے انہیں دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا مینل نے جلدی سے بیگ میں ہاتھ ڈال کر اپنا موبائل نکال لیا آج کئی دنوں بعد اسے موقع ملا تھا یہاں آکر اچھی اچھی تصویریں کھینچنے کا جسے وہ کسی حال میں گنوانا نہیں چاہتی تھی کیونکہ یہاں لی ہوئی تصاویر وہ کالج میں اپنی دوستوں کو دکھا کر انہیں متاثر کرنے کی عادی ہوچکی تھی لڑکیوں کے ستائشی الفاظ و جملے اس کا خون کئی گنا بڑھا دیا کرتے تھے لہٰذا اندر داخل ہوتے ہی وہ جلدی سے سامنے بنے تالاب کے پاس جا کھڑی ہوئی اس کا انداز دیکھتے ہوئے مناحل سمجھ گئی کہ وہ کیا کرنے لگی ہے۔

"مینل اندر چلو ہمیں پہلے ہی بہت دیر ہوچکی ہے یہ سب کام تم بعد میں بھی کرسکتی ہو۔" مناحل دور سے ہی چلائی مگر مینل پر کوئی اثر نہ ہوا اس نے بنا کوئی جواب دیے اچھا سا پوز بنایا لیکن قبل اس کے کہ تصویر اس کے موبائل اسکرین کی زینت بنتی ایک دم باہر کا گیٹ کھولا اور تایا جی کی بڑی سی گاڑی اندر داخل ہوئی مینل کا ہاتھ وہیں رک گیا شروع سے ہی تائی جی کی نسبت تایا کا رویہ ان سے خاصا نپا تلا رہا تھا جس کی بدولت وہ ان سے تھوڑا گھبرایا کرتی تھی۔ ابھی بھی ایسا ہی ہوا گاڑی دیکھتے ہی مینل نے اپنا موبائل والا ہاتھ فوراً نیچے کرلیا اور اس سے قبل کہ ڈرائیور نیچے اتر کر پیچھے کا دروازہ کھولتا وہ جلدی جلدی چلتے ہوئے مناحل کے ساتھ ہی لاؤنج میں داخل ہوگئی۔ جہاں کے ٹھنڈے ماحول نے باہر کی گرمی اور حبس کو لمحوں میں ہی ختم کردیا تھا پھر اس کا باقی وقت اتنے خوشگوار ماحول میں گزرا کہ کب رات ہوئی اور کب گھر واپسی کا ٹائم ہوا اسے علم ہی نہ ہوا اور پھر گھر آکر بھی کئی دنوں تک وہ وہاں کی ایک ایک بات یاد کرکے مناحل کے کان کھاتی رہی جبکہ اس سے دو سال چھوٹی مناحل کا رویہ کبھی بھی وہاں سے واپس آکر اتنا متاثر کن نہ ہوتا کہ وہ خود کو تائی جی کے محل نما گھر کے اثر سے نہ نکال پائے اور یہ وہ فرق تھا جو ان دونوں بہنوں میں نمایاں طور پر موجود تھا۔

☺......✿......☺

مینل اور مناحل دو ہی بہنیں تھیں ان کے والد ظفر علی ایک ایمان دار سرکاری ملازم تھے جو صرف اپنی تنخواہ میں گزارہ کرکے ایک صاف ستھری اور مطمئن زندگی گزار رہے تھے جبکہ ان کی والدہ حلیمہ بھی ایک اچھے پرائیویٹ اسکول میں جاب کرتی تھیں۔ ان کے برعکس ظفر علی کے بڑے بھائی یعنی مینل کے تایا ایک نامی گرامی بزنس مین تھے جن کے ڈپارٹمنٹل اسٹور کی چین نہ صرف ملک بلکہ ملک سے باہر بھی پھیلی ہوئی تھی۔ روپے پیسے کی اس قدر فراوانی نے ان کے اندر ایک بے نام سا غرور بھر دیا تھا جو ان کی شخصیت کا خاصہ بن چکا تھا' تائی فرحین ان کے مقابلے میں بالکل مختلف تھیں' ہنس مکھ اور پُرشفقت سی تائی وہ واحد ہستی تھیں جو پورے خاندان کو آپس میں جوڑے ہوئے تھیں ان کے دونوں چھوٹے بچے حورین اور عبدالرحمان عادتوں میں اپنی ماں کا پرتو تھے جبکہ وہ مینل اور مناحل کے ہم عمر بھی تھے جس کے باعث ان چاروں کی آپس میں بہت دوستی تھی۔ سب سے بڑے داحم بھائی اپنی عادتوں اور پُرغرور طبیعت کے اعتبار سے بالکل تایا جی جیسے تھے ویسے بھی وہ مینل سے خاصے بڑے تھے۔ وہ شروع سے ہی تعلیم کے سلسلے میں لندن رہے تھے ان کا سامنا ان دونوں بہنوں سے کم ہی ہوا کرتا تھا۔ سب سے چھوٹی بے بی پھوپو تھیں جو آج تک سارے بچوں کے لیے بے بی ہی تھیں۔ وہ دبئی میں رہتی تھیں لیکن جب بھی پاکستان آتیں تایا کے گھر رہائش اختیار رکھتیں اور مینل اور مناحل دونوں بہنیں ان دنوں زیادہ تر وہاں ہی پائی جاتیں۔ ویسے بھی مینل کو ان کے ٹوئنز بچوں عنایہ اور ریان سے بہت محبت تھی' اس کی کوشش ہوتی جب تک پھوپو پاکستان رہیں وہ بچے اس کے ساتھ ہوں اسی لیے وہ ہمیشہ پھوپو

کے جاتے ہی ان کے دوبارہ واپس آنے کا انتظار شروع کردیا کرتی اب تو ویسے بھی کچھ ماہ میں راحم بھائی کی شادی متوقع تھی جس میں پھوپو کا آنا لازمی تھا اور شادی سے زیادہ مینل کو پھوپو کا انتظار تھا جس کے لیے وہ ابھی سے دن گن رہی تھی۔

"گھر میں کوئی آیا تھا کیا؟" کالج سے واپس آتے ہی ڈائننگ ٹیبل پر سجا امی کا جہیز کا ڈنر سیٹ دیکھتے ہی اس نے مناحل سے سوال کیا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ عام حالات میں امی یہ سیٹ کبھی بھی الماری سے نہیں نکالتیں۔

"ہاں تائی جی اور راحم بھائی آئے تھے۔" ڈائننگ سے برتن سمیٹتی مناحل نے اسے دیکھتے ہوئے بتایا۔ "دراصل اگلے ہفتے راحم بھائی کی شادی کی ڈیٹ فکس ہونے والی ہے بس اسی سلسلے میں تائی آئی تھیں ایک تو دعوت دینا تھی دوسرا امی سے کوئی مشورہ بھی کرنا تھا شاید۔" مناحل نے کیا کہا اس سے مینل کو کوئی دلچسپی نہ تھی اس کے لیے سب سے اہم بات صرف اتنی تھی کہ راحم بھائی کی ڈیٹ فکس ہونے کے سلسلے میں تائی کے گھر ایک فنکشن ہونے والا تھا جس کے لیے اسے نیا ڈریس چاہیے تھا' وہ اپنی یہ فرمائش لے کر فوراً سے بیشتر امی کے پاس جا پہنچی۔

"اماں سنا ہے راحم بھائی کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو رہی ہے؟" حلیمہ نے حیرت سے اسے دیکھا جو کالج سے واپس آتے ہی یہ دیکھے بنا کہ کھانے میں کیا پکا ہے؟ راحم کی شادی کی تاریخ کے متعلق استفسار کرنے آن پہنچی تھی۔

"ہاں ہو تو رہی ہے مگر اس میں اتنی پریشانی والی کیا بات ہے جو تم بنا یونیفارم چینج کیے بھوکی پیاسی یوں پوچھنے چلی آئیں۔" وہ ہمیشہ سے اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کی عادی تھیں ان کا ایک اصول یہ بھی تھا کہ گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے فریش ہو کر کپڑے تبدیل کیے جائیں اگر کھانے کا وقت ہو تو کھانا کھا لیا جائے اس کے بعد کوئی اور بات کرنی چاہیے اور شروع سے ہی اس گھر کے چاروں افراد اسی روٹین کے تحت زندگی گزار رہے تھے جسے آج شاید انجانے میں مینل نے توڑ دیا تھا۔

"سوری امی' دراصل مجھے یہ کہنا تھا کہ......" وہ کہتے کہتے رک گئی ماں کے چہرے پر ایک نظر ڈالی۔ "اچھا آپ ابھی رہنے دیں میں کھانا کھا لوں پھر بات کرتی ہوں۔"

"اب آ ہی گئی ہو بیٹا تو بتا دو کیا مسئلہ ہو گیا کیوں اتنی پریشان ہو۔"

"امی مجھے راحم بھائی کے فنکشن کے لیے نیا ڈریس لے دیں پلیز' میرے پاس کوئی بھی سوٹ ایسا نہیں ہے جو میں نے کسی نہ کسی تقریب میں پہنا نہ ہو۔" حلیمہ نے ایک پل رک کر اپنی اس معصوم اور سادہ سی بیٹی کے چہرے پر ایک نظر ڈالی جس کی دنیا چھوٹی چھوٹی خواہشوں سے آباد تھی' کپڑے' جیولری' اور اچھا کھانا' شاید کبھی کبھی باہر آؤٹنگ پر جانا' یہ وہ عوامل تھے جو ہر دم مینل کو چاق و چوبند رکھنے کا سبب تھے ورنہ شاید اس کی زندگی ان سب کے بغیر بے کار تھی۔

"کوشش کروں گی' اگر ہو سکا تو ضرور بنا دوں گی۔" وہ ویسے بھی ہر ممکن کوشش کرتیں کہ مینل یا مناحل کی کوئی بات رد نہ کریں اور جس قدر ممکن ہوتا ان کی ہر خواہش پوری کرنا اپنا فرض سمجھتیں' یہی وجہ تھی کہ وہ اسکول میں جاب کر رہی تھیں ورنہ ظفر صاحب کی تنخواہ میں بھی کھینچ تان کر وہ گزارا کر سکتی تھیں مگر جانے کیوں شروع دن سے ہی ان کی یہ خواہش رہی کہ ان کی بیٹیوں کی کوئی آرزو تشنہ نہ رہ جائے۔

"کوشش نہیں امی پلیز بس ایک سادہ سی شیفون کی فراک سلوا دیں' بالکل ویسی ہی جیسی فرح باجی نے عید والے دن پہنی تھی۔" فرح اس کی خالہ زاد تھی۔

"اصل میں بیٹا دو ماہ بعد راحم کی شادی ہے جس کے لیے میں نے اسکول میں بھی ایک کمیٹی ڈال رکھی ہے جو جون تو جائے گی لیکن اگر اس میں سے رقم نکال کر خرچ کر لی تو پھر بعد میں مشکل ہو گی۔" وہ ہمیشہ اپنے بڑے اخراجات کمیٹی کی مد میں ہی پورے کرتیں۔

"ٹھیک ہے امی......" مینل آہستہ سے کہتی باہر

خاص موضوع خاص ماحول اور خاص وقت میں جنم لینے والی ایک ناقابل فراموش کہانی

حقیقی کرداروں کی سانس لیتی اور نشو نما پاتی ایک دلچسپ تحریر

ملک کی معروف مصنفہ نشاکوثر سردار کے نوک قلم سے 69 برس قبل جنم لینے والی ایک

دلکش اور رومانی اور محبت سے لبریز داستان

نئے افق کے صفحات پر سلسلے وار

ایک سو سولہ چاند کی راتیں

انڈو پاک کی تقسیم کے وقت اس محبت کی کہانی کا سفر شروع ہوا جہاں ایک پاک سرزمین کی تاریخ رقم ہوئی زمین ٹکڑوں میں تقسیم ہوئی تو محبت دو دلوں کو جوڑ رہی تھی۔ زمین کی تقسیم نے دلوں کو تقسیم نہیں ہونے دیا۔ پاکستان بننے کے دوران جن مشکلات اور مصائب سے وہ لوگ گزرے ہیں ان کا ہماری آج کی نسل کو احساس نہیں لوگوں کی ہجرت ہی نہیں ہوئی بلکہ ان کی زندگی ختم ہوگئی۔

افسانوی رومانوی لفظوں میں گندھی ناقابل فراموش حسین کہانی

محبت سے لبریز حسین چاندنی راتوں اور لمحوں کا ذکر محبت کرنے والوں کا احوال خاص

نکل گئی۔

وہ سمجھ چکی تھیں کہ نئے ڈریس کی خواہش اس پل مینل کے دل میں بری طرح مچل رہی ہے اور جو اگر یہ خواہش ادھوری رہ گئی تو......؟

”اللہ مالک ہے کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔“ یہ کہہ کروہ اپنے دل کو تسلی دیتی اٹھ گئیں۔

***

وہ شام میں سو کر اٹھی تو امی تائی جی کی طرف جانے کے لیے تیار کھڑی تھیں جبکہ مناحل کا کل پیپر تھا اور وہ کمرہ بند کیے پڑھ رہی تھی۔

”میں فرحین آپا کی طرف جا رہی ہوں چلنا ہے تو آجاؤ۔“ امی نے ایک نظر دیکھتے ہوئے آفر دی۔

”اس حلیے میں......“ وہ اس وقت ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھی۔

”ہاں شال لے لو تمہارے بابا آنے والے ہیں ایسے میں اگر تم تیار ہونے چلی گئیں تو جانتی ہو نہ انہوں نے بنا لیے چلے جانا ہے۔“ وہ اپنے بابا کی اس عادت سے بخوبی واقف تھی۔

”خیر پرسوں تو ہمیں ویسے ہی راحم بھائی کے فنکشن میں جانا ہے پھر آج اتنی ایمرجنسی میں جانے کی وجہ پوچھ سکتی ہوں؟“

”سنیعہ کے لیے برائیڈل ڈریس تیار کروانا ہے بھابی اس کے ساتھ جا کر ایک دو ڈیزائنر سے سیمپل لے کر آئی ہیں اب چاہتی ہیں کہ میں بھی دیکھ کر اپنی رائے دے دوں۔“

”لو جی بننا تو وہی ڈریس ہے جو راحم بھائی کی چہیتی بیگم چاہے گی پھر بلاوجہ تائی آپ کو کیوں گھسیٹ رہی ہیں؟“ سنیعہ اور راحم کا کئی سال پرانا افیئر تھا جب وہ دونوں ایک ہی اسکول میں ہم جماعت تھے پھر ہائیر ایجوکیشن بھی دونوں نے ایک ساتھ ہی حاصل کی اور پھر راحم بھائی باہر پڑھنے چلے گئے مگر انہوں نے اس دوران سنیعہ سے مسلسل رابطہ رکھا دونوں کے گھر والے بھی ان کی محبت سے بخوبی واقف تھے۔ یہی سبب تھا جو پچھلے سال راحم کے واپس آتے ہی ان دونوں کا باضابطہ طور پر رشتہ طے کر دیا گیا اور اب حال ہی میں ان کی شادی بھی ہونے والی تھی۔

”جانتی ہوں بیٹا ہونا وہی ہے جو سنیعہ چاہے گی یہ تو صرف رسمی کارروائیاں ہیں جو خاندانی لوگ نبھاتے ہیں اور ویسے بھی اگر دیکھا جائے تو یہ حق بھی اسی کا ہے شادی زندگی میں ایک ہی بار ہوتی ہے اس کے بعد اگر خدانخواستہ ہو تو وہ صرف مجبوری ہوتی ہے اور وہ خوشی جو کوئی بھی انسان اپنی زندگی میں صرف ایک بار ہی حاصل کر سکتا ہے تو کیوں نہ اس میں ہر کام اپنی مرضی کے مطابق کیا جائے۔“ امی اسے دھیرے دھیرے سمجھاتی گاڑی میں جا بیٹھیں تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ تایا کے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔ راحم بھائی کی گاڑی گیٹ کے باہر ہی موجود تھی جس کا مطلب تھا وہ گھر پر ہی تھے لیکن سنیعہ بھی وہاں ہی ہوگی اس کا علم مینل کو اندر جا کر ہوا اور ساتھ ہی اس بات پر افسوس بھی کہ وہ کس قدر رف حلیہ میں سر جھاڑ منہ پھاڑ امی کے ساتھ اٹھ کر یہاں آ گئی جبکہ سامنے خوب نک سک سے تیار لشکارے مارتی سنیعہ بیٹھی تھی۔ ڈریس ڈیزائن کی کیٹ لاک کے ساتھ مختلف کلرز کے کپڑے بھی تھے جنہیں وہ بڑی نزاکت سے اٹھا اٹھا کر دیکھ رہی تھی اس کے پہلو میں بیٹھے راحم بھائی اسے دیکھ دیکھ کر جی رہے تھے ایسا لگتا تھا جیسے انہیں پورے لاؤنج میں سوائے سنیعہ کے کوئی دوسری ہستی نہ دکھائی دے رہی ہو ایک دم مینل کو اس کی قسمت پر رشک آیا۔ جس کے نصیب میں اتنا چاہنے والا شریک سفر لکھا گیا ہو......اس کے بعد وہ جتنی دیر وہاں رہی سنیعہ پر نثار ہوتے سخت گیر راحم بھائی کو ہی دیکھتی رہی جو اس کے لیے موم کی مانند نرم دکھائی دے رہے تھے اسے ویسے بھی شروع دن سے سنیعہ اور راحم بھائی ایک ساتھ بہت اچھے لگتے دونوں ایک جیسے خوب صورت ایک دوسرے پر جان نچھاور کرتے ان دونوں کی جوڑی اتنی شاندار تھی کہ کئی بار مینل دل ہی دل میں ماشاء اللہ کہہ دیا کرتی جیسا کہ ابھی

بھی وہ کئی بار کہہ چکی تھی پھر ان سب کو لاؤنج میں بیٹھا چھوڑ کر وہ اوپر حورعین کے کمرے کی جانب چل دی کیونکہ اسے وہاں اپنی موجودگی بے معنی لگ رہی تھی۔

⁂

راحم بھائی کی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی، پورے دو ماہ دس دن بعد سنیعہ نے اپنے پورے جملہ حقوق کے ساتھ سنیعہ لاشاری سے سنیعہ راحم بن کر مہر ہاؤس میں داخل ہوجانا تھا۔ اس دن کا انتظار سب سے زیادہ مینل کو تھا۔ ایک تو پھوپو کی آمد پھر عنایہ اور ریان سب سے بڑھ کر خوب شاپنگ اور نت نئے کپڑوں کی تیاری جس کے لیے وہ خاصی ایکسائیٹڈ تھی کیونکہ امی کو نہ صرف کمیٹی مل گئی تھی بلکہ انہوں نے رائل بلیو شیفون لاکر مینل کو ایک خوب صورت فراک بھی سی دی تھی جبکہ اب تو اس سے بھی زیادہ اچھے کپڑے بننا متوقع تھے آج بھی وہ اور حورعین، عبدالرحمان کے ساتھ بازار آئی تھیں۔ حورعین نے ایک مشہور ڈیزائنر کو اپنا بارات کا ڈریس بننے دیا تھا تھوڑی بہت شاپنگ کے بعد وہ دونوں اسی ڈیزائنر کے پاس آ گئیں۔ حورعین دیکھنا چاہتی تھی کہ ڈریس ریڈی ہوا کہ نہیں، وہاں موجود سیلز گرل سے کچھ بات کرکے جب وہ باہر نکلیں تو سامنے ٹھیلے پر رکھے گول گپے دیکھ کر اس کا دل مچل اٹھا۔

"گول گپے کھاؤ گی؟" دلی خواہش پل بھر میں ہی اس کی زبان پر آ گئی۔

"روڈ پر اس طرح کھڑے ہوکر؟" حورعین نے آس پاس دیکھتے ہوئے حیرت سے سوال کیا۔

"ہاں تو اور کیا اب گول گپے کھانے کیا ہم کسی فائیو اسٹار ہوٹل جائیں گے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے فوراً دو پلیٹ آرڈر بھی کردیں۔

"ارے نہیں، میرے لیے مت لینا سوری یار میں اس طرح یہاں کھڑے ہوکر گول گپے نہیں کھاسکتی، ریلی سوری مینل پلیز برا مت منانا۔"

"چلو تمہاری مرضی۔" اپنی پلیٹ ہاتھ میں لیتے ہی اس نے جلدی سے ایک گول گپے میں پانی بھر کر منہ میں ڈالا ہی تھا کہ نظر بے اختیار سامنے پڑی جہاں راحم بھائی، سنیعہ کو ساتھ لیے کھڑے نظر آئے، وہ دونوں بھی غالباً اسی ڈیزائنر کے پاس آئے تھے جہاں سے کچھ دیر قبل حورعین باہر نکلی تھی۔

"یہ تم روڈ پر اس طرح کھڑی کیا کررہی ہو؟" اسے قطعی نظر انداز کرکے انہوں نے حورعین کو گھورا جو پہلے ہی اپنے سامنے بڑے بھائی کو دیکھ کر گھبرا گئی تھی۔

"وہ بھائی، دراصل مینل کو گول گپے کھانے تھے اس لیے یہ یہاں آ گئی۔"

"تمہیں گول گپے کھانے کے لیے کوئی ڈھنگ کی جگہ نہ ملی تھی جو اس طرح روڈ پر ٹھیلے کے پاس آن کھڑی ہوئیں۔" اسے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے انہوں نے کچھ اس طرح یہ الفاظ کہے کہ یک دم ہی وہ شرمندہ سی ہوگئی، ہاتھ میں پکڑی پلیٹ فوراً ہی واپس رکھ دی۔

"اور تمہیں کیا ضرورت تھی اس کے ساتھ یہاں کھڑا ہونے کی، ہر کام اپنا اسٹیٹس دیکھ کر کیا کرو تاکہ دوسروں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔" ایک بار پھر وہی لہجہ، مینل نے صرف ایک نظر اٹھا کر دیکھا۔ سنیعہ ان کے برابر کھڑی مسکراتی ہوئی نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی اس کی مسکراتی نظروں میں جانے ایسا کیا تھا کہ وہ تپ گئی۔

"سوری راحم بھائی گول گپے میں نے لیے تھے اس میں حورعین کا کوئی قصور نہیں اور ویسے بھی میں جب بھی بازار آتی ہوں یہاں سے گول گپے اور چاٹ ضرور کھاتی ہوں چاہے میرے ساتھ بابا ہی کیوں نہ ہوں۔" کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جب میرے باپ کو اعتراض نہیں تو آپ کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے۔ سادہ لفظوں میں اپنی بات واضح کرتے ہوئے اس نے گول گپے پیک کروائے اور حورعین کو ساتھ لیے گاڑی میں آن بیٹھی۔

"یار اتنا ٹائم تم لوگوں نے بازار لاکر مجھے ذلیل ہی کردیا بس یاد رکھنا آئندہ نہیں آؤں گا۔" انہیں دیکھ کر ہاتھ میں گولا گنڈے کا گلاس تھامے عبدالرحمان گاڑی میں آن بیٹھا۔

"یہ گولا گنڈا تم کسی فائیو اسٹار ہوٹل سے خرید کر لائے ہو؟" اس کا انداز خاصا جتلاتا ہوا تھا حورعین نے پلٹ کر دیکھا۔

"نہیں تو......؟" عبدالرحمان نے ایک چمچ منہ میں ڈال کر حیرت سے اسے دیکھا۔ "وہ سامنے ٹھیلے سے لیا ہے کھانا ہے تم نے لادوں۔" اس کی بات سے عبدالرحمان نے یہی نتیجہ اخذ کیا۔

"شکریہ میں گولا گنڈا نہیں کھاتی۔" منہ پھلائے جواب دیتے ہوئے وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"اسے کیا ہوا؟" عبدالرحمان نے اشارتاً حورعین سے دریافت کیا۔

"کچھ نہیں، گول گپے کھانے لگی تھی کہ وہاں راحم بھائی آ گئے۔" اس کے ساتھ ہی حورعین نے آہستہ لفظوں میں اسے ساری بات بتادی۔

"ڈیئر کزن اتنی چھوٹی سی بات پر اتنا دل برداشتہ نہیں ہوتے، بڑے بڑے شہروں میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہی رہتی ہیں، اگنور کرو یار۔" وہ بیک ویو مرر سے پیچھے دیکھتا ہوا بولا، جبکہ مینل نے کوئی جواب نہ دیا اور اسی طرح شیشے سے سر لگائے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی، اس کی خاموشی اس بات کی غماز تھی کہ اس کا موڈ خراب ہو چکا ہے۔

☺......❀......☺

راحم بھائی کی شادی کی تقریبات کا باقاعدہ آغاز ہو گیا پورے دس دن کے فنکشن، جن کے بارے میں سن کر مینل اتنی خوش ہوئی کہ مارے خوشی کے راحم بھائی کے حوالے سے جو ناراضگی دل میں تھی وہ ایک پل میں ہی اڑن چھو ہو گئی، ساتھ ہی نت نئے کپڑے پہن کر روز تیار ہونا یہ سب اتنا ایکسائیٹڈ تھا کہ اس کے لیے ایک ایک دن کاٹنا مشکل ہو گیا، حلیمہ نے اپنی کمیٹی سے بہت کم لاگت میں ان دونوں بہنوں کے لیے بہت اچھے کپڑے تیار کیے تھے جو حورعین کی طرح بہت قیمتی اور ڈیزائنر کے تو نہ تھے مگر ان کے حساب سے بہت اچھے تھے مناحل تو ویسے بھی کپڑوں سے زیادہ پڑھائی پر توجہ دینے والی لڑکی تھی جبکہ مینل بھی ان ڈریسز سے خاصی مطمئن تھی مایوں سے ایک دن پہلے بی بی پھوپو بھی پاکستان آ گئیں۔ جس کی اطلاع ملتے ہی مینل کے لیے مزید وقت گھر پر گزارنا مشکل ہو گیا اور وہ سیدھی امی کے پاس جا پہنچی جو بیٹھی مشین پر اس کی شرٹ سلائی کر رہی تھیں۔

"امی پلیز مجھے اور مناحل کو تایا جی کے گھر چھوڑ دیں ریان اور عنایہ سے ملنے کو دل بہت بے تاب ہے۔" وہ ان کے پاس بیٹھتے ہوئے ملتجی لہجے میں بولی۔

"سوری میرا پیر کو پیپر ہے۔" اس کی بات سنتے ہی مناحل نے فوراً جواب دیا۔

"افوہ ابھی تو کل ہفتہ ہے پیر میں دو دن باقی ہیں واپس آ کر پڑھ لینا۔" اس وقت وہ وہاں جانے کا پورا موڈ بنا چکی تھی لہٰذا اسے مناحل کا انکار بالکل پسند نہ آیا۔

"بیٹا ہمیں تو کل ویسے ہی وہاں جانا ہے، مایوں کا فنکشن ہے اس لیے آج رہنے دو، تم کل وہیں رک جانا، اتوار کی شام کو واپس آ جانا۔"

"تو کیا ہم وہاں شادی تک رکیں گے نہیں؟" امی کی بات سن کر وہ حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"نہیں مجھے اسکول اور مناحل کو کالج جانا ہے اتنے دن وہاں رک کر کیا کریں گے؟" امی کے جواب نے اسے مایوس کر دیا اور وہ وہاں سے خاموشی سے اٹھ کر کمرے میں آ گئی۔

☺......❀......☺
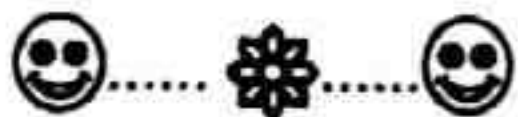
میلاد کے بعد وہ سب لوگ مایوں کا سامان لے کر سنیعہ کے گھر جا پہنچے، راحم بھی ان کے ساتھ ہی تھا، وہاں جا کر انہوں نے خوب ہلا گلا کیا، ناچ، گانا، شور شرابہ غرض کہ ہر چیز مینل کی توقع کے عین مطابق تھی وہ بہت خوش تھی اور اس وقت تو اس کی خوشی کو چار چاند لگ گئے جب رات گھر واپسی پر تائی جی نے انہیں روک لیا۔

"ارے حلیمہ تم واپس کہاں جا رہی ہو، شادی تک تو رک جاؤ۔ میں کارڈ دینے گئی تھی تو صاف لفظوں میں کہہ کر

آئی تھی کہ تم نے شادی تک ہمارے گھر ہی رکنا ہے تو پھر تمہیں پوری تیاری کے ساتھ آنا چاہیے تھا۔"

"دراصل آپا میرا اسکول اور بچیوں کے......" امی نے عذر تراشنا چاہا جسے تائی نے فوراً ہی رد کردیا۔

"رہنے دو ہم کوئی شہر سے باہر تھوڑی رہتے ہیں جو تم یہاں سے اسکول نہیں جاسکتیں۔" تائی صاف ناراض ہوچکی تھیں۔

"اچھا آپا ناراض مت ہوں، آج مینل یہیں رک جائے گی، پھر ہم ان شاءاللہ کل سب سامان لے کر آجائیں گے۔" مینل کی مراد برآئی وہ خوشی سے جھوم اٹھی اور پھر اگلے دن ہی مناحل، امی اور پاپا وہیں آگئے جہاں آہستہ آہستہ تمام مہمان جمع ہوچکے تھے اور مہر ہاؤس میں خوب رونق لگ گئی تھی۔

☺......❀......☺

آج راحم کی ڈھولکی تھی، جس میں تقریباً سارا ہی خاندان جمع تھا۔ مینل نے دیکھا وہ خود کتنی دیر سے فون پر بزی تھا، یقیناً دوسری طرف سنیعہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور فون لاکر تائی جی کی جانب بڑھا دیا۔

"سنیعہ کی امی آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہیں۔" راحم بھائی نے فون امی کی جانب بڑھایا۔

"اچھا......" تائی نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"السلام علیکم!" مینل نے دیکھا اگلے دو سے تین منٹ تائی جی صرف اچھا اور ہاں ہی کرتی رہیں جبکہ دوسری طرف شاید سنیعہ کی امی کچھ کہہ رہی تھیں پھر انہوں نے فون بند کرکے راحم کے حوالے کردیا۔

"خیریت تھی امی کیا کہہ رہی تھیں آنٹی؟" فون واپس لیتے ہوئے اس نے سوال کیا۔

"سنیعہ کے دادا آئے ہیں گاؤں سے، وہ ہم سے ملنا چاہتے ہیں، اس لیے بلا رہی ہیں اپنے پاپا کو بلاؤ میں ان سے بات کروں۔" ساتھ ہی تائی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اس وقت بلا رہی ہیں، کوئی خاص بات ہے؟" قریب بیٹھی مینل کی امی نے جٹھانی سے استفسار کیا۔

"پتہ نہیں کہہ رہی ہیں کہ سنیعہ کے دادا حق مہر کے سلسلے میں بات کرنا چاہتے ہیں، آپ اور بھائی صاحب ابھی آجائیں تاکہ کل جمعہ کے بعد نکاح کی رسم ادا کردی جائے۔"

"مگر حق مہر کی بات تو ہماری ان سے پہلے ہی طے ہوچکی ہے۔" اتنی دیر میں تایا جی بھی وہاں پہنچ چکے تھے اسی لیے تائی جی کا آخری جملہ سن کر حیران ہوتے ہوئے بولے۔

"ہاں مگر بھابی کا کہنا ہے کہ فی الحال پہلے سے طے شدہ بات کا تذکرہ آپ ان کے سسر کے سامنے نہ کریں کیونکہ وہ ذرا اور قسم کے آدمی ہیں ایسا نہ ہو برا مان جائیں کہ مجھ سے پوچھے بغیر ہی سب کچھ طے کرلیا۔"

"یہ تو عجیب بات ہے، ان لوگوں کو خود چاہیے تھا کہ ہر مسئلہ اپنے بزرگوں کے مشورے سے طے کرتے۔" راحم نے بھی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

"بہرحال اب جو بھی ہے جانا تو پڑے گا، ایسا کرو تم گاڑی نکالو میں اور تمہاری امی آرہے ہیں۔"

"میں بھی چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔" راحم بھی ساتھ جانے کو تیار کھڑے تھے اور پھر وہ چاروں سنیعہ کے گھر کی جانب روانہ ہوگئے اور باقی تمام لوگ پھر سے اپنی موج مستیوں میں مصروف ہوگئے۔

☺......❀......☺

"لیکن ہم تو حق مہر پہلے طے کرچکے ہیں پھر اب یہ سب کیوں؟" سنیعہ کے دادا کی بات سن کر نعمان صاحب حیرت سے بولے اور اس لمحے وہ بھول گئے کہ انہیں پہلے سے طے شدہ حق مہر کا ذکر اباجی کے سامنے نہیں کرنا تھا۔

"ہماری روایت ہے کہ بچوں کا حق مہر صرف اباجی طے کرتے ہیں ان سے بنا مشورہ کیے بھلا حق مہر کیسے طے ہوگیا۔" سنیعہ کے تایا نے اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے باری باری سب کی شکل دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"اور ویسے بھی ہمارے ہاں ہر بچی کے حق مہر میں مکان لکھا جاتا ہے اور اس بات کا علم بھائی بھابی دونوں کو تھا۔" یہ سنیعہ کی پھوپھو تھیں عبدالرحمان کو حیرت ہوئی اتنے سال سے سنیعہ اور راحم کی دوستی تھی جو ایک سال قبل منگنی میں تبدیل ہوگئی تب تک یہ ساری باتیں کسی نے نہ کی تھیں پھر اب کیوں؟

"اصل میں آنٹی اگر آپ کی کوئی بھی ایسی خاندانی روایت تھی تو پھر آپ لوگوں کو چاہیے تھا کہ ہمیں پہلے آگاہ کرتے اب عین وقت پر کوئی بھی ایسی بات یقیناً معاملے کو خراب کرنے کا باعث بنے گی۔" راحم کے منع کرنے کے باوجود نعمان صاحب بولے بنا نہ رہ سکا۔

"یہ قصور تو ہمارے بھائی بھابی کا ہوا نہ جنہوں نے بیٹی کی ضد کے آگے کسی بڑے کو کوئی اہمیت ہی نہ دی۔"

"بہرحال اب اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔" سنیعہ کے تایا نے ہاتھ اٹھا کر اپنی بہن کو مزید کچھ کہنے سے روک دیا۔

"بات صرف اتنی ہے کہ کل حق مہر میں مکان لکھ کر دینا ہے آپ لوگوں نے...... بس اس لیے ہی ہم نے رات کے اس وقت آپ سب کو زحمت دی۔" وہ مزید وضاحت کرتے ہوئے بولے۔

"مجھے آپ سے اکیلے میں بات کرنا ہے۔" ساری بات سن کر فرحین نے سنیعہ کی امی کو مخاطب کیا جو خاموشی سے اٹھ کر ان کے ساتھ اندر کمرے میں آگئیں۔

"بھابی یہ سب کیا ہے؟"

"میں سمجھی نہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟" سنیعہ کی امی نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"آپ سے ہماری پچیس لاکھ کی بات ہوئی تھی پھر یہ مکان......"

"ٹھیک ہے ہماری آپ سے ایسی ہی بات ہوئی تھی مگر ابا جی تھوڑی سخت طبیعت کے آدمی ہیں اور ان کا خیال ہے حق مہر بیٹی کا تحفظ ہوتا ہے بس اسی لیے وہ مکان چاہ رہے ہیں۔"

"مگر کل تک یہ سب ارینج کرنا خاصا مشکل ہے۔"

"ایسا بھی مشکل نہیں آنٹی آپ اپنے مکان کے کاغذ حق مہر میں مجھے دے دیں میں گھر آؤں گی تو آپ کو واپس کردوں گی۔ آپ دادا جی کو مطمئن کرادیں ہمارا کوئی مسئلہ نہیں ہے میں کاغذ واپس کردوں گی۔" سنیعہ نے فرحین کے ہاتھ تھامتے ہوئے سمجھایا۔

"مگر بات تو ضد کی ہے نا بیٹا اور دونوں طرف مرد ہیں۔"

"آپ بات کریں انکل سے وہ مان جائیں گے۔"

اور پھر فرحین اور راحم کے سمجھانے کے باوجود نعمان صاحب نہ مانے ان کی ضد پچیس لاکھ تھی جبکہ دوسری طرف دادا جی مکان سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔

"آپ لوگ اچھی طرح سوچ لیں اور پھر ہمیں کل تک آگاہ کردیں کہ کیا کرنا ہے۔" یہ سنیعہ کے ڈیڈی تھے جو شاید اس لاحاصل بحث سے اب اکتا گئے تھے اس لیے بات کو ختم کرتے ہوئے بولے اور اس طرح چار گھنٹے کی ناکام کوششوں کے بعد وہ سب لوگ گھر واپس آگئے۔

☺......❀......☺
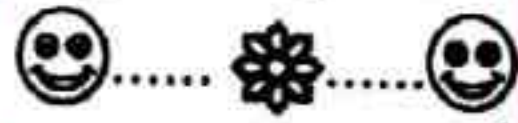
مینل صبح اٹھی تو گھر میں اسے ایک عجیب سی خاموشی چھائی محسوس ہوئی تایا اور تائی جی باہر لان میں ہی بیٹھے تھے اسے حیرت تو راحم بھائی کو دیکھ کر ہوئی جو اتنی صبح صبح جاگے ہوئے تھے جبکہ پھوپو نہایت خاموشی سے تنہا صوفہ پر بیٹھی تھیں مینل ان ہی کے پاس جا بیٹھی۔

"السلام علیکم پھوپو۔" وہ ان کی گود سے عنایہ کو لیتے ہوئے بولی۔

"وعلیکم السلام!" بے بی پھوپو کی آواز خاصی مردہ سی تھی اسے لگا پھوپو روئی ہوں۔ "کیا بات ہے پھوپو طبیعت تو ٹھیک ہے۔" اور جواب میں پھوپو نے اسے رات والی ساری کہانی سنادی۔

"اوہ......" ساری بات سن کر اس کے منہ سے صرف اتنا ہی نکلا۔ "راحم بھائی نے سنیعہ سے بات کی؟"

"کی ہے وہ بھی اپنے دادا جی کی ضد سے پریشان ہے

اور چاہتی ہے کہ فی الحال ان کی بات مان لی جائے مگر اس کے لیے بھائی صاحب تیار نہیں۔"

"آپ سمجھائیں تایا جی کو آخر کسی ایک کو تو جھکنا پڑے گا ورنہ معاملہ کیسے حل ہوگا۔"

"میں کیا انہیں تو راحم اور بھابی بھی سمجھا سمجھا کر تھک چکے ہیں ظفر بھائی نے بھی بہت سمجھایا مگر مجال ہے جو وہ مان جائیں۔" بتول نے دیکھا راحم بھائی تیز تیز سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اپنے کمرے میں چلے گئے انہیں دیکھ کر وہ دل ہی دل میں بہت پریشان ہوئی۔

"اگر ایسی ہی سچویشن رہی تو آج نکاح کیسے ہوگا؟"

"اللہ جانے بس تم دعا کرو دونوں میں سے کوئی ایک فرد اپنی ضد سے پیچھے ہٹ جائے۔" مگر ایسا نہ ہوا حالانکہ بارہ بجے کے قریب سنیعہ کی امی اور ابو بھی تایا جی سے مل کر انہیں یہی سمجھانے آئے کہ وہ کوئی بھی ایک مکان سنیعہ کے حق مہر میں دے دیں تاکہ دادا جی کی ضد پوری ہو جائے۔ شادی کے بعد سنیعہ آپ کو وہ پیپرز واپس کردے گی مگر جانے تایا جی کو کیا ہوا مان کر ہی نہ دیے اور آخر کار وہ لوگ واپس چلے گئے دوپہر میں ہونے والے نکاح کی تقریب بھی منسوخ کردی گئی۔

☺......❀......☺

شام میں سنیعہ کا فون آیا تو وہ بری طرح رو رہی تھی۔

"تمہارے باپ کی ضد نے آج مجھے سارے خاندان کے سامنے دو کوڑی کا کردیا۔"

"میرے باپ کی ضد نے......" راحم کو حیرت ہوئی۔

"ضد تو تمہارے دادا جی کر رہے ہیں۔"

"ان کی عمر ہے ضد کرنے کی، تم کرنے دو مگر اللہ کے لیے میری بات تو سمجھو جب میں کہہ رہی ہوں کہ مکان میرے نزدیک اہمیت نہیں رکھتا تو آخر تم لوگ یہ بات سمجھتے کیوں نہیں؟"

"میری خود سمجھ میں کچھ نہیں آرہا سنیعہ میں کیا کروں اگر تم مانو تو ہم دونوں نکاح کرلیں پھر جو کسی کو کرنا ہو وہ کرلے۔"

"ایسا نہیں ہوگا راحم میرا پورا خاندان جمع ہے جو خاصا روایت پرست بھی ہے...... بے شک شہر کی تعلیم اور ماحول نے ہمیں تبدیل ضرور کردیا ہے مگر پیچھے سے ہم آج بھی وہی دیہاتی لوگ ہیں اپنی انا اور ضد پر جان قربان کرنے والے اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ تم لوگ ہی مان جاؤ۔"

"میں کوشش کرتا ہوں سنیعہ، تم بھی کوشش کرو کہ دادا جی تمہاری بات مان جائیں۔"

دوسری طرف سنیعہ نے فون بند کردیا اور پھر راحم کی تمام تر کوششیں ناکام ہوگئیں تایا جی کو جانے کیا ہوا تھا جو وہ اپنی ضد پر قائم تھے اور پھر اگلی صبح سنیعہ کے گھر سے آنے والے فون نے گویا سارے گھر میں ایک قیامت مچا دی، ایسی قیامت کے کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اب کیا کریں؟ سب سے زیادہ تو راحم بھائی کی حالت یہ سن کر خراب ہوئی کہ سنیعہ کے والد نے فون کرکے بارات کو آنے سے منع کردیا تھا۔

☺......❀......☺

"میرا خیال ہے ہمیں ان کے گھر جاکر بات کرنی چاہیے۔" بھتیجے کی محبت میں تڑپتی بے بی پھوپو وہاں جانے کے لیے پوری طرح تیار کھڑی تھیں۔

"کوئی فائدہ نہیں اس کا دادا ایک پاگل آدمی ہے جو اپنی ضد میں پوتی کی خوشیاں چھین رہا ہے۔" یہ سن کر راحم نے پلٹ کر اپنے باپ کے چہرے پر ایک نظر ڈالی اسے یقین کرنا مشکل ہوگیا کہ یہ اس کے وہی ڈیڈی ہیں جنہوں نے بچپن سے لے کر آج تک اس کی کسی بات کو بھی رد نہ کیا تھا اور اب ایک ضد کی خاطر اس کی ساری زندگی برباد کرنے کا ذرا سا بھی احساس ان کے چہرے پر نہ تھا۔

"پلیز پاپا آپ ہی مان جائیں۔" حورعین ان کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی رو رہی تھی نعمان صاحب نے ایک نظر اپنی روتی ہوئی بیٹی پر ڈالی اور پھر دور کھڑے راحم کو دیکھا انہیں لگا وہ بھی رو رہا ہے۔

"ٹھیک ہے گاڑی نکالو ہم ابھی سنیعہ کے گھر جائیں گے مکان کے کاغذات لے لو نکاح بھی ابھی اور آج ہی

ہوگا۔‘‘ اس کے ساتھ ہی تین گاڑیوں میں بھر کر وہ سب لوگ جب سنیعہ کے ہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ آج دوپہر ہی سنیعہ کا نکاح اس کے کزن سے ہوگیا ہے جو کل ہی لندن سے پاکستان سنیعہ کی شادی میں شرکت کے لیے آیا تھا۔ بازی اس طرح بھی پلٹ سکتی ہے کوئی نہ سوچ سکتا تھا خاص طور پر راحم جس کی تقدیر دو دن میں ہی بدل گئی۔ یقیناً یہ بھی مشیت ایزدی ہے کہ جو چیز نصیب میں نہ ہو ہم اسے کسی طرح اپنا نہیں بنا سکتے ایسا ہی راحم اور سنیعہ کے ساتھ ہوا تھا جن کا نصیب ایک دوسرے سے جڑا ہی نہ تھا اور مقدر میں لکھا تھا کہ انہیں اسی طرح الگ ہونا ہے۔

☺...... ✿ ......☺

’’بہت افسوس کی بات ہے بھابی آپ لوگوں نے بنا ہمارے فیصلے کا انتظار کیے سنیعہ کا نکاح کردیا۔‘‘ گھر آتے ہی تائی جی نے سب سے پہلے سنیعہ کی امی کو فون کیا۔

’’اور کتنا انتظار کرتے آپ لوگ تو ایسے خاموش تھے جیسے یہ کوئی معمولی بات ہو جبکہ ہم لوگوں نے تو ہر ممکن کوشش کی کہ نکاح وقت پر ہو مگر پھر بھی آپ لوگ جمعہ والے دن مسجد نہ آئے اس کے بعد بھی ہمیں ایسا ہی محسوس ہوا کہ شاید بھائی صاحب اپنی ضد سے پیچھے نہ ہٹیں گے اور پھر لازمی تھا کہ کل کی بارات اپنے وقت پر ہی ہو اس لیے ہمیں ایسا کرنا پڑا اگر جو بھی ہے آپ لوگوں نے میری بچی کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔‘‘

کس نے اچھا کیا اور کس نے برا اب یہ وقت ان باتوں کا نہ تھا جبکہ انہیں سنیعہ کی امی بھی اپنی جگہ درست محسوس ہوئیں۔ کیونکہ اس وقت تو ان کی بھی عزت پر بنی ہوئی تھی شاید یہ کہانی صرف دو مردوں کی انا کی کہانی تھی جنہوں نے اپنی ضد میں آکر وہ کر دکھایا جو عام طور پر ہونا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے اور راحم اسے تو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ سنیعہ کے بنا اگلی سانس نہ لے پائے گا اسے اپنے جسم سے جان کھنچتی محسوس ہوئی مگر کب تک یہ دنیا ہے جہاں انسان کو سب کچھ کھو کر بھی جینا پڑتا ہے اور کوئی کسی کے لیے نہیں مرتا کسی کے بھی زندگی سے چلے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا‘ زندگی کا کام تو رواں دواں رہنا ہے اور وہ اسی طرح چلتی رہتی ہے کوئی آئے کوئی جائے اس سے فرق نہیں پڑتا اس وقت تک جب تک ہم زندہ ہیں۔

☺...... ✿ ......☺

’’تم سوچ نہیں سکتیں‘ ثوبیہ سنیعہ کے گھر والوں نے ہماری کتنی بے عزتی کروائی ہے ان لوگوں کو پہلے ہی ہر بات اپنے والد سے پوچھ کر طے کرنی چاہیے تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ شادی سے چار دن پہلے ایک اتنا فضول مطالبہ کردیا جائے اور پھر اسے بنیاد بنا کر رشتہ ہی ختم کردیا جائے میں نے ایسا کبھی نہیں سنا جیسا ہمارے ساتھ ہوا۔‘‘ ثوبیہ بی پھوپو کا اصلی نام تھا اور ان کے دونوں بھائی اپنی بہن کو ثوبیہ ہی کہا کرتے تھے جیسے اس وقت تایا ابو نے کہا۔ ثوبیہ کو اس لمحے وہ اپنی اولاد کے دکھ میں ڈوبے پریشان حال دکھائی دیے۔

’’دفع کریں بھائی جان آپ کیوں اپنا بلڈ پریشر ہائی کررہے ہیں اللہ مالک ہے ہمارے لیے بھی کوئی بہتری کی سبیل نکل آئے گی۔‘‘ پھوپو نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دینا چاہی۔

’’مجھے تو لگتا ہے کہ وہ لوگ صرف رشتہ ختم کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہے تھے جبکہ ان کی نیت پہلے ہی خراب ہوچکی تھی اور وہ سنیعہ کا رشتہ اپنے بھانجے سے درپردہ طے کرچکے تھے۔‘‘ تائی فرحین نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ جس سے سب کو ہی اتفاق تھا ورنہ کہیں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ اتنی فضول باتوں کو بنیاد بنا کر اس طرح رشتہ ختم کردیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ آپ اخبار میں ایک اشتہار دے دیں کہ ہمارے خاندان میں کوئی فوتگی ہوگئی ہے جس کے باعث راحم کا ولیمہ منسوخ کردیا گیا ہے اس طرح ہم فرداً فرداً سب کو جواب دینے سے بچ جائیں گے۔‘‘ ظفر صاحب نے اپنے بھائی کی مشکلات کو کم کرنے کے لیے اپنی رائے سے نوازا۔

’’نہیں اس طرح کا کوئی بھی اشتہار ہمارے لیے مزید بے عزتی کا باعث بنے گا کیونکہ وہ لوگ ضرور امید کررہے

ہوں گے کہ ہماری طرف سے کوئی ایسی خبر ہی سننے کو ملے گی۔“ نعمان صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے بھائی کی طرف ایک نظر ڈالی جو انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔

”پھر اب ہم کیا کریں گے؟“ فرحین تائی نے عالم حیرت میں اپنے شوہر کو دیکھا۔

”ہم آج اور ابھی راحم کا نکاح کریں گے اور پرسوں ان شاء اللہ اسی جگہ اسی مقام پر دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جائے گا۔“ نعمان صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کمرے میں موجود تمام افراد پر باری باری نظر ڈالی۔ ”بشرطیکہ ظفر تیار ہو جائے تو سب کچھ ہو جائے گا۔“ وہ شاید دل ہی دل میں سب کچھ سوچ چکے تھے اس کے ساتھ ہی انہوں نے راحم پر ایک نظر ڈالی جو سب سے بے خبر تھا یقیناً اس تک اپنے والد کے الفاظ بھی نہ پہنچے تھے کیونکہ اس وقت اس کا دھیان کمرے میں موجود کسی فرد کی جانب نہ تھا۔

”مطلب...... کیا کہنا چاہ رہے ہیں آپ...... میں آپ کے کس کام آسکتا ہوں؟“ ظفر نے حیرت سے بڑے بھائی کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”میں چاہتا ہوں کہ راحم کو تم اپنی فرزندی میں لے لو مینل سے اس کا نکاح کر کے اسے اپنا بیٹا بنا لو دیکھو ظفر انکار نہ کرنا کیونکہ ہمیشہ کسی مشکل میں اپنے ہی اپنوں کے کام آتے ہیں۔“ ان کے الفاظ تھے یا بم جو راحم کے گرد پھٹا وہ یکدم اچھل پڑا۔

”پلیز پاپا یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ‘ مینل بہت چھوٹی ہے‘ بچی ہے وہ ایسا مت کریں۔ ہوسکتا ہے سنیعہ کے نکاح کی خبر غلط ہو میں اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“ وہ تڑپتے ہوئے بولا۔

”بس راحم ختم کرو یہ سب کچھ۔“ تایا جی نے ہاتھ اٹھا کر انہیں کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔ ”بہت تماشا ہو گیا‘ اب جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی ہوگا ورنہ میں تمہیں عاق کر دوں گا۔“ تایا جی کا لہجہ حتمی اور سخت تھا‘ جس نے راحم کی ساری ہمت ایک سیکنڈ میں ہی ختم کر دی اور وہ خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھا رہ گیا۔

”اگر تم سب لوگ میرے کیے گئے فیصلے سے متفق ہو تو قاضی رحیم داد کو فون کر دو وہ فجر کے فوراً بعد یہاں آجائیں۔“ تایا جی کا سرخ چہرہ پسینہ پسینہ ہو گیا‘ شاید ان کا بی پی بہت ہائی ہو چکا تھا‘ ظفر نے ایک نظر حلیمہ کے چہرے پر ڈالی۔ یہ رشتہ ان تک کیسے پہنچا تھا یہ تو سب ہی جانتے تھے اور اس طرح کے حالات شاید قدرت نے پیدا ہی اس لیے کیے تھے کہ مینل کا نصیب راحم سے جڑا تھا ورنہ عام حالات میں ایسا گھر‘ کاروبار اور پیسے والے لوگ انہیں کبھی نہ مل سکتے تھے‘ حلیمہ نے صرف ایک پل سوچا اور اثبات میں سر ہلا دیا‘ ظفر کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔

☺......❀......☺

جانے کیا وقت ہوا تھا‘ وہ گہری نیند میں تھی جب کسی نے اس کی چادر کھینچ کر اسے جگایا۔

”کیا مصیبت ہے؟“ وہ سمجھی شاید یہ حرکت مناحل کی ہے کیونکہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتی تھی۔

”جلدی اٹھو......“ آواز پھوپو کی تھی۔

”یا اللہ خیر اب کیا ہو گیا؟“ کل جو کچھ ہوا تھا اس کے بعد ان سب کے دل کو یہی دھڑکا لگا رہتا کہ جانے اب کیا ہونے والا ہے‘ خاص طور پر تائی کی ذہنی حالت نے ان سب کو بہت پریشان کر رکھا تھا‘ گھر میں ہونے والے اس واقعے کا اثر ان سب پر بھی پڑا تھا جس کے باعث ان کو سوئے ہوئے بمشکل کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ پھوپو نے اتنی افراتفری میں اٹھا کر بٹھا دیا۔ اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے دیکھا‘ مناحل اور حورعین بھی اپنے بستروں سے نکل چکی تھیں کمرے میں اس وقت حورعین کی ایک دو کزنز اور بھی موجود تھیں۔

”تم میں سے مہندی کسی کو لگانا آتی ہے؟“ پھوپو نے تمام لڑکیوں کی جانب دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ان کا یہ سوال ان حالات میں اتنا غیر متوقع تھا کہ سب ہی ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئیں۔

”میں فارسی نہیں بول رہی جو سمجھ نہ آئے صاف صاف اردو میں بات کر رہی ہوں جسے بھی مہندی لگانا آتی

ہے وہ کون پکڑے اور جلدی جلدی مینل کے ہاتھ پاؤں پر مہندی لگائے کیونکہ عبدالرحمان قاری صاحب کو لینے گیا ہے اور وہ کسی وقت بھی آسکتے ہیں۔" کون بیڈ پر رکھ کر پھوپو واپس پلٹی ہی تھیں کہ کی یکدم مناحل نے انہیں بازو سے پکڑ کر روک لیا۔

"پلیز پھوپو ہمیں بتائیں تو کیا ہوا ہے؟ ہمیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔"

"مینل کا نکاح ہے ابھی کچھ دیر میں راحم کے ساتھ۔" مناحل نے دیکھا پھوپو کی آنکھ نم ہوگئی جانے خوشی سے یا دکھ کے باعث وہ سمجھ نہ پائی اور فوراً ایک نظر پیچھے مڑ کر ساکت بیٹھی مینل پر ڈالی جو پھوپو کی بات سنتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں کسی سے نکاح نہیں کروں گی' پھوپو آپ یہ بات امی کو بتادیں اور ان سے کہیں مجھے ابھی اور اسی وقت گھر جانا ہے...... عجیب تماشا ہے یہ۔" وہ پاؤں میں چپل پھنسائے دوپٹہ اوڑھے ایک پل میں ہی جانے کے لیے تیار کھڑی ہوئی۔

"تم سب لوگ باہر جاؤ مجھے اس سے اکیلے میں بات کرنا ہے۔" پھوپو کے اشارہ کرتے ہی سارا کمرہ خالی ہوگیا اب وہاں سوائے مینل اور پھوپو کے کوئی نہ تھا۔

"دیکھو مینل ہم سب کی عزت تمہارے ہاتھوں میں ہے...... میری' تمہارے تایا اور خاص طور پر بھابی فرحین کی جو کل ہونے والی اس متوقع بے عزتی کے احساس سے ادھ موئی ہوگئی ہیں جو ولیمہ کینسل ہونے کے باعث ساری دنیا کو پتہ لگنے کی صورت میں ہوگی۔"

"پلیز پھوپو آگے سے ہٹیں مجھے گھر جانے دیں مجھے نہیں رہنا یہاں' اور نہ ہی کسی سے شادی کرنی ہے کمال ہے شادی نہ ہوئی مذاق ہوگیا' قربانی کا بکرا ہوں کیا میں' جب ضرورت پڑی چھری رکھ کر ذبح کردیا۔" مارے غصے کے اس کے حلق سے آواز ہی نہ نکل رہی تھی' ساتھ ہی ساتھ آنسو بھی آنکھوں سے بہہ رہے تھے' بہتی آنکھوں سے اس نے دیکھا تایا' پاپا' امی اور تائی فرحین کمرے میں داخل ہوئے۔ تایا جی سب سے آگے تھے۔ وہ مینل کے عین سامنے آن کھڑے ہوئے۔

"ٹھیک ہے بیٹے تمہیں راحم سے شادی نہیں کرنی نہ کرو' تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے مگر اس طرح رومت۔" مینل کے سر پر ہاتھ رکھتے وہ خود رو رہے تھے' مینل یکدم خاموش ہوگئی وہ تایا جی جن کے رعب دبدبہ اور خوف کے احساس نے اسے ہمیشہ اپنے حصار میں لیے رکھا آج وہ ہی بارعب شخصیت اس کے سامنے کھڑے رو رہے تھے' ایک بے بسی اور ذلت کے احساس نے انہیں اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا' وہ یکدم شرمندہ سی ہوگئی اور جس بیڈ کے کنارے کھڑی تھی اس پر ہی بیٹھ گئی' امی تیزی سے آگے بڑھیں اس کا سر اپنے کندھے سے لگالیا وہ مسلسل روئے جارہی تھی۔

"مجھے اپنی تربیت پر پورا بھروسہ ہے۔ میری بیٹی کبھی بھی ہمیں مایوس نہیں کرے گی' میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں۔" جذباتی بلیک میلنگ' وہ سب جانتی تھی مگر مجبور ہوگئی اپنے بڑوں کو اس طرح اپنے سامنے کھڑا روتا دیکھ کر اس کی ساری ہمت ختم ہوگئی یا شاید جو اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا تھا وہ اسی طرح پورا ہونا تھا' پھر اسے مہندی لگائی گئی' لال دوپٹہ اوڑھا کر اس کے جملہ حقوق راحم کے نام لکھ دیئے گئے وہ شخص جو کبھی مینل کے خیالات کے آس پاس سے بھی نہ گزرا تھا اس کا مقدر ٹھہرا' عبدالرحمان ہوتا تو اسے اتنی مشکل نہ ہوتی یہاں تو محمد راحم میر تھا جس نے کبھی زندگی میں مینل کو اس قابل نہ سمجھا کہ اس کے سلام کا جواب بھی مسکرا کر دے دیتا' آج وہ شخص اس کی زندگی کا مکمل مالک بنادیا گیا اور شاید اس طرح کہ اس میں اس کی اپنی رضا بھی شامل نہ تھی تو طے یہ ہوا کہ نصیب کے لکھے نے مینل ظفر کو ایک ہی پل میں اس طرح مینل راحم بنایا کہ وہ احتجاج بھی نہ کرسکی اور اپنے تئیں ساری زندگی راحم کے سر پر مسلط کردی گئی یہ مسلط کرنا ہی تو تھا کہ دل پر اختیار سدیعہ کا اور جسمانی طور پر وہ مینل کا ہوگیا...... اور یہ دکھ اس طرح مینل کے دل کے اندر اترا کہ وہ بالکل خاموش ہوگئی

اور عہد کرلیا کہ اب زندگی میں جو کچھ بھی ہو اس کا خود ہی مقابلہ کرنا ہے لیکن زبان پر کبھی کوئی شکوہ یا شکایت نہیں لانا تھی کیونکہ وہ جان چکی تھی کہ کسی شکوہ یا شکایت کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ہوتا وہی ہے جو ہمارے نصیب میں لکھ دیا جاتا ہے اور جب نصیب میں لکھا ہی سہنا ہے تو پھر احتجاج کیسا جو ہو رہا ہے بس وہ ہونے دو...... زندگی کا یہ فارمولا بہت چھوٹی سی عمر میں ہی مینل کی سمجھ میں آ گیا تھا۔

☺...... ✿ ......☺
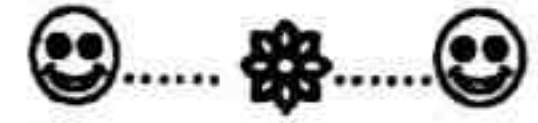
اس نے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا' ایک بھرپور جائزہ...... اورنج اور ریڈ وہی قیمتی سوٹ جو سنیعہ نے بڑی محبت سے اپنے لیے تیار کروایا تھا آج مینل کے جسم پر جگمگا رہا تھا...... اسے یک دم ہی اپنے جسم پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں' دل چاہا اس لباس کو فوراً نوچ کر خود سے الگ کردے لیکن ایک لباس ہی کیا یہاں تو جسم پر سجا سارا زیور بھی سنیعہ ہی کا پسند کردہ تھا اور سب سے بڑھ کر راحم وہ بھی تو سنیعہ ہی کی پسند تھا بلکہ اس کی محبت یا شاید عشق تھا جو ایک ہی پل میں اس سے چھین کر مینل کے نصیب میں لکھ دیا گیا وہ کس کس چیز کو خود سے الگ کرتی سنیعہ کی منتخب کردہ ہر پسندیدہ چیز بن مانگے اس کے دامن میں آن گری تھی۔

کل وہ سنیعہ کے جس نصیب پر رشک کررہی تھی آج اس نے وہ چھین کر اس پر اپنا نام لکھ دیا تھا۔ یہ سوچتے ہوئے اچانک اس کی نگاہ آئینہ سے نظر آتی دیوار پر پڑی جہاں سنیعہ کی ایک بڑی سی خوب صورت تصویر جگمگا رہی تھی سب کچھ اتنی افراتفری میں ہوا کہ شاید کسی کو یہ تصویر ہٹانا یاد ہی نہ رہا' وہ اپنا بھاری شرارہ سنبھالتی پیچھے پلٹی' ایک نظر کمرے میں چاروں طرف دوڑائی' درودیوار پر کیا جانے والا پینٹ' انٹیریئر ڈیکوریشن غرض یہ کہ ہر چیز جو سنیعہ نے اپنے بیڈروم سیٹ کے حساب سے منتخب کر کے لگائی تھی' اس نے چاروں اطراف کا اچھی طرح جائزہ لے لیا' ایک نظر دیوار گیر گھڑی پر ڈالی دو بج چکے تھے راحم کہاں تھا' کچھ علم نہ تھا اور اسے اس وقت راحم کے بارے میں جاننے کا کوئی خاص شوق بھی نہ تھا۔ الماری کھول کر سادہ سا کاٹن کا سوٹ نکالا' اچھی طرح ہاتھ منہ دھو کر کپڑے تبدیل کر کے وہ واپس کمرے میں آئی۔ اسے بری طرح نیند آرہی تھی اپنے دماغ کو تمام سوچوں سے آزاد کرتی تکیہ اٹھائے وہ نیچے فرش پر آ گئی' پھر چند ہی لمحوں میں نیند نے اسے گہری آغوش میں لے لیا...... وجہ شاید یہ تھی کہ پچھلے دو دن اور دو راتیں ان سب نے سوائے چند گھنٹوں کی نیند کے خاصی بے آرام گزاری تھیں' آنکھ لگتے ہی وہ خوابوں کی حسین وادیوں میں اتر گئی جہاں ایک خوب صورت انجان شہزادہ سفید رتھ پر سوار اس کا منتظر کھڑا تھا۔ مینل تیزی سے اس کی جانب بڑھی' شہزادہ نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا جسے تھام کر مینل نے اس رتھ پر سوار ہونا تھا' اس سے قبل کہ مینل وہ ہاتھ تھامتی' یک دم تیز آندھی چلی جو اپنے ساتھ سب کچھ اڑا کر لے گئی وہ شہزادہ رتھ اور مینل کا خوب صورت سپنا' اب وہ ایک ویران اور بیابان ریگستان میں کھڑی تھی' ریت سے لتھڑی ہوئی' جیسے ہی اس نے اپنے ہاتھوں سے جسم پر لگی ریت جھاڑنا چاہی اس کا جسم مزید ریت سے بھر گیا وہ ڈر گئی' خوف زدہ ہو گئی ایسے جیسے ریت کے سمندر میں غرق ہونے لگی ہو' مارے خوف کے اس کی آنکھ کھل گئی' اس سے قبل کہ وہ اٹھ بیٹھتی نگاہ راحم پر پڑی جو اس وقت سنیعہ کی تصاویر کے ذریعے اپنا غم غلط کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ مینل کو اپنے سامنے بیٹھا یہ شخص قابل رحم لگا...... جس کی محبت کے درمیان مینل داخل ہو گئی اور سب کچھ تہس نہس ہو گیا۔ اب وہ بیڈ پر کھڑا ہوا دیوار پر لگی سنیعہ کی تصویر اتاری اسے ہاتھوں میں تھام کر کچھ دیر دیکھا' شاید اس طرح وہ اپنی نظروں کی پیاس بجھا رہا تھا پھر اس نے وہ تصویر بھی لا کر میں رکھ کر لاک کردی یعنی پرانی یادوں کو محفوظ کرلیا گیا تھا۔ وہ یادیں جنہیں ضائع کرنے کا حوصلہ شاید اس میں نہ تھا' اس لیے اس نے اپنی تمام یادیں سنبھال کر رکھ لیں اس وقت کے لیے جب وہ ان یادوں کو پھر سے نکال کر زندہ کر سکے' اس سارے عمل کے دوران وہ شاید یہ بھی بھول گیا کہ کمرے میں اس کے علاوہ ایک ہستی

اور بھی موجود ہے مگر شاید راحم کے نزدیک اس کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی اس لیے اسے قطعی نظر انداز کرکے وہ بستر پر لیٹ گیا‘ اس وقت جو مینل کی آنکھ کھلی تو صبح فجر تک دوبارہ نہ لگی اور پھر نماز پڑھنے کے بعد وہ کروٹیں بدل بدل کر کب سوئی اسے پتہ ہی نہ چلا۔

☺......✿......☺

”یہ یہاں کس نے رکھا ہے؟ جہاں دل چاہتا ہے وہاں ہر چیز رکھ دیتے ہیں۔“ باہر سے آتی راحم کی آواز سنتے ہی وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی‘ اتنی دیر میں دروازہ کھول کر وہ کمرے میں داخل ہوا‘ مینل فوراً بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی‘ شبانہ پانی کا گلاس لیے اس کے پیچھے ہی اندر آ گئی‘ گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتے ہی وہ فوراً کمرے سے نکل گئی۔ مینل کی سمجھ میں نہ آیا وہ کیا کرے‘ اس وقت اس کی حالت ایسی تھی کہ نہ جائے رفتن نہ پائے رفتن‘ راحم نے فقط ایک نگاہ اس پر ڈالی اور شاید وہ اس کی حالت دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ اس وقت کس کیفیت کا شکار ہے۔

”میرے سر میں درد ہے مجھے کچھ دیر سونا ہے اس لیے پلیز آپ کمرے سے باہر جاتے ہوئے لائٹ اور دروازہ اچھی طرح بند کردیں۔“ راحم کے الفاظ سنتے ہی گویا اس کے مردہ جسم میں جان سی پڑ گئی اور وہ اس کی ہدایات پر تیزی سے عمل کرتی کمرے سے باہر نکل آئی تھی‘ باہر نکلتے ہی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے حبس زدہ ماحول سے یک دم کسی کھلی فضا میں آ گئی ہو۔

☺......✿......☺

”دیکھو بیٹا...... مرد کا دل ایک سلیٹ کی مانند ہوتا ہے‘ جس پر پہلے سے لکھے ہوئے حروف مٹا کر دوبارہ تحریر کرنا کچھ مشکل نہیں تم بھی کوشش کرو اس کے دل کی سلیٹ پر لکھا سنیعہ مٹا کر اپنا نام لکھنے کی۔“ تائی فرحین دھیرے دھیرے سے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

”اور تائی جی اگر کوئی اپنا نام اس سلیٹ پر کھرچ کر لکھ دے تو...... یقیناً سلیٹ خراب ہوجائے گی نا‘ کیونکہ کھرچا ہوا نام مٹانا آسان کیا تقریباً ناممکن ہی ہوتا ہے‘ تو آپ یہ سمجھ لیں کہ راحم کے دل کی سلیٹ پر سنیعہ کا نام کھرچا ہوا ہے آپ یا میں اتنی آسانی سے نہیں مٹا سکتے ہاں البتہ کوشش کرکے اس کے برابر دوسرا نام ضرور لکھا جاسکتا ہے جو فی الحال میرے لیے ممکن نہیں۔“ راحم کی خاموشی اس کا میچور پن مینل کی طرف سے کی جانے والی ہر کوشش کو ختم کرنے کا باعث بن رہا تھا وہ اس سے کوئی بھی بات کرتے ہوئے ابھی بھی اتنا ہی گھبراتی تھی جتنا اس وقت جب وہ صرف مینل ظفر تھی۔

”دیکھو بیٹا...... تم یہ بھول جاؤ کہ راحم ابھی بھی تمہارا وہی بارعب کزن ہے جس سے تم ڈرتی تھیں اب ایسا نہیں ہے اب وہ تمہارا مختار کل ہے اور تم اس کی کل حیات...... اس پر اپنا اختیار جتاؤ محبت سے‘ پیار سے‘ نرمی سے اسے اپنی جانب راغب کرو اور اپنے ذہن سے پہلے تم خود سنیعہ کو نکال دو پھر ہی تم راحم کے ذہن سے نکالنے میں کامیاب ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے اپنے اوپر سنیعہ کو کسی برے خواب کی طرح سوار کر رکھا ہے بھول جاؤ اسے‘ چلی گئی وہ...... نکل گئی راحم کی زندگی سے...... شادی ہوگئی ہے اس کی بھی اپنے کزن کے ساتھ پھر تم لوگ اسے کیوں نہیں بھول رہے۔“ تائی نے جو کچھ کہا وہ سچ تھا یہ وہ باتیں تھیں جن پر کبھی مینل نے غور ہی نہ کیا تھا‘ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے کوشش تو کرنا چاہیے ہوسکتا ہے وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوجائے اور راحم کے دل سے سنیعہ کو نکال پھینکے‘ اپنی اس کوشش پر اس نے آج سے ہی عمل کرنے کا پکا عہد کرلیا‘ زندگی اگر راحم کے ساتھ ہی لکھی ہے تو پھر کیوں نہ اسے اپنا بنا کر جیا جائے‘ یہ خیال دل میں آتے ہی اس کی پچھلے کئی ماہ کی کلفتیں دھل گئیں‘ اور وہ ایک دم ہی مطمئن سی ہوگئی۔

☺......✿......☺

سب سے پہلے اس نے اپنے کمرے کا اچھی طرح سے جائزہ لیا‘ دیوار پر لگی بڑی سی پورٹریٹ‘ وال کلاک‘ ڈیکوریشن پیس‘ سب وہی تھے جو سنیعہ نے اپنی پسند سے لگائے تھے‘ مینل کو ایک پل لگا سوچنے کے لیے اور پھر اس

نے اپنے کل اختیارات استعمال کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے شبانہ کو آواز دی۔

"جی بھابی......" شبانہ اس کی ایک ہی آواز پر دوڑی چلی آئی۔

"میرے ساتھ مل کر کمرے کی سیٹنگ تبدیل کرا دو گی؟"

"اس کمرے کی جی......؟" شبانہ نے پورے کمرے کو دیکھتے ہوئے حیرت سے سوال کیا۔

"ہاں ظاہر ہے اسی کمرے کی بات کر رہی ہوں میں۔"

"لیکن بھابی جی راحم بھائی نے یہ سب کچھ......" جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی اسے احساس ہوا کہ وہ کچھ غلط کہنے جا رہی تھی لہٰذا فوراً سے پیشتر خاموش ہوگئی۔

"میں جانتی ہوں کہ یہ کمرہ سنیعہ کی پسند کے مطابق سیٹ کیا گیا ہے مگر تم شاید بھول گئیں اب اس کمرے کی مالک میں ہوں' سنیعہ نہیں' وہ کل تھی جو گزر گیا اور میں آج ہوں جو اس جگہ کھڑی ہوں تو پھر بتاؤ اہمیت کس کی زیادہ ہوئی میری یا اس کی۔" دھیرے دھیرے بولتے ہوئے وہ مسکرائی۔ شبانہ بنا کوئی جواب دیئے اس کے پیچھے دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی مینل نے پلٹ کر دیکھا دروازے کے عین درمیان راحم کھڑا تھا شاید وہ اس کی گفتگو کے آخری جملے سن چکا تھا جس کا اندازہ اس کے چہرے کو دیکھ کر بخوبی لگایا جاسکتا تھا مگر مینل آج ذرا بھی خوف زدہ نہ ہوئی اپنے حق نے اس کے دل کو بہادر بنا دیا تھا۔

"السلام علیکم......!" راحم پر نظر ڈالتے ہی اس نے سلام کیا اور دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی۔

"شبانہ پلیز ایک گلاس پانی لا دو۔" بیڈ پر بیٹھتے ہی وہ اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے بولا۔

"تم جاؤ شبانہ میں پانی لے آتی ہوں۔" شبانہ سر ہلاتی ہوئی فوراً کمرے سے باہر نکل گئی اور دوسرے ہی پل مینل نے پانی کا گلاس لاکر اس کے قریب رکھ دیا' راحم نے گلاس اٹھاتے ہوئے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔

"یہ سامنے والا کاؤچ اور شیشے کا اسٹینڈ میری اپنی پسند کا ہے پلیز انہیں نکال کر باہر مت پھینک دینا' اس کے علاوہ جو تمہارا دل چاہے کرو۔" مینل نے دیکھا اس کے چہرے کی سختی قدرے کم تھی اسے حوصلہ ہوا۔

"شکریہ آپ کے بتانے کا...... ورنہ میں تو سب سے پہلے یہ دو چیزیں ہی باہر نکال کر پھینکنے والی تھی۔" شرارت سے جواب دیتی وہ ہلکا سا مسکرائی اور پانی کا خالی گلاس اٹھا کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

☺......✿......☺

"ارے میں تمہیں ہی ڈھونڈ رہا تھا اچھا ہوا تم یہاں ہی مل گئیں۔" وہ لاؤنج میں داخل ہی ہوئی تھی کہ باہر کا دروازہ کھول کر عبدالرحمان اندر آتے ہوئے اس سے مخاطب ہوا' مینل نے دیکھا سامنے صوفے پر اخبار پڑھتے راحم کی توجہ ان دونوں کی جانب مرکوز ہوگئی ہے۔

"خیریت میں کہاں گم ہوگئی تھی جو تم ڈھونڈ رہے تھے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"ڈیئر کزن بازار سے تمہارے فیورٹ گول گپے لے کر آیا ہوں' بس ابھی شبانہ لے کر آتی ہے تم جلدی سے آجاؤ' آج ہم دونوں مل کر کھائیں گے۔ حورعین اور راحم بھائی تو ویسے بھی یہ اوٹ پٹانگ چیزیں نہیں کھاتے۔" ڈائننگ ٹیبل کی کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے عبدالرحمان نے اسے دعوت دی' اس نے ایک پل سامنے بیٹھے راحم کو دیکھا جو انہیں یکسر نظر انداز کیے اخبار پڑھنے میں بری طرح مصروف تھا۔

"سوری عبدالرحمان میرا گلا خراب ہے اس لیے میں گول گپے نہیں کھا سکوں گی۔" اپنے مچلتے دل کو بمشکل قابو کرتی وہ آہستہ آواز سے بولی۔

"ارے ایسے کیسے نہیں کھاؤ گی اتنے سارے گول گپے کون ختم کرے گا۔" مینل کا انکار عبدالرحمان کو ہضم نہ ہوا۔

"شبانہ کو دے دینا وہ شوق سے کھاتی ہے۔" وہ کہہ کر واپس پلٹی اس سے قبل کہ کمرے سے باہر نکلتی عقب سے

آتی راحم کی آواز نے اس کے قدم روک دیے۔

"لاؤ بھئی ذرا آج ہم بھی کھا کر دیکھیں یہ گول گپے آخر ہوتی کیا بلا ہے۔" وہ تیزی سے پیچھے مڑی...... راحم کرسی کھینچ کر عبدالرحمان کے بالکل برابر بیٹھا اپنی آستین فولڈ کر رہا تھا وہ پلٹ کر ڈائننگ کی جانب آ گئی۔

"یہ کوئی اتنی بڑی بلا نہیں ہے جس کے لیے آپ کو اپنی آستین فولڈ کرنی پڑیں۔" وہ بھی اس کے سامنے کرسی کھینچ کر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"واؤ یار گڈ ہماری بھابی نے تو آپ کو گول گپے کھانے سکھا دیے...... جیو بھابی جیو۔" عبدالرحمان نے شرارت سے نعرہ مارا جواباً راحم نے ہلکی سی چپت اس کے سر پر ماری اور پھر ان تینوں کے ساتھ شبانہ نے مل کر خوب گول گپے انجوائے کیے اور وہ دن مینل کے اچھے دنوں کی یادگار میں سے ایک ہو گیا۔

......✿......
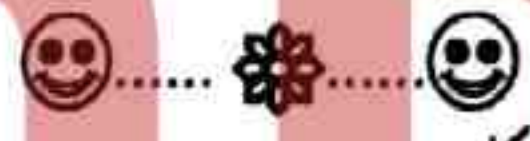
"راحم کو پنک کلر بہت پسند ہے۔" یہ بات کل ہی اسے حورعین سے پتہ چلی تھی ویسے بھی اس نے اپنا پرفیوم، باڈی اسپرے، ہیئر اسٹائل یہاں تک کہ بات کرنے کا انداز ہر چیز کو راحم کی پسند میں ڈھال لیا تھا اور اب اس کی کوشش تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ کلر بھی وہی استعمال کرے جو راحم کی پسند کے عین مطابق ہو، یہی سوچ کر اس نے اپنی وارڈروب کو اچھی طرح کھنگال کر ایک اچھا سا پنک سوٹ نکالا راحم آفس کے کام کے سلسلے میں کل رات سے اسلام آباد گیا تھا اور اسے آج شام ہی واپس آنا تھا اس کی واپسی سے قبل ہی وہ اپنا پنک سوٹ پہن کر اچھی طرح تیار ہو گئی چونکہ راحم کے آنے میں ابھی وقت تھا اس لیے وہ حورعین کے کمرے میں ہی تھی جب اسے شبانہ نے راحم کے آنے کی اطلاع دی۔

"تم فرائیڈ رائس کے لیے سبزی کاٹو آج کھانا میں پکاؤں گی۔" شبانہ کو ہدایت دیتی وہ کمرے میں آ گئی، راحم غالباً واش روم میں تھا جس کا اندازہ اندر پانی گرنے کی آواز سے لگایا جا سکتا تھا۔ مینل نے شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیا اور جھک کر ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے چوڑیاں نکال کر پہن لیں دراز بند کر کے جیسے ہی وہ پلٹی اپنے بالکل پیچھے کھڑے راحم سے ٹکرا گئی، جس نے اسے کندھوں سے تھام کر گرنے سے بچالیا، وہ یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا، مینل گھبرا گئی۔

"تم بہت خوب صورت ہو اور یہ رنگ تو ایسے ہے جیسے تمہارے لیے ہی بنا ہو......" اس کے بالوں کی لٹ کانوں کے پیچھے کرتا، راحم اس طرح گنگنایا کہ مینل کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، وہ محنت جو اس نے اپنی محبت کو پانے کے لیے کی تھی آج اس میں کامیاب ہو گئی۔ وہ جی اٹھی اس کا دل ہواؤں میں اڑنے لگا، کاش راحم اسے ساری زندگی یونہی تھام کر کھڑا رہے اور وہ اسی طرح اس کی محبت کے حصار میں رہے لیکن شاید صرف یہ ایک پل ہی تھا جو اس کی زندگی تھا اگلا پل تو اسے پھر ایک ان دیکھی آگ میں دھکیلنے والا تھا۔

"جب تم میرے پاس ہوتی ہو کوئی دوسرا نہیں ہوتا، جانتی ہو نا تمہاری محبت مجھ سے سب کچھ چھین لینے کی صلاحیت رکھتی ہے بس مجھ سے ایک وعدہ کرو سنیعہ تم مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔" اس کے بالوں کی خوشبو اپنے اندر اتارتا وہ بے خود ہو گیا مگر اس کی بے خودی مینل کو ہوش میں لے آئی، دھڑ دھڑ دھڑام اس کے اردگرد بنا شیشے کا تاج محل ایک ہی پل میں زمین پر آن گرا خود پر جھکے راحم کو اس نے آہستہ سے پیچھے کیا۔

"ایکسکیوز می راحم مجھے کچن میں جانا ہے۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی شاید وہ رو رہی تھی اس نے جلدی سے اپنے گال پر ہاتھ پھیرا، آنسو آنکھوں کے کنارے سے بہہ نکلے تھے، شاید اتنی بے عزتی اس کا معصوم دل سہہ نہ سکا، راحم کو پیچھے کرتی ہوئی وہ فوراً کمرے سے باہر نکل گئی نہیں چاہتی تھی کہ اس کے بہتے آنسو اسے اس شخص کے سامنے ذلیل کر دیں جواب تک اس کا نہ ہوا تھا۔

"اسے کیا ہوا؟ اوہ شٹ۔" راحم کو یک دم یاد آیا کمرے سے باہر نکلنے والی ہستی سنیعہ نہیں مینل تھی اور وہ اپنا سر

دونوں ہاتھوں میں تھاما تو وہیں بستر پر ہی ڈھے گیا۔

☺......❀......☺

وہ رو رہی تھی ہچکیوں سے اس کا پورا وجود لرز رہا تھا' حلیمہ بے بسی کے عالم میں اپنی اس چھوٹی سی معصوم بیٹی کو دیکھ رہی تھیں ان کا دل اپنی بیٹی کے دکھ پر رو رہا تھا مگر وہ خاموش تھیں کیونکہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

"امی آپ جانتی ہیں نا کہ مجھے راحم سے محبت ہوگئی ہے۔" روتے روتے اس نے اپنی ماں کا ہاتھ تھام کر تصدیق چاہی۔

"اس سے محبت تمہارا حق ہے بیٹا۔ وہ تمہارا شوہر ہے ہر اچھی بیوی اپنے شوہر سے ایسی ہی محبت کرتی ہے۔" انہوں نے روتی ہوئی مینل کے ہاتھ سہلائے۔

"اور مجھ سے محبت کون کرے گا؟ اماں میں کیا بنا محبت کے ہی مر جاؤں گی؟ روتی بلکتی سسکتی زندگی......" اس کے آنسو حلیمہ کے ہاتھ بھگونے لگے۔

"نہیں میری بچی یاد رکھو محبت کا جواب ہمیشہ محبت سے ہی ملتا ہے اس عمل میں دیر ضرور ہوتی ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ تمہاری محبت کسی کے دل کو چھوئے بغیر گزر جائے میرے الفاظ کا یقین رکھنا بیٹا ایسا ضرور ہوگا راحم بھی تمہاری محبت میں اسی طرح مبتلا ہو جائے گا جس طرح تم ہو۔"

"نہیں اماں ایسا کبھی نہیں ہوگا' آپ دیکھ لیجیے گا۔ راحم کبھی بھی اپنے دل سے سنیعہ کو نہیں نکال پائے گا ناممکن۔" نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے ہتھیلی کی پشت سے اپنی آنکھوں کو زور سے رگڑا' وہ بے سکون تھی اسے سکون نہیں آ رہا تھا' وہ تڑپ رہی تھی وہ بلک رہی تھی اور حلیمہ بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اسی پل انہیں عشاء کی اذان کی آواز سنائی دی۔

"اٹھو بیٹا رونا دھونا بند کرو اور وضو کر کے نماز پڑھو اللہ سے دعا کرو اپنی خوشیوں کی وہ ضرور سنے گا سچے دل سے مانگو بیٹا وہ سب کچھ دے گا وہ جو تم چاہتی ہو۔" حلیمہ نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کرتے ہوئے کہا جواباً وہ بالکل خاموش رہی اور اس سے قبل کہ وہ واش روم کی جانب بڑھتی لاؤنج کا دروازہ خاموشی سے کھولتا راحم اندر داخل ہوا۔

"السلام علیکم آنٹی....." امی کے قریب جا کر اس نے اپنا سر جھکایا۔

"وعلیکم السلام بیٹا..... جیتے رہو۔" امی نے دونوں ہاتھ اس کے سر پر رکھتے ہوئے دعا دی۔ "مینل جلدی سے ریڈی ہو جاؤ میں تمہیں لینے آیا ہوں۔" وہ سمجھ چکا تھا کہ مینل رو رہی تھی مگر اس نے یکسر نظرانداز کر دیا اور بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا۔

"بیٹھو بیٹا' میں کھانا لگوا رہی ہوں کھا کر جانا اور مینل بھی نماز پڑھ لے۔" امی جلدی سے باہر نکلتے ہوئے بولیں۔

"نہیں آنٹی پلیز آپ زحمت نہ کریں میں اور مینل ڈنر کرنے باہر جا رہے ہیں جلدی سے ریڈی ہو جاؤ مینل۔" صوفہ پر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک بار پھر سے ساکت کھڑی مینل کو پکارا جو دل نہ چاہتے ہوئے بھی اثبات میں سر ہلاتی اندر کمرے میں چلی گئی کیونکہ اسے راحم کو انکار کرنا اچھا نہ لگا تھا پھر وہ خفگی ایک پل میں ہی دور ہوگئی اور راحم کے ساتھ نے اسے سب کچھ بھلا کر ایک بار پھر سے شانت کر دیا' زندگی اپنے طور پر رواں دواں ہوگئی اور شاید ہمیشہ اسی طرح رواں دواں رہتی اگر اس میں سنیعہ نامی پتھر ایک بار پھر سے نہ آن گرتا۔

☺......❀......☺

راحم کی کزن کی شادی ہونے والی تھی اور تائی چاہتی تھیں کہ وہ راحم کے ساتھ بازار جا کر شادی کے لیے شاپنگ کر لے لیکن چونکہ آج کل راحم اپنے آفس کے کاموں میں بری طرح مصروف ہونے کے باعث اس کے ساتھ جانے کا وقت نہ نکال پا رہا تھا اسی لیے وہ حور عین کے ساتھ بازار گئی ان کے مخصوص ڈیزائنر کے پاس ڈریس پسند کر کے وہ باہر نکلی ہی تھی کہ نگاہ یک دم سامنے روڈ پر کھڑی گاڑی پر پڑی جو یقیناً راحم کی تھی غالباً وہ اپنے آفس کے کسی کام کے سلسلے میں ہی باہر آیا ہوگا' راحم ڈرائیونگ

سیٹ پر موجود موبائل پر مصروف تھا۔ اس سے قبل کہ وہ اس کی جانب بڑھتی کوئی لڑکی تیزی سے فرنٹ ڈور کھول کر گاڑی کے اندر جا بیٹھی اس کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی مینل کو ایک جھٹکا سا لگا وہ دھوکہ نہیں کھا سکتی تھی چہرہ پہچاننے میں وہ لڑکی کوئی اور نہیں سنیعہ تھی' حورعین دائیں جانب مڑ کر غائب ہوگئی تھی جبکہ وہ اپنی جگہ ساکت کھڑی رہ گئی' مسکراتے ہوئے راحم نے گاڑی تھوڑی سی ریورس کی اور زن سے اڑا لے گیا اس نے شاید روڈ پر کھڑی مینل کو نہ دیکھا تھا' جو اسے سنیعہ کے ساتھ دیکھ کر اپنی جگہ کھڑے کھڑے فریز ہوگئی تھی۔ اس سے قبل کہ وہ وہیں کھڑے کھڑے گر جاتی' حورعین نے اس کے کندھے کو پکڑ کر زور سے ہلایا۔

''کہاں رہ گئی ہو تم' میں پارکنگ سے واپس آئی ہوں اور تمہیں پتہ ہے نا اتنے ٹریفک میں روڈ کراس کر کے جانا اور پھر واپس آنا کتنا مشکل امر ہے' آؤ اب۔'' اس نے بازو سے پکڑ کر مینل کو کھینچا جو اپنی جگہ ساکت کھڑی تھی۔ ''کیا بات ہے مینل' کیا ہوا ہے تمہیں' رو کیوں رہی ہو؟'' حورعین اس کے چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے حیرت سے بولی۔

''کچھ نہیں...... '' اس نے اپنی آنکھوں کو زور سے رگڑا۔ ''شاید آنکھ میں کچھ چلا گیا ہے۔'' آہستہ سے جواب دیتی وہ اس کے ساتھ قدم گھسیٹتی گاڑی میں آن بیٹھی اسے کسی طور یقین نہ آیا کہ اس نے کچھ دیر قبل جو دیکھا تھا وہ سچ تھا اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی سنیعہ اور راحم ایک دوسرے کے ساتھ' اس طرح نظر آسکتے تھے شاید محبت وہ عمل ہے جو ہر تکلیف دہ امر سے گزر کر بھی زندہ ہی رہتا ہے' جس کی مثال ابھی کچھ دیر پہلے اس نے خود اپنی نگاہوں سے دیکھ لی تھی۔

وہ گھر آ کر کئی دن تک بے چین رہی جبکہ راحم کا رویہ پہلے جیسا ہی تھا' بالکل نارمل ایسے جیسے سنیعہ دوبارہ اس کی زندگی میں آئی ہی نہ ہو یا پھر وہ اس کی زندگی سے گئی ہی نا تھی' مینل نے ایک دو بار کوشش کی کہ وہ اس حوالے سے راحم سے کچھ بات کر سکے' سنیعہ کے بارے میں جان سکے وہ اس کے شوہر کے بارے میں جاننا...... پوچھنا چاہتی تھی کہاں ہے وہ ہستی جسے اپنانے کے لیے اس نے راحم کو چھوڑا تھا وہ چاہتی تھی کہ راحم سنیعہ کی کوئی بات کرے مگر وہ اس سلسلے میں بالکل خاموش تھا اور خود سے سنیعہ کا ذکر کرنا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے گھر پر بھی کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا۔ گزرتے وقت نے اسے احساس دلایا کہ شاید وہ پاکستان آئی ہو اور اتفاقاً راحم مل گیا ہو لیکن جلد ہی اس کے اس خیال کی تردید ہوگئی۔

☺...... ❀ ......☺
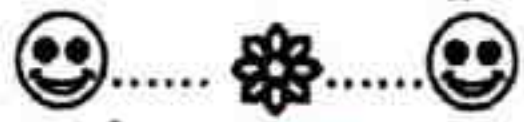
''تم ناک میں لونگ کیوں نہیں پہنتیں؟'' راحم ٹی وی دیکھتے دیکھتے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

''لونگ......'' مینل نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں بھئی ناک کی لونگ۔''

''اوہ...... اچھا' پتہ نہیں۔'' اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا' اس لیے وہ سٹپٹائی۔

''چلو تیار ہو جاؤ جیولر کے پاس چلتے ہیں تمہیں لونگ لے دیتا ہوں کیونکہ مجھے اچھا لگتا ہے ناک میں سفید لونگ جگمگاتی ہوئی۔'' آج وہ خاصا فریش نظر آ رہا تھا مینل اسے دیکھنے لگی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو جلدی سے تیار ہو جاؤ آٹھ بجے تک شاپ بند ہو جائے گی۔''

''جی اچھا۔'' اسے جواب دیتی وہ تیار ہونے چلی گئی اور پھر اگلے تیس منٹ میں وہ دونوں جیولرز کے پاس موجود تھے' مینل نے راحم کی پسند کردہ لونگ پہن لی' سفید لشکارے مارتی لونگ اس کے چہرے پر بے حد جچ رہی تھی راحم نے کاؤنٹر پر پے منٹ کی لیکن اس سے قبل کہ وہ شیشے کا ڈور دھکیل کر باہر نکلتے کوئی تیزی سے اندر داخل ہوا' مینل نے دیکھا وہ سنیعہ تھی جو اسے قطعی نظر انداز کرتی راحم کی جانب بڑھی۔

''ہیلو......''

''ارے تم یہاں کیسے؟'' راحم غیر متوقع طور پر

اسے اپنے سامنے دیکھ کر خوشی سے کھل اٹھا' مینل نے دیکھا سنیعہ کی ناک میں ڈائمنڈ کی سفید لونگ بہت خوب صورت لگ رہی تھی بے اختیار ہی اس نے آئینہ دیکھا بالکل ویسی ہی لونگ اس کی ناک کی زینت بھی بن چکی تھی۔

''اوہ......'' اسے اب پتہ چلا راحم کو اچانک اتنے ماہ بعد اس کی ناک میں لونگ کی کمی کا احساس کیسے ہوا تھا' اس کا دل یک دم ہی برا سا ہو گیا۔

''جہاں تم وہاں میں۔'' جیسے ہی اس کے کانوں سے کھلکھلاتی ہوئی سنیعہ کا یہ جملہ ٹکرایا وہ دروازے کے پاس سے ہٹ کر وہاں آ گئی جہاں یہ دونوں کھڑے تھے اور شاید راحم تو یہ بھی بھول چکا تھا کہ وہ یہاں آیا کس کے ساتھ ہے۔

''السلام علیکم!'' اس نے بالکل نارمل انداز میں سنیعہ کو مخاطب کیا۔

''اوہ ہیلو...... یہ تو شاید تمہاری وہی والی کزن ہے گول گپے والی۔'' وہ راحم کی جانب دیکھتے ہوئے زور سے ہنس دی مینل خاموش کھڑی منتظر تھی کہ راحم کیا جواب دیتا ہے۔

''ہاں سنیعہ یہ مینل ہے۔'' مینل نے حیرت سے اسے دیکھا صرف مینل یعنی وہ ابھی تک مسز راحم کے عہدے پر نہ پہنچ سکی تھی ورنہ وہ اسے اپنے نام کی شناخت دیتا۔

''اوہ اچھا تو تم نے میرا غم بھلانے کے لیے اپنی اس کزن سے شادی کر لی...... حیرت ہے یار' تمہارے ٹیسٹ پر۔'' وہ عجیب سے انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

''ایکسکیوز می راحم گھر چلیں میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔'' شاید اس کی آواز بھرا گئی تھی' اتنا کہہ کر وہ وہاں رکی نہیں بلکہ تیز تیز چلتی باہر آ گئی' کچھ ہی دیر میں راحم بھی آ گیا اور پھر گاڑی میں بیٹھ کر وہ خاموشی سے گھر آ گئی سارے راستے دونوں اسی طرح خاموش تھے جیسے الفاظ ختم ہو گئے ہوں' سچ ہے بعض واقعات ہمیں اس طرح بے حس کر دیتے ہیں کہ جیسے ہم گونگے بہرے ہوں۔

☺......❀......☺

اس دن وہ سو کر اٹھی تو گھر میں غیر معمولی خاموشی چھائی ہوئی تھی' مینل فریش ہو کر نیچے لاؤنج کی جانب آ گئی تاکہ دیکھے تائی جی کہاں ہیں؟ اس نے جیسے ہی لاؤنج کا دروازہ کھولا ایک دم نگاہ سامنے بیٹھی سنیعہ پر پڑی دور سے ہی سنیعہ کی محبت تائی جی کے چہرے پر جگمگاتی دکھائی دے رہی تھی یا شاید یہ اس کا اپنا وہم ہو مگر جانے کیوں اسے سنیعہ کا اس طرح گھر آنا اور تائی جی کا اتنی محبت سے اس سے بات کرنا قطعی پسند نہ آیا' وہ دروازے سے ہی واپس پلٹ جاتی اگر تائی جی اسے دیکھ کر آواز نہ دے لیتیں۔

''آ جاؤ بیٹا ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔'' مینل آہستہ آہستہ چلتی ان کے سامنے رکھی کرسی پر جا بیٹھی۔

''اچھا آنٹی میں اب چلتی ہوں پھر کسی دن آؤں گی۔'' اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی مینل کو ایسا محسوس ہوا جیسے سنیعہ کو اس کمرے میں مینل کی موجودگی پسند نہ آئی ہو۔

''ارے کھانا تو کھا کر جائیں بس تیار ہو گیا ہے۔'' اسے کھڑا ہوتا دیکھ کر حورعین جلدی سے آگے بڑھی۔

''نہیں سوری یار پھر کسی دن کھا لوں گی ابھی میں جلدی میں ہوں اور ہاں راحم آئے تو پلیز اسے یاد دلانا میرا کام ذرا جلدی کر دے۔ مینل' تم کسی دن راحم کے ساتھ میرے گھر آنا مجھے خوشی ہو گی۔'' جاتے جاتے وہ مینل کے قریب آن رکی' جبکہ مینل کو اس کا انداز گفتگو خاصا مصنوعی سا لگا اپنے حسد کو وہ خوب صورت لفظوں سے چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔

''ہاں ضرور۔'' جب وہ بولی تو صرف اس قدر اور پھر جیسے ہی وہ لاؤنج کے دروازے سے باہر نکلی حورعین اس کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

''اس کا ڈریسنگ سینس پہلے ہی کافی اچھا تھا اب تو اور اچھا ہو گیا ہے' کتنی خوب صورت لگ رہی تھی وہ' ہے نا

مینل۔" اپنی بات ختم کرکے اس نے مینل سے تصدیق چاہی' مینل نے دیکھا حورعین کی ستائشی نگاہیں گیٹ کی جانب بڑھتی سنیعہ کو ہی تک رہی تھیں۔ دوسروں کے احساسات کی پروا کیے بنا کیا جانے والا یہ بے لاگ تبصرہ اس کی طبیعت کو خاصا مکدر کر گیا تھا..... مگر وہ خاموش رہی اسے سب سے زیادہ حیرت تائی جی پر تھی انہوں نے کس طرح سنیعہ کو اپنے گھر آنے کی اجازت دی یہ تو وہی سنیعہ تھی جس نے کل تک ان کی عزت پامال کی تھی اور آج وہ دونوں سب باتیں بھلائے ایک دوسرے کے ساتھ شیرو شکر تھیں یہی سب سوچتی ہوئی وہ خاموشی سے واپس اوپر اپنے کمرے میں آئی جبکہ نیچے بیٹھی تائی جی اور حورعین یقیناً ابھی تک سنیعہ کو ہی ڈسکس کررہی تھیں۔

☺......❀......☺

سنیعہ پھر سے اس گھر میں آنے لگی ایسے جیسے کبھی کچھ ہوا ہی نہ تھا گھر کے سب لوگ بھی شاید اس سے منسوب تمام تلخ یادیں بھلا چکے تھے سوائے تایا جی کے' جنہوں نے ابھی تک سنیعہ سے بات نہ کی تھی البتہ عبدالرحمان کا رویہ اسے سمجھ نہ آتا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ سے اپنی دلی کیفیات دوسروں سے چھپا کر رکھنے کا عادی تھا وہ اکثر و بیشتر راحم کو فون بھی کرتی' اسے راحم سے کچھ کام تھا کیا کام تھا؟ یہ کبھی مینل نے جاننے کی کوشش نہ کی' اس نے تو کبھی کسی سے یہ بھی نہ پوچھا کہ اس کا وہ شوہر کہاں ہے؟ جس کی خاطر یہ راحم سے ہر رشتہ توڑ کر ابروڈ جا بسی تھی یہاں تک کہ جب بھی کبھی وہ راحم کو فون کرتی مینل خاموشی سے کمرے سے باہر نکل جاتی' کیونکہ اس پل اسے وہ خود اپنے کمرے میں ہی غیر ضروری محسوس ہوتی' آج بھی ایسا ہی ہوا جب اس نے راحم کو فون پر سنیعہ سے بات کرتا دیکھا تو خاموشی سے باہر نکل کر نیچے آگئی جہاں سامنے ہی صوفے پر تائی جی بیٹھی کسی سوچ میں گم تھیں۔

"السلام علیکم تائی جی۔"

"وعلیکم السلام ..... یہاں آجاؤ میرے پاس۔" ان کے بلانے پر مینل وہیں ان کے قریب صوفے پر جا بیٹھی۔

"راحم کیا کررہا ہے؟" تائی جی نے خاموش بیٹھی مینل سے برسبیل تذکرہ پوچھ لیا۔

"سنیعہ سے فون پر گفتگو کررہے ہیں۔" ناچاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ تلخ ہوگیا' جسے تائی جی نے فوراً محسوس بھی کرلیا۔

"ایک بات پوچھوں بیٹا' کیا تمہیں سنیعہ کا ہمارے گھر آنا پسند نہیں۔" یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا جواب تائی جی پہلے سے ہی جانتی تھیں پھر بھی جانے انہوں نے مینل سے کیوں پوچھ لیا۔

"میں کون ہوتی ہوں تائی جی کچھ پسند ناپسند کرنے والی۔"

"یہ حق تو ہر جاندار کے پاس ہے جسے چاہے پسند کرے اور جسے چاہے ناپسند اس لیے تم بھی اپنے اس حق رائے دہی میں آزاد ہو۔" اتنا کہہ کر تائی جی نے مینل کی شکل دیکھی جو خاموشی سے ان کی جانب تک رہی تھی۔

"دیکھو بیٹا کئی دفعہ چیزیں وہ نہیں ہوتیں جو ہمیں دکھائی دیتی ہیں' اس لیے ضرورت ہوتی ہے ان کی گہرائی تک جا کر انہیں جانچنے کی اور ویسے بھی ہمیشہ یہ بات یاد رکھنا کہ دنیا گول ہے' جہاں سے گزرا ہوا ہر شخص دوبارہ آ کر ہم سے ٹکرا سکتا ہے ایسے میں لازم ہوتا ہے کہ ہم اس شخص سے مقابلہ کریں.....نہ کہ راستے سے ہٹ جائیں۔" تائی جی کی باتیں کچھ کچھ اس کی سمجھ میں آرہی تھیں۔

"ایک بات پوچھوں تائی جی۔"

"سو باتیں پوچھو بیٹا۔"

"کیا سنیعہ ہمیشہ کے لیے واپس آگئی ہے میرا مطلب ہے کہ....." اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ اپنا جملہ کس طرح مکمل کرے۔

"فی الحال تو نہیں' بس دونوں میاں بیوی کے درمیان کچھ اختلافات ہیں دعا کرو وہ دور ہوجائیں تو پھر ان شاء اللہ واپس چلی جائے گی۔" تائی کی وضاحت نے اس کے بدترین خدشات کی تصدیق کردی' اسے پہلے ہی شک تھا

کہ سنعیہ اپنا گھر چھوڑ کر واپس آ گئی ہے اس سوچ کے ساتھ ہی راحم کو کھو دینے کے خوف نے اس کے دل میں پنجے گاڑھ لیے۔

☺......❀......☺

راحم آج کل روز لیٹ آ رہا تھا۔ آتا بنا بات کیے آفس کا کام کرتا اور پھر سو جاتا' اس کا یہ رویہ مینل کے لیے خاصا حیرت انگیز تھا' اسے لگتا جیسے ان دونوں کے درمیان سنعیہ آ گئی ہے یہی وجہ تھی کہ بنا کچھ پوچھے' کچھ جانے وہ راحم سے کھنچی کھنچی سی گئی جتنی بات وہ کرتا اتنا ہی وہ جواب دے دیتی' ایک ان دیکھی سی دیوار ان دونوں کے درمیان حائل ہو گئی جسے گرانے کی کوشش دونوں میں سے کسی نے نہ کی۔ اور ایسے ہی جانے کتنے خاموش دن گزر گئے جب ان خاموش دنوں کی خاموشی ایک بار پھر توڑنے کے لیے سنعیہ آن موجود ہوئی۔

☺......❀......☺

اس کے سامنے کھڑی سنعیہ رو رہی تھی کیوں؟ یہ بات مینل کی سمجھ میں نہ آئی۔ ان دو ماہ میں وہ پہلی بار مینل کے کمرے تک آئی تھی اور آتے ہی مینل کے بیڈ پر بیٹھ کر رونے لگی' مینل کی سمجھ میں ہی نہ آ رہا تھا کہ اسے کیسے خاموش کروائے' اس کی تو سنعیہ سے کوئی ایسی دوستی بھی نہ تھی کہ وہ اس طرح اس کے سامنے رو دھو رہی تھی۔ مینل نے خاموشی سے اٹھ کر پانی کا گلاس بھرا اور سنعیہ کے قریب آ بیٹھی۔

''پلیز سنعیہ اب رونا بند کریں اور یہ پانی پی لیں۔'' بحالت مجبوری اس نے سنعیہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اسے لگا جیسے سنعیہ کے رونے کے پیچھے کوئی وجہ ایسی ضرور ہے جس کا تعلق اس کی ذات سے ضرور ہے۔

''مینل...... پلیز میری ایک بات مان لو میں زندگی بھر تمہارا احسان نہ بھولوں گی۔'' روتے روتے وہ اپنے آنسو پونچھتے ہوئے مینل سے مخاطب ہوئی۔

اور مینل کے اس شک کی فوری تصدیق ہو گئی کہ اس کے آنسو کے پیچھے کہیں دور مینل کھڑی تھی۔ اس کا دل یک دم دھڑک اٹھا۔

''آپ بات بتائیں ماننے والی ہوئی تو شاید مان لوں ورنہ وعدہ نہیں کرتی۔'' وہ صاف گو لڑکی تھی' لوگوں کو اپنی باتوں کے جال میں الجھانا نہ جانتی تھی اسی لیے سنعیہ کے کندھے سے ہاتھ اٹھاتی سیدھی ہو بیٹھی۔

''مجھے راحم دے دو...... بخش دو مجھے راحم...... یقین جانو میں اس کے بنا مزید زندگی نہیں گزار سکتی میں مر جاؤں گی مینل' پلیز میری بات مان لو......'' ایسے جیسے وہ اس کا کوئی ڈریس پہننے کے لیے مانگ رہی ہو۔ اس کے زبان سے ادا ہونے والے الفاظ مینل کو دنگ کر گئے۔

''راحم میرا شوہر ہے سنعیہ...... تم شاید یہ بات بھول گئی ہو اور کوئی عورت اپنا شوہر کسی دوسری عورت کو دان نہیں کرتی۔'' اپنی ناگواری چھپاتے وہ بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تمہارا شوہر ہونے سے پہلے وہ میرا تھا' اسے تم نے مجھ سے چھین لیا' لیکن یاد رکھو وہ آج بھی دل سے میرا ہے' تم سب کچھ اس پر وار کر بھی اس کے دل سے مجھے نہیں نکال سکیں تو بہتر یہ ہے کہ تم اسے مجھے واپس کر دو اسی میں تمہاری عزت ہے۔'' الفاظ کے ساتھ اس کا لہجہ بھی بدل گیا اور وہ بیڈ سے کھڑی ہوتے ہوئے مینل کے مدمقابل آ گئی۔

''میری عزت راحم کے ساتھ میں ہے' اس سے جدا ہونا میری عزت نہیں بلکہ میری موت ہے' بہت فرق ہے تم میں اور مجھ میں' تم شاید اپنے ڈریس کی طرح مرد بدلنے کی عادی ہو مگر میں نہیں' جو مل گیا اسی کے ساتھ زندگی گزار دوں گی۔''

''تم شاید جانتی نہیں راحم بھی میرا ساتھ چاہتا ہے تمہارے ساتھ رہنا اس کی مجبوری ہے' نکاح نامی زنجیر نے اس کے سارے راستے بند کر دیے ہیں...... آج اگر تم اسے آزاد کر دو تو یقین جانو وہ پلٹ کر بھی تمہاری طرف نہ آئے گا۔'' دعویٰ صرف لفظوں میں ہی نہ تھا' چہرے پر بھی

یاایہا الذین امنوا

اے ایمان والو!

وہ راستے

لکھا تھا۔

”میں نے اس پر کبھی زبردستی نہیں کی اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں روکوں گی بھی نہیں۔“ وہ مضبوط لہجے میں بولی۔

”سوچ لو پھر نہ کہنا کہ میں نے تمہارا گھر برباد کردیا۔“

”تمہیں اجازت ہے اگر کرسکتی ہو تو کرلو۔“ وہ اپنے لہجے کی مضبوطی برقرار رکھتے ہوئے بولی۔

”میں سب کچھ کرسکتی ہوں مینل تم میری محبت کی طاقت کا کبھی اندازہ بھی نہیں لگا سکتیں لیکن میری ایک شرط ہے۔“

”کیسی شرط......“ اس کے الفاظ آہستہ آہستہ جیسے مینل کے جسم سے جان کھینچ رہے تھے مگر پھر بھی وہ ہار ماننے کو تیار نہ تھی شاید راحم کی چند روزہ محبت نے اسے وہ مضبوطی بخشی تھی کہ وہ دوسروں کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پا گئی تھی۔

”جب تک میں ہار نہ مانوں تم راحم کے قریب نہ جاؤ گی۔“ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ سفاک لہجے میں بولی۔ ”ہم دونوں میں سے وہ کس کا ہے؟ یہ جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم دونوں کی حیثیت اس کے سامنے ایک جیسی ہو ایک قریب اور ایک دور اس طرح مقابلے میں مزہ نہیں آتا۔“ آنسو کہیں دور گم ہوچکے تھے اب تو چہرے پر صرف چالاکی لکھی تھی۔

”تمہیں جو کرنا ہے وہ تم کرو مگر اس وقت میرے کمرے سے باہر نکلو۔“ وہ آہستہ آہستہ شاید اپنی برداشت کھو رہی تھی اور یہ بات سنیعہ جان چکی تھی جس کا اندازہ اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ دیکھ کر لگایا جاسکتا تھا۔

”صرف پندرہ دن مینل صرف پندرہ دن مجھے دے دو پھر یقین رکھنا تمہارا اس کمرے پر حق ملکیت کا دعویٰ غلط ثابت ہوجائے گا۔“ اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے وہ ابھی بھی مسکرا رہی تھی۔

”آج کی تاریخ نوٹ کرلو اس کے بعد تمہارے پاس صرف پندرہ دن ہیں اگر تم ہار گئیں تو دوبارہ کبھی راحم کے قریب مت آنا بولو منظور ہے۔“ مینل نے شرط لگائی۔

”ہاں منظور ہے۔“ اس سے شرط لگا کر وہ ایڑیوں کے بل گھومی اور ٹھک ٹھک کرتی کمرے سے باہر نکل گئی وہ جس جگہ کھڑی تھی مینل کتنی دیر اسی جگہ کو دیکھتی گئی اسے یقین ہی نہ آیا تھا کہ اس کمرے میں کچھ دیر قبل سنیعہ کھڑی تھی اسے ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے اس نے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہو مگر وہ خواب نہ تھا کیونکہ سنیعہ کے جسم سے آتی خوشبو ابھی بھی کمرے میں موجود تھی۔

☺......❀......☺

راحم کو اپنے آفس کے کسی کام کے سلسلے میں پچھلے دو دن سے اسلام آباد تھا اس کی سنیعہ سے لگائی گئی شرط ختم ہونے میں صرف چھ دن باقی رہ گئے تھے۔ سب کچھ بالکل ٹھیک چل رہا تھا جب اچانک واٹس اپ پر سنیعہ کی طرف سے آنے والی ایک تصویر نے اس کی زندگی میں ہلچل برپا کردی اس تصویر میں وہ اور راحم مری میں ایک ساتھ تھے اسے دکھ ہوا تھا راحم نے مجھ سے جھوٹ بولا یا شاید وہ آفس کے کام کے لیے اپنے ساتھ سنیعہ کو بھی لے کر گیا ہے تو چ یہ ہوا کہ سنیعہ واقعی راحم کی زندگی میں اس سے زیادہ اہم ہے مطلب یہ ہوا کہ میں ہار گئی۔ سنیعہ کی جانب سے یکے بعد دیگرے آنے والی تصاویر نے اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ کردیا اور وہ بنا کچھ کہے اپنی ہار تسلیم کر گئی خاموشی سے سامان پیک کرکے وہ اپنے گھر آنے کے لیے تیار ہوگئی۔

”تائی جی ڈرائیور سے کہیں مجھے گھر چھوڑ آئے۔“ ٹرالی بیگ گھسیٹتی وہ لاؤنج میں آتے ہوئے بولی۔

”کیوں خیریت ہے! تم اتنا سامان لے کر کہاں جارہی ہو؟“ وہ کبھی اتنا بڑا بیگ لے کر امی کے گھر رہنے نہ گئی تھی یہ ہی بات تائی کے لیے حیرت کا باعث بنی۔ ”اور ویسے بھی کل شام تک راحم نے واپس آجانا ہے تو کیسا لگے گا اسے جب وہ واپس آئے اور تم گھر پر نہ ہو۔“

”نہیں کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔“ آواز اتنی تھی کہ صرف اس کے کانوں تک آئی۔ ”میں کوشش کروں گی کہ کل رات تک آجاؤں۔“ اس کی آواز بھرا گئی مگر شاید تائی

نے غور نہ کیا۔

"اچھا عبداللہ باہر ہی ہے اس سے کہو تمہارا سامان گاڑی میں رکھ دے.... مگر بیٹا کوشش کرنا راحم کے آنے سے پہلے اپنے گھر واپس آ جاؤ' شوہر جب گھر واپس آئے تو اپنے استقبال کے لیے تیار بیوی اس کے دل کو بہت بھاتی ہے۔" ان کے لہجے میں آج بھی وہی پرانی محبت موجود تھی' شاید سعیعہ کی ایک ہفتہ کی غیر حاضری نے ان کے دل میں ایک بار پھر سے مینل کی محبت کو جگا دیا تھا یا پھر ہوسکتا ہے اسے ہی کوئی غلط فہمی ہو۔

"جی اچھا۔" انہیں آہستہ سے جواب دیتی وہ باہر نکل گئی' طے تھا کہ اب اس وقت تک اس گھر میں واپس نہیں آنا جب تک راحم اسے خود لینے نہ آئے اور اگر وہ اسے لینے نہ آیا تو پھر وہ اپنی ہار تسلیم کرتے ہوئے سعیعہ کو یہ حق بخش دے گی کہ وہ جب چاہے راحم کو اپنا لے اسے کوئی اعتراض نہ ہوگا' بے شک یہ ایک مشکل کام تھا لیکن وہ کسی کی خیرات کی ہوئی محبت کے ساتھ اب مزید زندگی نہیں گزار سکتی تھی۔

☺......❀......☺

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہے مینل' تم نے ایک غیر عورت کے ساتھ اپنے شوہر پر شرط لگائی کون عورت اتنی بیوقوف ہوگی جو ایسی فضول شرطیں لگائی پھرے حیرت ہے مجھے تم پر۔" مناحل صدمہ کی زد میں تھی جبکہ اس کے سامنے بیٹھی مینل ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی' مناحل کو تو یہ بھی سمجھ نہ آ رہا تھا کہ وہ اس پر ناراض ہو یا ترس کھائے۔

"مجھے راحم پر یقین تھا اور میں سمجھی تھی کہ......" بولتے بولتے وہ رک گئی اور پھر سے رونے لگی۔

"ہاں تو اب کیا ہوا تمہارے یقین کو۔" مناحل نے غصہ سے اسے گھورا۔

"صرف ایک فضول سی لڑکی کی بھیجی ہوئی دو چار تصاویر نے تمہارا اعتبار ختم کر دیا حد ہے مجھے امید نہ تھی کہ تم اتنی بے وقوف ہوگی۔" روتے روتے مینل خاموش ہوگئی اور سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑی اپنی چھوٹی بہن کو دیکھنے لگی جو اس وقت اس سے کہیں زیادہ سمجھدار نظر آ رہی تھی۔

"سوچو مینل ہوسکتا ہے راحم بھائی کو ان تصاویر کے بارے میں کوئی علم ہی نہ ہو یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ صرف تمہیں پریشان کرنے کے لیے راحم بھائی کے پیچھے اسلام آباد گئی ہو ان سے جان بوجھ کر ملی ہو اور پھر ان کے ساتھ تصاویر لے کر تمہیں بھیج دی ہوں کیا یہ ممکن نہیں کہ راحم بھائی کے نزدیک وہ صرف ایک دوست ہو۔" اس نے اپنی بہن کے قریب بیٹھ کر اس کے ٹھنڈے یخ ہاتھ تھام لیے۔

"ان دونوں کا تعلق جس کلاس سے ہے وہاں یہ دوستیاں چھوٹی چھوٹی باتوں میں شمار ہوتی ہیں اور ویسے بھی تم دونوں کی شرط سے وہ تیسرا فریق بالکل ناواقف ہے جس پر تم نے کسی احمق کی طرح شرط لگائی ہے۔" یہ وہ باتیں تھیں جن پر اس نے ابھی تک غور بھی نہیں کیا تھا۔

"مگر مناحل اگر تمہاری کہی ہوئی تمام باتیں میں درست بھی مان لوں تو سوچو وہ کل رات سے کراچی آئے ہیں مگر واپس آ کر انہوں نے مجھے ایک بار بھی فون کر کے یہ نہیں پوچھا کہ میں کہاں ہوں؟" دل میں بدگمانیاں جب جنم لے لیں تو ایک کے بعد ایک پیدا ہوتی رہتی ہیں ذرا ذرا سی بات نئی بدگمانیوں کو جنم دیتی ہے انہیں کبھی ختم نہیں ہونے دیتی۔

"ہوسکتا ہے انہیں بھی یہ غصہ ہو کہ تم ان کے آنے پر گھر میں موجود نہیں ہو؟" مینل نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ مناحل کی بات درست تھی یہ تو اس نے سوچا ہی نہ تھا۔

"اور بیوقوف لڑکی تمہاری شرط ختم ہونے میں تو ابھی تین دن باقی ہیں' تم تین دن قبل ہی ہار تسلیم کر کے گھر چھوڑ آئی ہو۔" یہ آواز راحم کی تھی مینل ایک دم گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی' داخلی دروازے کے عین درمیان سینے پر دونوں ہاتھ باندھے راحم کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"السلام علیکم راحم بھائی۔" مناحل اسے سلام کرتی تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

"میں تو تمہیں کافی سمجھدار سمجھتا تھا لیکن اب اندازہ ہوا کہ تم خاصی بیوقوف ہو جو بنا سوچے سمجھے اپنا گھر اور شوہر

اس طرح چھوڑے بیٹھی ہو۔" ناراضگی اس کے لہجے کے ساتھ ساتھ چہرے سے بھی عیاں تھی۔

"مگر سنیعہ نے تو یہ کہا تھا کہ آپ اس سے محبت کرتے ہیں اور میں آپ دونوں کے درمیان آ گئی ہوں۔" اب ضروری تھا کہ ہر بات بتادی جائے تاکہ دلوں میں موجود غلط فہمی دور ہوسکے۔

"تم سنیعہ کو چھوڑو اپنی بات کرو۔ تم نے مجھے کیا کوئی ٹین ایج لڑکا سمجھ رکھا تھا دل پھینک قسم کا جو یہاں وہاں موجود لڑکیوں پر عاشق ہوتا رہے...... یعنی تمہیں اب تک مجھ پر اعتبار ہی نہیں آیا...... بڑے افسوس کی بات ہے مینل۔"

"مجھے آپ پر اعتبار ہے راحم......" وہ جلدی سے بولی۔

"جھوٹ مت بولو مینل، جنہیں اعتبار ہوتا ہے وہ شرط نہیں لگاتے بلکہ شرط لگانے والوں کو منہ توڑ جواب دیا کرتے ہیں میں کوئی بے جان چیز تھا جس پر تم نے شرط لگادی...... تم نے کیا بہت آسان سمجھ رکھا ہے کہ تم کہو گی کہ میں شرط ہار گئی سنیعہ اور سنیعہ آ کر مجھے دلہا بنا کر اپنے ساتھ لے جائے گی حد ہے تمہاری سوچ کی۔" وہ واقعی سخت غصہ میں تھا، مینل کو کچھ سمجھ نہ آیا اور وہ ایک بار پھر سے رونے لگی۔

"جو حق تمہارا مجھ پر ہے اسے استعمال کرنا سیکھو اگر ایسے ہی تم لوگوں سے ڈرتی رہیں تو ساری زندگی اپنے ساتھ مجھے بھی بے سکون رکھو گی بھول جاؤ سنیعہ کو...... وہ ماضی تھا ماضی کے ساتھ ہی ختم ہوگیا اپنے حال کی سوچو جہاں تم مسز راحم ہو اور کوشش کرو کہ مستقبل میں بھی اس عہدے پر تم ہی فائز رہو۔"

"اچھا پھر آپ اس کے ساتھ اسلام آباد کیوں گئے؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ایک بار پھر سے شک کر بیٹھی۔

"اپنے جملے کی تصحیح کرو میں اس کے ساتھ نہیں گیا تھا اپنے آفس کے کام سے گیا تھا جبکہ وہ اسلام آباد اپنے شوہر کے ساتھ گئی تھی جہاں اتفاقیہ طور پر ہماری ملاقات ہوئی۔"

"شوہر......" اس نے ناقابل یقینی سے یہ لفظ دہرایا۔

"مگر وہ تو شاید اپنے شوہر کو چھوڑ کر واپس آ گئی تھی۔"

"چھوڑ کر نہیں ناراض ہو کر...... تم ذرا سے الفاظ تبدیل کر کے پورے جملے کے معنی ہی تبدیل کر دیتی ہو اور اب وہ اسے منانے خود پاکستان آیا ہے یہی وجہ تھی کہ اپنے ویزے وغیرہ کے چکر میں وہ دونوں اسلام آباد گئے تھے اور ہاں یہ بھی بتادوں کہ ان دونوں کی اس صلح صفائی میں سارا کمال میرا ہے کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ سنیعہ کی بیوقوفی سے دو گھر برباد ہوں، میں مانتا ہوں کہ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر وہ تھوڑا سا بہک گئی تھی اور اس دن جب وہ تمہارے پاس آئی تھی تو خاصی فیڈ اپ تھی مگر اب اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہو چکا ہے اگلے ہفتے وہ دونوں واپس جارہے ہیں اور جانے سے قبل وہ تم سے ملنے بھی آئے گی تاکہ اپنے سابقہ رویے کی تم سے معافی مانگ سکے۔"

"مجھے آپ مل گئے میں نے سب کچھ معاف کردیا۔"

"میں کہیں گم نہیں ہوا تھا جو تمہیں واپس مل گیا۔" راحم دھیرے سے مسکرایا۔

"چلو اب اپنا سامان پیک کرو اور پندرہ منٹ میں باہر آجاؤ میں گاڑی میں بیٹھا تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" وہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گیا، مینل گیلی آنکھیں صاف کرتے ہوئے مسکرادی اس کی مسکراہٹ کے ساتھ ہی کمرے کی ہر شے مسکرا رہی تھی۔

"اللہ تعالیٰ سنیعہ کا گھر ہمیشہ آباد رکھنا" آمین۔"

اپنے گھر کی آبادی کے ساتھ ہی اس نے سنیعہ کے لیے بھی کھلے دل سے دعا کی اور پھر اپنا سامان پیک کرنے چل دی۔

ذرا مسکرا میرے گمشدہ

فاخرہ گل

ہم بھلا چپ رہنے والے تھے کہیں
ہاں مگر حالات ایسے ہوگئے
آؤ ناصر ہم بھی اپنے گھر چلیں
بند اس گھر کے دریچے ہوگئے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

گھریلو امور کو لے کر اجیہ اور حنین کے درمیان تلخ کلامی ہوجاتی ہے حنین کو لگتا ہے کہ اس کا رشتہ غزنیٰ سے طے ہونے جارہا ہے اسی لیے اجیہ اس سے جیلس ہے جب ہی وہ اجیہ کی محبت اور خلوص کو نظر انداز کرتے اس پر الزامات کی بوچھاڑ کردیتی ہے۔ حنین کے منہ سے یہ سب سن کر اجیہ شاکڈ رہ جاتی ہے جب ہی لبنیٰ بیگم دونوں کے درمیان غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور ہر بار کی طرح اجیہ اپنی بہن کی اس جذباتیت پر اسے معاف کردیتی ہے۔ غزنیٰ اور اس کے والدین اجیہ کے رشتے کی خاطر وہاں پہنچتے ہیں اور منگنی کی انگوٹھی غزنیٰ کے ہاتھ میں تھما دیتے ہیں، غزنیٰ جب یہ انگوٹھی اجیہ کی انگلی میں پہناتا ہے تو حنین شاکڈ رہ جاتی ہے دیگر گھر والوں کی بھی یہ کیفیت ہوتی ہے ایسے میں اجیہ ہمت کرکے تمام صورت حال غزنیٰ اور اس کے گھر والوں کے سامنے رکھنا چاہتی ہے مگر سکندر صاحب کے اشارے پر خاموش رہ جاتی ہے۔ سکندر صاحب تنہائی میں اجیہ کو جذباتی طور پر بلیک میل کرنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اسے اپنی محبت اور عزت کا واسطہ دے کر اس رشتے کے لیے حامی بھرنے کا کہتے ہیں تاکہ حنین کی زندگی کو برباد ہونے سے بچا سکیں جبکہ اجیہ حنین کی غزنیٰ سے دلی وابستگی کے متعلق جانتے ہوئے سکندر صاحب کو سمجھانے میں ناکام رہتی ہے اور ہمیشہ کی طرح وہ اپنا فیصلہ مسلط کرکے غزنیٰ کا رشتہ اجیہ کے لیے منظور کرلیتے ہیں جبکہ غزنیٰ اور اس کے والدین کو اس غلط فہمی کے متعلق آگاہ نہیں کیا جاتا دوسری طرف اجیہ کی خاموشی اور منگنی کے لیے اس کی رضامندی حنین کو اذیت میں مبتلا کردیتی ہے۔ ارتش ممی اور بوا کے ساتھ اجیہ کے گھر کے لیے نکلتا ہے مگر راستے میں اسکول کے بچے کی گمشدگی کی بنا پر انہیں اپنا ارادہ ملتوی کرتے واپس اسکول جانا پڑتا ہے وہاں شرمین اور اس کی بھابی بچے کے نہ ملنے پر نہایت پریشان ہوتی ہیں ایسے میں ارتش اور دیگر ساتھیوں کی مدد سے بچہ مل جاتا ہے۔ شرمین ارتش کی پرسنالٹی سے خاصی متاثر ہوتی ہے اور سب کے ساتھ ڈنر کا تذکرہ کرتی ہے لیکن ارتش اجیہ کی والدہ کی رپورٹس دینے کے بہانے وہاں سے اٹھ جاتا ہے اور وہ رپورٹس لے کر اجیہ کے گھر پہنچتا ہے تو سکندر صاحب سے ملاقات ہوتی ہے اجیہ اسے گھر کے دروازے پر دیکھ کر شاکڈ رہ جاتی ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❀......❀......❀

کوئی ایک شخص تو یوں ملے کہ سکوں ملے
کوئی ایک لفظ تو ایسا ہو جو قرار ہو
کہیں ایسی رت بھی ملے ہمیں جو بہار ہو

کبھی ایسا وقت بھی آئے کہ ہمیں پیار ہو
کوئی ایک شخص تو یوں ملے کہ چراغِ جاں
اسے نور دے اسے تاب دے بنے کہکشاں
کوئی غم ہو جس کو کہا کریں غم جاوداں
کوئی یوں قدم ملائے کہ بنے کارواں
میرے راہ گزر خیال میں کوئی پھول ہو
مجھے شوق ہے کبھی مجھ سے بھی کوئی بھول ہو
غم ہجر ہو شب تار ہو بڑا طول ہو
کوئی جو عکس ذات ہو ہو بہو

مرا آئینہ میرے روبرو
کوئی ربط جس میں نہ میں نہ تو
سرِ خامشی کوئی گفتگو......
کوئی ایک شخص تو یوں ملے کہ سکوں ملے

ڈنر کے لیے انوائٹ کرنا اور وہ بھی شرمین کی طرف سے یقینی طور پر بلاوجہ نہیں تھا کیونکہ یہ وہی شرمین تھی جسے نئی جاب حاصل کرنے کی خوشی میں گھر میں صرف پیزا کھلانے کا کہا گیا تھا لیکن وہ ٹال مٹول کرگئی باوجود اس کے کہ گھر میں کم لوگ تھے اور اب یہاں اس کے بھائی بھابی کو ملا کر تقریباً چھ سے سات افراد بن رہے تھے جنہیں وہ کسی ٹھیلے سے دہی بھلے یا گول گپے کھلائے نہیں بلکہ ہوٹل پر باقاعدہ کھانا کھلانے کے لیے لائی تھی ممی اور بوا نے پہلے تو معذرت چاہی شکریہ ادا کرکے پھر کبھی کھانا کھانے کا کہہ دیا لیکن شرمین کی طرف سے ہونے والے محبت بھرے اصرار کے سامنے ان دونوں کی ایک نہ چلی اور انہیں اس کے بھائی کے آنے پر ان کے ساتھ جانا ہی پڑا۔ پس پردہ شاید ممی بھی اس کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتی تھیں اس کے اور اس کے گھر والوں کے بارے میں مزید جاننا چاہتی تھیں اور شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بوا سے مشورہ کرکے انہیں ساتھ چلنے کے ارادے سے آگاہ کیا اور اس وقت وہ لوگ مل کر ڈنر کر رہے تھے۔

''پھوپو اگر میں روز حسیب کے گھر چلا جایا کروں تو کیا ہم روزانہ ڈنر باہر کیا کریں گے؟'' سفیان نے بروسٹ کھاتے ہوئے معصومیت سے پوچھا تو سبھی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

''جی نہیں، بلکہ اگر اب آپ اپنے کسی بھی دوست کے گھر بغیر بتائے گئے تو آپ کو گھر سے بھی مار پڑے گی اور آپ کی پرنسپل بھی پٹائی لگائیں گی۔'' شرمین نے اس کے سر پر لاڈ سے چپت رسید کی۔

''ہماری پرنسپل بہت اچھی ہیں مارتی بھی نہیں۔'' اس نے ذرا سا جھجک کر کہا۔

''بالکل ٹھیک کہا، مارتی تو نہیں ہوں لیکن اگر کوئی غلط کام ہوا تو مار بھی سکتی ہوں۔'' ممی نے بہرحال اپنا رعب قائم رکھا۔

''میڈم آپ کے گھر میں آپ تینوں کے علاوہ اور کون کون ہوتا ہے؟'' شرمین کی بھابی نے پوچھا اور ویسے بھی اب تک وہ لوگ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے کرتے اتنے بے تکلف ہو ہی چکے تھے کہ اس طرح کی معمولی نوعیت کی گھریلو باتیں پوچھ سکتے۔

''ہمارے گھر میں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہوتا۔'' ممی نے پانی پینے کے بعد بتایا۔

''وہ میرا مطلب تھا آپ کے ہزبینڈ؟''

"ان کا تو ایک عرصہ ہوا انتقال ہو چکا ہے۔ اب بس میں ہوں میرا اکلوتا بیٹا اربش اور ہماری پیاری بوا۔" ممی نے کباب اور سلاد اپنی پلیٹ میں رکھا۔

"اربش تو ابھی یقیناً پڑھ رہا ہوگا؟"

"بس اب اس کی اسٹیڈیز ختم ہونے ہی والی ہیں۔" ممی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آج کل تو ہم اپنے اربش کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی ڈھونڈ رہے ہیں تاکہ جیسے ہی اس کی تعلیم مکمل ہو بس اگلے مہینے پھر اس کی شادی بھی کردیں۔" بوا نے جوش و خروش سے اطلاع دی۔

"ویسے اگر تمہاری نظر میں بھی کوئی رشتہ ہو تو ضرور بتانا۔" لگے ہاتھوں بوا نے انہیں بھی اس مشن کا حصہ دار بنایا۔

"جی ضرور کیوں نہیں میں خود آج کل شرمین کے لیے رشتے دیکھ رہی ہوں لیکن بس آپ کو پتا ہے ناں کہ لڑکی ذات ہے اب ہر کسی کو نہ تو رشتے کا کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی ہر کسی پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔"

"لیکن اب تک رشتہ نہ کرنے کی کوئی وجہ؟" بھابی کی بات پر بوا نے پوچھا اور چونکہ شرمین اس وقت سفیان کو واش روم لے کر گئی ہوئی تھی اس لیے بات آرام سے ہو رہی تھی۔

"بس بوا کیا بتاؤں ہم تو سچے لوگ ہیں نہ کبھی جھوٹ بولا اور نہ ہی آتا ہے۔" بھابی نے گردن موڑ کر واش روم کی طرف جاتی راہداری کو دیکھا۔

"تم سیدھی بات کرو کہ دراصل جنہیں ہم پسند آئے وہ ہمیں اچھے نہیں لگے اور جو ہم کو اچھے لگے تو انہیں ہم پسند نہیں آئے۔" اب تک خاموش تھے اب بولے تو کوئی لگی لپٹی نہیں بلکہ صاف اور سیدھی بات کرکے اپنا مقصد بیان کیا۔

"اور پھر اب آپ سے کیا پردہ...... دراصل میں ہوں شرمین کی بھابی اور اس لیے میں ضرورت سے زیادہ محتاط بھی ہوں اور مجھے ہونا بھی چاہیے کیونکہ آپ تو مجھ سے کہیں بہتر سمجھ سکتی ہیں ناں کہ اگر خدانخواستہ میں نے کہیں رشتہ کرادیا اور کوئی اونچ نیچ ہوگئی تو لوگ قسمت کو بعد میں اور پہلے مجھے ہی الزام دیں گے کہ میری وجہ سے یہ سب ہوا اور کوئی بعید نہیں کہ کچھ لوگ یہ تک کہہ ڈالیں کہ میں نے جان بوجھ کر ایسی جگہ رشتہ کرادیا اور مجھے اندازہ تھا کہ وہ لوگ ایسے ہیں ویسے ہیں۔ بس ایسی باتوں سے ڈر لگتا ہے جس کی وجہ سے آج تک کہیں بھی اس کا رشتہ پکا نہیں کیا جاسکا۔" بھابی نے بغیر کسی لگی لپٹی کے اپنے تمام تر خدشات بیان کردیے تھے۔

"لیکن نارمل حالات میں آپ کے اور شرمین کے کیسے تعلقات ہیں میرا مطلب ہے کہ کیسی نیچر ہے شرمین کی۔" ممی شرمین کے متعلق مکمل تفصیل سے آگاہی چاہتی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ عام مزاج میں بات کرتے ہوئے اس کے متعلق کریدا تو بوا نے بھی جواب سننے میں دلچسپی ظاہر کی۔

"مزاج کی تو جیسی ہے اس کا اندازہ آپ کو بھی کسی حد تک ہو ہی گیا ہوگا جیسی خوش اخلاق، ملنسار اور نرم مزاج وہ آپ کو ابھی لگی ہوگی تو یقیناً وہ معمول کی زندگی میں بھی ایسی ہی ہے اتنی ہی محبت کرنے والی اور اتنا ہی خیال رکھنے والی اور مجھے تو کبھی لگتا ہی نہیں کہ وہ میری نند ہے اور میں اس کی بھابی کیونکہ نند بھاوج کا رشتہ تو ہمارے گھر کبھی نظر ہی نہیں آتا ہمیشہ بہنوں کی طرح ہی رہی ہے میرے ساتھ اسی طرح عزت بھی کرتی ہے اور اتنا ہی خیال بھی رکھتی ہے۔" وہ شرمین کی تعریف میں یوں ایک دم شروع ہوئیں کہ بوا تو متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکیں کہ وہ اس کی بھابی ہونے کے باوجود اگر اتنی تعریفیں کررہی تھیں تو یقیناً وہ خود اس کی حق دار ہوگی ورنہ عام طور پر نند بھاوج کے رشتوں میں ایک دوسرے کی خامیاں ہی گنی جاتی ہیں۔ خوبیوں پر تو دھیان جاتا ہی نہیں اور یہی وجہ تھی کہ خود ممی بھی ان کی باتیں سن کر حیرت میں مبتلا دکھائی دے رہی تھیں۔

"اور صرف گھر یا رشتے داروں کے ساتھ ہی اس کا رویہ ایسا بہترین نہیں ہے بلکہ جہاں وہ جاب کرتی ہے ناں وہاں بھی

اس کے کولیگز اور اسٹاف ممبرز اس کے عمدہ اخلاق کی گواہی دیتے ہیں۔"

"کیوں بھئی میری برائیاں تو نہیں ہورہی۔" شرمین واش سے واپس آ کر دوبارہ اپنی کرسی سنبھالتے ہوئے خوش دلی سے بولی تو باقی سب خوش دلی سے مسکرانے لگے۔

ممی نے ایک بار پھر شرمین کو غور سے دیکھا اس مرتبہ ان کے دیکھنے اور سوچنے کا زاویہ بالکل الگ تھا۔ شولڈر کٹ بال اس کے دونوں کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے جنہیں بار بار ہاتھ سے سیٹ کرنا شاید اس کی عادت تھی جدید تراش خراش کا لباس اور چہرے پر پھیلی مسکراہٹ جو اس کی آنکھوں سے شروع ہوکر ہونٹوں تک آ پھیلتی اور پھر سب سے بڑھ کر اس کی بات چیت کرنے کا بہترین انداز جس نے ممی کا دل موہ لیا تھا۔

"آپ پلیز کچھ تو کھائیں ناں۔" شرمین نے بروسٹ کا ایک پیس ممی کی پلیٹ میں رکھتے ہوئے مختلف اقسام کی چٹنیوں کی ٹرے بھی ان کے سامنے رکھی۔

"ارے نہیں..... میں اتنا کہاں کھاتی ہوں۔ بس جتنا لینا تھا میں نے لے لیا ممی نے اسے مزید کچھ بھی اپنی پلیٹ میں رکھنے سے سہولت کے ساتھ منع کیا۔

"لیکن ابھی آپ نے کچھ بھی لیا ہی کہاں ہے جو کچھ آرڈر کیا تھا سب ویسے کا ویسے ہی رکھا ہوا ہے۔" شرمین نے مسکراتے ہوئے کہا تو بوا ممی کے دفاع میں بولیں۔

"واقعی یہ بہت کم کھاتی ہے بلکہ آج تو مروت میں معمول سے ہٹ کر کچھ زیادہ ہی کھالیا۔"

"چلیں ٹھیک ہے میں بھی اصرار نہیں کروں گی لیکن میں آپ کو اپنے گھر ضرور بلاؤں گی اور پھر میرے ہاتھ کے بنے ہوئے کھانے تو آپ کو زیادہ سے زیادہ کھانے ہی پڑیں گے۔"

"بالکل..... شرمین کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے ایک بار بندہ کچھ کھانا شروع کرے تو یقین جانیں پیٹ بھر جاتا ہے لیکن نیت نہیں بھرتی۔" بھائی ہنستے ہوئے بولیں۔

"ویسے بھی میں نے ویٹر کو کھانا پیک کرانے کا بھی کہا ہے۔" نیپکن سے ہاتھ صاف کرتی شرمین نے بتایا۔

"لیکن کھانا کس لیے پیک کرایا؟" ممی نے حیرت سے پوچھا۔

"ایک تو اس لیے کہ آپ نے بالکل بھی ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا تو گھر جاکر ضرور کھالیجیے گا اور دوسرا اس لیے کہ اربش نے بھی کھانا نہیں کھایا ہوگا تو بوا کو دوبارہ گھر جاکر کھانا پکانا نہ پڑے بس گھر جائیں اور گرم کرکے اربش کو بھی کھانا پیش کردیں۔" وہ مسکرائی تو ممی کو اس کے حد درجہ کیئرنگ ہونے پر دل سے یقین آ گیا۔

اسی دوران ویٹر بل لے آیا شرمین نے بل دیکھ کر بھائی کی طرف بڑھایا اور نیچے رکھے اپنے ہینڈ بیگ سے غیر محسوس طریقے سے جھکتے ہوئے والٹ نکال لیا۔

ممی بوا اور بھابی اپنی باتوں میں مصروف تھیں اس لیے وہ ٹیبل کے نیچے سے شرمین کا اپنا والٹ بھائی کو دینا محسوس نہیں کر پائی تھیں اسی دوران ممی نے ویٹر کو دیکھا اور خود بل ادا کرنے پر اصرار کیا جسے شرمین کے بھائی نے مسکراتے ہوئے انکار کیا۔

"یہ دعوت تو چونکہ شرمین نے دی تھی اس لیے اس کا بل تو میں ہی دوں گا ہاں البتہ جب کبھی آپ نے ہمیں مدعو کیا تو ہم بالکل انکار نہیں کریں گے۔" انہوں نے والٹ سے پیسے نکال کر ویٹر کی طرف بڑھائے۔

"ضرور بیٹا ضرور کیوں نہیں لیکن ہم مدعو کریں گے تو کسی ہوٹل میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں بلائیں گے پھر میرے ہاتھ کے کھانے کھانا اور ہوٹل کو بھول جانا۔" ممی کی جگہ بوا نے بڑی محبت اور خلوص سے جواب دیا ممی نے بھی مسکراتے ہوئے

تائید میں سر ہلایا اسی دوران ویٹر کھانا پیک کرکے لے آیا تھا اور یوں اس دن جب دونوں گھرانے اپنا اپنا کھانا ختم کرچکے تو آپس میں دوستی اور محبت کے ایک نئے تعلق کا آغاز ہوچکا تھا۔

* * *

سکندر صاحب نے آج سے پہلے کبھی اربش کو نہیں دیکھا تھا لہٰذا نگاہوں میں اجنبیت برقرار تھی خوب صورت لباس میں اس کی شخصیت کی وجاہت تو نمایاں تھی ہی لیکن کلائی پر بندھی مہنگی گھڑی نے ایک ہی لمحے میں بڑی خموشی سے اس کی مالی حیثیت بھی بیان کردی تھی اور پھر کیٹ کھولنے پر سکندر صاحب کے سامنے مصافحے کے لیے بڑھایا گیا ہاتھ اسے پر اعتماد ثابت کرنے میں انتہائی معاون ثابت ہوا تھا۔

''السلام علیکم میں اربش۔'' سکندر صاحب کو کشمکش کا شکار دیکھتے ہوئے اربش نے مسکراتے ہوئے اپنا مختصر سا تعارف کرایا۔

''وعلیکم اسلام! لیکن بیٹا میں نے پہچانا نہیں۔'' مصافحہ کرنے کے دوران انہوں نے اعتراف کیا۔

''انکل ہم آج سے پہلے کبھی ملے نہیں ہیں اس لیے یقینی طور پر آپ مجھ سے ناواقف ہوں گے دراصل یہ کچھ کتابیں اجیہ تک پہنچانی تھیں۔'' بڑی فرماں برداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے بات کرتے ہوئے یہاں وہاں دیکھنے سے گریز برتتے ہوئے صرف کتابوں والا شاپر ان کی طرف بڑھا دیا تھا ورنہ دل تو اس کا یہی چاہ رہا تھا کہ وہ ان سے نظر ہٹا کر عقب میں موجود لوگوں کو دیکھے ہوسکتا ہے اجیہ بھی وہاں انہی لوگوں میں بیٹھی ہوئی ہو اور اگر اجیہ نہ بھی ہوئی تو وہ گھر وہ در و دیوار ہی دیکھ لے جو روز اجیہ کو دیکھتے ہوں گے لیکن اس نے خود پر ضبط ہی رکھا کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ سکندر صاحب کس مزاج کے ہیں اور پھر پہلی ملاقات میں ہی انہیں چھوڑ کر عقب میں تانک جھانک کرتا دیکھ کر اس کے بارے میں کوئی غلط رائے قائم کرلیتے تو اربش کے حق میں ہی برا ہوتا۔

اِدھر اجیہ سے سکندر صاحب کے خوف کی وجہ سے تھوک تک نگلنا مشکل ہو رہا تھا ان حالات میں جب سب گھر میں موجود تھے اربش کا یوں اچانک بنا بتائے ان کے گھر آجانا اس کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں تھا یہاں تک آواز نہیں پہنچ پا رہی تھی کہ وہ سکندر صاحب کو آخر کہہ کیا رہا تھا۔ اور آواز آتی بھی تو کیا بھلا وہ سن پاتی سرد ہوتے جسم کے ساتھ اس کے کانوں میں اس وقت صرف اور صرف اپنے ہی دل کے بے تحاشا دھڑکنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

اک خواب ہے اس خواب کو کھونا بھی نہیں ہے
تعبیر کے دھاگے میں پرونا بھی نہیں ہے
لپٹا ہوا ہے دل سے کسی راز کی صورت
اک شخص کہ جس کو مرا ہونا بھی نہیں ہے

وہ سکندر صاحب کو کچھ دیر کے بعد جا چکا تھا اجیہ کی تازہ ترین قربانی کا اثر یا مہمانوں کے موجود ہونے کا لحاظ انہوں نے کچھ بھی نہیں کہا تھا بلکہ شاپر ہاتھ میں لیے اسی وقت لاؤنج کی طرف بڑھے تو جیسے تمام منجمد نفوس میں زندگی دوڑنے لگی۔

''اجیہ کی دوست کے پاس اس کی کتابیں تھیں اور کل یونیورسٹی میں کوئی ٹیسٹ وغیرہ ہے تو اس نے بھیجیں ہیں کہ یہ بھی اپنی تیاری کرلے۔'' کسی نے کچھ پوچھا تو تھا نہیں لیکن پھر بھی سکندر صاحب نے بھائی صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے اطلاع دی اور لاؤنج میں آکر اجیہ کو وہ شاپر تھما دیا۔

غزنی جہاں بیٹھا تھا وہیں بیٹھا رہا۔ سکندر صاحب کے آنے پر اس نے وہاں سے اٹھنے یا معمولی سا بھی ہچکچانے کا مظاہرہ کرنے کا تکلف نہیں کیا تھا جیسا کہ وہ پہلے کبھی بھی ملوں اجیہ کے ساتھ تو اکیلا نہ بیٹھا تھا جس کی بڑی وجہ خود اجیہ کا

روپیہ تھا لیکن اب تو منگنی ہو چکی تھی یعنی اس کے تمام حقوق اب غزنی کے نام محفوظ ہو چکے تھے۔ لہٰذا وہ بڑے سکون سے وہیں بیٹھا رہا حسنین البتہ انہیں کراس کرتے چائے کی ٹرے صحن میں لے گئی تھی۔
سکندر صاحب کے لاؤنج میں آتے ہی غزنی کے بجائے اجیہ ایک دم کھڑی ہوگئی تھی انہوں نے شاپر اسے تھمایا اور ایک نظر غزنی پر ڈال کر دوبارہ واپس پلٹ گئے۔ شاپر تھا سانپوں کی پٹاری جسے پکڑنے کے بعد وہ دہشت زدہ بھی تھی لیکن اس کے باوجود بڑی مضبوطی سے تھام بھی رکھا تھا سکندر صاحب کے پلٹنے کے بعد وہ دوبارہ بیٹھی اور شاپر اپنی گود میں رکھ لیا۔
"کیا ہے اس شاپر میں؟" غزنی نے ذرا سا کھسک کر اس کے اور اپنے درمیان فاصلہ مختصر کیا۔ غزنی نے اس کی گود سے وہ شاپر لینا چاہا لیکن اجیہ نے اس پر اپنی گرفت مضبوط رکھی۔
"جو کچھ بھی ہے میرا ہی ہے تمہارے کسی کام کا نہیں۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی درشتگی سے بولی۔
"آج کے بعد کچھ بھی میرا اور تمہارا نہیں رہا اجیہ، شاید تم بھول رہی ہو کہ اب تم میری منگیتر ہو اور تم سے وابستہ ہر چیز پر میرا حق ہے بالکل اسی طرح جیسے میری سب چیزوں پر تمہارا؟"
"منگیتر ہونے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے کی شخصی آزادی ختم کردیں بابا دے کر گئے ہیں مجھے اور آپ جانتے ہو کہ یہ محض کتابیں ہیں اس لیے خوامخواہ بال کی کھال نہ ہی نکالی جائے تو بہتر ہے۔" بات ختم کرکے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اپنے کمرے کی طرف جانے لگی کہ غزنی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
"مجھے اپنے اور تمہارے درمیان کوئی بھی تیسرا برداشت نہیں ہے اجیہ...... وہ کوئی بھی ہو۔" اجیہ ہاتھ چھڑاتے ہوئے پلٹی۔
"اور آج کے بعد میں بھی نہیں چاہوں گا کہ یہ لڑکا جو کوئی بھی تھا تمہاری کسی بھی دوست کا بھائی کبھی بھی کچھ دینے آئے سمجھا دینا اپنی سہیلی کو کہ ہم عزت دار لوگ ہیں اور یوں کوئی بھی لوفر لفنگا ہمارے دروازے پر کھڑا ہماری ہی بہن بیٹیوں کے نام لے تو ہم یہ بھی برداشت نہیں کریں گے۔"
"وہ کوئی لوفر لفنگا نہیں ہے غزنی اور نہ ہی وہ آوارہ گردی کرتے ہوئے یہاں تک آن پہنچا تھا اپنی پابندیاں تم اپنے تک ہی رکھو تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔" بات کرکے وہ مڑی ہاتھ چھڑایا اور سیدھی اپنے کمرے میں جا رکی۔
رنج اور غصے کی شدت سے اس کا دماغ جیسے پھٹنے کے قریب تھا زندگی کی اس کروٹ نے اسے بہت بری طرح پٹخ ڈالا تھا یہ ٹھیک تھا کہ اربش کے ساتھ اس کے تعلقات اس نہج پر نہیں تھے کہ جسے وہ اپنی انتہائی دیوانہ وار محبت قرار دیتی یہ بھی سچ تھا کہ وہ چاہتی تھی کہ اربش ایک انتہائی سلجھا ہوا انسان ہے اس سے محبت کرتا ہے اور اس محبت کو خوامخواہ طول دینے کے بجائے جائز اور مناسب رستہ اپناتے ہوئے رشتہ لے کر آنا چاہتا ہے لیکن حقیقت یہ بھی تھی کہ اگر اسے اربش میں کوئی دلچسپی تھی تو صرف اس وجہ سے کہ وہ مالی طور پر مستحکم تھا اور اس کے وہ تمام خواب پورے کرسکتا تھا جس کے لیے وہ بچپن سے لے کر اب تک محض ترستی ہی آئی تھی۔ لیکن قسمت کا انوکھا کھیل دیکھ کر وہ اب تک جیسے سکتے کے عالم میں تھی وہ اپنے مستقبل کے حوالے سے کیا کچھ سوچے ہوئے تھی اور تقدیر نے اس کے ساتھ کیا چال چلی تھی اسے لگا جیسے سامنے دیوار پر لگی پینٹنگ میں سب سے اوپر اڑتا پرندہ بھی اس کا مذاق اڑا رہا تھا وہی پرندہ جسے آج تک وہ آئیڈیلائز کرتی رہی تھی اور جس کے متعلق اس کا یہی خیال تھا کہ یہ اونچی اڑان پرندہ اس کی اپنی زندگی کی حقیقی تفسیر ہے اور ایک دن وہ بھی اپنی تمام حسرتوں اور ادھوری سرپٹختی خواہشات کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل جائے گی لیکن ہمیشہ وہی کچھ تو نہیں ہوتا جو انسان چاہتا ہے یا خواہش کرتا ہے کچھ خواہشات ہمیشہ کے لیے کسک بن کر بھی تو سینے میں موجود رہتی ہیں ناں...... اور کچھ خواہشات مزاروں کی منڈیروں پر رکھے دیوں کی ٹمٹماتی لو میں بھی زندہ رہتی ہیں بند آنکھوں میں سلگتی ہیں اور مسکراتے لبوں کے پیچھے سوچ بن کر قیام کیے

رہتی ہیں۔ تو کیا میری آئندہ کی زندگی بھی اسی طرح اپنی محرومیوں اور شکستگیوں کے ساتھ گزرے گی۔ امی اس طرح سسک سسک کر جان دے دیں گی اور حنین کی آنکھوں میں سجے مستقبل کے تمام خواب یونہی دھندلا جائیں گے اس نے دل گرفتگی سے سوچا اور کتابوں پر اپنی گرفت مضبوط کر کے کسی دوست کی طرح انہیں سینے سے لگا لیا۔

تنہائی کا فائدہ اٹھا کر آنکھوں سے ایک کے بعد دوسرا آنسو کیا نکلا گویا قطار ہی لگ گئی تو وہ وہیں دروازے کی اندرونی سائیڈ پر ٹیک لگا کر فرش پر ہی بیٹھ گئی پھر اچانک ہی کچھ خیال آنے پر شاپر کھولا اس میں موجود کتابیں اس کے مضامین کی تو تھیں لیکن اس کی نہیں تھیں بلکہ نئی خریدی گئی تھیں لیکن آخر اربش کو یہ کیا سوجھی کہ وہ نئی کتابیں خرید کر ڈائریکٹ اس کے گھر ہی دینے چلا آیا۔ چہرے پر بکھرتے آنسوؤں کو وقتی طور پر نظر انداز کرتے ہوئے عجیب الجھن میں اس نے پہلے کتاب الٹ پلٹ کر دیکھی اسے ایک طرف رکھا پھر دوسری اس کے بعد اسی ناسمجھی سے تیسری کتاب کھولی ہی تھی کہ صفحات کے درمیان رکھا لفافہ دیکھ کر چونکی۔ لفافے کے اوپر لیبارٹری کا ایڈریس اور نمبر موجود تھا اب اسے سمجھ آیا تھا کہ اربش صرف اس تک امی کی رپورٹ پہنچانے کے لیے یہ کتابیں خرید کر خاص طور پر دینے آیا تھا ہزار سوچوں کے ساتھ اس نے لفافہ کھول کر رپورٹ نکالی تو رہی سہی توانائی نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ رپورٹ کے مطابق بہت زیادہ اسٹریس کی وجہ سے ان کی دماغ کی نسوں نے انتہائی غیر محسوس طریقے سے سکڑنا شروع کر دیا تھا اور اگر فوری طور پر انتہائی سنجیدگی سے ان کے علاج کی طرف توجہ نہ دی گئی تو کبھی بھی اور کسی بھی ذہنی دھچکے کے نتیجے میں انہیں فالج ہو سکتا تھا جس سے ان کا دماغ مفلوج ہو جانے کے بھی امکانات تھے۔ ساتھ ہی دو تین دوسرے ٹیسٹ بھی تجویز کیے گئے تھے جنہیں ڈاکٹر سے مشورے کے بعد کرانے کی ہدایت بھی درج تھی ابھی وہ رپورٹ دیکھ ہی رہی تھی کہ باہر سے آتے قدموں اور باتوں کی آواز نے چونکا دیا۔ شاید وہ لوگ اندر کمرے کی طرف ہی آرہے تھے اس نے فوراً کتابیں اور رپورٹ ایک طرف رکھیں چہرے سے آنسو پونچھے اور ابھی بیڈ پر بیٹھی ہی تھی کہ تائی امی سمیت سب لوگ کمرے میں داخل ہوئے۔

”اچھا بیٹا اب ہم چلتے ہیں۔“ تایا ابو نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے انتہائی شفقت سے کہا وہی شفقت اور محبت بھرا انداز جسے وہ سکندر صاحب میں دیکھنے کی شدید خواہاں تھی اس کا دل بھر آیا تھا ان کے کندھے پر سر رکھ کر بہت سا رونے کا دل بھی چاہا لیکن کیا کرتی سامنے ہی غزنی اور تائی امی بھی کھڑے تھے اور ویسے بھی اگر کوئی نہ بھی ہوتا پھر بھی پہلی بات تو یہ کہ وہ کسی کے سامنے رونے والی نہیں تھی اور اگر رو بھی لیتی تو ان ہی کے سامنے ان سے جڑے معاملے پر بھلا کیسے رو پاتی۔

کوئی شانہ ہمیں درکار ہے سر رکھنے کو
تیرا رونا تیرے آگے تو نہیں رو سکتے

”مجھے بھول نہ جایا کرو ایک ماں تمہاری اگر اس گھر میں ہے تو میں بھی تمہاری ماں ہی ہوں بہو نہیں بلکہ بیٹی بنانے آئی تھی..... آج میں وعدہ کرتی ہوں بیٹا کہ اگر میری زندگی رہی تو تمہیں غزنی کے ساتھ اس گھر میں کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“ تائی امی نے اسے گرم جوشی سے گلے لگایا تو جواباً اس نے سر جھکا لیا کیا کہتی کچھ کہنے کو تھا ہی نہیں اس کے پاس۔

”کبھی کبھی فون کر کے میرا حال چال پوچھ لیا کرو تو مجھے بھی خوشی ہوگی ورنہ میں خود تو کرتی ہی رہوں گی۔“

”میں ضرور آپ کو فون کیا کروں گی تائی امی۔“ وہ مسکرائی تو انہوں نے دونوں ہاتھوں میں اس کا سر تھام کر پیشانی پر بوسہ لیا اور اللہ حافظ کہتے ہوئے گھر واپس جانے کے لیے کمرے سے سب نکلے مگر غزنی جان بوجھ کر رک رہا۔

”آئی ایم سوری اجیہ..... اگر تمہیں میرا وہ سب کہنا برا لگا ہو تو میں شرمندہ ہوں شاید مجھے اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا اور وہ بھی آج اتنے خاص اور یادگار موقع میں واقعی پاگل ہوں شاید مجھے سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے تھا۔“ وہ شرمندہ دکھائی دے رہا تھا لیکن اجیہ لب بھینچے اس کے سامنے خاموش کھڑی رہی اس سے پہلے بھی اجیہ کا اس کے ساتھ رویہ محتاط ہی ہوا کرتا تھا

کوئی بات بھی ہوتی تو سنجیدگی درمیان رہتی لیکن آج اس کے چہرے پر ایک عجیب سی خموشی اور سکوت تھا غزنی نے اس کے چہرے پر بکھرے سناٹے کو دیکھا تو مزید شرمندہ ہو گیا۔

"لیکن تمہیں پتا تو ہے کہ میں ایسا ہی ہوں تمہیں کسی کے ساتھ شیئر کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے وہ کوئی بھی ہو...... کوئی بھی۔" چند لمحے رکا۔

"اور اب جبکہ ہم دونوں کو ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ہے تو میری خواہش ہوگی کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھیں ایک دوسرے کی پسند ناپسند اور خوشی کا خیال رکھیں اور صرف اور صرف پیار کریں، سمجھیں؟" سنجیدگی سے بات کرتے ہوئے وہ آخر میں آواز دھیمی کرتے ہوئے مسکرایا۔

"تم کچھ کہوگی نہیں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تمہیں کیوں لگا کہ ضرورت نہیں ہے یہی تو زندگی کی بنیادی ضرورت ہے بلکہ یہی تو زندگی ہے۔" غزنیٰ کا اسے دیکھنے اور بات کرنے سے دل نہیں بھرا تھا اس کا بس چلتا تو آج ہی اسے دلہن بنا کر گھر لے جاتا لیکن یہ اس کے بس کی بات نہیں تھی اور اس سے پہلے کہ خود اجیہ اسے اب جانے کا کہتی کہ باہر سے تایا ابو نے اسے پکارا اور کہا کہ وہ لوگ گھر جا رہے ہیں وہ بھی آ جائے۔ ساتھ ہی صحن میں کھڑی ان کی موٹر سائیکل کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی تو غزنی جھنجلا گیا۔

"اف...... یہ ابا کو پتا نہیں کیا جلدی ہے۔" پھر لہجہ مناسب کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"میں سونے سے پہلے فون کروں گا ریسیو کر لینا پھر دیر تک بات کریں گے ابھی تو ابا اور اماں کو گھر جانے کی جلدی ہے۔"

"آئی ایم سوری فون مت کرنا میں بہت تھکی ہوئی ہوں اور بس سونے لگی ہوں۔"

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یاالٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟

غزنیٰ نے مسکراتے ہوئے شعر پڑھا اور ہار مانتے ہوئے گہری سانس لی۔

"جو تمہاری مرضی...... ریسٹ کرو اور فریش ہو جاؤ میں کل فون کر لوں گا اپنا خیال رکھنا اپنے لیے نہیں بلکہ میرے لیے کیونکہ اب تم میری امانت ہو...... ہو ناں؟" اجیہ نے نظریں اٹھا کر دیکھا اس کے چہرے پر بے تابیاں تھیں آنکھوں میں وارفتگی لیے وہ تب تک کھڑا رہا جب تک اجیہ نے اس کے سوال کے جواب میں ہاں میں سر نہ ہلایا اور اس کے کمرے سے جاتے ہی اجیہ کے ذہن میں 'بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی کبھی تو چھری کے نیچے آئے گی۔" والا محاورہ گھومنے لگا تھا۔

تایا ابو اور غزنیٰ کی موٹر سائیکل کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی پھر دونوں اطراف سے الوداعی کلمات کہے گئے گیٹ بند کرنے کی آواز آئی اور پھر خاموشی چھا گئی اجیہ اپنے بیڈ پر بیٹھی آج ہونے والے واقعے پر اب تک حیران و پریشان تھی وہ اسی انتظار میں تھی کہ امی اور حنین کمرے میں آئیں تو وہ تینوں مل کر اس معاملے پر غور کریں کہ آخر یہ سب ہوا کیا ہے وہ ان دونوں کو بتانا چاہتی تھی کہ سکندر صاحب نے کس طرح اسے جذباتی طور پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ اس رشتے کے لیے ہاں کر دے ورنہ وہ تو اس وقت سب کے سامنے اس غلط فہمی کے بارے میں بتانا چاہ رہی تھی جس کے باعث یہ رشتہ قرار پایا۔ ابھی وہ دل ہی دل میں خود کلامی میں مصروف تھی کہ حنین کمرے میں داخل ہوئی امی اس کے ساتھ نہیں تھیں اب بھی وہ اسی طرح تیار تھی جیسے اپنی منگنی کی خوشی میں ہوئی تھی اور چونکہ اجیہ جانتی تھی کہ حنین غزنی کے ساتھ اپنا رشتہ جڑنے پر کس قدر خوش

تھی اس لیے کوئی قصور نہ ہوتے ہوئے بھی اسے اپنا آپ مجرم لگنے لگا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ بات کس طرح شروع کرے یہی وجہ تھی کہ وہ حنین کی طرف سے بولنے کے انتظار میں تھی وہ چاہتی تھی کہ حنین بات شروع کرے تاکہ اسے بھی اپنا آپ بے گناہ ثابت کرنے اور سکندر صاحب کی طرف سے کی گئی درخواست کے بارے میں بتانے کا موقع مل جائے......لیکن ایسا نہیں ہوا۔

وہ جس طرح خموشی سے اور چپ چاپ کمرے میں داخل ہوئی تھی اتنی ہی خاموشی سے اپنی الماری کی طرف بڑھی رات کو پہننے کے لیے اپنا ہلکا پھلکا سا جوڑا نکالا اور واش روم میں گھس گئی اس نے ایک مرتبہ بھی اجیہ کی طرف دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی بلکہ اس کا رویہ بتاتا تھا کہ جیسے اسے معلوم ہی نہیں کہ اجیہ اس وقت کمرے میں موجود بھی ہے کہ نہیں یا شاید وہ اس کی موجودگی کو محسوس کرنا ہی نہیں چاہتی تھی یہی وجہ تھی کہ اجیہ جو کہ یہ سوچ رہی تھی کہ ان لوگوں کے جاتے ہی حنین کمرے میں آ کر اس کے سامنے گھر سر پر اٹھا لے گی شور مچائے گی چیخے گی چلائے گی اور کچھ بعید نہیں کہ شاید رونے بھی لگ جائے......لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا اور اس بات پر اجیہ حیران تھی کیونکہ حنین کسی بھی طرح اپنی خوشی اور غصے کو اپنے تک رکھنے والوں میں سے نہیں تھی لیکن آج خلاف معمول اور اجیہ کی توقع کے برعکس ایسا ہو گیا تھا اور یہی بات اجیہ کو بے چین کر رہی تھی کہ حنین کم از کم کچھ بولے تو چاہے چیخے چلائے شور مچائے اس سے لڑے کچھ بھی۔ اس دوران دھلے دھلائے چہرے کے ساتھ وہ واش روم سے نکلی، اجیہ نے اسے دیکھا وہ اب بھی اس سے اور شاید کمرے میں موجود ہر چیز سے لاتعلق نظر آ رہی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ کمرے سے نکلتی اجیہ لپک کر اس کی جانب بڑھی۔

"حنین......" اس نے پلٹ کر اجیہ کو دیکھا لیکن اس مرتبہ اس کے چہرے پر لاتعلقی کے تاثرات نہیں تھے قطع تعلقی کی چبھن تھی اور شکایت بھی۔

"اب کیا تکلیف ہے تمہیں۔" حنین کے لہجے کی کاٹ واضح تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے تمہارا بات کرنے کا اس طرح بات کی جاتی ہے کیا؟" اجیہ کو اس کے انداز پر غصہ آیا اور حیرت بھی مزید یہ کہ اس کے تاثرات انتہائی باغیانہ تھے۔

"ہاں تو......میں نے بات ہی کی ہے کوئی خنجر تو نہیں مارا تمہیں۔"

"اس سے تو بہتر تھا کہ تم خنجر ہی مار دیتیں۔" اجیہ نے دکھ سے کہا۔

"ویسے جس طرح تم نے میری پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے اس پر تو تمہیں خنجر ہی مار دینا چاہیے تھا۔" حنین اس وقت تلخیوں کی بلندی کو چھو رہی تھی اجیہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی ہی رہ گئی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس وقت زمین پھٹے اور وہ اس کے اندر سما جائے۔ اتنا بڑا الزام حنین نے اس پر لگایا تھا کہ وہ فوری طور پر اپنی صفائی میں کچھ بھی کہنے کے بجائے گنگ ہو کر رہ گئی۔

"تم جانتی تھیں کہ میں غزنی سے پیار کرتی ہوں اور اس سے رشتہ ہونے پر میں کتنی خوش تھی لیکن اس سب کے باوجود تم نے جانے کیا چکر چلایا کون سا جادو کیا کہ آج جو ہونا تھا وہ ہونے کے بجائے وہ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا کیوں کیا تم نے ایسا کس چیز کا انتقام لیا تم نے مجھ سے......قصور کیا تھا میرا کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا اجیہ؟ ایسا 'کیا' کیا تھا میں نے کہ تم نے مجھے ساری زندگی کے لیے یہ سزا دے دی کہ اپنی محبت کو اپنے سامنے دیکھوں لیکن تمہارے ساتھ......تمہاری نسبت سے......وہ جس کے ساتھ میں اپنی ساری زندگی گزارنا چاہتی تھی اس کے منہ سے تمہاری محبت اور اس کا تمہارے لیے بے قرار ہونا میں کیسے برداشت کروں گی۔ بتاؤ مجھے......بولو......اب بولا ناں خاموش کیوں ہو......اجیہ میری زندگی برباد کر کے میرے ارمانوں کے جنازے پر تم نے اپنی خواہشوں کی سیج کیسے سجائی......تمہیں ایک لمحہ کے لیے خیال نہیں آیا کہ

میں تمہاری بہن ہوں ارے ڈائن بھی سات گھر چھوڑ دیتی ہے اجیہ..... لیکن تم نے تو اپنے ہی گھر پر ڈاکہ مار دیا اور لوٹ لیا میرا سب کچھ..... آخر کیوں؟" وہ پھٹ پڑی تھی اجیہ کی آنکھیں بھر آئیں اور اسے پتا بھی نہ چلا کب آنسو اس کی آنکھوں سے نکل کر چہرہ بھگونے لگے۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو حنین کیا تم سمجھتی ہو کہ میں ایسا کرسکتی ہوں؟" اس نے ایک موہوم سی امید کے ساتھ سوچا کہ ہوسکتا ہے وہ کہہ دے کہ جو کچھ بھی اس سے پہلے اس نے کہا وہ بس غصے میں کہا۔

لیکن ایسا نہیں ہوا..... وہ اپنی بات پر قائم تھی دوبارہ بولی تو لہجہ اور الفاظ کم و بیش وہی تھے جو اس سے پہلے تھے اور یہی نہیں بلکہ انداز بھی وہی تھا۔

"یہ جو تمہاری معصوم سی صورت ہے ناں اجیہ اس پر ساری دنیا اعتبار کرسکتی ہے لیکن اب میں اعتماد نہیں کرسکتی نہ تم پر اور نہ تمہاری کسی بھی بات پر۔"

"لیکن حنین تم میرا اعتبار کرو یہ سب میری مرضی اور خوشی سے نہیں ہوا بلکہ بابا کی مرضی اور صرف ان کی خوشی کی خاطر ہوا ہے۔" اجیہ کی بات پر حنین کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا تبھی سے اس نے اجیہ کے چہرے پر نظریں جمائیں۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں اس رشتے کے ہونے میں میری پسند یا مرضی کا کوئی بھی دخل نہیں بلکہ یہ سب ایک غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا کیونکہ بابا انہیں زبان دے چکے تھے اور عین اس وقت جب میں سب کے سامنے اس رشتے سے انکار کرنے والی تھی اس غلط فہمی کے بارے میں بتانا چاہ رہی تھی کہ بابا مجھے کمرے میں لے گئے وہاں انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میں ان کی عزت کی خاطر خاموش رہوں اور یہ رشتہ ہونے دوں اب تم خود ہی بتاؤ کہ میں کیا کرتی مجھے کیا کرنا چاہیے تھا یا تم میری جگہ ہوتیں تو بھلا کیا کرتیں؟" اجیہ نے لجاجت سے اسے دیکھا سچا ہونے کے باوجود خود کو سچا ثابت کرنا کس قدر مشکل تھا۔ یہ اس وقت اجیہ سے بڑھ کر کون جان سکتا تھا۔

"میں تمہاری جگہ ہوتی ناں اجیہ تو کبھی اپنے باپ پر الزام لگا کر خود کو بری الذمہ قرار نہ دیتی اور نہ ہی اس وقت تمہاری طرح جھوٹی کہانیاں گھڑ رہی ہوتی سمجھیں ناں تم؟" حنین کی باتوں نے اجیہ کا دل چھلنی کردیا۔

وہ کہتا ہے میں نے بات کی ہے

میں کہتا ہوں مجھے خنجر لگا ہے

حنین نے آج سے پہلے اجیہ کے کیے گئے تمام بہترین سلوک کو یکسر فراموش کردیا تھا اور اب اگر اسے کچھ یاد تھا تو بس یہی کہ اجیہ نے اس کا غزنی چھین لیا اور جب اجیہ کی طرف سے تمام تفصیلات بتانے کے باوجود اس نے کسی ایک بات پر بھی یقین نہیں کیا تھا تو اجیہ ڈھے سی گئی تھی..... اس کا دل چاہا تھا کہ آج پھوٹ پھوٹ کر روئے اتنا روئے کہ اس کے دل کی تمام گھٹن ان آنسوؤں میں بہہ جائے اور پھر یہ سب کوئی ایک دن کی بات نہیں تھی بلکہ غزنی کے ساتھ تو اس کا عمر بھر کا رشتہ جوڑ دیا گیا تھا اور بھلا اس طرح ان حالات میں اب گھر کا ماحول کس طرح ہوگا اس نے دیکھا حنین نے غصے سے اپنے کپڑے ہینگر میں ڈالنا شروع کیے۔

"میں بھی کہوں میرے فیشل کرنے پر اتنی تکلیف کیوں ہو رہی ہے، ارے میں تو اس وقت حیران تھی بھلا مجھے کیا پتا تھا کہ خود تمہیں مجھ سے..... اپنی بہن سے خطرہ محسوس ہو رہا ہے اور بھلا یہ بات میری سمجھ سے باہر ہے کہ تمہیں خطرہ کیوں تھا مجھ سے جب کہ تم تو پہلے ہی غزنی کو قابو کرچکی تھیں..... تمہیں پتا تھا کہ وہ تمہارے کہنے پر تمہارا رشتہ لے کر آرہے ہیں اس کے باوجود تمہیں عدم تحفظ کا احساس کیوں تھا؟" کپڑوں کو ہینگر میں ڈالتے اور الماری میں لٹکانے کے دوران اس کی بڑبڑاہٹ جاری تھی۔

اجیہ نے اب خود کو مزید کوئی بھی وضاحت یا صفائی پیش کرنے سے باز رکھا۔ اسے محسوس ہوا تھا کہ اب اگر وہ حنین کے قدموں میں سر رکھ کر بھی اپنی بے گناہی ثابت کرنا چاہے گی تو بھی حنین کا دل صاف نہیں ہوگا وہ اسے اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ ایسی ہی تھی کسی کے لیے بھی دل میں گرہ باندھتی تو وہ ہمیشہ کے لیے ہوتی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ دونوں بہنیں تھیں ایک گھر بلکہ ایک کمرے میں اکٹھی رہتی تھیں ہر وقت کا ساتھ تھا اور دلوں میں اسی طرح کدورتیں رہیں تو بھلا وقت کیسے گزرے گا اور پھر امی ان سب حالات میں کتنی ٹینشن لیں گی۔ حنین ایک جھٹکے سے دروازہ بند کر کے کمرے سے نکلی اور اجیہ اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔ غزنی کے ساتھ رشتہ جڑنا، حنین کی بدگمانی، سکندر صاحب کا رویہ اور امی کی محبت کے متعلق سوچ سوچ کر اجیہ کو خود اپنی ذات آندھیوں کی زد میں محسوس ہو رہی تھی۔

❀......❀......❀

"نانا ابو حنین مجھ سے بولتی ہی نہیں۔" اجیہ نے پرنسپل صاحب کے کمرے میں بیٹھے نانا ابو کو دیکھتے ہوئے منہ بسورا اور ساتھ والی کرسی پر بیٹھ کر بائیں ہتھیلی پر تھوڑی ٹکائی تھی۔

"ایسا کیوں...... کیا ہوا ہے حنین بیٹی کو؟" نانا ابو نے اجیہ کے پھولے ہوئے گالوں پر بکھری اداسی اور آنکھوں میں شکوے دیکھ کر سوال کیا۔

"مجھ سے ناراض ہوگئی ہے حالانکہ میں نے کچھ کہا بھی نہیں۔"

"اوہو...... یہ تو بہت برا ہوا......" وہ بولے۔

"ہے ناں...... برا ہوا ہے ناں...... مجھے بھی بہت برا لگ رہا ہے نانا ابو اچھی بہنیں تو کبھی بھی ناراض نہیں ہوتی ناں انہیں تو سمجھ جانا چاہیے کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا۔"

"ہاں بالکل سمجھنا تو چاہیے۔" انہوں نے اجیہ کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"لیکن وہ نہیں سمجھ رہی یہی تو مسئلہ ہے ناں اور وہ مجھ سے کتنی ناراض ہے تو مجھے ہر بات پر رونا آ رہا ہے۔"

"نہیں...... نہیں رونا نہیں۔" انہوں نے محبت سے اس کے بال سنوارے۔

"تو پھر آپ ہی بتائیے ناں کہ روؤں نہیں تو کیا کروں وہ کہتی ہے کہ میں جھوٹ بولتی ہوں اور میں نے اس کی دوست کو زبردستی اپنی دوست بنالیا ہے مگر ایسا نہیں ہے نانا ابو اس کی دوست خود اپنا لنچ لے کر میرے پاس آجاتی ہے کہتی ہے کہ میری باتیں اسے اچھی لگتی ہیں اس لیے وہ میرے ساتھ بیٹھ کر لنچ کرنا پسند کرتی ہے اب آپ خود بتائیں کہ میں اسے کیسے کہوں کہ وہ میرے ساتھ لنچ نہ کرے۔" اجیہ بری طرح کشمکش کا شکار تھی کہ آخر کرے تو کرے کیا ایسے میں نانا ابو مسکرائے اور بولے۔

"دنیا کا کوئی بھی رشتہ خون کے رشتوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا...... بیٹا اس وقت تک جب تک ان میں خود غرضی، لالچ یا بے حسی نہ شامل ہوجائے اس لیے جب بھی کبھی تعلقات یا رشتوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا ہو تو رشتوں کو چنو، تعلقات کو نہیں میری بات سمجھ رہی ہو ناں؟"

"جی نانا ابو یہی ناکہ مجھے حنین کو خوش رکھنا ہے کیونکہ میرا اور اس کا تو بہنوں کا رشتہ ہے۔" اجیہ نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا تو نانا ابو نے مسکرا کر سر ہلایا۔

لیکن آج معاملہ اس لیے پیچیدہ تھا کہ ساری کہانی رشتوں کے ہی گرد تو گھوم رہی تھی۔ سکندر صاحب، حنین، غزنی یہ سب اس کے رشتے ہی تو تھے جن میں وہ الجھ کر رہ گئی تھی اور ایسی الجھی تھی کہ اس معاملے کا حل اپنی تمام تر خواہشات کو مار کر بھی وہ اس تمام مسئلے کا حل نہیں نکال پا رہی تھی۔

ہاتھ الجھے ہوئے ریشم میں پھنسا بیٹھے ہیں
اب بتا کون سے دھاگے کو جدا کس سے کریں

❀......❀......❀

اربش ممی کے بتائے گئے ہوٹل پر انہیں لینے پہنچا تو ہوٹل کے قریب پہنچنے سے ذرا پہلے انہیں فون کر کے باہر آنے کو کہا اور عین اس وقت جب وہ لوگ ہوٹل سے نکل کر باہر آئے ہی تھے کہ اربش کی گاڑی بھی آن پہنچی انہیں آتا دیکھا تو ہمیشہ کی طرح حسب عادت باہر نکل کر ممی اور بوا کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا۔

''آئی ایم سوری آپ کو دوبارہ آنا پڑا اور ہماری وجہ سے اتنی زحمت ہوئی۔'' شرمین کے ہاتھ میں شاپر تھے بھابی اور بھائی سمیت سبھی اربش کی گاڑی تک الوداع کہنے آئے تھے۔

''ارے نہیں اٹس اوکے، ممی اور بوا میری پہلی ترجیح اور سب سے بڑی ذمہ داری ہیں اور ان کا کوئی بھی کام کرتے ہوئے مجھے کبھی بھی زحمت محسوس نہیں ہوتی بلکہ خوشی ہوتی ہے۔'' اربش نے خوش دلی سے جواب دیا تو جیسے شرمین شاد ہوگئی اسے لگا جیسے ساری محنت وصول ہوگئی ہو اسے یقین ہوگیا تھا کہ جس منزل کی طرف اس نے قدم بڑھائے تھے وہ بلاشبہ ایک بہترین انتخاب تھا اور اب اسے اسی سمت کی طرف اپنے سفر کو جاری رکھنا تھا اور نہ صرف جاری رکھنا تھا بلکہ اپنی منزل کو حاصل بھی کرنا تھا۔

''یہ آپ کے لیے۔'' شرمین نے ہاتھ میں پکڑے شاپر اربش کی طرف بڑھائے۔

''یہ میرے لیے...... لیکن کیا ہے اس میں؟'' وہ حیران ہوا۔

''دراصل آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا ناں تو بھوک بھی لگ رہی ہوگی اس لیے ہم سب نے جو کچھ بھی کھایا وہ آپ کے لیے بھی پیک کرالیا تاکہ گھر جاتے ہی بس آپ فوراً فریش ہو کر کھانا کھانے لگیں کیوں آنٹی؟'' اربش سے بات کرنے کے بعد آخر میں اس نے ممی کو بھی شامل گفتگو کرنا چاہا اربش نے بھی ناسمجھی سے پہلے شاپر کو اور پھر ممی کو دیکھا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے کندھے اچکا کر بڑی سہولت سے تمام تر معاملات سے لاتعلقی کا اظہار کردیا۔

''وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اس کی ضرورت کیا تھی؟'' اربش نے گریز برتا۔

''ضرورت تو ہر چیز کی ہوتی ہے بس محسوس کرنے کی بات ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''اور ویسے بھی ممی کو پتا ہے کہ میں بوا کے علاوہ کسی کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھاتا۔'' اربش نے کہا تو بھابی نے جملہ اچک لیا۔

''صرف بوا کے ہاتھ کا اپنی ممی کے ہاتھ کا بھی نہیں۔''

''میں نے تو ایک عرصہ ہوا کچن کا کبھی رخ ہی نہیں کیا پیاری بوا نے میری عادتیں بگاڑ رکھی ہیں اور کچن کا سارا انتظام بس ان سے شروع ہو کر ان پر ہی ختم ہوتا ہے۔'' ممی نے مسکرا کر بوا کو دیکھا۔

''چلیں کوئی بات نہیں جو کبھی نہیں ہوا وہ آج ہونے دیں اور جو کبھی نہیں کیا وہ اب کرلیں۔'' شرمین نے مسکراتے ہوئے شاپر ایک بار پھر اس کی طرف بڑھایا ساتھ ہی ممی نے آنکھ کے اشارے سے کھانا وصول کرلینے کا اشارہ کیا تو اس نے شرمین کے ہاتھ سے کھانا لے لیا۔

''تھینک یو سوچ کہ آپ نے مجھے بھی یاد رکھا۔'' اربش نے آداب نبھائے۔

''آپ بھی یاد رکھ کر اب ہمیں تھینک یو کا موقع دیجیے گا آنٹی۔'' بات کرتے کرتے شرمین نے مخاطب بدلا اور اربش سے آنٹی کی طرف متوجہ ہوگئی۔

”ارے ہاں کیوں نہیں آج کا دن تھوڑی سی ٹینشن اور بہت زیادہ خوشی اس لیے بھی لایا کہ آپ جیسے اچھے لوگوں سے ملاقات ہوئی اور ایک بہترین ماحول میں وقت گزرا۔“ ممی نے الوداعی کلمات کہے اور یوں معاشرے کی عمومی عادت کے عین مطابق اللہ حافظ کرتے ہوئے بھی آدھا گھنٹہ لگا کر دونوں گھرانے اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

”یہ شرمین تھی۔“ رات کے اندھیرے میں سڑک کی اطراف کی روشنیاں دیکھتے ہوئے ممی نے اربش کی طرف رخ موڑا اور اربش جو ایک بار پھر اجیہ کے گھر کے ماحول میں گم اس کے بارے میں سوچ رہا تھا چونکا۔

”کون شرمین؟“

”بھئی وہی۔ جس نے تمہارے لیے کھانا پیک کرایا تھا۔“

”ہمم......“ اربش ایک بار پھر خموشی سے گاڑی چلانے لگا۔

”کیوں بوا کیسے لگے آپ کو یہ لوگ؟“ اربش کی دلچسپی نہ پا کر ممی وہیں سے رخ موڑ کر بوا کو دیکھنے لگی......ان کے انداز میں اس قدر بے چینی اور بے تابی تھی کہ انہوں نے گھر جانے کا بھی انتظار نہیں کیا اور وہیں گاڑی میں بوا کی رائے لینی چاہی۔

”لوگ تو بہت اچھے لگے لیکن جو سب سے اچھی بات مجھے لگی وہ یہ کہ شرمین اور اس کی بھابی میں جو پیار اور محبت کا رشتہ دیکھنے کو ملا ایسا بھلا آج کل کہاں ہوتا ہے کہ نند اور بھاوج دونوں ہی ایک دوسرے کی اس قدر تعریفیں کریں۔“ بوا نے اپنی رائے کا اظہار کیا جو یقینی طور پر ممی کی رائے کے ساتھ تھی۔

”بالکل ٹھیک کہا آپ نے اور شرمین جیسی لڑکیاں آج کل کہاں ہوتی ہیں دیکھنے میں بھی پیاری ہے اور عادتوں کی بھی نخرہ یا خوامخواہ کا ایٹی ٹیوڈ تو بالکل بھی نہیں۔ جیسے کہ عام طور پر لڑکیوں میں نظر آتا ہے...... ہے نا بوا؟“ ممی کا پتا نہیں کیوں دل چاہ رہا تھا کہ بس اس وقت شرمین اور اس کے بھائی بھابی کے متعلق ہی باتیں کریں اور دل خوش کرتی رہیں، شاید اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ وہ شرمین کو دل ہی دل میں اپنی ہونے والی بہو کے روپ میں دیکھ رہی تھیں اور اربش کے لیے ایسی ہی لڑکی کا تو وہ خواب دیکھتی تھیں جیسے انہیں آج شرمین کے روپ میں ملی تھی۔

ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ابھی کے ابھی اربش سے پوچھ لیں کہ اسے شرمین کیسی لگی اور کیا وہ اسے اپنی دلہن کے روپ میں دیکھنا پسند کرے گا؟ لیکن وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ یہ سوال ابھی وقت سے بہت پہلے ہے اس لیے بمشکل خود کو خاموش رکھا۔

”اربش بیٹا...... کیا بات ہے اتنے خاموش کیوں ہو سب خیر تو ہے ناں؟“ انہیں محسوس ہوا کہ وہ کچھ چپ چپ سا ہے اور پہلے کی طرح ان دونوں کے ساتھ بات چیت میں حصہ نہیں لے رہا۔

”جی ممی سب ٹھیک ہے بس یونہی۔“ اس نے جواب میں انہیں ٹالا......اب کیا بتاتا کہ اجیہ کے گھر سے جب سے واپس آیا تھا طبیعت میں بے چینی سی تھی اجیہ کے والد کے ملنے کا انداز بھی اسے کچھ عجیب سا لگا تھا۔

وہ خوش اخلاقی تو نبھا رہے تھے اس سے اچھے طریقے سے مصافحہ بھی کیا لیکن پھر بھی جانے کیوں اربش کو لگا جیسے ان کے چہرے کے تاثرات ان کے کسی عمل کا بھرپور ساتھ دینے سے قاصر تھے گو کہ اس نے کچھ ایسی ویسی بات نہیں کی تھی بلکہ نہایت احترام سے مختصری بات کرکے چاہنے کے باوجود یہاں وہاں نہ دیکھتے ہوئے پلٹ آیا تھا لیکن پھر بھی اس کا دل میں سکون نہیں بلکہ وہ عجیب بے کلی کا شکار تھا یہ بے چینی اس کیفیت سے بالکل الگ تھی جو رپورٹ لے جانے سے پہلے تک تھی۔ شاید اجیہ کے گھر تک پہنچ کر اس سے نہ ملنے اسے نہ دیکھنے کا قلق تھا جو اسے بے چین کررہا تھا یا شاید آج ممی اور بوا کو اجیہ کے گھر لے کر جانے کا ارادہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا تھا...... اس لیے وہ اپنے آپ سے ہی خفا تھا لیکن جو بھی تھا اس

کے اندر دل میں جیسے ایک عجیب سی افراتفری کا سماں تھا کبھی لگتا کچھ ہونے والا ہے لیکن کیا، اسی جھنجلاہٹ میں وہ لوگ گھر پہنچ گئے تھے۔

ممی کے کہنے پر اور صرف ان کے مزید سوال و جواب سے بچنے کی خاطر اس نے جلدی سے ہاتھ منہ دھویا تب تک بوا کھانا گرم کر چکی تھیں۔ جب تک وہ کھانا کھاتا رہا ممی اور بوا کے زیر بحث جو موضوع تھا وہ صرف اور صرف شرمین اور اس کے بھائی بھابی تھے کھانا کھا کر وہ جلدی سونے کا ارادہ بتا کر اپنے کمرے میں چلا آیا...... درحقیقت وہ اجیہ سے رابطہ کرنا چاہتا تھا کسی بھی طور کسی بھی قیمت پر اب وہ چاہے فون کے ذریعے ہوتا یا پھر میسج سے۔ بہرحال اسے اجیہ کی خیریت معلوم کرنا تھی کیونکہ وہ اجیہ ہی تو تھی جس کا صرف نام ہی لینے سے اسے اپنے اندر ایک نئی توانائی اور روشنی نظر آتی اور وہ کسی بھی قیمت پر اجیہ کو کسی تکلیف میں یا پریشان دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

دل کے جزدان میں اک نام سجا ہے ناصر
ہم کس حال میں ہو اس کی خبر رکھتے ہیں

❁......❁......❁
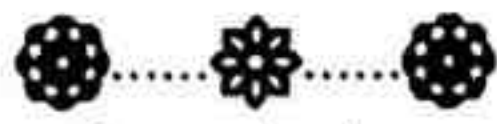
اجیہ اپنے بیڈ پر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی تھی اس کا خیال تھا کہ شاید سکندر صاحب آج اس کے پاس ضرور آئیں گے ان کی خاطر اپنی تمام تر خواہشات کا گلا گھونٹنے پر اس کا شکریہ ادا نہ بھی کریں تو کم از کم دعا ضرور دیں گے اور ہوسکتا ہے والد کی محبت کی جو کمی اب تک اس کی زندگی میں موجود تھی وہ اب پوری ہوجائے اور پھر وہ انہی سے درخواست کرے گی کہ حنین کو خود سارے معاملے کے بارے میں بتائیں تاکہ اس کے دل میں اجیہ کے لیے جو شدید ترین قسم کی غلط فہمی' بدگمانی کا روپ دھار چکی ہے تو وہ سارا معاملہ بھی کلیئر ہوجائے۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا تھا بلکہ کافی دیر گزر جانے کے بعد بھی اب تک حنین نے بھی سونے کے لیے کمرے کا رخ نہیں کیا تھا۔

"اجیہ......" یہ امی کی آواز تھی ساتھ ہی انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو وہ ان کے گلے لگ گئی اور ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ کر بکھر گئے دونوں ایک دوسرے کو دلاسہ دیتے ہوئے رو رہی تھیں کہ امی نے اسے خود سے الگ کیا اور وہ جیسے کسی خواب سے جاگ گئی اس نے تو ہمیشہ امی کو ہنسانے اور خوش رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن آج وہ رو رہی تھیں اور وجہ کوئی نہیں بلکہ وہ خود تھی اور اس سے بڑھ کر اس کے لیے اور کیا دکھ ہوتا کہ امی کی آنکھوں میں آنے والے آنسوؤں کی وجہ وہ تھی۔ خود مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے امی کے آنسو پونچھے۔

"میں جانتی ہوں اجیہ کہ غزنی کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے لیکن اس کے باوجود تم نے اپنے بابا کی غلطی کی سزا خود قبول کرتے ہوئے ہاں کیوں کی اور وہ جو بیٹیوں کے رشتے کے معاملے میں اس قدر کھلنڈرانہ طریقہ اپنا گئے انہیں اس بات کا احساس تک نہیں ہے کہ تم نے ان کی عزت کی خاطر کتنا بڑا فیصلہ کیا ہے۔" اسی دوران اجیہ کا سائلنٹ موڈ پر لگا موبائل اس کے تکیے کے نیچے مسلسل تھرتھرانے لگا جسے مکمل نظر انداز کرتے ہوئے وہ امی کی طرف متوجہ رہی۔

"امی اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں نے کبھی بھی غزنی کو اس نظر سے نہیں دیکھا...... میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میں اپنی آئندہ زندگی بھی اسی طرح اور انہی حالات میں گزاروں جیسے اب گزر رہی ہے لیکن......" وہ رکی۔

"لیکن......"

"لیکن اگر میں نے پاپا کی عزت بچانے کے لیے یہ کڑوا گھونٹ پیا ہی ہے تو حنین کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آرہی وہ مجھے غلط سمجھ رہی ہے اس کا خیال ہے کہ میں نے غزنی کو اس سے چھین لیا اور میں نے اس پر ظلم کیا ہے حالانکہ ظلم تو مجھ پر ہوا ہے مگر پھر بھی......" امی نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر چومے۔

”میں جانتی ہوں بیٹا لیکن دکھ تو مجھے اس بات کا ہے کہ پہلے تمہارے بابا کے غلط فیصلوں کی وجہ سے میں آج تک گھٹ گھٹ کر زندہ رہی اور اب میری دونوں بیٹیوں کی زندگی میں تلخی اور تناؤ اس قدر پیدا ہو گیا ہے کہ حنین تو شاید اب مشکل سے ہی اپنا دل صاف کرے۔“ اس دوران اس کا موبائل تھر تھرا تا رہا تھا اسے معلوم تھا کہ غزنی کی ہی فون کال ہوگی اس لیے جان بوجھ کر فون کو دیکھا تک نہیں وہ اللہ کی احسان مند تھی کہ اس نے ماں کے روپ میں ایک ایسا انمول رشتہ دنیا میں اتارا جو تمام دکھ پریشانیاں اپنے اندر جذب کرنے کی مکمل اور بھرپور صلاحیت رکھتا ہے جو باقی رشتوں کی طرح صفائیاں پیش کرنے کو نہیں کہتا بلکہ جو بھی کہو اس پر آنکھیں بند کر کے یقین کرتا ہے۔

ٹھنڈی چھاؤں، پیار کی برکھا
سخت حبس میں نرم سا جھونکا
کھلتی کلی کا نکھرا مکھڑا

صحراؤں میں پہلا قطرہ
کوئل کا اک میٹھا نغمہ

بعد خزاں کے پہلا سبزہ
بھوک میں روٹی کا اک ٹکڑا

رب کا ہم سے پیار کا رشتہ
جیسے میری ماں کی ممتا

❁ ❁ ❁

اربش اپنے کمرے میں آ تو گیا تھا لیکن ذہن اب تک اجیہ میں اس قدر گم تھا کہ وہ کھانا کھانے کے دوران بھی امی اور بوا کی باتوں میں سے یہ بات سن کر چونکا ہی نہیں کہ انہوں نے بیٹھے بٹھائے ہی گھر میں قرآن خوانی کی تقریب منعقد کرنے کا سوچ لیا تھا اور اس مقصد کے لیے تمام مہمانوں کو مدعو کرنے کی ذمہ داری بوا کے سر تھی دونوں خواتین نے مل کر یہ بھی طے کیا تھا کہ قرآن خوانی کی اس تقریب میں شرمین اور اس کی بھابی کو بھی دعوت دی جائے گی تا کہ اس بہانے وہ دونوں بھی ان کا گھر دیکھ لیں اور دونوں گھرانوں میں میل ملاقات اور راہ و رسم بڑھائی جا سکے۔ اربش تو مسلسل اجیہ کو فون کرنے اور کال ریسیو نہ ہونے کی صورت میں اب اسے واٹس ایپ پر میسج کے ذریعے کتابیں اس کے گھر دے جانے کی وجہ بتا رہا تھا اس نے میسج میں یہ بھی پوچھا تھا کہ اس کے جانے کے بعد گھر میں اس کی وجہ سے کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا اپنی دل کی کیفیت اور بے چینی کو بھی لفظوں کی صورت میں ڈھال کر اس نے فوراً اسے جواب دینے کی درخواست کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ اس کا جواب آنے تک جاگتا رہے گا چاہے مختصر لیکن اس کے تمام تر میسجز پڑھنے کے بعد اسے ریپلائی ضرور کرے اور اس کا جواب آنے تک پہلے دن اجیہ کو دیکھتے وقت اس کے جو احساسات تھے تب سے لے کر اس وقت تک کا احوال کہ جب اجیہ کو پہلی نظر میں دیکھنے کے بعد اسے پہلی نظر میں محبت ہو جانے کے فلسفے پر یقین آیا تھا اور پھر آج بوا اور ممی کے ساتھ اس کے گھر آنا واپس پلٹنا اور اب تک کی بے چینی ان سب باتوں کو وہ میسجز کے ذریعے اجیہ تک پہنچا رہا تھا اور جان میں جان تب آئی جب اجیہ کی طرف سے ٹائپنگ کا اشارہ ملا۔

❁ ❁ ❁

واپسی کے تمام راستے میں اگر ممی اور بوا شرمین کے متعلق باتیں کرتی رہیں تو احوال ان کی طرف بھی کچھ مختلف نہ تھا بھائی بھابی دونوں ہی ان کی تعریفوں کے پل باندھ رہے تھے ممی اور بوا کی تعریفیں کر رہے تھے ان کے بہترین اخلاق کے

گرویدہ ہو چلے تھے اور چاہتے تھے کہ ان کے ساتھ تعلقات بہترین بنائے جائیں کہ آخران کا بیٹا بھی اسی اسکول میں زیر تعلیم تھا۔ جبکہ شرمین ان سے کہیں آگے کا سوچ رہی تھی اور اس کی سوچ کا مرکز بوا یا می نہیں بلکہ ارتش تھا جس تک پہنچنے کے لیے اسے لازمی طور پر ان دونوں خواتین کا سہارا درکار تھا تاکہ وہ ان کی سیڑھی بنا کر ارتش تک پہنچ سکے جاذب نظر شخصیت اور انتہائی پرکشش مردانہ خدوخال رکھنے والے ارتش کو اسکول میں ہی دیکھنے کے بعد سے اس کے دل نے اس تک پہنچنے کی خواہش کی تھی اور یہی وجہ تھی کہ فوراً اپنا مزاج پہلے مصالحانہ اور پھر دوستانہ بنالیا تھا۔ یہی شرمین کی خوبی تھی کہ وہ ماحول کے مطابق لحہ بھر میں خود کو بدل دینے کی صلاحیت رکھتی تھی کب کسی سے کیا کام لینا ہے کس طرح کے انداز سے سامنے والے کو شیشے میں اتارنا ہے اور کس طرح کسی کو بھی اپنائیوں عادی بنانا ہے کہ پھر اس کے بغیر تمام کام ادھورے محسوس ہوں یہ سب تو شرمین کے بائیں ہاتھ کا کام تھا اور اب یقیناً وہ وقت تھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کا کمال دکھا کر خود منزل کی طرف کامیابی حاصل کرلیتی۔

"شرمین تمہارے پاس کچھ پیسے ہوں تو صبح کے لیے انڈے ڈبل روٹی لیتے جائیں؟" بھابی نے کہا۔

"واہ بھابی واہ..... انڈے ڈبل روٹی تو دور میرے پاس تو ایک ٹافی کے لیے بھی اب پیسے نہیں ہیں پہلے ہی وہاں ڈنر کا اتنا بل دیا بھائی کو تو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ اگر زندگی میں کبھی بھول چوک سے ہم کسی ہوٹل پر چلے ہی گئے ہیں تو کھانے کا بل ہی دے دیں وہاں بھی میں نے ہی پیسے دیے اور آفرین ہے آپ پر کہ دودھ اور انڈے ڈبل روٹی کے لیے بھی مجھ سے ہی پیسے مانگ رہی ہیں۔" شرمین نے طنز کیا۔

"ارے تو ڈنر کے پیسے تم نے دیے تو اپنی لالچ کے لیے ہی دیے ناں، ہم پر کون سا احسان کیا ہے تم نے..... یا کبھی جو تم نے اپنی تنخواہ کے پیسوں سے ایک کپ چائے بھی پلائی ہو میرا تو بچہ تم سے آئسکریم کے لیے کبھی سو روپے مانگے تو تم اسے بھی صاف جواب دیتی ہو۔" بھابی نے بھی پٹ سے جواب داغا۔

"ہاں تو میں کیوں کسی کے بھی بچے کو سو روپے تھماتی رہوں' میں بھی تو آخر کسی کی بچی ہی ہوں ناں' اولادھوں میں بھی کسی کی مجھے تو آج تک کبھی کسی نے عید تہوار پر بھی کچھ نہ دیا تو کیا میرے سر پہ آپ کو سینگ نظر آتے ہیں کہ سو روپے آپ کے بچوں کے سر سے وار کر پھینکتی رہوں؟"

"ہاں تو کیوں دیں تمہیں خود نوکری کرتی ہو ہر ماہ کماتی ہو خرچے پانی کے لیے مکمل تنخواہ مٹھی میں سنبھالے پھرتی ہو تمہیں بھلا کسی کے پیسوں سے تو کوئی غرض ہونی ہی نہیں چاہیے لیکن توبہ ہے اتنی لالچ تو میں نے بچپن میں کہانیوں میں پڑھی تھی اور اب جوانی میں تمہیں دیکھ بھی لیا، بھئی کمال ہے بجلی، گیس، ٹیلیفون کا بل ہم دیں' گھر میں سودا سلف ہم لائیں' بچوں کی فیس الگ' خوشی غمی اور دینا دلانا الگ پھر بھی مہارانی کی نظر اپنے نہیں بلکہ ہمارے ہی پیسوں پر ہے۔" بھابی نے ہاتھ نچا کر کہا۔

"محنت کرتی ہوں تو تنخواہ لاتی ہوں کرسی پر بیٹھ کر صرف باتیں کرنے سے پیسے نہیں ملتے اور اگر آپ ان اخراجات میں رقم لگاتی ہیں تو کوئی احسان نہیں ہے کسی پر بھی اور نہ ہی کوئی دنیا سے انوکھا کام کر رہی ہیں ساری دنیا اسی طرح کماتی اور پھر پیسے لگاتی ہے اس لیے آپ صرف اپنے پیسوں پر نظر رکھیں میری یا میری تنخواہ کی فکر کرنے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں۔" شرمین کہاں پیچھے رہنے والی تھی ان کی ایک ایک بات کے جواب میں ایسے ترکی بہ ترکی نشانے لگاتی رہی کہ آخر کار انہیں بھائی کی طرف متوجہ ہونا ہی پڑا۔

"سن رہے ہیں ناں آپ یہ شرمین آپ کی موجودگی میں کس طرح میری بے عزتی کر رہی ہے اور آپ کانوں میں روئی ٹھونسے بس گاڑی چلا رہے ہیں جیسے اس وقت گاڑی میں آپ اکیلے ہیں۔" بھابی اس کی زبان درازی پر جو کہ قطعاً کوئی نئی

بات نہیں تھی لیکن تلملا اٹھی تھیں اور اس سے پہلے کہ بھائی کچھ بھی بولتے شرمین پھر سے بول پڑی۔
”وہ کیوں کہیں گے کچھ بھی ان کی تو ایسی زبان بندی کر رکھی ہے آپ نے کہ ان میں ہمت ہی کہاں رہ گئی ہے سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے کی۔“
”اللہ کا واسطہ ہے شرمین تم ہی چپ کر جاؤ کیوں مل کر تم دونوں نے میری زندگی عذاب کر رکھی ہے اور میں قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ اب اگر تم دونوں میں سے کسی ایک کی بھی مجھے آواز آئی تو میں گاڑی کہیں ٹکرا کر یہ روز روز کی چخ چخ ہی ختم کر دوں گا۔“ وہ بھی آخر ان دونوں کی لگاتار لڑائی سے تنگ آ چکے تھے لہٰذا بولے تو فوراً ہی دھمکی دے ڈالی جس کا خاطر خواہ اثر دونوں طرف نظر آیا۔
کچھ دیر تک تو گاڑی میں خاموشی رہی پھر بھابی اپنی عادت سے مجبور ہو کر ایک مرتبہ پھر بولیں تو ضرور لیکن اس دفعہ ان کا لہجہ بھی مدھم اور انداز مصالحانہ تھا۔
”میں اتنی بری ہوں تو نہیں جتنی شرمین سمجھتی ہے اور اگر میں شرمین کا برا چاہتی تو کیا اربش کی ممی کے سامنے کبھی بھی یوں اس کی اتنی ساری جھوٹی تعریفیں کرتی اور اگر میں نے شرمین کی تعریفوں کے پل باندھے تو صرف اسی لیے ناں کہ وہ اسے ایک اچھی لڑکی سمجھیں اور ہو سکتا ہے کہ اپنے بیٹے کے لیے پسند کر لیں۔“
”آپ اور میری تعریفیں......؟ وہ بھی اربش کی ممی کے سامنے......“ شرمین کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔
”ہاں شرمین...... جب تم واش روم گئی تھیں تو انہوں نے تمہاری عادات و اطوار اور نیچر کے بارے میں جاننا چاہا جس پر تمہاری بھابی نے تمہاری وہ وہ تعریفیں کیں کہ اگر تمہارے سامنے کرتی ناں تو تمہیں لگتا کہ شاید کسی اور کی بات ہو رہی ہے۔“ بھائی کو تو موقع ملنا چاہیے تھا اپنی بیگم کی تعریف کرنے کا تاکہ گھر جا کر ماحول سازگار ہے۔
”بس بھئی...... بھابی نام ہی برا ہے جتنا بھی اچھا بن لو سسرالیوں کے ساتھ جتنی مرضی اچھائیاں کر لو لیکن مجال ہے کہ کوئی اچھا سمجھے یا اچھا کہے۔“ بھابی نے مظلوم بنتے ہوئے منہ بسورا۔
”ہونہہ...... اس کی اچھائیاں لوگوں کے سامنے کرنا بھی تو میری مجبوری ہے اگر ہر ایک کے سامنے اس کی خامیاں ڈسکس کروں گی...... برائیاں کروں گی تو بھلا کون ہوگا جو اسے اپنی بہو بنانے پر راضی ہوگا اور اگر اس کی شادی نہ ہوئی تو یہ تو اسی طرح ساری عمر میرے ہی سینے پر مونگ دلتی رہے گی۔ میں تو کہتی ہوں کہ کل کو اس کی شادی ہونی ہے تو ابھی ہو جائے تاکہ میری تو جان چھوٹے۔ باقی پھر اس کے سسرال والے بھگتیں اسے اور یہ انہیں اور اس کی شادی کروانے کے لیے تو اگر اسے دیوی بھی ثابت کرنا پڑا تو میں کرنے کو بخوشی تیار ہو جاؤں۔“ بھابی نے دل ہی دل میں الفاظ چبائے۔
”شرمین تمہاری بھابی اتنی بری نہیں...... جتنی تم اسے سمجھتی ہو۔“ بھائی نے محبت سے اپنے ساتھ والی سیٹ پر سیفی کو دیکھا۔
شرمین کو مجبوراً خاموش ہونا ہی پڑا تھا بلکہ وہ شرمندہ اور حیران تھی کہ بھابی اس کی شادی کے لیے مخلص اور پریشان ہیں کہ اربش کی امی کے سامنے بھی اس کی سچی جھوٹی تعریفیں ہی بیان کرتی رہیں۔ یعنی کہ اس کا آدھا کام تو بھابی نے ہی سہل بنا دیا تھا اور ان کے ذہن میں اس کا اتنا بہترین تاثر قائم کر دیا تھا کہ اب اسے بہت زیادہ محنت کی ضرورت نہ تھی۔ گھر قریب آ چکا تھا اور اب بھابی کے اس بہترین رویے کا بدلہ چکانے کے لیے اس نے اپنا رویہ بھی بہترین بنانے کا سوچا کیونکہ بھابی اس کے لیے اس حد تک کارآمد ہو سکتی ہیں یہ بات تو آج سے پہلے اس کے ذہن میں نہیں آئی تھی کہ بھابی کا اس کے ساتھ جو رشتہ ہے اس کی بنیاد پر وہ جو کچھ بھی کہتیں، سامنے والے کو یقین آ جاتا یعنی وہ اس کے بنا بنایا کھیل بگاڑ بھی سکتی تھیں اور بگڑا ہوا کام سنوار بھی سکتی تھیں لہٰذا آج اور ابھی سے شرمین نے ان کے ساتھ اپنے تمام تر معاملات کو بہتر بنانے کا سوچا۔

❁.........❁.........❁

وابستہ ہے مجھ سے کہ تو ہے بھی کہ نہیں ہے
جب میں نہیں تجھ میں، برا ہونا بھی نہیں ہے
یہ عشق و محبت کی روایت بھی عجیب ہے
پایا نہیں جس کو اسے کھونا بھی نہیں ہے
جس شخص کی خاطر تیرا یہ حال ہے خاور
اس نے تیرے مرجانے پر رونا بھی نہیں ہے

حنین سکندر صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھی رہی اور یہ کوئی آج کی بات نہیں تھی بلکہ اس کی روز کی روٹین یہی تھی کہ رات کو سونے سے قبل وہ کچھ دیر ان کے پاس ضرور بیٹھا کرتی، کوئی جان بوجھ کر ان سے ان کی دکان کا احوال پوچھتی اور اپنی دن بھر کی روٹین میں اگر کوئی خاص بات ہوتی تو وہ انہیں بتاتی، ان کے کندھے دباتی اور ان سے دعائیں لیتی لیکن آج اس کے پاس کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں، کوئی بات ایسی ذہن میں آ ہی نہیں رہی تھی کہ جس کا ذکر کرتے اور وہ بات سے پھر آگے بات نکالتی لہٰذا بڑی خاموشی سے بیڈ پر ان کے عقب میں بیٹھ کر لاکھ ان کے منع کرنے کے باوجود ان کے کندھے دباتی رہی۔

آج وہ بھی چپ چپ تھے الفاظ جیسے کسی جنگل میں کھو سے گئے تھے۔ غزنی جیسا بہترین لڑکا جسے ہمیشہ سے انہوں نے اپنے داماد کے روپ میں دیکھا تھا، وہ یقینی طور پر ان کا داماد تو بننے جارہا تھا لیکن ان کے دل کا چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک حنین کے حوالے سے نہیں بلکہ اجیہ کے حوالے سے قدرت کی طرف سے ایک دم بازی پلٹ دیئے جانے پر وہ بے حد افسردہ تھے لیکن حنین کے سامنے اس معاملے پر کوئی بات کرنے کی ان کے اندر ہمت نہیں تھی۔

”بس کرو بیٹا...... اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے، جاؤ اب سو جاؤ اور اپنی ماں کو بھی کہو بہت رات ہوگئی ہے تمہارے کمرے سے نکلے اور سونے دے۔“ ان کی بات کے دوران ہی امی کمرے میں داخل ہوئیں، ان کی سرخ اور سوجی ہوئی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ روتی رہی ہیں۔ اجیہ کے پاس بیٹھے کافی دیر تک انہوں نے حنین کا انتظار کیا تھا لیکن وہ نہ آئی تو اجیہ کو سونے کا کہہ کر کمرے سے نکل آئیں، وہ جانتی تھیں کہ وہ کس حد تک ڈسٹرب ہے اس لیے چاہا کہ جلد از جلد سو جائے اور نیند تو اللہ کریم کی ایسی نعمت ہے کہ کتنا ہی بڑا دکھ یا صدمہ کیوں نہ ہو نیند آ ہی جاتی ہے اور ایسے آتی ہے کہ جاگنے کے بعد پورے جسم میں حالات سے مقابلہ کرنے کی ایک نئی طاقت اور ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔

”بابا جانی...... کیا میں یہاں آپ کے کمرے میں سو سکتی ہوں؟“ اب وہ بیڈ پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی۔

”دراصل مجھے بہت دنوں سے رات کو ڈراؤنے خواب آتے ہیں تو بہت ڈر لگتا ہے اور میں اٹھ کر بیٹھ جاتی ہوں۔“ بابا اور امی کے سوالیہ انداز پر اس نے جھوٹ گھڑتے ہوئے بات بنائی۔

”ہاں...... ہاں کیوں نہیں، ضرور سوؤ۔“ سکندر صاحب نے خوش دلی سے اسے اجازت دی۔ سو وہ اپنی روزانہ کی ڈیوٹی نبھاتے ہوئے ایک مرتبہ کچن میں گئی چولہے چیک کیے باہر گیٹ کا تالا دیکھا اور ان کے کمرے میں آ کر لیٹ گئی۔

ڈراؤنا خواب تو ایک بہانہ تھا، درحقیقت وہ اجیہ کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اجیہ اس سے اس معاملے پر مزید کوئی بھی بات کرے اور بات کیا وہ تو اس کی شکل تک دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ جس نے نجانے پس پردہ غزنی کے ساتھ کب پیار کی ایسی پینگیں بڑھائیں کہ وہ اسے چھوڑ کر اجیہ کا دیوانہ ہوگیا۔ اسے اپنی ڈائری یاد آئی تھی، دل چاہا کہ اس وقت ڈائری پاس ہوتی تو اپنے دل کی ساری گھٹن سارا بوجھ اس پر انڈیل دیتی اور خود ہلکی پھلکی ہو جاتی لیکن نہ تو اس وقت اس کے پاس ڈائری تھی اور نہ ہی اس معاملے میں یوں آسانی سے اس کا ہلکا پھلکا ہو جانا ممکن تھا۔ وہ ایک شخص جسے ہمیشہ اس

نے اپنی محبت اور اپنے شریک حیات کے روپ میں ہی سوچا تھا اب اسے شریک حیات سے بہنوئی کا درجہ دے کر وہ عزت کہاں سے لاتی اور اپنے دل سے اس کی دیوانہ وار محبت کیسے ختم کر پاتی۔ یہ ممکن نہیں تھا' یہ ہرگز بھی ممکن نہیں تھا لیکن یہ ایک ایسی حقیقت تھی کہ جسے وہ تسلیم کرتی یا نہ کرتی بدلنے والی نہیں تھی اور بہرحال اسے ہی اپنے ذہن کو بدلنا تھا لیکن کیا یہ سب کسی کے بھی اپنے اختیار میں ہوتا ہے؟ کیا جس وقت جس سے مرضی ہو محبت شروع اور ختم کی جاسکتی ہے؟ ایسا نہیں تھا اور یہی اب حنین کے لیے سب سے بڑا چیلنج تھا جس نے اس سے اجیہ اور غزنی دونوں چھین لیے تھے۔

⁂ ⁂ ⁂

امی کے جانے کے بعد اسے حنین کے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں تو لگا کہ وہ اب سونے کے لیے کمرے میں آنے ہی والی ہے لیکن بہت دیر بعد بھی جب وہ کمرے میں نہ آئی تو اجیہ نے دبے پاؤں اٹھ کر کچن لاؤنج اور پھر سکندر صاحب کے کمرے کے کھلے دروازے سے ذرا سا جھانک کر دیکھا' نائٹ بلب کی سبز روشنی میں اسے حنین بھی وہیں پر سوئی ہوئی محسوس ہوئی تو دل گرفتگی سے واپس اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔ موبائل مسلسل تھرتھرا کر میسجز موصول ہونے کی اطلاع دے رہا تھا' آخر کار اس نے تکیے کے نیچے سے موبائل نکالا اور خلاف توقع غزنی کے بجائے اربش کے میسجز اور فون کالز دیکھ کر ایک دم اس کا دل دھڑک اٹھا۔ ایک دم اسے احساس ہوا تھا جیسے کسی اجنبی جگہ پر لوگوں کے ہجوم میں کوئی شناسا کوئی اپنا مل گیا ہو۔ اس نے فوراً سے اس کے آئے ہوئے تمام پیغامات پڑھے اس کے لیے وہ اپنے دل میں کتنی محبت رکھتا ہے اس بات کا اظہار بھی تھا اور اسے پالینے کا یقین بھی وہ اسے ہر حالت میں اپنانا چاہتا تھا۔ اجیہ نے لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اربش کی بوا اور ممی کو کسی وجہ سے واپس لوٹنا پڑا اور نہ جس طرح کا سرپرائز اربش دینا چاہتا تھا اس سے گھر میں کیا قیامت برپا ہو جاتی' اس کا وہ بخوبی اندازہ کرسکتی تھی وہ مسلسل میسجز کرنے پر جواب نہ ملنے کی وجہ سے اس کی طرف سے بے حد پریشان تھا اور اجیہ کو اس کا پریشان ہونا بہت اچھا لگا تھا' جس قدر وہ اس وقت ڈپریس تھی۔ اربش کے ساتھ وابستہ ہونے کی صورت میں دل چاہا کہ سب کچھ اسے بتا دے کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی بھی طور پر اب اسے اپنی ذات کے بارے میں دھوکے میں رکھے۔

ایک وسوسہ سا اس کے دل میں تھا کہ اس کا گھر دیکھنے کے بعد وہ اپنے اور ان کے اسٹیٹس کے درمیان ایک نمایاں فرق دیکھ کر خود ہی پیچھے ہٹ جائے لیکن یہ اس کا وہم ہی ثابت ہوا تھا کیونکہ ایسا تو نہیں ہوا تھا ہاں البتہ اس کے یوں سچائی سے اپنے اور اپنے گھر کے متعلق پہلے قدم پر ہی سب کچھ بتا دینے پر اربش کے دل میں اس کی محبت اور قدر بڑھ گئی تھی۔ اسے لگا تھا کہ اجیہ کے دل میں واقعی روپے پیسے کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور وہ صرف اور صرف رشتوں کو اہمیت دینے والی خوب صورت دل کی لڑکی ہے ورنہ کچھ لڑکیاں صرف تحائف بٹورنے کے سلسلے کو بھی دوستی کا نام دے کر کئی سال گزرنے کے بعد اللہ حافظ کہہ کر اپنی راہ لیتی ہیں۔

"آج تو بس اللہ کی کچھ ایسی مصلحت رہی کہ ہم نہیں آسکے لیکن کل دوبارہ میں ممی اور بوا کو لے کر تمہارے گھر آؤں گا۔" اربش نے لکھا تھا۔

"نہیں...... اب تم لوگوں کو آنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اب اس آنے کا نہ تو تمہیں کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ مجھے......" اجیہ نے لکھا۔

"کیا مطلب...... میں سمجھا نہیں؟" وہ حیران ہوا۔

"میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اجیہ...... اور اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ یہ بات بڑوں کے درمیان طے پا جائے ان کے علم میں ہو تاکہ ہمیں کسی سے چھپ کر ملنا یا بات نہ کرنا پڑے۔ کل یونیورسٹی آف ہو جائے گی تو کم از کم ایک دوسرے سے ملتے وقت ہمارے دلوں میں چور نہیں ہوگا لوگوں کا خوف نہیں ہوگا اور کوئی ہمیں کہیں دیکھتا بھی ہے تو کوئی تمہارے

کردار پر انگلی نہیں اٹھا سکے گا اور ہم بھلا کسی کو ایسا موقع دیں گے ہی کیوں؟ جب رشتہ ہو جائے گا تو [illegible] ہمارے گھر آ جایا کروں گا۔" اس نے بڑی منظم منصوبہ بندی سے اجیہ کو آگاہ کیا اور اس کا [illegible] اجیہ کے [illegible]

اجیہ کو اچھا لگا تھا۔

"رشتہ ہو گیا ہے اربش!" اجیہ نے لکھا۔

"کیا..... کیا مطلب..... کس کا رشتہ ہو گیا ہے؟"

"میرا رشتہ طے ہو گیا ہے کل میری منگنی تھی اور جس وقت کل تم [illegible] اس وقت تایا ابو اور تائی امی کے ساتھ میرے ہونے والے ساس سسر بھی گھر میں ہی موجود تھے۔"

"لیکن..... یہ سب کیوں اور کیسے؟ میں نے تمہیں بتایا تھا ناں کہ میں آؤں گا امی کو لے کر..... مجھ میں کیا کمی تھی؟ اور اس میں ایسا کیا ہے کہ تم نے اسے مجھ پر فوقیت دی۔" اس کا میسج پڑھتے ہوئے وہ ایک دم اٹھ بیٹھا تھا۔

اجیہ یوں ایک دم کسی اور کے نام سے منسوب ہو جائے گی یہ تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا اور پھر اس نے یہ بھلا کب سوچا تھا کہ زندگی میں کبھی کچھ ایسا بھی ہوگا کہ وہ کسی چیز کی خواہش کرے گا اور اسے وہ چیز مل نہ سکے۔ ایسا آج سے پہلے تو کبھی ہوا ہی نہیں تھا اسی لیے اس کے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں تھا..... آج تک اس نے جو چاہا سو پایا تھا جس چیز کی خواہش کی وہ حاصل بھی کی بلکہ اکثر تو اسے زبان سے کچھ مانگنے کی بھی نوبت نہ آئی امی صرف اس کی نظر میں کسی بھی چیز کے لیے پسندیدگی بھانپتیں تو اس کے سامنے حاضر کر دیتیں۔

"کیا یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی خواہش کروں اور وہ پوری نہ ہو پائے..... میں کچھ مانگوں اور مجھے نہ ملے..... میں کچھ حاصل کرنا چاہوں اور اس کا کوئی امکان ہی نہ ہو؟" وہ ایک ہی لمحے میں بری طرح نڈھال کر رہ گیا تھا۔ "اور پھر خواہش بھی وہ ادھوری رہ جائے جس سے میری زندگی کی تکمیل ہونا ہو۔"

"صرف یہ کہ وہ ابو کے بھائی کا بیٹا اور ان کا نور نظر ہے ورنہ اس کے علاوہ کوئی ایسی خوبی نہیں اور نہ ہی کوئی خاص قابلیت ہے جس کی بناء پر یہ رشتہ ہوا بلکہ میرے لیے بھی یہ اتنا ہی حیران کن ہے جتنا تمہارے لیے کیونکہ آج سے پہلے میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میری زندگی اس کے ساتھ لکھی گئی ہے۔" اجیہ نے جواب دیا۔

"کیا تم اس رشتے سے مطمئن ہو..... تم واقعی خوش ہو کیا؟" اربش نے اپنے میسج کے جواب میں اس کا انکار پڑھنے کی امید پر پوچھا۔

"اگر سچ کہوں تو نہیں..... بالکل بھی نہیں۔" خواہش کے مطابق جواب پڑھنے کو ملا تو اربش کے دل میں ایک بار پھر امید نے جنم لیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمارے گھر کی بیرونی حالت سے یقینی طور پر تمہیں ہمارے اندرونی حالات کا بھی علم تو ہوا ہی ہوگا..... بابا کی دکان ٹھیک ٹھاک چلتی ہے لیکن اس کی آمدنی ان کی جیب اور الماری تک ہی محدود رہتی ہے اور ہم..... ہم تینوں اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشات پوری کرنے کے لیے ترستے رہتے ہیں اور تمہیں پتا ہے جس دن بابا سبزی نہ لائیں امی کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ ہم دوپہر کے لیے دال تک پکا لیں کیونکہ ہمارے گھر میں ٹماٹر پیاز بھی بابا کی دکان سے روزانہ کی بنیاد پر آتے ہیں اور اکثر اوقات دکان سے وہی سبزی فروٹ گھر آتا ہے جو مرجھا چکا ہو یا باسی ہو..... انہی حالات کی وجہ سے میں نے جاب شروع کی تھی تاکہ معمولی سے معمولی چیز کے لیے بھی ان کے آگے ہاتھ پھیلانا نہ پڑے اور پھر ان کی باتیں سننے کی ہمت نہیں ہوتی تھی..... اب میں تھک گئی ہوں اربش..... اور ہو سکتا ہے کہ تم مجھے مادیت پرست کہو لیکن سچ

تو یہ ہے کہ میری ترجیحات میں ایک ایسی زندگی تھی جہاں فراوانی ہو محبتوں کی بھی اور آسائشوں کی بھی......'' اب جبکہ ارتش کے ذریعے اس کی یہ خواہش پوری ہونا ممکن نہیں تھا لہٰذا اس نے اس بات میں کوئی عار نہ سمجھا کہ اس کے سامنے ایک دوست کی حیثیت سے سب کچھ بیان کردے۔

یوں بھی اس وقت شاید اسے کسی ایسے ہی شخص کی ضرورت تھی جو بس چپ چاپ اس کی تمام باتیں سنتا جائے بنا کسی تلقین اور تنقید کے اور ارتش کے دل میں اس کی ان باتوں سے اس کی محبت مزید گہری ہوگئی تھی اس کے سچ کو ارتش نے دل سے سراہا تھا...... اسے یہ بات انتہائی متاثر کن محسوس ہوئی تھی کہ اجیہ نے اپنے گھر کے حالات سے لے کر دل کے معاملات تک اس سے کوئی پردہ نہیں رکھا...... اسے اپنا سمجھا اور ہر بات اسے واضح طور پر بتائی...... وہ اسے عام لڑکیوں سے ہر لحاظ سے مختلف محسوس ہوتی تھی اور اسے علم تھا کہ اگر اس نے اجیہ کو پسند کیا ہے تو یقینی طور پر اس میں کچھ ایسا خاص ضرور ہے۔

''اور اگر میں تمہیں کہوں کہ میں تمہیں وہ تمام سہولتیں اور آسائشیں دے سکتا ہوں جن کا تم نے کبھی خواب دیکھا تھا تو......؟''

''اب ایسا ممکن نہیں...... کسی بھی طریقے سے اب یہ نا ممکن...... ممکن میں نہیں بدل سکتا۔''

''ہونے کو کیا نہیں ہوسکتا اجیہ...... اور پھر ایسی صورت میں جبکہ تم اس رشتے سے خوش بھی نہیں ہو تو اس سب میں آخر مضائقہ ہی کیا ہے۔''

''تم مجھے آسائشوں کا لالچ دے رہے ہو ارتش؟''

''نہیں...... بائی گاڈ بالکل بھی نہیں اور ویسے بھی لالچ کی بنیاد پر تعمیر کی گئی رشتوں کی دیوار تو خود اپنے اوپر آ گرتی ہے اور میں کبھی ایسا نہیں چاہوں گا بلکہ یقین کرو میں تو صرف اور صرف تمہیں خوش رکھنے کے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں' کچھ بھی...... اگر تمہیں وہ بندہ پسند نہیں' وہ گھر پسند نہیں وہاں پر گزارے جانے والی متوقع زندگی پسند نہیں تو پھر آخر تم کرنا کیا چاہتی ہو؟ کیوں اپنی زندگی تباہ کرنا چاہتی ہو ایسی صورت میں جبکہ تمہارے پاس ایک بہتر آپشن بھی موجود ہے۔''

''ارتش تمہیں معلوم ہے کہ یہ رشتہ کن حالات میں قرار پایا؟''

اور پھر ارتش کے پوچھنے پر اس نے ''الف'' سے ''ے'' تک ساری صورت حال اسے بتادی اور وہ حیرت سے گنگ رہ گیا جب اس نے یہ جانا کہ وہ صرف اور صرف قربانی دے رہی ہے لیکن اس تمام صورت حال میں اسے حنین کی فکر کھائے جارہی تھی۔

''تم میری سوچ سے بھی بڑھ کر اچھی ہو اجیہ...... لیکن یہاں تم پاگل پن کا مظاہرہ کررہی ہو بری بھی بن رہی ہو اور فائدہ بھی کچھ نہیں۔''

''تو پھر تم ہی بتاؤ ناں میں کیا کروں؟'' اس رات اجیہ کو پہلی مرتبہ ارتش کی صورت میں ایک اچھا انسان اپنے دل کے قریب محسوس ہوا تھا۔ ایک ایسا انسان جس کے سامنے اب اس کی ذات کا کوئی پہلو پوشیدہ نہ رہا تھا' جو اب اسے اتنا ہی جانتا تھا جتنا شاید وہ خود اپنے آپ کو جانتی ہو اور یوں بھی دکھ اور پریشانی کے لمحات میں سہارا دینے والے ہمیشہ دل میں سب سے اعلیٰ مقام کے مکین ہوتے ہیں اور اجیہ کے دل میں اب ارتش کا مقام سب سے بلند ہوگیا تھا۔

''تم بس بے فکر ہوکر جاؤ' صبح ہونے والی ہے' اب یہ تم مجھ پر چھوڑ دو کہ مجھے کیا اور کس طرح کرنا ہے۔''

''لیکن تم؟''

''ڈونٹ وری...... میں جو بھی قدم اٹھاؤں گا پہلے تمہیں بتا کر تمہیں اعتماد میں لینے کے بعد ہی اٹھاؤں گا' مجھ پر

بھروسہ رکھو۔'' اور جب اس نے اللہ حافظ کا میسج لکھ کر سینڈ کیا تو اسے احساس ہوا کہ مسلسل رات بھر ایک ہی انداز سے موبائل پکڑے رہنے کی وجہ سے اس کے بازو درد کا شکار تو تھے لیکن اس کا دل پہلے کی نسبت ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ بھی دیوار پر موجود پرندے کی طرح سب پریشانیوں اور مشکلات کو چھوڑ کہیں آگے نکل جائے گی اسے یقین ہو چلا تھا کہ اس کا اللہ اسے تنہا نہیں چھوڑے گا اور شاید اسی لیے اس نے اربش کو ایک بہترین شعر متبادل کے طور پر اس کی زندگی میں بھیجا تھا۔

نئے درجات سے پہلے نئی اک آزمائش ہے
نئے انعام سے پہلے نئے آلام دیکھے ہیں
بظاہر ناتواں ہیں پر نہیں ہم لوگ لاوارث
خدا ہو پشت پر جن کی، کبھی ناکام دیکھے ہیں؟

❁......❁......❁

''اربش بیٹا..... آج سارے دن کی کیا مصروفیات ہیں تمہاری؟'' صبح ناشتے پر ممی نے اسے تیار دیکھ کر پوچھا۔

''کچھ خاص نہیں، بس ایک دوست سے ملنے جانا ہے آپ کو کوئی کام ہے تو بتائیے پہلے وہ کردوں گا۔'' وہ جلدی میں تھا لیکن ممی کے سامنے دنیا کے تمام کام دوسرا درجہ اختیار کر لیتے تھے لہٰذا پرسکون ہو کر بولا۔

''میں سوچ رہی تھی کہ تم جب فارغ ہو تو بوا کو ساتھ لے جانا انہوں نے کچھ گروسری وغیرہ کرنی ہے۔'' ممی خود بھی اسکول جانے کے لیے تیار بیٹھی تھیں اس لیے ایک نظر وال کلاک پر ڈالتے ہوئے بتایا۔

''ٹھیک ہے لے تو میں جاؤں گا جب بھی یہ کہیں گی لیکن خیر تو ہے یہ معمول سے ہٹ کر آج کے دن گروسری؟ ورنہ تو آج تک یہ کام ہفتے کے روز ہی کیا جاتا ہے ناں۔'' اسے حیرت اس لیے بھی ہوئی تھی کہ اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی ہفتے کے علاوہ باقی دنوں میں وہ لوگ گروسری یا دوسری شاپنگ کرنے گئے ہوں پھر یوں اچانک آج کے دن؟

''کچھ کام ہماری مرضی کے بغیر یونہی بغیر کسی منصوبہ بندی کے بھی تو ہوتے ہیں ناں اور جہاں ہماری منصوبہ بندی کے بغیر کوئی کام ہو تو وہ پھر یقینی طور پر اللہ تعالیٰ کی ہمارے حق میں کی گئی کوئی منصوبہ بندی ہوتی ہے۔'' ممی نے مسکراتے ہوئے بوا کو دیکھا تو وہ بولیں۔

''پتا ہے ناں اربش...... کل ہم لڑکی دیکھنے گئے تھے تمہارے ساتھ؟'' بوا مسکرائیں۔ ''لیکن اللہ کا کرنا کچھ ایسا ہوا کہ ہم اس کی گلی تک جا کر بھی اس کے گھر نہ گئے، اس کو دیکھا نہ اس سے مل سکے۔'' اربش کے گردن ہلانے پر انہوں نے بات جاری رکھی۔

''پھر واپسی پر قدرت نے ہمیں شرمین اور اس کے گھر والوں سے ملا دیا، تم ملے ہو ناں شرمین سے، کیسی ہے وہ؟''

''ویسی ہی جیسی عام لڑکیاں ہوتی ہیں لیکن بوا آپ یہ مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہیں؟''

''بھئی میں نے تو یونہی برسبیل تذکرہ پوچھ لیا، اسی طرح جیسے کبھی یہ پوچھ لیتی ہوں کہ تمہیں کھانا کیسا لگا؟'' بوا نے سٹپٹا کر کہا اور معنی خیز نظروں سے ممی کی طرف دیکھا۔

''بوا کیا آپ بھی ناں، خوامخواہ اسے الجھا رہی ہیں۔'' ممی نے بوا کو آنکھوں کے اشارے سے خاموش رہنے کا کہا اور خود بولیں۔

''سیدھی سی بات ہے بیٹا کہ کل شرمین کے بھتیجے کی وجہ سے ہم کتنی بڑی مصیبت میں پڑتے پڑتے بچ گئے اگر اسے کچھ ہوتا تو آج ہمارے اسکول کی بنی بنائی ریپوٹیشن خراب ہو جاتی۔ بس اسی لیے میں نے سوچا کہ اتنی بڑی مصیبت میں

پھنسے اور اللہ نے نکال بھی لیا تو گھر میں قرآن خوانی کا اہتمام کرلیا جائے میں اپنے اسکول کی سب ٹیچرز کو بھی بلالوں گی اور باقی ملنے جلنے والی خواتین کو بھی کہہ دیتی ہوں تاکہ قرآنی خوانی میں آئیں اور اسی کی تیاری کے سلسلے میں آج مجھے گروسری کرنے جانا ہے۔'' ممی خاموش ہوئیں تو بوا نے کہا۔

''ہمم...... تو پھر تو کوئی مسئلہ نہیں بلکہ یہ تو اچھی بات ہے کہ گھر میں اللہ کا ذکر ہوگا تو ہم سب کی مشکلات اور پریشانیاں دور ہوجائیں گی۔'' اربش کے ذہن میں اپنی اور اجیہ کے متعلق پریشانی ابھری تھی اور اس نے اسی وقت دعا کی تھی کہ اللہ کریم کل ہونے والے اپنے ذکر کے طفیل اجیہ کو اس کے نصیب میں لکھ دے۔

''اس کا مطلب ہے کہ میں فی الحال گھر پر ہی رہوں؟'' اربش نے پوچھا۔

''ارے نہیں ابھی تو کافی صبح ہے' تم نے اگر اپنا کوئی کام نمٹانا ہے تو بے شک نمٹالو تب تک میں کچھ لوگوں کو فون کرلیتی ہوں اور کچن وغیرہ صاف کرلوں تو پھر چلتے ہیں۔''

''چلیں یہ ٹھیک ہے۔'' اربش نے ان کی بات مانتے ہوئے ناشتے کی طرف دھیان دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اجیہ سے کہیں ملاقات ہوسکے تاکہ اس کے ذہن میں جو آئیڈیا آیا تھا وہ اس کے ساتھ ڈسکس کرلے لیکن پھر ملنے کے بجائے فون کا آپشن زیادہ مناسب لگا۔

❁......❁......❁

شرمین اپنی نئی جاب سے بہت خوش تھی جس کی پہلی اور بنیادی وجہ تو یقینی طور پر اس کے صبح کے اوقات تھے اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ اسے غزنی کے آفس میں نوکری ملی تھی۔ غزنی اور وہ یونیورسٹی میں ایک ساتھ پڑھتے آئے تھے' ایک دوسرے کی نیچر سے واقف بھی اور شاید دونوں کی طبیعت کی ہٹ دھرمی' ضد اور خود پرستی کی عادات بھی ان کی مشترکہ تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ دونوں کا ایک ساتھ بہت اچھا وقت گزرا تھا لیکن یہ ساتھ یونیورسٹی کی حد تک ہی رہا اس کے بعد جیسے ہی یونیورسٹی ختم ہوئی رابطہ بھی ختم ہوگیا لیکن اس روز شاپنگ سینٹر میں ہونے والی اچانک ملاقات نے جو تمام یادیں تازہ کیں تو ایک بار پھر سب تعلقات بحال ہوتے محسوس ہوئے اور پھر اب اس کی اپنی ٹریول ایجنسی میں ملنے والی یہ جاب...... تیار ہوکر وہ باہر نکلنے ہی والی تھی کہ فون بجا۔ لینڈ لائن کا یہ نمبر اس کے لیے انجان تھا اور نہ ہی پہلے سے اس کے رابطہ نمبر میں موجود تھا لہٰذا پہلے تو ریسیو نہ کرنے کا سوچا لیکن پھر یونہی کال ریسیو کرکے موبائل کان سے لگا کر ہیلو کہہ ہی دیا' دوسری طرف بوا تھیں۔

''شرمین بیٹا میں ہوں تمہاری بوا۔''

''ارے واہ بوا...... کیا سرپرائز دیا ہے آپ نے صبح ہی صبح' یقین کیجیے ابھی میں اور بھابی رات والی ملاقات ہی ڈسکس کررہی تھیں۔ آپ سب سے ملنا اتنا خوشگوار تجربہ تھا کہ دل چاہتا ہے بس بندہ دہراتا ہی رہے۔'' رات ڈنر کے دوران ایک دوسرے کے موبائل نمبرز تو ایکسچینج ہوئے تھے لیکن چونکہ بوا اسے گھر کے نمبر سے فون کررہی تھیں اس لیے اسے اندازہ ہی نہ ہوا کہ فون کرنے والا کون ہے اور جیسے ہی اس نے بوا کی آواز سنی تو خوشی کے مارے حیران رہ گئی کہ ابھی رات ہی تو ملاقات ہوئی تھی اور ابھی صبح صبح انہیں پھر اس کی یاد آ گئی تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کا رویہ اور بھابی کی تعریفیں کام کرگئی ہیں۔

''سچ پوچھو تو ہمارا بھی یہی حال ہے' تم لوگوں میں اس قدر اپنائیت محسوس ہوئی ہے جو کہ پہلی ملاقات میں بہت کم لوگوں کے اندر نظر آتی ہے۔''

''یہ تو محبت ہے آپ سب کی' اچھا یہ تو بتائیں ممی کیسی ہیں؟'' اس نے جان بوجھ کر آنٹی کے بجائے ممی کا لفظ استعمال کیا اور پھر باقاعدہ سوچے سمجھے طریقے کے تحت خود ہی معذرت بھی کرلی۔

"اوہ میرا مطلب تھا آنٹی..... دراصل زندگی میں ماں کی اس قدر کمی محسوس ہوتی ہے کہ کل جب آنٹی کو دیکھا تو میں نے بے اختیار یہی سوچا تھا کہ اگر میری ماں زندہ ہوتیں تو وہ بھی ایسی ہی پیار کرنے والی اور اتنی ہی خوش اخلاق ہوتیں۔"

"ارے پاگل لڑکی اس میں بھلا اداس ہونے کی کیا بات ہے تم چاہو تو اسے بھی ممی نہ صرف کہہ سکتی ہو بلکہ دل سے بھی سمجھ سکتی ہو گڑیا..... وہ تمہاری سوچ سے بھی زیادہ محبت کرنے والی ہے۔"

"مجھے واقعی یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ اب تک اس دنیا میں کیا واقعی آپ لوگوں جیسے پرخلوص، محبت کرنے والے اور بے غرض لوگ ہوتے ہیں لیکن جب سے آپ سب سے ملاقات ہوئی یقین آگیا کہ واقعی ہوتے ہیں اور آپ جیسے اچھے لوگوں کی وجہ سے یہ دنیا اور اس میں محبتیں قائم ہیں۔"

"جیتی رہو بیٹا..... ہمیشہ خوش رہو..... اچھا پوچھو گی نہیں کہ اتنی صبح صبح بھلا میں نے تمہیں فون کیوں کیا؟" بوا کو اس سے بات کرتے ہوئے بہت خوشی ہو رہی تھی مسکراتے ہوئے بولیں۔

"ویسے تو کسی وجہ کے بغیر بھی فون کیا جاسکتا ہے لیکن چلیں اگر کوئی خاص وجہ ہے تو آپ بتادیں۔"

"دراصل ہم نے گھر پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا ہے اور ہماری خواہش ہے کہ تم بھی اپنی بھابی کے ساتھ اس ذکر خیر میں شریک ہو جاؤ۔"

"واؤ بوا..... کمال کر دیا آپ نے تو..... آپ مجھے اپنا ایڈریس سمجھا دیں، میں ان شاء اللہ سب مہمانوں سے پہلے حاضر ہو جاؤں گی۔" اسے ایک ہی رات کے بعد ارتش کے گھر جانے کا موقع مل رہا تھا، اس کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا یعنی کہ اللہ نے اسے موقع تو فراہم کر دیا تھا اب آگے یہ اس پر منحصر تھا کہ وہ کس طرح ان کے دلوں میں جگہ بنا پاتی ہے کیونکہ بوا اور ممی کے دل میں اگر وہ گھر کر جائے تو ارتش کے دل کا مکین بننا اس کے خیال میں بالکل بھی مشکل نہیں تھا لہٰذا بوا نے اسے اپنے گھر کا ایڈریس سمجھایا تو اس کے بس میں نہیں تھا کہ وہ ایک سیکنڈ میں وقت کو یوں آگے گھمائے کہ ان کے گھر جانے کا وقت چند گھنٹے بعد نہیں بلکہ چند سیکنڈز بعد آنے والا ہو اور اس کے بعد تو بس باقی کام اس کے ہاتھ میں ہی ہوگا۔

٭٭٭

اور اسی طرح خوشی میں اڑتے ہوئے جب وہ آفس پہنچی تو غزنی اس کے آنے سے پہلے ہی وہاں موجود تھا۔ اس نے دیکھا تو خوش دلی سے ویلکم کیا یہ کوئی بہت بڑا آفس نہیں تھا بلکہ دو کمروں پر مشتمل تھا ایک کمرہ جو نسبتاً ذرا بڑا تھا وہ کمرہ غزنی کے اپنے استعمال میں تھا جبکہ دوسرا کمرہ اس سے چھوٹا تھا اسی کمرے کو شرمین کے حوالے کیا گیا تھا۔ درمیان میں کرسی میز ایک طرف کاغذات رکھنے کی الماری اور سامنے موجود کلائنٹس کے بیٹھنے کے لیے رکھا گیا صوفہ صاف ستھرا کمرہ جس کی دیواروں پر روغن پینٹ سے کمرے کے لیے کشادگی کا تاثر دیا گیا تھا۔

"نیا آفس نئی جاب اور پرانا دوست ایک بار پھر مبارک ہو۔" وہ مسکرایا۔

"تھینک یو لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہاں تمہارا نام لینا ہے یا باس کہہ کر بلانا ہے؟" جواباً وہ بھی مسکرائی۔

"جو چاہے کہو اتنی خوب صورت لڑکیوں کے منہ سے تو ڈانٹ بھی سننے کو ملے تو اچھی لگتی ہے۔"

"تم بالکل نہیں بدلے..... بالکل بھی نہیں۔" اس مرتبہ شرمین کا قہقہہ آفس میں گونجا۔

"اور میں بدلنا بھی نہیں چاہتا کیا خیال ہے بدل دوں خود کو یار رہنے دوں؟"

"تم جیسے بھی ہو ہاں مجھے بالکل اسی طرح قبول ہو لیکن باس کے طور پر۔" اس مرتبہ وہ دونوں مل کر قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔

"اچھا دیکھو یہ میں تمہارے ٹیبل کے لیے لائی تھی۔" اس نے شاپنگ بیگ میں سے ایک خوب صورت سے ٹیبل واز

نکلا جس میں چھوٹے چھوٹے گلاب کے پھول انتہائی خوب صورت اور دلکش معلوم ہورہے تھے۔ سرخ گلابوں کا یہ واز گو کہ آرٹیفیشل تھا لیکن جب تک وہ خود نہ بتاتی، غزنی کو شاید معلوم نہ ہوسکتا کہ یہ پھول اصلی نہیں ہیں۔

''واہ بھئی، واقعی جس آفس میں لڑکیاں کام کرتی ہیں وہاں کا لک ہی الگ ہوتا ہے۔ اسٹاف کی ڈریسنگ سے لے کر آفس میں موجود اشیاء تک ہر چیز نکھری نکھری نظر آتی ہے۔'' وہ دل سے مسکرایا اور گو کہ آج گھر سے آتے ہوئے اس کا موڈ بہتر نہیں تھا لیکن شرمین کے آنے اور اس سے بات چیت کے بعد وہ غصہ کم ہوتا محسوس ہورہا تھا جو اسے اجیہ پر تھا اور اسی غصے کے اظہار کے لیے اب اسے اجیہ سے بات بھی کرنا تھی۔ لہٰذا جیسے ہی ایک بار پھر ذہن میں بات آئی تو پھر چپک کر رہ گئی۔

شرمین کی موجودگی میں وہ اجیہ کو فون نہیں کرنا چاہتا تھا لہٰذا اسے آفس میں موجود ڈاکومینٹس اور مختلف ممالک کے امیگریشن قوانین کی ورق گردانی کرنے کا کہہ کر خود آفس سے نکل کر یونہی بلامقصد نزدیک ہی موجود چائے کے کھوکھے پر جا بیٹھا اور فون ملایا۔

اجیہ اس وقت اپنے اسکول میں تھی اور اسکول میں فون سننے کی اجازت نہیں تھی تاوقت یہ کہ بریک کا وقت ہو اور اتفاق سے اس وقت بریک ہی کا وقت تھا۔ موبائل پر غزنی کا نام ابھرتے ہی اس کی پیشانی پر شکنیں تو ابھریں لیکن اس نے فون سننے کا فیصلہ کیا۔ اس لیے بھی کہ وہ اسکول میں موجود ہونے کا بتا کر اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہوئے فون جلدی بند کرسکتی تھی، بصورت دیگر وہ اس کے گھر جانے کے بعد فون کرتا اور لمبی بات پر اصرار کرتا جبکہ اس وقت وہ اربش کے فون کے انتظار میں تھی جس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ حنین کے دل سے اس کی تمام غلط فہمیاں دور کردے گا۔

''کیا حال ہے اجیہ...... کیسی ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''الحمدللہ ٹھیک ہوں۔'' مختصر سا جواب دے کر اجیہ خاموش ہوگئی تھی نہ تو جواب میں اس کا حال پوچھا نہ کوئی اور بات کی...... دھیان اب بھی اربش کی ممکنہ کال کی طرف تھا۔

''رات کو نیند تو ٹھیک سے آ گئی تھی ناں؟''

''ہاں ظاہر ہے، لیکن کیا مطلب ہے اس بات کا؟'' اسے غزنی کے لہجے میں جانے کیوں کاٹ سی محسوس ہوئی تھی۔

''بھئی میرا مطلب ہے کہ مجھے تو کل رات خوشی سے نیند ہی نہیں آئی، یہ احساس کہ اب تم میری ہو اور تمہاری یونیورسٹی ختم ہونے کے فوری بعد میرے گھر میری دلہن بن کر آؤ گی، میرے لیے اتنا خوب صورت تھا کہ ساری رات انہی خیالوں میں گزری۔''

''ہمم......''

''میں نے سوچا کہ تمہیں بھی رات کو فون نہیں تو میسج پر ہی بتاؤں کہ میں اپنے اور تمہارے متعلق کیا کیا سوچ رہا ہوں لیکن تم شاید سو رہی تھیں۔''

''ہاں شاید۔''

''لیکن واٹس ایپ پر تو تقریباً ساری رات تم آن لائن رہیں۔'' اس مرتبہ غزنی کا لہجہ انتہائی درشتگی لیے ہوئے تھا، فوری طور پر تو اجیہ کو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا کہ اس کی بات کا کیا جواب دے۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''بھئی کوئی لمبی چوڑی بات تو ہے نہیں، سادہ سی بات ہے کہ تم رات بھر واٹس ایپ پر کسی کو میسجز کرتی رہیں، آن لائن رہیں اور پھر واٹس ایپ پر تمہارا لاسٹ میسج فجر کی نماز سے کچھ پہلے ہی ہوا لیکن میں نے رات کو فون کرنے کے لیے کہا تو تم نے

تھکاوٹ کا کہہ دیا‘ کس سے رابطے میں رہیں رات بھر؟“ انداز میں کڑواہٹ اور لہجے میں سختی تو تھی ہی لیکن اجیہ کو محسوس ہوا جیسے وہ دانت پیس رہا ہو۔

”ایک دوست تھی۔“ اس نے کوئی بھی لمبی چوڑی وضاحت دینے کے بجائے مختصراً جواب دینے کو بہتر سمجھا۔

”ایسی کون سی دوست تھی جو مجھ سے بھی زیادہ ہے کہ مجھ سے دس پندرہ منٹ بھی بات کرتے ہوئے تم نے تھکاوٹ کا بہانہ بنایا اور اس سے ساری رات جاگ کر باتیں کرتی رہیں؟“

”میں تمہیں کوئی بھی وضاحت دینے کی پابند نہیں ہوں غزنی...... سمجھے تم؟“ اس نے اطراف میں بیٹھی ٹیچرز کو کن اکھیوں سے دیکھتے ہوئی آواز پست رکھی لیکن جواباً غزنی کی آواز بلند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔

”تم وضاحت دینے کی پابند ہو اجیہ...... کیونکہ تم میری منگیتر اور میں تمہارا ہونے والا شوہر ہوں اور مجھے حق حاصل ہے کہ تم سے پوچھوں کہ تم کب کس سے بات کرتی ہو‘ کہاں آتی جاتی ہو اور کس سے رابطے میں ہو۔“

”یہ تمام فرائض تب یاد کرنا غزنی جب تمہیں ان کا شرعی حق مل جائے کیونکہ فی الحال ہونے والا شوہر یا ہونے والی بیوی میرے نزدیک اس ہونے والے رشتے کی کوئی اہمیت نہیں...... تم سے میری منگنی ہوئی ہے اور مجھے اس بات کا بخوبی علم ہے‘ تم مجھے اگر ہر پانچ منٹ بعد یہ یاد بھی نہ دلاؤ تو بھی یہ بات میرے ذہن سے نکلنے والی نہیں......“

”تم نے میری بات کو مائنڈ کیا اجیہ......؟“ اب ایک دم ہی اس کے لہجے کی ٹون بدلی تھی ایسا لگتا تھا جیسے اس کے ذہن میں کوئی آندھی ایک دم اٹھی اور ہر طرف گرد و غبار مچا کر پھر بیٹھ جاتی تو منظر واضح ہو جاتا۔

وہ غصے کا تیز تھا‘ یہ بات سب کے علم میں تھی لیکن اجیہ کے معاملے میں وہ عادت سے مجبور ہو کر غصہ تو کرتا لیکن پھر فوراً ہی خیال آنے پر اپنے رویے کی تلافی کرنے کی بھی کوشش کرتا ہوا دکھائی دیتا۔

”آئی ایم سوری...... اگر تمہیں میری بات بری لگی ہو تو...... میں شرمندہ ہوں پلیز تم مجھے معاف کر دو۔“ اجیہ خاموشی سے بس موبائل کان سے لگائے بیٹھی رہی۔

”اجیہ معاف کر دو پلیز...... میں کوشش کروں گا کہ آئندہ کوئی ایسی بات نہ کروں جو تمہیں ہرٹ کرے۔“

”اوکے...... میری کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے اللہ حافظ۔“ اجیہ نے فون بند کر دیا اور جس انداز میں دونوں کی گفتگو ہوئی تھی غزنی کو لگا کہ جیسے فون نہیں اس کا دل بند ہو گیا ہو۔ وہ اپنے آپ کو کوس رہا تھا کہ اگر اجیہ نے اس سے منگنی کے لیے بخوشی رضامندی دی تھی تو بھلا وہ کیوں اسے خوش نہیں رکھ پا رہا...... ابھی منگنی ہوئے دو دن نہیں ہوئے تھے لیکن ان کے تعلقات اس قدر کشیدہ تھے کہ نئے بننے والے اس رشتے کی تمام گرم جوشی کہیں مفقود ہو گئی تھی۔

یہ سچ ہے کہ ہم سے خستہ تن
دکھوں کی دھوپ میں سایہ نہیں کرتے
ہماری مسکراہٹ میں زہر ہوتا ہے
ہمارے لب ہمیشہ طنز کے نشتر چلاتے ہیں
مگر ہم اپنے پیاروں کو کبھی بے خودی میں
کوئی ایسی بات کہہ دیں
کہ وہ افسردہ ہو کر رو پڑیں
تو سن لو
ہم بھی چین سے سویا نہیں کرتے

غزنی نے بوجھل دل کے ساتھ اس مختصر سی نظم کے ذریعے اپنے جذبات لکھ کر اجیہ کو میسج کے ذریعے بھیجے اور قدم گھسیٹتا واپس اپنے آفس کا رخ کیا۔ اسے لگتا تھا کہ شاید وہ اجیہ کی طرف سے غیر یقینی یا عدم تحفظ کا شکر ہے کیونکہ شروع سے اب تک غزنی کے لیے نو لفٹ کا بورڈ لگائے اجیہ جو کبھی سیدھے منہ اس سے بات تک نہ کرتی تھی' اس کی طرف سے آئے رشتے کو یوں خوش دلی سے ہاں کردے گی یہ تو اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا اور یہی خوشی تھی جو اچانک ملی تھی تو اسے شاید یقین نہیں آرہا تھا اور اب جبکہ قسمت نے اجیہ کو اس کے نام کے ساتھ منسوب کر ہی دیا تھا تو وہ نہیں چاہتا تھا کہ کبھی بھی کسی بھی قیمت پر وہ اس سے جدا ہو...... شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اسے کسی قیمتی کھلونے کی طرح سب کی نظروں سے چھپا کر اور سینت سنت کر سنبھال کر رکھنا چاہتا تھا۔

❁......❁......❁

حنین صبح اجیہ کے اسکول جانے تک جان بوجھ کر لیٹی رہی تھی' وہ اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھی اور نہ ہی وہ اس سے اب کسی بھی قسم کی کوئی بھی بات کرنا چاہتی تھی یہی وجہ تھی کہ جاگتے ہوئے بھی دیوار کی طرف کروٹ لیے لیٹی رہیں...... خود کو سویا ہوا ثابت کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ سکندر صاحب نے تو اسے سویا رہنے دیا تھا اور جگانے سے گریز برتا البتہ اجیہ اسکول جانے سے پہلے کئی مرتبہ اس کے کمرے میں جھانک چکی تھی کہ شاید وہ کسی وقت سے جاگتی ملے لیکن ایسا نہ ہوا بلکہ ایک مرتبہ اچانک سکندر صاحب سے بھی غیر متوقع طور پر سامنا تو ہوا لیکن نہ انداز بدلے تھے نہ اطوار...... اس کے سامنے آنے پر وہی سرد مہری اور وہی نظر اندازی' یعنی کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا۔

میری نماز جنازہ پڑھائی غیروں نے
مرے تھے جن کے لیے وہ رہے وضو کرتے

جن کی خاطر اجیہ نے اتنی بڑی قربانی دی...... جیتے جی اپنا آپ کو مار دیا...... انہوں نے اپنے رویے سے کہیں یہ احساس دلانے کی کوشش نہیں کی تھی وہ اس کی قربانی کو سراہتے ہیں۔ حنین جانتی تھی کہ اجیہ اس کی وجہ سے بار بار کمرے کے دروازے تک آکر پلٹ رہی ہے لیکن اس سب کے باوجود رنج اس قدر تھا کہ اس نے اجیہ سے بات کرنا گوارا نہیں کیا...... اور اب اس وقت اٹھی تھی جب امی سارے گھر کی صفائی ستھرائی کرنے کے بعد کچن میں دوپہر کا کھانا پکانے کی تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں۔

سکندر صاحب کے کمرے سے ملحقہ باتھ روم میں ابھی وہ ہاتھ منہ دھو کر نکلی ہی تھی کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ لپک کر موبائل کی طرف بڑھی تو ضرور لیکن انجان نمبر دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ بھلا اسے کون فون کرسکتا تھا؟ اور پھر یہ انجان نمبر جو اس کے پاس کسی بھی جاننے والے کے نام کے ساتھ محفوظ نہیں تھا۔ فون اب تک بج رہا تھا جسے اس نے امی کے آنے کے خیال سے سائلنٹ پر تو کیا لیکن پھر کچھ سوچ کر کال ریسیو کی۔

"مجھے حنین سے بات کرنی ہے۔" صرف نمبر ہی نہیں بلکہ حنین کے لیے دوسری طرف سے آنے والی آواز بھی مکمل طور پر اجنبی تھی۔

"حنین سے بات کرنی ہے لیکن آپ کون ہیں...... اور کس معاملے میں بات کرنا چاہتے ہیں؟" وہ مکمل طور پر حیران تھی آواز کو پہچاننے کی بھی کوشش کر دیکھی لیکن کچھ سمجھ میں تو تب آتا اگر پہلے کبھی یہ آواز کہیں سنی ہوتی۔

"یہ تو میں صرف انہی کو بتا سکتا ہوں...... پلیز میری ان سے بات کروا دیجیے۔" اس کی آواز میں لجاجت تھی' جس نے حنین کو مجبور کیا وہ اس کے بات سنے لہٰذا مکمل دھیان کے ساتھ سنتے ہوئے بولی۔

"جی کہیے...... میں حنین ہی بات کررہی ہوں۔"

"اوہ تھینک یو سو مچ...... میں اربش ہوں، اجیہ کا کلاس فیلو......" اجیہ کا نام سنتے ہی حنین چونکی کیونکہ آج سے پہلے تک اجیہ نے تو کبھی ایسا کوئی نام اس کے یا امی کے سامنے نہیں لیا تھا۔

"میں کل گھر پر اجیہ کو کچھ کتابیں بھی دینے آیا تھا۔" حنین ایک دم اس کی بات پر چونکی۔

"آج مجھے فون کرنے کا آپ کا مقصد؟" وہ ایک دم روکھی اس لیے ہوگئی تھی کہ اس کا تعلق اجیہ سے تھا اور وہ اب تک اس کے فون کرنے کا مقصد نہیں سمجھ سکی تھی۔

"میں آپ سے ایک نہایت اہم بات کرنا چاہتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ یہ بات میرے اور آپ کے درمیان ہی رہے...... کیا آپ مجھ پر بھروسہ کریں گی؟"

"ایسی کیا بات کرنے والے ہیں آپ؟" وہ متجسس ہوئی۔

"پہلے آپ وعدہ کریں کہ یہ بات ہم دونوں کے درمیان ہی رہے گی۔"

"آپ مجھ پر اعتماد کرسکتے ہیں...... بتائیے کیا بات ہے؟" اب وہ آرام سے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ امی شاید اسے جگانے کے لیے آئی تھیں لیکن اسے بیڈ پر بیٹھ کر فون کو کان سے لگائے دیکھا تو مطمئن ہوگئیں کہ آخر کار وہ جاگ گئی۔ اشارے سے اسے کچن میں آ کر ناشتا کرنے کو کہا جس پر حنین کی طرف سے بھی اشارے میں جواب آیا تو وہ دوبارہ کچن میں چلی گئیں۔

"میں اور اجیہ ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو پسند بھی کرتے ہیں لیکن اپنی پسند کو ایک عزت دار طریقے سے ایک خوب صورت رشتے میں بدلنا چاہتے ہیں...... کیا آپ میری مدد کرسکیں گی؟ تاکہ اگر میں اپنی والدہ کو رشتہ لینے کے لیے بھیجوں تو میرے حق میں کوئی وہاں ہو جو ہمارے رشتے کی راہ ہموار کرسکے......"

"کیا آپ......! واقعی اجیہ کے کلاس فیلو ہیں؟" حنین نے پوچھا۔

"جی ہاں، لیکن کلاس فیلو نہیں یونیورسٹی فیلو۔" اربش نے تصحیح کی۔

"کیا آپ واقعی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور شادی کرنا چاہتے ہیں؟"

"جی ہاں لیکن یہ آپ کچھ عجیب سی باتیں نہیں کررہیں؟" اربش اسے یہ سب باتیں پہلے ہی بتاچکا تھا لیکن اس کے دوبارہ پوچھنے پر حیران ہوا۔

"آخری مرتبہ آپ کی اجیہ سے کب بات ہوئی تھی؟"

"حنین...... یہ آپ کس طرح کی بات کررہی ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ آپ کیوں پوچھ رہی ہیں یہ سب؟"

"اس لیے اربش کہ شاید آپ نہیں جانتے کہ اس کی اپنے کزن کے ساتھ کل ہی منگنی ہوئی ہے۔"

"جانتا ہوں، سب جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ منگنی کن حالات میں طے پائی۔"

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس مرتبہ وہ چونکی۔

"مطلب یہ کہ اجیہ نے یہ رشتہ صرف اپنے بابا کے کہنے پر اور ان کی طرف سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑنے اور اپنی عزت بچانے کا واسطہ دے کر قبول کرنے کی فریاد پر ہی قبول کیا تھا لیکن آپ خود سوچیں اگر اسے وہ پسند ہی نہیں ہے تو پھر اسے کسی قسم کے دباؤ میں آ کر اتنی ساری زندگیوں کو ہم کیوں برباد کرنے دیں؟"

"ہاں...... کہہ تو آپ ٹھیک رہے ہیں اور اگر آپ سچ کہہ رہے ہیں تو اجیہ واقعی ایک انتہائی غلط فیصلہ کررہی ہے اور پھر حیرت تو اس بات پر بھی ہے کہ بابا جانی نے ایسا کیا اور آپ یقین کریں اربش...... میں خود اسی سوچ میں گم تھی کہ کہاں تو اجیہ غزنی سے بات تک کرنا پسند نہیں کرتی تھی اور اب یوں ایک دم منگنی؟"

"آپ تو اس کی بہن ہیں ناں...... ہر وقت اس کے قریب رہتی ہیں پلیز اسے سمجھائیں کہ صرف اور صرف اپنے والد

صاحب کی فرماں برداری کرتے ہوئے ان کی عزت کی خاطر اپنی اور اپنے ساتھ جڑی باقی تمام زندگیوں کو اجیرن نہ کرے اور جیسے ہی وہ آپ کی باتوں کو سمجھنے لگی میں فوراً امی کے ساتھ آپ کے گھر آجاؤں گا۔" اربش نے بات مکمل کرتے ہوئے گہری سانس لی کیونکہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ حنین اس کی باتوں پر یقین کر رہی ہے اور یہی تو وہ چاہتا تھا کہ اجیہ جو حنین کی بے رخی سے پریشان ہے کم از کم اس کی یہ پریشانی دور کر سکے اور یقیناً وہ اس کوشش میں کامیاب بھی رہا تھا۔

"ہم آپ بالکل فکر نہ کریں اربش...... مجھ سے جہاں تک ہو سکا آپ کے ساتھ تعاون کروں گی اور ابھی تو اجیہ اپنی جاب پر ہے جیسے ہی آتی ہے میں اس سے بات کرتی ہوں۔"

"لیکن میرا نام اجیہ کے سامنے بھی ظاہر نہ ہو پہلے اپنی امی سے بات کریں کہ یہ رشتہ کیسے طے پایا اور پھر اجیہ کو امی کا حوالہ دے کر سمجھائیں' میرا ذکر نہ آئے تو بہتر ہے۔" فون بند کرتے ہی وہ حیرت سے کچن میں آئی اور دانستہ امی کے سامنے اجیہ پر غصہ کرنے لگی تو انہوں نے اسے بڑی محبت سے اپنے پاس بٹھا کر وہ سارا معاملہ بیان کیا جو رات کو انہیں اجیہ کی زبانی معلوم ہوا تھا اور یہ سب کچھ حرف بہ حرف وہی کچھ تھا جو اربش نے اسے بتایا تھا اور تب اسے اجیہ پر بے حد پیار آیا جو دوسروں کی خوشیوں کی خاطر اپنی پوری زندگی کی تمام خوشیاں داؤ پر لگانے جا رہی تھی۔ امی خوش تھیں کہ کم از کم حنین کے دل میں موجود غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کے بادل چھٹ گئے تھے لیکن حنین کے دل میں خوشی اور غم کی یکساں کیفیت تھی۔

خوشی اس لیے کہ اسے اس کی محبت سے گندھی ہوئی بہن اور دوست واپس مل گئی تھی جسے اب اسے منا کر معافی مانگنا تھی لیکن غم اس بات کا تھا کہ وہ جو غزنی کی محبت میں پاگل تھی تو اسے اب اپنی محبت بے کار لگنے لگی تھی کیونکہ وہ محبت بھلا کیا محبت جو بغیر کہے محبوب کو اپنے ہونے کا احساس نہ دلائے جو اپنی شدت سے یوں حاوی ہو جائے کہ اظہار محبت کے بغیر بھی یہ اطلاع سامنے والے تک پہنچ جائے کہ وہ چاہے جانے کی مسند پر بٹھایا جا چکا ہے اور واقعی خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جنہیں یہ مسند عطا کی گئی ہو۔ اس کے لیے یہ بات ناقابل فہم تھی کہ غزنی اب تک اس کی محبت کی تپش سے کیسے محفوظ رہا اور اجیہ جو ہمیشہ اس سے بے اعتنائی برتتی رہی وہ اس کی طرف کیسے متوجہ ہو گیا...... یہ واحد امر ہی اس کی ذات کی توڑ پھوڑ کے لیے کافی تھا۔

ایسا ٹوٹا ہے تمناؤں کا پندار کہ بس
دل نے جھیلے ہیں محبت میں وہ آزار کہ بس
ایک لمحے میں زمانے میرے ہاتھوں سے گئے
اس قدر تیز ہوئی وقت کی رفتار کہ بس

❁......❁......❁
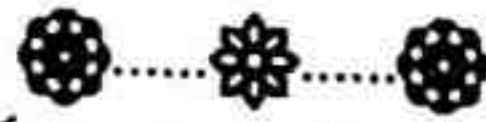
اجیہ اسکول کی چھٹی کے بعد بچوں کی قطار سے گیٹ تک لے جانے کی ڈیوٹی دے کر اب اسٹاف روم میں آئی ہی تھی جب اربش نے فون پر اسے مشن مکمل ہونے کی رپورٹ دی۔

"جہاں تک میرا کام اور وعدہ تھا وہ میں نے نبھا دیا۔ اب آگے معاملے کی درستگی تمہارا ذمہ ہے' تم حنین کے ساتھ مل کر اب آسانی کے ساتھ معاملہ سنبھال سکتی ہو لیکن ہاں...... میری ضرورت ہو تو ایک میسج یا فون کال پر میں تمہارے لیے حاضر ہو جاؤں گا۔" بوا گروسری کی شاپنگ کر رہی تھیں جب اس نے ایک طرف ہو کر فون ملایا تھا۔

اور حنین کا دل صاف ہو جانے کی خوش خبری ایسی تھی کہ اس کا دل چاہا فوراً سے پہلے گھر پہنچ جائے۔ اربش کی اس کے دل میں اہمیت بھی پہلے سے کہیں بڑھ گئی تھی۔

"میں واقعی تمہاری احسان مند ہوں اربش کہ تم میرے لیے اتنا کچھ کر رہے ہو اور سچ پوچھو تو میرے پاس واقعی الفاظ

نہیں ہیں یہ سب بتانے کے لیے کہ میں اس وقت کیا محسوس کررہی ہوں۔"

"میں تمہارے لیے تو کچھ بھی نہیں کررہا اس لیے تمہیں خوامخواہ زبردستی کا احسان مند ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"بھئی مطلب یہ کہ اگر میں سب کررہا ہوں تو شاید اپنی ہی ذات کے لیے خودغرضی کے طور پر کیونکہ میں نہیں چاہوں گا کہ تم کسی اور کی ہوجاؤ...... اس لیے کہ میں نے بھی تمہیں خود سے الگ دیکھا ہی نہیں...... کبھی اپنے بارے میں تم سے الگ رہ کر سوچا ہی نہیں اور میرا بس چلے تو آج ہی می کو بھی تم سے ملوادوں اور کہوں کہ میں کسی منگنی وگنی کو نہیں مانتا...... اجیہ صرف اور صرف میری ہے آج بھی، کل بھی اور ہمیشہ......"

"ہمم......" اجیہ نے گہرا سانس لیا، اس کے ذہن میں کل سے لے کر اب تک کی غزنی کی کی گئی باتیں اور اس کا رویہ گھوم رہا تھا اور اسے ایک عجیب گھٹن کا احساس ہونے لگا تھا جبکہ اربش کا انداز کتنا اپنائیت بھرا اور دوستانہ تھا۔

"اچھا میں آج بھی شام میں یونیورسٹی نہیں آسکوں گی انتظار مت کرنا۔" اجیہ نے باقی ٹیچرز کو اکٹھے ہوتے دیکھا تو بات مختصر کرکے اللہ حافظ کہہ دیا اور قرآن خوانی میں شرکت کے لیے جاتے ہوئے امی کو بھی فون کرکے اطلاع دی تھی کہ آج وہ دیر سے آئے گی۔

❁ ❁ ❁

قرآن خوانی کے انتظامات کی وجہ سے می خلاف توقع اسکول سے کچھ جلدی آ گئی تھیں۔ بوا اور اربش تو گھر پر نہیں تھے لیکن اس وقت ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ گاڑی اپنے گیٹ کے سامنے لائی ہی تھیں کہ گیٹ کے پاس شرمین کو کھڑا دیکھا، وہ بھی انہیں دیکھ کر فوراً ان کی طرف لپکی۔

"ارے شرمین تم...... اس وقت......؟" انہوں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے مسکرا کر اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا، خود کار چابی کی ذریعے گیٹ کھولا اور گاڑی اندر لے آئیں۔

"جی نہیں بالکل بھی غلط فہمی نہیں ہوئی بلکہ میں تو جان بوجھ کر جلدی صرف اور صرف اس لیے آئی ہوں کہ انتظامات میں مدد کرواسکوں۔"

"اُف شرمین...... کیوں ہو اتنی کیئرنگ؟" می کے دل میں شرمین کے حق میں مزید حمایت ابھری۔

"یو آر سو لونگ ڈیئل......" می نے لاؤنج کے دروازے کا لاک کھول کر اس کے گرد اپنا دایاں بازو حمائل کردیا۔

"اس لیے کہ آپ خود اتنی کیئرنگ اور لونگ ہیں کہ میرے جیسا محبتوں کا متلاشی بندہ تو بس مقناطیس کی طرح کھنچا ہی چلا آئے۔" اس نے جواب دے کر اپنا بیگ سامنے ٹیبل پر رکھا اور کچن دکھانے کی درخواست کی، جس کے جواب میں می نے اسے پورا گھر ہی دکھا ڈالا۔

گھر کیا تھا شرمین کے خوابوں کی ایک دنیا تھی جو اس کے سامنے تھی۔ قیمتی فرنیچر، دبیز پردے، نفیس ڈیکوریشن پیسز مل کر پورے گھر کے ایک ایک کونے کو کسی محل کا تاثر دینے میں مکمل طور پر کامیاب رہے تھے۔ شرمین کا دل چاہا کہ بس کسی طرح یہ گھر اس کی ملکیت بن جائے۔ ان ڈور پلانٹ، مچھلی گھر، ایک کارنر پر پھدکتے آسٹریلین رنگین طوطے اوپر کمرے میں موجود بھینی بھینی مسحور کن خوشبو والے روم فریشنرز نے ماحول کو مسحور کن بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا تھا۔

خواتین کے بیٹھنے کا انتظام لاؤنج میں کیا گیا تھا جہاں صوفے تو یوں بھی دیواروں کے تقریباً ساتھ دکھائی دے رہے تھے اور درمیان میں کارپٹ پر بوا سفید چاندنیاں بچھا کر ٹیبل پر سپارے، تسبیحاں، سونف الائچی، پانی کی بوتلیں، جوس اور ساتھ ڈسپوزیبل گلاس رکھ کر یہاں کا انتظام مکمل کرچکی تھیں تاکہ باقی خواتین اگر کچھ تاخیر سے آئیں تو آئیں البتہ اسکول

سے آنے والی ٹیچرز ضرور باوضو ہو کر یہاں بیٹھ سکتی تھیں۔

"میرا خیال ہے آپ مجھے کچن میں بتایئے کہ کیا پکانا ہے تاکہ میں بوا کے گھر آنے تک کچھ کام شروع کردوں بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ مجھے صرف مینو بتادیجیے' باقی سارا ذمہ میرا اور ضمانت میری طرف سے۔ آپ بے شک آنے والی مہمان خواتین کے ساتھ بیٹھیے' میں کچن کا سارا کام خود کرلوں گی اور وہ بھی اکیلے۔" بوا جانے سے پہلے گوشت نکال کر باہر رکھ گئی تھیں لہٰذا جیسے ہی مینو کا پتا چلا اس کے ہاتھ انتہائی برق رفتاری سے چلنے لگے تھے۔

چکن جو کہ پہلے ہی دھلی ہوئی تھی بریانی کے لیے چاول ابلنے کے لیے رکھے اور مٹن کو بھی پریشر ککر میں گلنے کے لیے رکھ دیا۔ وہ ممی کے سامنے خود کو سگھڑ ثابت کرنا چاہتی تھی اس لیے کام میں برق رفتاری بھی نظر آرہی تھی۔ بوا نے ایک خوشگوار حیرت کے طور پر اسے گلے لگالیا' چولہے پر موجود دیگچیوں کے ڈھکن اٹھا کر دیکھا اور انتہائی خوشی اور پیار سے انار کاٹ کر اس میں سے دانے نکالتے ہوئے فروٹ چاٹ بنانے لگیں اور ساتھ ہی اسے یہ بھی بتایا کہ وہ ممی سے بات کرچکی ہیں اور اگر وہ بھی اربش کی طرح انہیں ممی کہہ کر بلائے گی تو انہیں اس بات پر اعتراض نہیں بلکہ بہت خوشی ہوگی۔

لاؤنج میں اسکول کی تمام ٹیچرز تو پہلے ہی بس میں بیٹھ کر ایک ساتھ اسکول سے ہی ڈائریکٹ یہاں آگئی تھیں اور واپسی کے لیے بھی اس لیے بے فکر تھیں کہ جس اسکول بس میں وہ سب آئی تھیں اسی بس میں ان سب کو ان کے گھر پر بھی چھوڑ جانا تھا۔ ممی بھی دیگر مہمان خواتین اور شرمین کی بھابی کے ساتھ وہیں موجود تھیں۔ خواتین کی کل تعداد تیس سے زیادہ تھی اس لیے کچھ خواتین بغیر سپارے کے بیٹھی تھیں۔

"اجیہ..... آپ ایسا کریں بوا سے کچن میں جاکر کہیں کہ یہاں کچھ یٰسین شریف بھجوادیں تاکہ جنہیں سپارہ نہیں مل سکا وہ یٰسین شریف پڑھ لیں۔"

"یس میم۔" اجیہ بھی بغیر سپارے کے بیٹھے تسبیح پڑھ رہی تھی لیکن ممی کے کہنے پر اٹھ کر ان کی بتائی ہوئی سمت میں کچن کی طرف جاتے جاتے ایک دم ٹھٹکی۔ لاؤنج سے نکلتے ہی بالکل سامنے اربش اور ممی کی انتہائی خوب صورت قدآدم تصویر موجود تھی۔ اربش کو فوٹو میں مسکراتا دیکھ کر اجیہ کو لگا جیسے ایک دم اس کے دل کی کوئی دھڑکن مس ہوگئی ہو۔

"یعنی کیا وہ اس وقت اربش کے گھر میں کھڑی ہے؟ اس کے اسکول میں جاب کرتی ہے؟ اتنے بڑے محل نما گھر کا مالک اربش صرف اور صرف اس کے ساتھ کا خواہاں ہے؟" اسے اپنی قسمت پر یقین نہیں آرہا تھا' ایسا لگا جیسے یہ سب ایک خواب کا حصہ ہے اور کچھ نہیں لیکن دوسرے ہی لمحے اس نے دیوار پر لگے آئینوں سے شرمین کو دیکھا جو کچن سے نکل کر لاؤنج میں آئی تھی' اجیہ ایک دم پلٹی۔

اربش کی ممی کے لیے شرمین کے منہ سے بھی ممی سننا' اجیہ کو مزید حیران کرگیا تھا اور اس سے پہلے کہ اس کا ذہن کچھ سوچتا۔ ممی سے بات کرکے واپس آتی شرمین نے اسے اپنے سامنے کھڑے دیکھا تو حیرت سے اپنی جگہ ساکن ہوگئی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

زندگی گنگنانے لگی

حمیرا نوشین

چاہت کے کچھ دیپ جلائے خواب کسی کے دیکھوں
ہاتھوں کو تکیہ سا بنائے خواب کسی کے دیکھوں
تارے چمکیں امبر پر جب چاند، ہنسے ان پر
پھولوں کا جب موسم آئے خواب کسی کے دیکھوں

"مبارک ہو اللہ نے آپ کو بہت ہی خوب صورت بیٹا عطا کیا ہے۔" جیسے ہی مجھے ہوش آیا نرس نے میرے قریب آ کر مجھے خوش خبری سنائی۔

"بیٹا......" میں نے زیر لب دہرایا۔

"تو کیا میرے رب نے اس بار بھی میری نہیں سنی۔" میری آنکھوں میں آنسو جھلملائے۔

راحیل دوائیں لے کر کمرے میں داخل ہوئے تو مجھے ہوش میں دیکھ کر لپک کر میرے پاس چلے آئے۔

"راحیل کیا واقعی اس بار بھی میں اللہ کی رحمت سے محروم رہی ہوں۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو حفصہ۔ اللہ نے تمہیں نعمت عطا کی ہے اسے خوشی سے قبول کرو۔" وہ میرے پاس ہی بیڈ کے کنارے پر ٹک گئے۔

"مگر یہ نعمتیں تو وہ پہلے ہی تین بار عطا کر چکا ہے پھر وہ اس بار تو میرے دامن میں ایک بیٹی ڈال دیتا کب سے میں اس خوشی کو ترس رہی ہوں۔ میرے ہاتھ بیٹی کے لمس سے ناآشنا ہیں۔ میرا دل بچی کی محبت سے لبریز کب سے تڑپ رہا ہے۔" میرے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے اور پانی کناروں سے چھلکنے لگا راحیل میرے ہاتھ سہلاتے ہوئے مجھے تسلی دینے لگے۔ قریب کھڑی نرس آنکھوں میں حیرانی لیے مجھے دیکھ رہی تھی کہ یہ کیسی بے وقوف عورت ہے جو بیٹے کی پیدائش پر افسردہ ہے اور بیٹی کی خواہش میں تڑپ رہی ہے۔ راحیل اٹھ کر بے بی کاٹ میں سے بچے کو اٹھا کر میرے پاس چلے آئے۔

"دیکھو کتنا پیارا بیٹا ہے ہمارا دیکھ کر ایک دم ہی پیار آتا ہے۔" انہوں نے بچے کو میرے سامنے کیا مگر میں نے آنکھیں موند لیں۔

"مجھ پتا ہے یہ بھی ابوبکر، عمر اور عثمان جیسا چہرہ لے کر پیدا ہوا ہوگا لیکن میرے دل میں تو بیٹی کی حسرت تھی۔" میں اب بھی اپنے رب سے شکوہ کناں تھی اور راحیل تاسف سے مجھے دیکھتے رہے۔

اگلے دن ڈاکٹر نے چھٹی دی تو گھر میں عجیب ہی سماں تھا مبارک باد دینے کے لیے رشتہ داروں کا تانتا بندھا ہوا تھا مٹھائی کے ٹوکرے ختم ہو رہے تھے۔ دادی بچے پر پڑھ پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔ مبادا نظر لگ جائے۔ عورتیں میری خوش نصیبی پر رشک کر رہی تھیں اور بہت خوش دلی سے مبارک باد دیتیں کہ میں چوتھی بار بھی بیٹے کی ماں بنی ہوں میں پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیتی ان کو

کیا خبر تھی کہ اس وقت میرے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ میرے ذہن میں کون سی جنگ جاری تھی۔ بچے اپنے بھائی کو پاکر بے حد مسرور تھے کوئی اس کے ہاتھ پکڑ کر دیکھ رہا ہے تو کوئی گالوں کو چھو رہا ہے۔

''مما دیکھیں اس کے کان بالکل میرے جیسے ہیں۔'' عمر اس کے کانوں کو بغور دیکھ رہا تھا۔

''آنکھیں تو بالکل میری جیسی ہیں۔ بڑی بڑی روشن کالی آنکھیں۔'' عثمان نے اس کی آنکھوں کے ساتھ اپنی تعریف بھی کرڈالی۔

''اور اس کا دماغ تو ابوبکر پر گیا ہے ایک دم خالی۔ ٹمن کا ڈبہ ٹن ٹن شاٹن۔'' عمر نے ابوبکر کو چھیڑا ان دونوں کی بالکل بھی نہیں بنتی تھی یہ سنتے ہی ابوبکر کا موڈ آف ہوگیا اس سے پہلے کہ وہ بھی جوابی کارروائی کرتا میں نے علی کو ان کی گود سے لے لیا۔

''چلو اٹھو اب یہاں سے صبح اسکول بھی جانا ہے دیر سے سوؤ گے تو لیٹ ہوجاؤ گے۔'' میں نے انہیں کمرے سے ان کے بیڈ روم کی طرف منتقل کیا اور خود بھی بیڈ پر نیم دراز ہوکر علی کو دیکھنے لگی۔

واقعی اس نے تمام نقش اپنے بھائیوں کے ہی چرائے تھے۔ گورا چٹا دودھ جیسی رنگت والا دیکھتے ہی دل اسے گود میں لینے کو مچلتا۔ میں ذہن میں بے شمار سوچیں لیے اسے دیکھتی چلی گئی۔

❀ ❀ ❀ ❀

علی اپنے باقی بھائیوں کی نسبت بہت ہی صابر بچہ تھا سارا دن کھیلتا رہتا رات کو آرام سے سو جاتا۔ دو تین بار اٹھتا تو میں فیڈ کروا دیتی۔ مجھے اس پر ڈھیروں پیار آتا اور میں اسے چوم لیتی۔ آج صبح ہی بڑی خالہ کا فون آیا تھا وہ اسلام آباد سے مجھ سے ملنے آرہی تھیں۔ ان کے آنے کی خبر نے مجھے مسرور کردیا تھا۔ میں ان سے اپنے دل کی بات شیئر کرلیا کرتی تھی اور وہ میری بات کو پوری توجہ اور دلجمعی سے سنتیں اور ہر مسئلے کو منٹوں میں سلجھا دیتیں۔ اور میرا ذہن مطمئن ہوجاتا خالہ آئیں تو میں کتنی دیر تک ان کے گلے لگی چپ چاپ آنسو بہاتی رہی۔ وہ بچوں کے لیے ڈھیروں تحائف لے کر آئی تھیں جنہیں لے کر بچے خوب چہک رہے تھے۔ خدا نے خالہ کو اولاد کی نعمت سے محروم رکھا تھا اور وہ اپنی قسمت پر صابر و شاکر بہن بھائیوں کے بچوں کو اپنی اولاد سمجھ کر محبتیں لٹاتیں۔ مجھ سے تو انہیں خاص انسیت تھی سب کاموں سے فارغ ہونے کے بعد رات کو میں علی کو سلا کر فرصت سے خالہ سے باتیں کرنے لگی۔ راحیل بچوں کے کمرے میں چلے گئے کہ خالہ بھانجی خوب دل کی باتیں کرلیں اور میں تنہائی پاتے ہی شروع ہوگئی۔

''خالہ سارے میری قسمت پر رشک کررہے ہیں مجھے نصیبوں والی کہہ رہے ہیں کہ میں نے چار چار بیٹوں کو جنم دیا۔ راحیل کی امی کا رویہ ہر بیٹے کی مرتبہ میرے ساتھ بہتر سے بہتر ہوتا جارہا ہے کیونکہ نے انہیں چار پوتے دیئے ہیں۔ خود راحیل بھی مجھے ہر بیٹے کی پیدائش پر سونے کی کوئی نہ کوئی چیز بنوا کردیتے ہیں مگر آپ تو میرے دل کی بات جانتی ہیں ناں کہ مجھے بیٹی کا کتنا شوق تھا۔ میں اسے پڑھاؤں لکھاؤں اچھی نیک تربیت کروں کہ جس گھر میں جائے وہ گھر امن کا گہوارہ اور آنے والی نسلوں کے لیے شمع بن جائے اور میں آخرت میں سرخرو ہوسکوں۔'' میں نے اپنا دکھ خالہ کے آگے بیان کیا تو وہ میری بات سن کر مسکرادیں۔

''میری بچی کی بڑی اچھی سوچ ہے۔ اللہ تمہیں اس پر قائم رکھے۔ تم اپنے بچوں سے حسن سلوک سے جنت کماؤ۔''

''پر میری قسمت میں یہ نیکی کہاں اب تو ان چاروں کی ہی پرورش و تربیت اچھے طریقے سے ہوجائے تو بہت ہے۔'' میں خالہ کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی بیچ میں بول پڑی۔

''ارے نادان...... چار چار بیٹوں کی ماں بننے کا موقع دیا ہے میرے رب نے تمہیں۔ چار بیٹوں کی تربیت احسن طریقے سے کروگی تو کل کو بہوئیں بیٹیوں کی صورت میں ملیں گی۔ اگر تم ان کے ساتھ نرمی، پیار اور محبت کا رشتہ رکھوں گی ماں بن کر ان کو محبت دوگی تو بدلے میں بیٹی کی بے لوث محبتیں پاؤں گی اگر ان میں کوئی کجی یا خامی ہوئی تو اپنے پیار سے اس کو خوبی میں بدل سکتی ہو۔ اپنی بیٹی کو تو ہر کوئی پیار دیتا ہے اس پر جان چھڑکتا ہے زمانے کے سرد گرم سے بچاتا ہے مزا تو تب ہے جب کسی دوسرے کی بیٹی کو لا کر اسے اپنے اخلاق اور پیار سے اپنا بنالیں محبت تو وہ ہتھیار

ہے کہ غیر بھی اس زنجیر میں بندھتا چلا جاتا ہے چاروں بہوؤں کو بیٹیاں سمجھ کر رکھو گی تو وہ بھی خوشی سے تمہاری خدمت کریں گی اور ان کے ماں باپ کے دل بھی پُرسکون رہیں گے کہ ایک چاہنے والے ماں باپ کے گھر سے نکل کر دوسرے محبتوں سے گندھے والدین کے گھر ہماری بیٹیاں گئی ہیں تو کتنی دعائیں سمیٹو گی تم۔ اللہ بھی راضی رہے گا اور تم سے جڑے رشتے بھی میری بچی کی تو دنیا وآخرت دونوں ہی سنور جائیں گی۔'' خالہ نے مجھے اتنی وضاحت سے سمجھایا کہ میں جو ایک بیٹی کے لیے رو رہی تھی چار چار بیٹیوں کی نوید پا کر خوشی سے کھل ہی تو اٹھی ہاں بس تھوڑا سا صبر کرنا تھا مجھے۔

''خالہ آپ نے تو میرے دل ودماغ کی گرہیں ہی کھول دیں۔ منٹوں میں میرے آنگن میں چار بیٹیوں کی بہار دکھا دی۔'' میں خوشی سے سرشار ان کے گلے لگ گئی تو وہ میری بے اختیاری پر مسکرا دیں۔

❁ .... ❁ .... ❁ .... ❁

''امی دیکھیں مجھے کتنے دن ہوگئے ہیں۔ عمر باہر گھمانے نہیں لے گئے روز کہتی ہوں مگر میری ایک نہیں سنتے۔'' زینب نے شکوہ کیا۔

''عمر یہ میں کیا سن رہی ہوں بچی کا گھومنے کو دل چاہ رہا ہے۔ سارے کام چھوڑ کر اسے آؤٹنگ پر لے جاؤ۔'' عائشہ کے بالوں میں تیل لگاتی حفصہ نے فوراً حکم صادر کیا اور عمر بیچارا منہ لٹکا کر رہ گیا کہ ماں کے حکم کے سامنے کوئی عذر پیش نہیں ہوسکتا تھا۔

''پتا نہیں کیا گھول کے پلاتی ہے میری ماں کو جو بہو کی سیر کو تھکے ہوئے بیٹے کے آرام پر ترجیح دیتی ہیں۔'' عمر نے زور سے زینب کی چوٹی کو کھینچا اور وہ ''سی'' کر کے رہ گئی۔

''عمر......'' حفصہ نے اسے غصے سے گھورا تو وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

''اگر آپ کو ناگوار خاطر نہ ہو تو آپ کی بہو کی تیار کردہ ایک کپ چائے نوش کر کے جاسکتا ہوں۔'' عمر نے اتنی مسکینیت سے کہا کہ حفصہ کی ہنسی چھوٹ گئی اور زینب بھی مسکراتے ہوئے چائے تیار کرنے چل دی۔

''امی بس کریں تھک جائیں گی آپ۔'' عائشہ نے حفصہ کے مالش کرتے ہاتھ روک لیے۔

"کبھی ماں بھی اپنے بچوں کی خدمت سے تھکی ہے۔" محبت سے انہوں نے عائشہ کو اپنے ساتھ لگایا اور وہ اتنی محبت پر جھوم گئی۔

"مہارانی اٹھ کے رات کے کھانے کی تیاری کرو۔ کب سے امی سے خدمتیں کروانے میں لگی ہوئی ہو۔ لائیں امی میں آپ کے ہاتھ دبادوں۔" اسماء محبت سے حفصہ کے ہاتھ دبانے لگی تو وہ اس کے اس خلوص پر مسکرا اٹھیں۔

"تم سے تو امی کی مجھ سے چاہت برداشت ہی نہیں ہوتی۔" عائشہ مصنوعی خفگی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ارے بھئی سب کان کھول کر سن لو عائشہ کی محبت برداشت ہو یا نہ ہو مگر میں ایک بات بتائے دیتی ہوں فاطمہ میری سب سے چھوٹی بیٹی ہے۔ اس لیے اسے پیار بھی سب سے زیادہ ملے گا۔ خبردار جو کسی نے اعتراض کیا۔" انہوں نے فاطمہ کے اس گھر میں آنے سے پہلے ہی سب کو خبردار کردیا تھا۔

"ہم جانتے ہیں امی جان کہ وہ آپ کی نہ صرف لاڈلی بیٹی ہوگی بلکہ ہماری سب سے چھوٹی بہن ہونے کے ناتے ہمارا بھی خوب پیار بٹورے گی۔" لاؤنج میں چائے لے کر داخل ہوتی زینب نے محبت سے مخمور لہجے میں کہا تو عائشہ اسماء نے بھی تائید میں گردن ہلائی۔

"ارے بھئی کیا راز و نیاز ہورہے ہیں ماں بیٹیوں میں۔ کبھی ہمیں بھی شریک محفل کیا کرو۔" راحیل بھی سب کو اکٹھا دیکھ کر وہیں چلے آئے۔

"آپ کو اپنی ہمجولیوں (کتابوں) سے فرصت ملے تو کبھی ہماری بزم میں شرکت کریں۔" حفصہ نروٹھے پن سے بولیں تو انہیں نے قہقہہ لگایا۔

"بس تم عورتوں کا یہی مسئلہ ہے شوہر بیگم کے علاوہ ذرا کسی کو وقت دے دے شکوہ لبوں پر نچ جاتا ہے۔"

"تو نہ موقع دیا کریں۔" وہ اب بھی ان سے خفا لگ رہی تھی۔

"ارے حفصہ بیگم تم کیا جانو میری یہ ہمجولیاں کس کس جہان کی سیر کراتی ہیں زندگی کے کیسے کیسے اسرار و رموز منکشف کرتی ہیں۔" سدا کے کتابوں کے رسیا راحیل کے لہجے میں کتابوں سے محبت کی چاشنی ٹپک رہی تھی۔

"مجھے جان کر کچھ لینا بھی نہیں ہے۔ میرے پاس میری جیتی جاگتی ہم جولیاں موجود ہیں جو میری دکھ سکھ کی ساتھی اور میری خوشیوں کا محور ہیں۔" حفصہ نے محبت پاش نظروں سے عائشہ اسماء اور زینب کی طرف دیکھا۔

"ہاں بھئی یہ تو حقیقت ہے ان جیتی جاگتی کھلکھلاتی گڑیوں سے تو ہمارے گھر کی رونق ہے۔" انہوں نے شفقت سے ان تینوں کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ بھی مسکرا دیں۔

"بھئی گڑیو تمہیں پتا ہے تمہاری ماں تمہارے لیے کتنا رویا کرتی تھی۔ بڑی مشکل سے اس کو بہلاتا تھا کہ صبر کرو صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ آج تمہاری چہکار سے تمہاری امی کے چہرے پر ایسی بشاشت رہتی ہے کہ ہزاروں روپے کے فیشل سے بھی یہ چمک نہ آتی جو تمہاری دید سے ان کے چہرے پر چاندنی بکھرتی ہے۔" راحیل نے گزرے لمحوں کی بات کی تو حفصہ نے بھی سر ہلا کر ان کی بات کی تصدیق کی۔

"مجھے میٹھے سے یاد آیا آج میٹھے میں کچھ پکایا ہے کہ نہیں۔ بھئی مجھے تو وہی بیٹی زیادہ میٹھی لگے گی جو صبح، دوپہر، رات سوئٹ ڈش ٹیبل پر سجائے گی۔" میٹھے کے شوقین راحیل نے ہنستے ہوئے کہا تو سب ان کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنس دیئے سب کے مسکراتے چہرے دیکھ کر حفصہ اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لیے اٹھیں کہ جس گھر میں بیٹیوں کی شکل میں بہوؤں نے گھر کو صحیح معنوں میں جنت بنا رکھا تھا۔ جہاں ماں کی صورت میں ساس کا پیار اور نرمی تھی اور بیٹیوں کی صورت میں بہوؤں کی بے لوث خدمتیں، چاہتیں اور احترام۔ وہ اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتیں کم تھا کہ اس گھر میں داخل ہونے والا کوئی فرد یہ اندازہ ہی نہیں کرسکتا تھا کہ ان کے درمیان ماں بیٹی کے علاوہ کوئی اور رشتہ بھی ہوسکتا ہے۔

☺

تعلیم یافتہ

شازیہ ستار

تہمتیں مجھ پہ آتی رہی ہیں کئی ایک سے ایک نئی
خوب صورت مگر جو ایک الزام تھا وہ تیرا نام تھا
دوست جتنے تھے آشنا ہوگئے پارسا ہوگئے
ساتھ میرے رسوا جو سرعام تھا وہ تیرا نام تھا

جب سے میں برسر روزگار ہوا تھا۔ اماں ابا دونوں کے سر پہ میری شادی کا جنون سوار تھا۔ اٹھتے بیٹھتے دونوں بانگ دہل اس خواہش کا اظہار کرتے رہتے اس مشترکہ خواہش کی تکمیل میں جو چیز باعث رکاوٹ تھی وہ ان کا ایک لڑکی پر متفق ہونا تھا۔

میں تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا اماں میری شادی اپنی بھانجی سے کرنا چاہتی تھیں اور ابا اپنی بھانجی سے۔ لیکن میں ایک ان دیکھی لڑکی کی چاہت میں مبتلا تھا جو پڑھی لکھی ہو ماڈرن ہو خوب صورت ہو۔ آخر میں بھی ایم بی اے کا فارغ التحصیل تھا ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اعلیٰ پوسٹ پر فائز تھا۔

اماں اور ابا دونوں کی بھانجیاں بمشکل میٹرک پاس تھیں اصل میں ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو زیادہ پڑھانے کا رواج نہیں تھا میری اپنی تینوں بہنیں بھی میٹرک پاس تھیں پڑھانے کا رواج ہوتا بھی تو پڑھاتے کیسے، گاؤں میں لڑکیوں کا اسکول صرف میٹرک تک تھا اور وہاں بھی صرف آرٹس کے مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ میری نوکری لگی تو میں زمینوں کو ٹھیکے پر دے کر اماں ابا کو شہر لے آیا پہلے تو وہ آنے پر رضامند نہ تھے لیکن پھر اماں کی بیماری نے انہیں آنے پر مجبور کردیا کیونکہ اماں صرف لیڈی ڈاکٹر کے پاس جانا چاہتی تھیں اور گاؤں کے دیہی مرکز میں کوئی لیڈی ڈاکٹر نہ تھی۔ چھوٹی بہن اسماء گاؤں میں رہتی تھیں جبکہ بڑی دونوں اپنے سسرال سمیت شہر شفٹ ہوگئی تھیں۔

کافی بحث ومباحثہ کے بعد میں اپنے والدین کو رضامند کرنے میں کامیاب ہوگیا کہ میری بیوی نہ اماں کی بھانجی ہوگی اور نہ ابا کی بلکہ خاندان سے باہر شادی کی جائے تاکہ نہ خالہ ناراض ہوں اور نہ پھوپو کو کوئی مسئلہ ہو یوں میری شادی خاندان سے باہر اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی سے کرنے کا فیصلہ ہوگیا خالہ اور پھوپو کو بھی یہی کہہ کر منع کیا گیا۔ اگرچہ اماں زیادہ پڑھی لکھی بہو کے حق میں نہ تھیں لیکن صرف اس لیے مان گئیں کہ اسی صورت خالہ اور پھوپو سے تعلقات خراب ہونے سے بچائے جاسکتے تھے۔

میرے ایک دوست کا کہنا تھا کہ کم پڑھی لکھی لڑکیاں بہت اچھی بیویاں ثابت ہوتی ہیں۔ زیادہ حیل وحجت نہیں کرتیں۔ جبکہ پڑھی لکھی بیوی بغیر دلیل کے قائل نہیں

ہوتی اور کبھی کبھار تو اس کی قابلیت احساس کمتری میں مبتلا کردیتی ہے میں نے اس کی بات کو یہ کہ کر چٹکیوں میں اڑایا کہ مجھے بیوی کی قابلیت ولیاقت کسی احساس کمتری میں نہیں مبتلا کرسکتی۔

لڑکی تلاش کرنے کی ذمہ داری محلے کی وچولن خالہ رحمت کو دی گئی وہ تو گویا اسی انتظار میں تھی فوراً اس فرض کی ادائیگی میں جت گئی۔ آخر کار نگاہ انتخاب مہرین پر جا ٹھہری وہ نہ صرف کیمسٹری میں ایم ایس سی تھی بلکہ بے انتہا خوب صورت بھی تھی میں تین بہنوں کا اکلوتا بھائی تھا تو وہ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن۔ اس کے دو بھائی ڈاکٹر تھے اور ایک انجینیر۔ والد بھی ڈاکٹر اور والدہ ایک کالج میں لیکچرر۔ غرض اعلیٰ تعلیم یافتہ گھرانہ تھا۔

میری تو مانو لاٹری نکل آئی تھوڑی چھان بین کے بعد رشتہ پکا ہوگیا اور دونوں جانب سے شادی کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ میں چونکہ اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا اس لیے میرے والدین اور بہنیں خوب دھوم دھام سے میری شادی کرنا چاہتے تھے لیکن جب انہوں نے اس بات کا ذکر مہرین کے گھر والوں سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ اتنا دھوم دھڑکا کرنے کے قائل نہیں بلکہ ان کی بیٹی چاہتی ہے کہ سادگی سے شادی ہو بارات مختصر لائیے گا ہاں ولیمہ آپ کے گھر کا فنکشن ہے جیسے چاہیں کریں۔ میری تینوں بہنوں کو یہ بات اچھی نہیں لگی آپا بولیں۔

''یہ فیصلہ تو لڑکے والوں کا ہوتا ہے کہ بارات کتنے افراد پر مشتمل ہوگی۔''

''ہماری شادیوں میں بھی تو لڑکے والوں نے بتایا تھا ہمارے بھائی کی شادی میں لڑکی والے بتارہے ہیں۔ کمال ہے لڑکے والے ہو کر بھی ہم دوسروں کی بات سنیں۔'' منجھلی آپا بھلا کہاں پیچھے رہنے والی تھیں۔

''میرا خیال ہے کہ شادی پر غیر ضروری رسموں اور بے جا اسراف سے گریز کرنا چاہیے اور لڑکی والوں کی سادگی سے شادی کرنے کی خواہش کوئی ایسا بے جا مطالبہ نہیں۔'' میں نے محتاط لہجے میں مہرین کا ساتھ دیا۔

''اف ابھی سے زن مرید ہوگیا تو۔'' اماں نے سر پیٹا۔

اماں کی اس بات نے جلتی پر تیل کا کام کیا، چھوٹی اسماء زیادہ ہی جذباتی ہوگئی ہاتھ فضا میں نچا کر بولی۔

''بارات تو ہم اپنی مرضی سے لے کر جائیں گے اور رسمیں بھی ساری کریں گے انہیں نہیں منظور تو اپنی لڑکی اپنے پاس رکھیں۔''

''فضول باتیں مت کرو شرفاء میں ایسا نہیں ہوتا۔'' ابا جی دھاڑے۔ وہ کم پڑھے لکھے ضرور تھے مگر دوسروں کی عزت کا انہیں خیال تھا آخر کو بیٹی والے تھے کسی اور کی بیٹی کے حوالے سے ایسی بات کیسے برداشت کرسکتے تھے۔ شریف معزز اور سمجھدار شخص تھے۔

''ابا جی ہمارا اکلوتا بھائی ہے ہمارے بھی کچھ ارمان ہیں پھر سارا خاندان ہی شادی میں شرکت کرنا چاہے گا۔'' اسماء بولی۔

''ہاں تو کس نے کہا ہے اپنے ارمان پورے نہ کرو آج سے ہی ڈھولک رکھ لو شادی تک سب یہیں رہو ولیمہ پر جس کو چاہو مدعو کرو۔'' ابا جی نے کہا۔

یہ سن کر تینوں نے برا سا منہ بنایا لیکن ابا جی کا موڈ اور میرا جھکاؤ دیکھ کر چپ ہوگئیں۔

شادی کی پہلی رات میں نے وہ تمام ڈائیلاگ بولنے کی کوشش کی جو پاکستانی ڈراموں میں دلہا بولا کرتے ہیں کہ میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں اس لیے تمہیں ان کا خاص خیال رکھنا ہوگا ان کی خدمت کرنا ہوگی وہ تم سے خوش ہوں گے تو میں بھی خوش رہوں گا۔ میرے والدین کو اپنے والدین سمجھنا وغیرہ وغیرہ...... سنا یہی تھا کہ ایسے مواقع پر دلہن سر جھکا کر اقرار میں سر ہلاتی ہے بعد میں چاہے جو مرضی کرے مگر ہوا یوں کہ اس نے نہایت اعتماد سے اپنا سر اٹھایا اور بولی۔

''میرا اچھی بہو بننے کا تمام تر انحصار آپ کے اچھا داماد بننے پر ہے۔ آپ اچھے داماد ثابت ہوں گے تو میں بھی اچھی بہو ثابت ہوں گی میرے والدین سے آپ محبت کریں گے ان کی عزت کریں گے تو میں دل کی خوشی سے آپ کے

والدین کو خوش رکھنے کی کوشش کروں گی ان کی عزت کرسکوں گی۔" تو ابا میں نے سر جھکا کر اقرار کیا کہ ایسا ہی ہوگا وہ مجھے اپنے بیٹوں سے کم نہ پائیں گے میں بھی ان کی عزت واحترام میں کمی نہ کروں گا وغیرہ وغیرہ (پڑھی لکھی بیوی کا پہلا کارنامہ)

شادی کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ مہرین کو پبلک سروس کمیشن کی جانب سے لیکچرر شپ کا تقرر نامہ مل گیا مہرین نے مجھ سے اجازت طلب کی تو میں نے فوراً اجازت دے دی میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں تھا لاہور کے ہی ایک کالج میں پوسٹنگ تھی اگرچہ وہ کالج اندرون شہر تھا لیکن تھا تو لاہور میں ہی۔ البتہ جونہی امی کو پتہ چلا تو انہوں نے شور مچا دیا ابا بھی ان کے ہمنوا تھے دونوں اجازت نہیں دینا چاہتے تھے۔ اماں اس معاملے پر بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھیں البتہ اباجی مہرین کا نقطہ نظر جاننے پر رضامند ہوگئے۔

"بیٹا تمہیں نوکری کرنے کی کیا ضرورت ہے؟" اباجی نے پوچھا۔

"نوکری کی ضرورت مجھے نہیں میرے ملک اور قوم کو ہے۔" مہرین نے ادب سے جواب دیا۔

"بیٹا ہمارے ہاں خواتین سے نوکری نہیں کروائی جاتی۔" اباجی نے کہا۔

"دیکھئے انکل اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے گھر کی خواتین لیڈی ڈاکٹر سے علاج کروائیں ہمارے گھر کی بچیاں خواتین اساتذہ سے تعلیم حاصل کریں تو پھر ہمیں اپنے گھر کی خواتین کو نوکری کی اجازت دینا ہوگی انہیں ڈاکٹر اور استاد بنانا پڑے گا دیکھئے نا آپ کی بیٹیاں اس لیے زیادہ نہیں پڑھ سکیں کیونکہ گاؤں میں خواتین اساتذہ میسر نہیں تھے آنٹی کا علاج کروانا مسئلہ تھا کیونکہ خاتون ڈاکٹر دستیاب نہیں تھی۔" مہرین نے دلائل دیئے۔

اب یہ ایسے دلائل تھے کہ اباجی کو قائل ہونا پڑا قائل تو اماں بھی ہوچکی تھیں مگر میں نہ مانوں کی گردان جاری تھی جسے مہرین کسی خاطر میں نہ لائی اور نوکری کا آغاز کردیا (پڑھی لکھی بیوی کا کارنامہ۔)

وہ صبح ساڑھے آٹھ بجے میرے ساتھ گھر سے نکلتی اور پھر تقریباً ایک بجے واپس آتی آ کر وہ گھر کے سب کام کاج کرتی اماں ابا کو دوپہر کا کھانا کھلاتی۔ شام کا کھانا پکاتی اور اگلے دن دوپہر کے لیے بھی سالن تیار کرکے رکھ دیتی۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی عار نہیں کہ مہرین اچھی بیوی اور اچھی بہو ثابت ہوئی تھی میرے والدین کو اس سے کوئی شکایت نہیں تھی اور نہ ہی مہرین نے کبھی میرے گھر والوں کی شکایت کی، جیسا کہ ہمارے معاشرے کی روایت ہے میری بہنیں اس کی تعریفیں کرتیں وہ گھر آتیں تو مہرین کھلے دل سے ان کا استقبال کرتی ان کے دکھ سکھ میں شامل ہوتی تہواروں کے موقع پر ان کا مان بڑھاتی اپنے گھر کے اس سکون کی جو وجہ میری سمجھ میں آتی تھی وہ یہ تھی کہ میں نے مہرین سے شادی کی پہلی رات جو وعدہ کیا تھا اسے پوری طرح نبھایا۔ میں اچھا داماد بن کر رہا اور وہ اچھی بہو۔ دراصل ہمارے معاشرے میں والدین اپنی بیٹیوں کو سسرال میں ہر حال میں نباہ کرنے کی ہدایت تو کرتے ہیں لیکن بیٹوں کو سسرال والوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کی نصیحت نہیں کرتے اب مجھے احساس ہوتا تھا کہ اس معاملے میں بیٹیوں کی ہی نہیں بلکہ بیٹوں کی تربیت بھی ضروری ہے۔

زندگی سکون سے گزر رہی تھی اللہ نے ہمیں ایک بیٹی سے نواز دیا مہرین بیٹی کو پا کر بے حد خوش تھی اس کا نام اس نے فاریہ رکھا میں بھی خوش تھا کیونکہ پہلی اولاد بیٹا ہو یا بیٹی بے حد پیاری ہوتی ہے۔ اماں ابا ددھیال ننھیال سب اس سے پیار کرتے مہرین نے اب ایک کام والی کا مستقل انتظام کرلیا تھا جو گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹا دیتی اور مہرین کی غیر موجودگی میں اماں کے ساتھ مل کر فاریہ کو سنبھال لیتی۔

اس پُرسکون زندگی میں ارتعاش اس وقت آیا جب ہماری دوسری بیٹی نے جنم لیا اس موقع پر اماں کے دل میں چھپی پوتے کی خواہش زبان پر آگئی۔

"کاش اس بار اللہ تعالیٰ بیٹا دے دیتا۔"

"چھوڑیں اماں دیکھیں کتنی پیاری ہے۔" میں نے کہا۔

"اس کا نام بشریٰ رکھ دو۔" اماں نے بچی پر نظر ڈالے بغیر کہا۔

"بشریٰ تو بہت پرانا نام ہے۔" میں تو اس کا نام ایہا رکھوں گی۔ مہرین نے کہا۔

"پرانا ہے تو ہونے دو لیکن اس کا نام بھی ہوگا کہتے ہیں کہ اگر بچی کا نام بشریٰ رکھو تو اس کے بعد بیٹا ہی ہوتا ہے۔" اماں بولیں۔

"یہ سب بیکار کی باتیں ہیں اللہ کی مرضی وہ بیٹا دے یا بیٹی۔" مہرین بولی۔

وہ کسی بے بنیاد مفروضے کی بناء پر اپنی بیٹی کا نام نہیں رکھنا چاہتی تھی سو اس نے بچی کا نام ایہا رکھا اماں اسے بشریٰ پکارنے لگیں وہ کسی صورت پوتے کی خواہش سے دستبردار نہیں ہونا چاہتی تھیں۔ میں دونوں کے درمیان پارٹی بننے کی بجائے اسے ڈولی کہنے لگا اور ابا چھوٹی پکارنے لگے۔

ایک روز میں گھر پہنچا تو اماں اور مہرین دونوں غصے میں تھیں اور شاید آپس میں الجھ رہی تھیں مجھے دیکھ کر مہرین تو کمرے میں چلی گئی جب کہ اماں وہیں بیٹھی بڑبڑاتی رہیں۔

"کیا ہوا اماں؟" میں نے اماں سے پوچھنا ضروری سمجھا۔

"ہونا کیا ہے۔ بیٹا تمہاری بیوی کو کہا تھا کہ ذرا میرے ساتھ پیر جی کے پاس چلو مگر اس نے صاف انکار کردیا۔" اماں نے جواب دیا۔

"وہ کون ہے آپ نے وہاں کیا کرنے جانا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"بیٹا وہ بڑے پہنچے ہوئے بزرگ ہیں سنا ہے کہ سات جمعرات ان کے پاس جا کر دم کروائیں تو اس کی برکت سے اولاد نرینہ ہو جاتی ہے۔" اماں نے تفصیل بیان کی۔

"اماں وہ پڑھی لکھی ہے اس کا ایمان بڑا مضبوط ہے وہ کبھی نہیں جائے گی۔" میں نے اماں کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"تیسری بیٹی ہوئی تو میں تیری دوسری شادی کروادوں گی۔" اماں نے اچانک کہا میں بھونچکا رہ گیا۔ اماں یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں آپ کی اپنی تین بیٹیاں ہیں۔

اماں کو بھی شاید اپنے الفاظ کی سنگینی کا احساس ہوا وہ چپ بیٹھی رہیں۔ میں دکھ اور تاسف سے اماں کو دیکھتے ہوئے اندر آیا تو مہرین کا لٹکا چہرہ دیکھ کر مجھے مزید افسوس ہونے لگا۔

"سن آئے آپ امی کی باتیں۔" مہرین کا لہجہ عجیب سا تھا۔

"یار اماں بھی کیا کریں پہلے تین بیٹیاں پھر دو پوتیاں۔ یہ خواہش کوئی انوکھی بات تو نہیں۔" میں نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ٹھیک میرا بھی دل چاہتا ہے کہ ہمارا بیٹا ہو یہ نعمت ہمارے پاس بھی ہو اس کے لیے میں اللہ سے دعا کرتی ہوں لیکن جعلی پیروں فقیروں کے پاس نہیں جاسکتی۔" مہرین نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"دیکھ لو کہیں اماں میری دوسری شادی نہ کرادیں۔" نہ جانے کیسے یہ الفاظ میرے منہ سے نکل گئے شاید میں ہلکے پھلکے انداز میں ماحول کو بہتر بنانا چاہتا تھا لیکن میری پڑھی لکھی بیوی کا ردعمل شدید تھا۔

"آپ جانتے ہیں لڑکی ہو یا لڑکا اس کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں اور اگر سائنس کی رو سے دیکھا جائے تو بھی لڑکیاں پیدا کرنے کی ذمہ دار عورت نہیں مرد ہوتا ہے۔" میری اعلیٰ تعلیم یافتہ بیوی نے گویا میرے منہ پہ طمانچہ دے مارا میری مردانہ انا بلبلا اٹھی۔ لیکن میں ایک پڑھا لکھا مرد تھا اور مہرین نے غلط تو نہیں کہا تھا اس لیے چپکے سے اٹھا اور دونوں بیٹیوں کو لے کر پارک چلا گیا بے چاریاں ماں کو غصے میں دیکھ کر سہم گئی تھیں۔

ہومیو کارنر

طلعت نظامی

حمل (Pregnancy)

اولاد کا حصول ہر انسان کی بنیادی خواہش ہے' یہ خبر جہاں والدین کے ذات کی تکمیل کے احساس سے سرشار کرتی ہے وہاں زندگی کے سونے پن کو رونق میں تبدیل کرنے کی بھی ضامن ہوتی ہے بلاشبہ تخلیق کا عمل بہت کٹھن ہوتا ہے اور ایک عورت ان کٹھنائیوں سے گزر کر ہی ماں جیسے رتبے پر فائز ہوتی ہے۔

حمل کی علامات آغاز سے ہی رونما ہو جاتی ہیں ان علامات کو دو حصوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ پہلی حالت وہ ہوتی ہے جس میں صرف قیاس وگمان سے کام لیا جاتا ہے کہ استقرار حمل وقوع ہو چکا ہے اور کچھ مہینے گزرنے کے بعد حمل کی یقینی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں جو کہ مثبت ہوتی ہیں۔

ابتدائی تبدیلی

جب تک کہ عورت کے احساسات' واقعات اور جذبات میں تبدیلی رونما نہ ہو محض قیاس سے کام نہیں چلتا اور ان تبدیلیوں کو بھی مدنظر رکھنا پڑتا ہے جو کہ اس سے پہلے ظاہر ہو چکی ہوں۔ حمل کے ابتدائی مہینوں میں نبض اور تنفس بڑھ جاتی ہے' عصبی نظام میں ایک قسم کی اکساہٹ اور تحریک پیدا ہوتی ہے جو کہ تمام تبدیلیوں کا محرک ہوتی ہے۔

حیض کا بند ہونا

یہ سب سے ابتدائی علامت ہے لیکن اگر کسی عورت میں حیض بے قاعدہ ہوتے ہیں تو اس سے قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ حمل قرار پا گیا ہے لیکن بعض عورتوں میں پہلے تین ماہ اور بعض میں ایک ماہ بند رہنے کے بعد دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔ استقرار حمل میں ایک بار بند ضرور ہوتا ہے اگر حیض مسلسل دو سے تین ماہ بند رہا ہے اور بند رہنے کے بعد بھی عورت کی صحت وتندرستی میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے اور ساتھ شکم کی اٹھان بھی زیادہ ہو گئی ہے تو یہ حمل قرار پانے کا مکمل ثبوت ہے۔ ایسی عورتیں دنیا میں موجود نہیں جن کو کبھی حیض نہیں ہوا تاہم ان کے بچے ہمیشہ ہوتے رہے اور ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جن کو وضع حمل کے وقت تک برابر حیض جاری رہے ایسے حالات میں حیض کا جاری رہنا یا بند ہونا حمل قرار پانے یا نہ پانے کا معین ثبوت نہیں ہے۔

لعاب دھن کی زیادتی

ابتدائے حمل میں تھوک زیادہ اور بار بار آتا ہے' جی متلانا' منہ سے پانی آنا اور ابکائیاں بھی پائی جاتی ہیں جو پہلے چھ ہفتوں میں صبح کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ اس تھوک کی زیادتی کی کوئی ظاہری وجہ نہیں ہوتی' نہ ہی ان کے تنفس یا منہ میں کسی قسم کی بو ہوتی ہے یہ علامت بھی حمل کی قے کی طرح ایک یقینی علامت ہے۔ بعض حالتوں میں تھوکنے کی یہ حالت حمل کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہے۔

قے' اُلٹی

قے دوسری علامت جو کہ اکثر عورتوں کو حمل کے ابتدائی ایام سے شروع ہو جاتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک جسمانی تکلیف ہے مگر اس میں تشخیص کا ایک بہت بڑا راز پنہاں ہے۔ یہ کیفیت دوسرے مہینے سے شروع ہو کر چوتھے مہینے تک جاری رہتی ہے۔ کبھی یہ تکلیف بہت کم ہوتی ہے اور کبھی اس قدر شدت اختیار کر جاتی ہے کہ اس سے حاملہ کمزور پڑ جاتی ہے اور بعض اوقات اس سے اسقاط حمل کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ یہ قے معدے کی خرابی یا بخار سے پیدا شدہ

قے سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور بغیر کسی ظاہری وجہ کے خود بند ہوجاتی ہے۔ ابتدائی مہینوں میں حمل کی قے اعصابی تحریک کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ آخری مہینوں میں قے عموماً شکم کے اعضاء کے دب جانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔

اشتہائے فاسد

چوتھے مہینے کے بعد اکثر حاملہ عورتوں کو بُری چیزوں کے کھانے کی خواہش ہوتی ہے مثلاً چاک، مٹی، کوئلہ، کچے چاول وغیرہ ایسی عجیب وغریب چیزوں کی اشتہا بڑھتی ہے جو عموماً کھانے سے تعلق نہیں رکھتی۔ آلات ہضم کی یہ دوسری بڑی خرابی ہے ساتھ ساتھ کلیجہ جلنا، ڈکار، کھانے کا نہ ہضم ہونا وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں اور معمول کے کھانے میں ایک مخصوص بو آتی ہے جسے وہ بیان نہیں کرسکتیں۔

پیشاب کی زیادتی

حمل کے شروع میں پیشاب بار بار آتا ہے، پیشاب کی رنگت دیکھنے میں زردی مائل نیلگوں سی ہوتی ہے۔ آخری ماہ میں رنگ سرخی مائل گدلا سا ہوتا ہے جو کہ روئی کے روئیں جیسا ہوتا ہے اس میں چربی اور چونے وغیرہ کے اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ بچے کی پرورش کے قریب پیشاب کی رنگت سرخی مائل اور کدورت زیادہ پائی جاتی ہے جس کے سبب پیشاب گاڑھا ہوجاتا ہے۔

شکم کا بڑھنا

شکم حمل کے مہینوں کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے، اس کی جلد کھنچاوٹ کے باعث پتلی پڑجاتی ہے اور شکم کی جلد پر عموماً نیلی وریدیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ ناف کے نیچے وریدوں کا رنگ عموماً بھورا سا ہوتا ہے اور اس کی رنگت کو دیکھ کر بھی بعض اوقات لوگ حمل کا یقین کرلیتے ہیں۔ شکم اور سینہ میں عجیب وغریب تبدیلیاں دیکھنے میں آتی ہیں اس کی سطح بڑھ جاتی ہے۔ پردہ باریطون اوپر کی طرف دب جاتا ہے اور معدہ اور شکم کے بوجھ سے یہ ابھر آتا ہے بعض اوقات ان کے دباؤ سے سانس لینے میں بھی دقت پیدا ہوجاتی ہے اور کسی قدر کھانسی کی صورتحال پیدا ہوجاتی ہے۔

بدن کا بھاری ہوجانا

بدن بھاری ہوجاتا ہے، طبیعت سست اور گری گری رہتی ہے۔ چہرہ کا رنگ پھیکا پڑجاتا ہے، آنکھوں کی رنگت تبدیل ہوجاتی ہے اور زبان کی رگیں سبزی مائل ہوجاتی ہیں۔ ابتداء میں بہت نیند آتی ہے اور آخری مہینوں میں بے خوابی کی شکایت ہوتی ہے، عام جسمانی کمزوری لاحق ہوتی ہے۔ ناف کے نیچے کا حصہ بھاری اور کولہوں میں درد محسوس ہوتا ہے۔

بذریعہ (Stetho Scope)

بذریعہ Stetho Scope بچے کے قلب کی آوازوں کو سننا حمل کے دریافت کرنے کا ایک اور طریقہ ہے جب شک میں بچہ کی حرکات موجود نہ ہوں تو اس کے ذریعے بچے کے دل کی حرکات کو آسانی سے سنا جاسکتا ہے۔ بچے کے دل کی ضربات ماں کے دل کی ضربات سے دگنی ہوتی ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کے دل کی آوازیں بہت دھیمی ہوتی ہیں تاہم اس میں غلطی کا کوئی احتمال نہیں ہوسکتا۔ دل کی یہ آوازیں چوتھے یا پانچویں ماہ سے سنی جاسکتی ہیں۔

دل کی رفتار فی منٹ 130 سے 160 تک ہوتی ہیں۔

بیاض دل

میمونہ رومان

پروین احمد......تلہ گنگ

وہ دکھ دے دے کر مرگیا میں سہہ سہہ کر
انا اسے تھی نہ وہ رہا نہ میں

صباحذر گرزوکا حذر گر......جولہ

عدل و انصاف فقط حشر پہ نہیں موقوف
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

مجھے منزلوں سے عزیز تر ہیں تری رہ گزر کی مسافتیں
کہ لکھی ہے میرے نصیب میں ابھی عمر بھر کی مسافتیں
اس ایک پل کی تلاش میں جسے لوگ کہتے ہیں زندگی
تیری رہ گزر میں بکھر گئیں میری عمر بھر کی مسافتیں

حمیرا قریشی......حیدرآباد سندھ

صدیاں طلب کرتا ہے مسرور ہونے میں
لمحہ لگتا ہے اس دل کو رنجور ہونے میں

سائرہ مدیحہ......ٹوبہ ٹیک سنگھ

اے عشق تجھے خدا کا واسطہ
یا یار دے یا مار دے

مجم انجم......کراچی

پلکیں جھکا کر سلام کرتے ہیں
اس دل کی دعا آپ کے نام کرتے ہیں
قبول ہو تو مسکرا دینا دوستو
نئے سال کا پہلا سلام کرتے ہیں

آسیہ شاہین......

دل تڑپتا ہے خون جلتا ہے
شعر تب اک زبان سے اٹھتا ہے
چھوڑ جاتا ہے حسرتیں ناکام
آدمی جب جہاں سے اٹھتا ہے

زنیرہ طاہر زولی......بہاولنگر

نہ عشق باادب رہا نہ حسن میں حیا رہی

ہوس کی دھوم دھام ہے نگر نگر گلی گلی

رفعت ثنا......سرگودھا

بارود برستا ہو جہاں روز زمین پہ
اس دیس میں پھولوں کے زمانے نہیں آتے
جس دیس میں ہو نوحہ کناں گلشن و صحرا
پنچھی وہاں آزادی کے نغمے نہیں گاتے

نورین انجم......کراچی

فنا کردو اپنی ساری زندگی خدا کی محبت میں اے اقبال
یہی وہ واحد پیار ہے جس میں بے وفائی نہیں ہوتی

فیاض اسحاق مہانہ......سلانوالی

نہ جانے سال بھر کیا ہوا ہے
دیا مدہم یا روشن ہوا ہے
ہمیں تو صرف اتنا معلوم ہے
اک سال ہماری عمر سے کم ہوا ہے

رانی کوثر رانی......ہری پور ہزارہ

زندگی کی آخری سانس تک آزمائش شرط ہے رانی
عجب اصولوں سے مزین ہیں اس زندگانی کے سلسلے

آنسہ شبیر......ڈوگہ

تُو نے ہی لگادیا الزام بے وفائی کا ماہی
میرے پاس میری وفا کا گواہ بھی تُو ہی تھا

نورین مسکان سرور......سیالکوٹ ڈسکہ

مجھے سننے کو ترسو گے مسلسل، روٹھ جانے دو
ذرا بس سانس کا میرا تسلسل ٹوٹ جانے دو
فرصت کا تمہیں مسکان ڈس لے گا زہر اک دن
ذرا بس یہ قرابت کا تسلسل ٹوٹ جانے دو

انعم ستارہ......محمد پور دیوان

اگر خون کے رشتوں میں وفا ہوتی ماہی
تو یوسف یوں نہ بکتا مصر کے بازاروں میں

وفا خان......محمد پور دیوان

سکوت کرب میں اترو تو یاد کرلینا
کبھی جو ٹوٹ کے بکھرو تو یاد کرلینا
مانا کہ تم گفتگو کے ماہر ہو
وفا کے لفظ پہ اٹکو تو یاد کرلینا

مدیحہ نورین مہک......گجرات

یہ عشق نہیں آسان بس اتنا سمجھ لیجیے

اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

سائرہ خان......محمد پور دیوان

کبھی آنسو کبھی سجدے کبھی ہاتھوں کا اٹھ جانا
خواہش ادھوری ہو تو خدا بہت یاد آتا ہے

سلمٰی عنایت حیا......کھلابٹ ٹاؤن شپ

زمانے کے رواجوں سے سبق میں نے یہ سیکھا ہے
کسی کے ساتھ مت چلنا اگر چلنا پڑے بھی تو
ہمیشہ فاصلہ رکھنا کہ زیادہ پاس آنے سے
یہ رشتے ٹوٹ جاتے ہیں

سونیا نورین گل......ونڈہ شاہ بلاول

کاش دل کی آواز میں اتنا اثر ہوجائے
ہم جنہیں یاد کریں انہیں خبر ہوجائے

عنزہ یونس......حافظ آباد

رات ڈھلنے لگی ہے سینوں میں
آگ سلگاؤ آبگینوں میں
دل عشاق کی خبر لینا
پھول کھلتے ہیں ان مہینوں میں

زندگی تنویر خلیل......کے پی کے

تجھے ہر جگہ پکارا اے ہم نوا اے رہنما
آوازیں پلٹ آئیں چلو اے اہل وفا

راحیلہ عطاریہ......بارہ قطعہ نیلی

ہونٹوں کو لاکھ تبسم سے باز رکھ لیکن
تیری تو آنکھیں مسکرانے والی ہیں

مریم مختار......بوسال مصور

کوئی پھول چنتا ہے کس لیے کوئی دھول ہوتا ہے کس لیے
یہ وقت وقت کی بات ہے تجھے زندگی بتائے گی

اقصیٰ مصطفیٰ......طور جہلم

وہ اکثر ہم سے کہا کرتا تھا زندگی تمہارے نام کردی
نہ جانے زندگی میرے نام کرکے وہ خود کس کا ہوگیا

فائقہ سکندر حیات......لنگڑیال

چمکا نہ کرو رات کو جگنو کی طرح تم
لے جاؤں گا مٹھی میں کسی روز چھپا کر

ملائکہ مہر گل......اورنگی ٹاؤن کراچی

تم کو چاہا تو محبت کی سمجھ آئی فراز
ورنہ اس لفظ کی تعریف سنا کرتے تھے

فرحت اشرف گھمن......سیدوالہ

ستارے مشعلیں لے کر مجھ کو ڈھونڈنے نکلیں
میں رستہ بھول جاؤں جنگلوں میں شام ہوجائے
محسن اپنے تعارف کے لیے یہ بات کافی ہے
ہم اس سے ہٹ کر چلتے ہیں جو رستہ عام ہوجائے

اقرا لیاقت......حافظ آباد

روز ہی بھول جاتے ہو تم ہمیں
ہم تمہارے دوست ہیں کوئی سبق تو نہیں

فائزہ بھٹی......پتوکی

میں تو خود پر بھی کفایت سے اسے خرچ کروں
وہ ہے مہنگائی میں مشکل سے کمایا ہوا شخص

اروی مختار......میاں چنوں

فنافی اللہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

حمیرا نوشین......منڈی بہاؤالدین

تشخیص بجا ہے کہ مجھے عشق ہوا ہے
نسخے میں لکھو ان سے ملاقات زیادہ

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

مسلسل غم اٹھانے سے یہی بہتر ہے
کنارہ کرلیا جائے کنارہ کرنے والوں سے

عروسہ شہوار رفیع......گجرات

میری بیاض شعر پہ وہ نام لکھ گیا
اک اور خواب اور حسین شام لکھ گیا
دل اس کو ڈھونڈتا ہے اسی کی تلاش ہے
چپکے سے جو اک دعا میرے نام لکھ گیا

تسلیم شہزادی......اسلام پورہ کمالیہ

اعمال سے خالی اس دنیا کو آفات کی دیمک کھا گئی
ہم روز نمازیں چھوڑیں گے تو روزِ قیامت آئے گی

biazdill@aanchal.com.pk

چاول، بقیہ آدھا چمچ نمک اور ڈیڑھ کپ پانی ڈال کر ڈھکیں اور چاول تیار ہونے تک پکالیں۔ آخر میں پندرہ منٹ کے لیے دم پر رکھیں۔ آخر میں ثابت ہری مرچ اور کٹا ہرا دھنیا ڈال کر پیش کریں۔

زنیرہ خان..... کراچی

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

مٹن رائس

اجزاء:

چاول	آدھا کلو
بکرے کا گوشت	آدھا کلو
کٹے آلو	تین عدد
کٹے ٹماٹر	چار عدد
سلائس میں کٹی پیاز	ایک عدد
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
پسی لال مرچ	دو چائے کے چمچ
نمک	دو چائے کے چمچ
ثابت ہری مرچ	چار عدد
کٹا ہرا دھنیا	دو کھانے کے چمچ
تیل	آدھا کپ

ترکیب:

چاول کو حسب ضرورت پانی میں بیس منٹ کے لیے بھگودیں۔

ایک برتن میں آدھا کپ تیل گرم کریں۔ اس میں سلائس میں کٹی پیاز ڈال کر ہلکی گلابی ہوجانے تک فرائی کر لیں۔ پھر اس میں گرم مصالحہ، بکرے کا گوشت اور ادرک لہسن کا پیسٹ ڈال کر اچھی طرح بھون لیں۔ اب کٹے ٹماٹر، ڈیڑھ چائے کا چمچ نمک، ہلدی اور پسی لال مرچ ڈال کر مزید بھونیں۔ اس کے بعد ایک کپ پانی ڈال کر مٹن کے آدھا گل جانے تک ڈھک کر پکائیں۔ پھر کٹے آلو اور مزید ایک کپ پانی ڈال کر ڈھک دیں۔ اب اسے مٹن اور آلو کے مکمل گل جانے تک پکنے دیں۔ بھیگے ہوئے

ساگ گوشت

اجزاء:

گوشت	آدھا کلو
پالک	آدھا کلو
ہری مرچ	چھ عدد
ٹماٹر	ایک عدد
میتھی	دو چھوٹی گٹھی
تیل	آدھا کپ
پیاز	آدھا کپ (تلی ہوئی)
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
نمک	ایک چائے کا چمچ
دھنیا (پسا ہوا)	ڈیڑھ چائے کا چمچ
دہی	ایک کپ
دودھ	آدھا کپ
قصوری میتھی	دو چائے کے چمچ

ترکیب:

پالک کو صاف کر کے ابال لیں۔ اب پالک کو ہری مرچ، ٹماٹر اور میتھی کے ساتھ بلینڈ کر کے رکھ لیں۔ پھر تیل گرم کر کے اس میں تلی پیاز، ادرک لہسن کا پیسٹ، پسی لال مرچ، ہلدی، پسا دھنیا، نمک اور بکرے کا گوشت ڈال کر دس منٹ کے لیے فرائی کریں۔ اب اس میں دہی شامل کر کے اچھی طرح فرائی کرلیں۔ اس کے بعد ڈیڑھ کپ پانی ڈال کر ڈھکیں اور پکائیں، یہاں تک کہ گوشت تقریباً پک جائے۔ اب بلینڈ کیا ہوا پالک کا مکسچر شامل کر کے ڈھک دیں تھوڑی دیر بعد چمچ چلائیں یہاں تک

کہ تیل اوپر آجائے۔ آخر میں دودھ اور قصوری میتھی ڈال کر فرائی کریں اور نکال لیں۔

وریشہ مشتاق......گجرات

پسندے آلو

اجزاء:-

گائے کا گوشت	آدھا کلو
تیل	تین سے چار کھانے کے چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
پیاز	دو عدد (چھوٹی)
ٹماٹر	دو عدد
آلو	دو عدد
لال مرچ (سوکھی)	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ (کٹی ہوئی)	آدھا چائے کا چمچ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا	ایک چوتھائی گٹھی
موٹی ہری مرچ	دو سے تین عدد

ترکیب:-

پہلے بیف انڈر کٹ کے پسندے کاٹ کر اسٹیک ہیمر یا کسی وزنی چیز سے تھوڑے سے کچل لیں۔ اب کڑاہی میں تیل گرم کرکے ادرک لہسن کا پیسٹ اور پسندے شامل کریں اور اتنا بھونیں کہ گوشت کا پانی خشک ہو جائے۔ اب اس میں پیاز، ٹماٹر، آلو، سوکھی لال مرچ اور نمک شامل کرکے تھوڑا سا پانی ڈال کر ڈھک کر پکنے کے لیے چھوڑ دیں۔ دس سے بارہ منٹ بعد آلو گل جائیں تو کٹی کالی مرچ، کٹی لال مرچ، ہرا دھنیا اور ایک کی دو کی ہوئی موٹی ہری مرچ شامل کرکے مکس کرلیں اور سرو کریں۔

عائلہ چوہدری......لاہور

شاہی ہانڈی

اجزاء:-

بکرے کا گوشت	آدھا کلو
گھی	تین سے چار کھانے کے چمچ
پیاز کا پیسٹ	آدھا کپ
ادرک لہسن کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی)	دو کھانے کے چمچ
زیرہ (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
گرم مصالحہ (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
ہلدی (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
دھنیا (پسا ہوا)	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچ	چار سے پانچ عدد
بادام پستے کا پیسٹ	آدھا کپ
نمک	حسب ذائقہ
دہی	آدھا کلو
کریم	آدھا کپ
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی

ترکیب:-

ہانڈی میں گھی گرم کرکے پیاز کے پیسٹ کو فرائی کر لیں۔ اب اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ شامل کرکے فرائی کرلیں۔ پھر اس میں لال مرچ، زیرہ، گرم مصالحہ، ہلدی، دھنیا، ہری مرچ، بادام پستے کا پیسٹ اور نمک کو دہی میں مکس کرکے شامل کرکے پکائیں۔ اب گوشت شامل کریں اور اچھی طرح مکس کرکے بھونیں۔ پھر حسب ضرورت پانی شامل کرکے گوشت گلنے تک پکائیں۔ جب گوشت گل جائے اور گریوی گاڑھی ہو جائے تو کریم شامل کرکے مکس کرلیں اور ڈش آؤٹ کرلیں۔ ہرے دھنیا سے گارنش کرکے ہانڈی میں سرو کریں۔

لاریب لابی......کراچی

کلیجی مصالحہ

اجزاء:-

کلیجی	آدھا کلو
ادرک لہسن کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
پیاز (پسی اور تلی ہوئی)	آدھا کپ
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک کھانے کا چمچ
ہلدی	ایک چوتھائی چائے کا چمچ

نمک — ایک چائے کا چمچ
دھنیا (پسا ہوا) — ایک کھانے کا چمچ
ٹماٹر (کٹے ہوئے) — تین عدد
سفید زیرہ — ایک چائے کا چمچ
دہی — آدھا کپ
گرم مصالحہ — آدھا چائے کا چمچ
قصوری میتھی — ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (کٹا ہوا) — دو کھانے کے چمچ

ترکیب:-

پہلے تیل گرم کرکے اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ، پیاز، پسی لال مرچ، ہلدی، نمک، پسا دھنیا اور ایک چوتھائی کپ پانی شامل کرکے اچھی طرح فرائی کرلیں۔ اب اس میں ٹماٹر شامل کرکے اچھی طرح بھون لیں۔ پھر اس میں سفید زیرہ، بکرے کی کلیجی اور دہی ڈال کر ڈھک کر دس منٹ پکائیں۔ جب پانی خشک ہو جائے اور تیل اوپر آجائے تو اس میں گرم مصالحہ، قصوری میتھی اور ہرا دھنیا شامل کردیں۔

مہوش الطاف......منڈی بہاؤالدین

دال گوشت

اجزاء:-

گوشت — سات سو پچاس گرام
مونگ کی دال — ایک سو گرام
مسور کی دال — ایک سو گرام
چنے کی دال — دو سو گرام
پیاز (باریک کٹی ہوئی) — ایک عدد
تیل — تین چوتھائی کپ
مکس ثابت گرم مصالحہ — ایک کھانے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ — دو کھانے کے چمچ
نمک — ایک کھانے کا چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی) — دو کھانے کے چمچ
دھنیا (پسا اور بھنا ہوا) — ایک کھانے کا چمچ
زیرہ (پسا اور بھنا ہوا) — تین کھانے کے چمچ
ہلدی — آدھا چائے کا چمچ
ٹماٹر (بلینڈ کیے ہوئے) — سات سو پچاس گرام
ہری مرچ (ثابت) — آٹھ عدد
لیموں کا رس — آدھا چائے کا چمچ
ہرا دھنیا کٹا ہوا — گارنش کے لیے

بگھار کے لیے

گھی — ایک چوتھائی کپ
لال مرچ چھ سے (گول) — آٹھ عدد
سفید زیرہ — ایک چائے کا چمچ
کڑی پتے — بیس عدد

ترکیب:-

مونگ کی دال، مسور کی دال اور چنے کی دال کو بھگو کر دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ اب دالوں کو پیاز کے ساتھ ابال لیں، یہاں تک کہ وہ گل جائیں۔ پھر انھیں ایک طرف رکھ دیں۔ تین چوتھائی کپ تیل گرم کرکے اس میں مکس ثابت گرم مصالحہ، ادرک لہسن کا پیسٹ، نمک، پسی لال مرچ، دھنیا، زیرہ، ہلدی اور ٹماٹر ڈال کر اچھی طرح فرائی کر لیں۔ اب اس میں بکرے کا گوشت ڈال کر فرائی کرلیں۔ پھر اس میں تین کپ پانی شامل کرکے ڈھک کر پکائیں، یہاں تک کہ گوشت گل جائے۔ اب اس میں ابلی دالیں اور ثابت ہری مرچ ڈال کر اتنا پکالیں کہ وہ گاڑھا ہو جائے۔ پھر لیموں کا رس شامل کردیں۔ بگھار کے لیے: گھی گرم کرکے اس میں گول لال مرچ، سفید زیرہ اور کڑی پتے ڈالیں۔ پھر اسے دال میں شامل کرکے دس منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ اب اسے کٹے ہرے دھنیے سے گارنش کرکے چاولوں کے ساتھ سرو کریں۔

نادیہ عاطف......کراچی

بیوٹی گائیڈ

روبین احمد

سرد موسم کی مناسبت سے میک اپ میں تبدیلی

موسم سرما میں میک اپ کرنے سے قبل اس بات کا دھیان رکھیں کہ اس موسم میں سرد اور جلد کو نقصان اور خشک کرنے والی ہوائیں چلتی ہیں اور دوسری بات یہ کہ اس موسم میں موٹے اور گہرے رنگ کے ملبوسات پہنے جاتے ہیں۔ گرمیوں میں ہلکے پھلکے لباس زیب تن کیے جاتے ہیں مگر سرد موسم میں ٹھنڈ کی وجہ سے گرم کپڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ موسم سرما کا میک اپ اس موسم کے تقاضوں کے مطابق ہونا چاہیے اور اس کا گرم اور گہرے رنگوں کے ملبوسات سے ہم آہنگ ہونا بھی ضروری ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ہلکے فاؤنڈیشن اور گرمیوں والے آئی شیڈز کو ایک طرف رکھیں گی اور ان کی جگہ آئل بیسڈ موئسچرائزر معیاری فاؤنڈیشن اور خاکستری آئی شیڈو کا استعمال کریں اور موسم کے لحاظ سے آپ گرے اور براؤن کلر کے لباس بھی پہننا شروع کردیں۔

سرد موسم کے میک اپ کا آغاز آئل بیسڈ موئسچرائزر سے ہونا چاہیے جو ہوا میں نمی کی کمی کی وجہ سے جلد کو خشک ہونے سے روکتا ہے۔ رات کے وقت ضروری ہے کہ بھاری موئسچرائزر کا استعمال کیا جائے جس میں وٹامن کی بھی آمیزش ہو اور دیگر ایسے اجزا ہوں جو جلد کو شگفتہ بنانے میں کردار ادا کرتے ہوں۔ اس کا استعمال خاص کر غسل کرنے کے بعد کیا جائے تاکہ جلد کے اندر موجود نمی اندر ہی برقرار رہے۔

فاؤنڈیشن کا انتخاب کرتے وقت خاکستری شیڈ کو ترجیح دیں اور چمک دار اور روشن فنشنگ سے گریز کریں۔ آئی شیڈو کا رنگ ایسا ہونا چاہیے جو آپ کے لباس سے مطابقت رکھتا ہو۔ سردیوں میں عموماً آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے بن جاتے ہیں ان کو چھپانے یا کم سے کم کرنے کے لیے زرد شیڈ کی آئی کریم کا استعمال کیا جائے۔

گرمیوں کے مقابلے میں سرد موسم میں زرد رنگ کا استعمال زیادہ اچھا رہتا ہے۔ سردیوں میں میک اپ اس طرح استعمال کیا جائے کہ اس میں رنگ شامل تو ہوں مگر یہ آپ کے جلد کی رنگت سے مطابقت رکھتے ہوں۔ سردیوں میں سورج کی تپش میں کمی ہوتی ہے جس کا فائدہ انسانی جلد کو پہنچتا ہے اور جلد کی رنگت قابو میں رہتی ہے۔ اپنی جلد کی رنگت کو شان دار بنانے کے لیے فاؤنڈیشن کا شیڈ آپ کی جلد کی رنگت سے ایک درجہ نیچے ہونا چاہیے۔

ذیل میں سردیوں میں میک اپ کے حوالے سے کچھ کارآمد ٹپس دیے جارہے ہیں جن پر عمل پیرا ہوکر آپ کی جلد صحت مند اور تر و تازہ ہوسکتی ہے۔

فاؤنڈیشن

پورے سال ہمارا میک اپ ہمارے لباس کی مناسبت سے تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ سردیوں کا موسم چہرے کے لیے بہت سخت موسم ہوتا ہے کیونکہ اس موسم میں ہمارا چہرہ ہی کھلا ہوتا ہے ورنہ تو پورا جسم گرم کپڑوں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ فاؤنڈیشن کو آپ اپنی جلد ثانی تصور کریں اور جب آپ ایسا سمجھنے لگیں گی تو پھر آپ پر لازم ہے کہ آپ معیاری فاؤنڈیشن اپنی رنگت کے مطابق استعمال کریں تاکہ آپ کا چہرہ فطری حسن اور رنگت کا عکس ہو۔

سردیوں میں جلد کی حالت گرمیوں کے مقابلے میں بالکل الگ ہوتی ہے۔ اپنی جلد کو محفوظ رکھنے کے لیے ہمیشہ درست اور معیاری فاؤنڈیشن کا استعمال کریں اور اس کا شیڈ آپ کی جلد کی رنگت سے مطابقت رکھتا ہو۔ سردیوں میں ہماری جلد زردی مائل ہوجاتی ہے تو ایسے ہی فاؤنڈیشن خریدتے وقت اس کی جانچ ضرور کرلیں۔ اس کی تھوڑی سی مقدار اپنی جلد پر لگائیں اور چند منٹ کے لیے چھوڑ دیں تاکہ یہ سیٹ ہوجائے اس کے بعد قدرتی روشنی میں اس کا نتیجہ دیکھیں۔

نیرنگ خیال

ایمان وقار

غزل

دشت گلزار ہوگیا ہے
شہیدوں سے پیار ہوگیا ہے
نونہالوں کی جاں کے صدقے
جذبہ بیدار ہوگیا ہے
سلام اے نوجوان نسل
اک غنچہ تیار ہوگیا ہے
ان شاء اللہ نہیں مٹنے دیں گے
پھر سے کلمہ تلوار ہوگیا ہے
جگا چھوڑیں گے حکومتِ وقت کو
عام آدمی ہتھیار ہوگیا ہے
بھول جاؤ بات شکست کی
اپنا شاہین ہوشیار ہوگیا ہے
نصر من اللہ و فتح قریب
دل کی پکار ہوگیا ہے
گر نعیم کو میں معصم کہوں
کوثر یہ شاہکار ہوگیا ہے

کوثر خالد...... جڑانوالہ

بیت العنکبوت

کچھ بھی کھونا نہیں
ہم نے رونا نہیں
ہم فاتح، ہار توہین
ہم زمانہ جھکا لیں گے
قدموں میں اور
کوئی ہم کو جھکائے یہ ممکن نہیں (افسوس ہاہاہا)
اف خدا...... اف خدا
کیسے دعوے ہیں یہ
گوشت کا اک ڈھیر انسان ہے
خود کو باقی کہے......
کتنا نادان ہے......
جانتا بھی ہے کہ......
رب کا فرمان ہے
"فانی ہر چیز ہے
باقی رحمٰن ہے" (بے شک)
جان کر بھی یہ جانے کیوں انجان ہے
اے بادشاہ وقت
خاک سے تو بنا، خاک ہو جائے گا
دنیا رنگین محل سب ہی کھو جائے گا
جان کر بھی کیوں مسکان انجان ہے
اے فرعون وقت
بھولتا ہے تو کیوں......
یہ زمیں راہ گزر منزلیں تو نہیں (بے شک)
آ ہٹیں سن ذرا
کوئی آنے کو ہے
زندگی کا دیا ٹمٹمانے کو ہے
سر پہ کھڑی موت تکتی ہے تجھے
بج چکا سامنے دیکھ
تابوت ہے......
ظالم ہے چاہے تو جبروت ہے (اُف)
موت سے ڈر یہاں آہ
نہ تو مضبوط ہے
یہ تیرا محل (اصل سرائے)
جس کا تو بادشاہ (اصل فقیر)
یہ تو بس بیت العنکبوت ہے

نورین مسکان سرور...... بیت العنکبوت

ڈیز ائر

اے کاش
وہ چھو کر
ہوا کی طرح
مجھے گزرے

حرا قریشی...... بلال کالونی، ملتان
اداس آنکھوں والی لڑکی

سنو! اداس آنکھوں والی لڑکی
میں نہیں پوچھوں گا تجھ سے تیری اداسی کا سبب
مگر میرا دل کہتا ہے
کہ تو نے......
پیار میں بڑی گہری چوٹ کھائی ہے
وفا کے بدلے میں بے وفائی پائی ہے
اپنی ان ہیرے جیسی آنکھوں میں
غم کی دولت چھپائی ہے
تیرے حصے میں کچھ نہیں آیا پیار میں
فقط
نارسائی ہی آئی ہے
سنو! اداس آنکھوں والی لڑکی
میں نہیں پوچھوں گا تجھے تجھ سے تیری اداسی کا سبب
مگر میرا دل کہتا ہے
تم جو ہونٹوں پر چپ کا قفل لگائے بیٹھی ہو
ایسا لگتا ہے جیسے
کسی کی یادوں کو سینے سے لگائے بیٹھی ہو
غم کی دنیا سے نکل کر تو دیکھ خوشیاں منتظر ہیں تیری
کیوں غموں پر پہرے لگائے بیٹھی ہو
سنو! اداس آنکھوں والی لڑکی
میں نہیں پوچھوں گا تجھ سے تیری اداسی کا سبب
مگر تجھ سے......
فقط اتنا کہنا چاہتا ہوں
میں تیری آنکھوں سے اداسی کو نوچ کر
خوشیوں کے رنگ بھرنا چاہتا ہوں
تیرے دل کی اندھیر وادی اس نگری میں
پیار کی شمع جلانا چاہتا ہوں
میں نہیں پوچھوں گا تجھ سے تیری اداسی کا سبب
مگر فقط اتنا کہنا چاہتا ہوں
تجھے اپنا بنانے کی چاہت بہت ہے
تیرے دل میں بسنے کی حسرت بہت ہے
ہاں مجھے تم سے محبت بہت ہے
ہاں اداس آنکھوں والی لڑکی
مجھے تم سے محبت بہت ہے

کرشمہ کرن فاطمہ...... ہارون آباد

بے وفا کے نام

عشق کی لہر سی
دل میں جب بھی اٹھی
روح تڑپ سی گئی
آنکھ نم ہی رہی
گو تشنگی
بڑھ گئی
میں سسکتی رہی
خواب سے جب اٹھی
تو میں تنہا ہی تھی
وہ تو ہرجائی تھا
چھوڑ کر جو گیا
عشق کی چاشنی
کو نہ وہ پا سکا
بے وفا تھا بڑا
اچھا ہوا......
وہ چلا ہی گیا

سیدہ جیا عباس...... تلہ گنگ

غزل

ہم میں ہے خوشبو پھول کی تو
کانٹوں کی دھار بھی ہم میں ہے
ہم میں ہے ٹھنڈک چاند کی تو
سورج کی آگ بھی ہم میں ہے
اس وطن پر روزے داروں کا
امبر پر جیسے تاروں کا
ہے اُجالا ارض پاک پر
قرآن کے تیس پاروں کا
کب خوف ہمیں ہے راتوں کا
کب خوف ہمیں ہے راتوں کا
ہم میں ہے اُوس کی ٹھنڈک تو
صحرا کی گرمی ہم میں ہے
ہم میں ہے موسم بہار تو
آندھی طوفان بھی ہم میں ہے
کیا چھینو گے موسم بہاروں کا

تم سی چنچل الھڑلی کو
وہ بھوری آنکھوں والی سی
وہ لڑکی...... لاابالی سی
کہنا اسے جا کر
آنچل اس کا لہرا کر
اپنی کانچ سی آنکھوں کو
اپنے نازک خوابوں کو
اس سنگدل زمانے سے بچا رکھنا
اک پتھر سے شیشہ بچا رکھنا
کہ پتھر کو عکس اپنا بھاتا نہیں
وہ سنگ ہے
نازکی اپناتا نہیں
سو......
اے سادہ دل لڑکی
شیشہ دل چھپا رکھنا
اپنے راز کو نہاں رکھنا
اے مست ہوا
اک بات سنو......
کسی سے کہنی ہے
وہ بات سنو......

زیبا حسن مخدوم......

دعا فارمائی سونٹ حجاب

میری دعا ہے کہ
تیرے دامن میں مہکتے رہیں سدا
خوشیوں کے پھول
تیرے دریچہ قلب پر نہ چھائیں
کبھی اداسیوں کے سائے
تیرے عروج کے فلک پر چمکے
سدا عزتوں کا سورج
تیری آبرو کے آسمان پر
ہمیشہ روشن رہے کامیابیوں کا ماہتاب

سامعہ ملک پرویز...... خان پور ہزارہ

میں دیکھتی ہوں
ہر ذی روح کو پریشان دیکھتی ہوں
وطن عزیز کی مٹی کو ہلکان دیکھتی ہوں
مسلم ہے بے زن اور چاک گریبان دیکھتی ہوں
حتیٰ کہ دختر ہے وہ جنس کی عاشق
اس باپ کو ہوس کا نشان دیکھتی ہوں
کیوں چھوڑ دیا امت مسلمہ نے سنت کو
کبھی تو بوڑھی بوڑھے کو بھی جوان دیکھتی ہوں
غیرت دینی کی انتہا تو دیکھئے ذرا
غیور جو مسلماں میں افغان دیکھتی ہوں
نہریں بہار ہے ہیں کشمیر میں لہو کی
پرسکوں اپنے ملک کے حکمران دیکھتی ہوں
عزتِ نفس کی اب کوئی بھی وقعت نہیں رہی
بے ادب اور گستاخ نوجواں دیکھتی ہوں
نہیں ہے فکر اب جہاں میں کسی کو بھی
اچھے بھلے انسان کو حیوان دیکھتی ہوں

عائشہ دنی...... سرگودھا

غزل

ہارا میں نے ہارا اسے جیت کے بھی ہارا
کمسن دل تھا شاید اس کی طلب نے مارا
وہ میری رگ جاں سے بھی قریب تر تھا تم کیا جانو؟
دور اب اتنا ہے جیسے سمندر سے کوئی کنارہ
ہارا میں نے ہارا اسے جیت کے بھی ہارا
میری آنکھوں کے کاجل کا اسیر تھا وہ اتنا
جیسے شمع پر فدا ہو کوئی پروانہ
اس سے دور ہونا میری مجبوری ہے اب
ہاں ہاں اس کے بن کرنا ہے اب مجھے گزارہ
ہارا میں نے ہارا اسے جیت کے بھی ہارا

زنیرہ رؤف...... فیصل آباد

غزل

اداسی چار سو گھر اپنا کر رہی ہے
تاوان محبت اپنا بھر رہی ہے
تجھ بن نہ جینے کا تھا جو عہد
پورا اب اسے وفا کر رہی ہے
نہ جانو تم کسی کو خوشی دل کی
حال دل کو یہ راز کر رہی ہے

میرے دل کے آنگن میں آج کشش
اداسی دبے پاؤں رقص کررہی ہے

مدیحہ اکرم کشش...... کیلگ ہری پور

غزل

سارے جہاں سے زیادہ تیرے غم پیارے ہیں
ہر خوشی میں جو میٹھا سا درد ابھارے ہیں
ہم مر ہی جاتے اب تک جو یہ ہمسفر نہ ہوتے
بھلے سسک سسک کر مگر جینے کا سہارا ہیں
سوچ کر ہم ان کو لکھتے ہیں نئی حکایتیں
ہر روز لکھواتے ہیں ہم سے یہ جو ستم تمہارے ہیں
ہمیں کبھی وہ پستیوں میں گرنے نہیں دیتے
ہم نے جو پاکیزہ لمحے تیرے ساتھ گزارے ہیں
تم جو کبھی کبھی ہماری اتنی فکر کرتے ہو
سمجھو تو کبھی تم بھی یہ محبت کے اشارے ہیں
غزلیں میری پڑھ کر یہ جو داد دیتے ہیں کبھی
میری ہی طرح شاید یہ بھی دکھ کے مارے ہیں

مالا راجپوت......

مجھے کچھ راس نہیں آتا

نیند سے بوجھل
سرخ خمار آلودی
نیم ترآنکھوں کو......
زخمی، بکھرے ٹوٹے سپنوں کو چھپائے
درد کو سمیٹتی
دراز پلکوں کو......
غموں سے گھائل
غرق نمکداں
تڑپتے ہوئے ریش جگر کو
سسکتی، بلکتی
بے چین مگر خاموش روح کو......
وائے دیوانگی
انا کی آگ میں جلنے کے سوا
داغ تمنائے نشاط یہ کڑھنے کے سوا
کچھ راس نہیں آتا
کچھ بھی تو راس نہیں آتا

جازبہ عباس...... مری

مجھے تم سے محبت ہے

میری آنکھوں کی بے چینی
میرے جذبوں کی سچائی
اگر تم جان بھی جاؤ
تمہیں محسوس بھی ہوگا
میرے لفظوں کے اندر تم
کہیں پر گنگناتی ہو
کہیں پر رقص کرتی ہو
عزہ جی میری یہ شاعری ساری
تمہارا درد کرتی ہے
اگر میری نظمیں بھی
تمہارے نام ہوتی ہیں
تو پھر اس کا یہ مطلب ہے
کوئی گہری عقیدت ہے
مجھے تم سے محبت ہے

فریدہ فری...... لاہور

غزل

تیرے بعد بھی دل ناداں میں عالم یہ برپا رہا
پے در پے خزاؤں کا سلسلہ چلتا رہا
غم ہجر کی بارشوں میں نہا کر
دل مضطر روز بہ روز نکھرتا رہا
قابض رہا وہ دھڑکنوں پر عدو کی مانند
سانس آزادی کی لینے کو دل ترستا رہا
تلاش میں اس کی سرگرداں تھی اتنی
سایہ میرا مجھ ہی سے بچھڑتا رہا
تخت و تاج پر بیٹھے شہنشاہ کی مانند
سلطنت وہ میرے قلب پر کرتا رہا
ایسے تڑپی تیرے فراق میں حمیرا
بچہ غریب کا جیسے کھلونے کو ترستا رہا

حمیرا قریشی...... حیدرآباد سندھ

خواب

اک چھوٹی سی ناؤ تھی
کچھ خواب اس میں ڈالے تھے

پھر پانی میں چھوڑ دیا
چاہا تھا کنارے لے جائے
پر ہم کو خبر کہاں تھی کہ
اس ناؤ کے پیندے میں
کچھ چھید تو پہلے سے ہی تھے
وہ خواب جو ہم نے ڈالے تھے
تعبیر سے پہلے ٹوٹ گئے
ناؤ کے ساتھ ہی ڈوب گئے
وہ ناؤ ہمارے ارمانوں کی
پانی بہا کے لے گیا
یہ سچ ہے کہ ارمانوں پر
وہ پانی ہی پھیر گیا
اب ڈھونڈتے پھرتے ہیں اس کو
نہ جانے کدھر وہ لے گیا

ثوبیہ بلال صبح...... ظاہر پیر

میرا دل

کاش میرا دل پتھر ہوتا
نہ کوئی چاہت ہوتی اس میں
اور......
نہ احساس کوئی ہوتا
نہ ہی خواب بُنتا نہ ہر پل
یا پھر یہ دل پاگل ہوتا
اک انجانی سوچ کو بُنتا
اور......
کسی بے گانے جہاں کی
باتیں کرتا
یا پھر یہ دل پنچھی ہوتا
دکھ کے ساگر سے اڑ کر یہ
خوشیوں کا اک دیس بناتا
یا پھر دنیا یونہی چلتی
کاش......
میرا دل ہی نہ ہوتا

سیدہ لوبا سجاد...... کہروڑ پکا

نظم

لوگوں کی خود غرضی پر
دل کھول کے روئی میں
کیسے لالچی رشتے ہیں
دولت کے پجاری سب
محبت کے بیوپاری سب
خلوص و وفا کو بیچنے والے
لوگ تو لوگ ہی ہوتے ہیں
لوگوں کی کیا بات کریں
یہاں اپنے رشتے کھوٹے ہیں
سچ میں جھوٹ پروتے ہیں
سوچ سوچ کر ساری باتیں
اک لمحہ نہ سوئی میں
لوگوں کی خود غرضی پر
دل کھول کر روئی میں

رابعہ عمران چوہدری...... رحیم یار خان

غزل

میری خطا تھی کہ عشق کو منزل بنا رکھا تھا
عبادت کی جگہ انسان سے دل لگا رکھا تھا
تکلیف کے وقت یاد آتی ہے رب کی
خوشی میں رضائے الٰہی بھلا رکھا تھا
آخرت کی فکر کو سینے میں دبا کے
دنیاوی زندگی میں خود کو الجھا رکھا تھا
ہر عمل سامنے آئے گا روز آخرت میں
جو انسان نے خود سے بھی چھپا رکھا تھا
کیوں قرآن کو سمجھتا نہیں اے انسان
رب نے اعمال کا انجام بتا رکھا تھا
میری خطا تھی کہ عشق کو منزل بنا رکھا تھا
عبادت کی جگہ دل انسان سے لگا رکھا تھا

عائشہ پرویز...... کراچی

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل ادارے اور رائٹرز کے نام

آپ کہتی ہیں کہ تنقید کے بغیر تبصرہ مکمل نہیں تو جناب آغاز تنقید سے کرتے ہیں آخر آنچل مہینے میں دو مرتبہ کیوں نہیں آ سکتا؟ ایک ہفتہ گزرتا نہیں اور ڈائجسٹ ختم' یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی۔ باقی رہی ناول' ناولٹ اور افسانوں پر تنقید تو یہ ذرا مشکل ہے ہماری اتنی پیاری لکھاری بہنیں جب بھی لکھتی ہیں دل سے لکھتی ہیں (کیونکہ سیدھی ہمارے دل کو لگتی ہے ان کی لکھی ہوئی تحریر) تو دل سے لکھنے والوں کو اتنی رعایت تو ملنی چاہیے کہ ان پر بے جا تنقید نہ کی جائے۔ باقی تھوڑی بہت اونچ نیچ ہو ہی جاتی ہے' ارے بہت سوچا کہ اپنے پیارے ڈائجسٹ کی اور اپنی پیاری پیاری رائٹرز کی تعریف کیسے کروں' بس آپ دنیا کی ساری خوب صورتی کو مجسم کردیں شاید پھر بھی تعریف نہ ہو سکے۔ اللہ پاک سب کو ہمت و حوصلہ دے کہ آپ آنچل کا معیار برقرار رکھ سکیں آمین۔

عائشہ پرویز......کراچی

اساتذہ کے نام

السلام علیکم! امید ہے میری تمام اساتذہ بفضل خدا خیریت سے ہوں گی' میم اسماء آئی مس یو آپ نے جب سے کالج چھوڑا ہے میرا دل نہیں لگ رہا آپ بہت اچھی ہیں اللہ آپ کو بہت سی ترقی دے۔ میم فارینہ' ٹیچر صفیہ' ٹیچر نگہت' میری سویٹ ٹیچرز مس بیل آئی لو یو آپ سب میرے لیے احترام کے قابل ہیں' ٹیچر آمنہ آپ کا نام نہ لوں تو زیادتی ہوگی آپ سب چونکہ آنچل ریڈر ہیں مجھے یہاں دیکھ کر ضرور حیران ہوں گی اگر میرے پیارے آنچل نے میرا پیغام شائع کیا تو' امید اچھی خیال اچھا ان شاء اللہ ضرور شائع ہوگا نیا سال مبارک ہو۔

ایقہ احمد......تلہ گنگ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ ہما آپی! ڈیڑھ سال بعد انٹری دی ہے۔ سلام ٹو آل آنچل فرینڈز کیسی ہیں آپ سب؟ آف کورس مزے سے جی رہی ہوں گی آخر میری دعائیں جو آپ لوگوں کے ساتھ ہیں' ہاہاہا۔ سباس گل آپی قسم سے کبھی آپ اسپیشلی میرے نام پیغام لکھیں نا تو مزہ آجائے جتنا آپ مجھے یاد آتی ہیں اور جتنا میں آپ کو مس کرتی ہوں (کرم نوازی ہوگی آپ کی)۔ ارم کمال اینڈ پروین افضل آپ کیسی ہیں آپی ارم کمال بہن کی شادی کی بہت مبارک باد لیٹ دے رہی ہوں وجہ کچھ پر بلکہ تھیں اینڈ پروین آپی میکے جانے پر آپ کے شوہر آپ کو

یاد نہیں کرتے تو اس میں میرا کیا قصور میں تو آپ کو کرتی ہوں۔ اللہ آپ کو نرینہ اولاد عطا فرمائے (ویسے میرے پاس ایک وظیفہ ہے اگر آپ جاننا چاہے تو ضرور بتانا اس کے کرنے سے ان شاء اللہ میرا اللہ آپ کو اولاد جیسی نعمت سے نوازے گا۔ نجم انجم آپی آپ کے تو کیا ہی کہنے بس ایک بار ہی یاد کر کے تھک گئی ہیں بعد میں بھول کر بھی میرا ذکر کرنا گوارا نہیں کیا ایسی دوستی کرتی ہیں آپ؟ کسی فرینڈ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ذرا بتانا ماریہ کنول کرتم اندر سے کتنی گہری ہو اس کا نام یاد نہیں اور نہ ہی وہ شمارہ میرے پاس ہے پر اس کا جواب دے رہی ہوں۔ یار اپنے بارے میں تفصیل بتا کر اپنے منہ میاں مٹھو بننا مجھے پسند نہیں' بس اتنا ہی کہوں گی کبھی لائف میں ملاقات ہوئی تو دیکھ کر ہی اندازہ لگا لینا۔ ڈیئر صائمہ سکندر اینڈ حمیرا نوشین آپ کیسی ہیں؟ اللہ آپ کو ازدواجی زندگی میں ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔ طیبہ نذیر' نورین مسکان' فرحت اشرف' مونا شاہ' ایس بتول شاہ' عائشہ خان' شیریں گل آپ سب سے فرینڈز ریکوئسٹ ہیں دیکھتے ہیں کیا جواب ملتا ہے۔ تمنا بلوچ اللہ پاک آپ کے نئے سفر کے سنگ سبھی راستے آسان کردے اور اپنے پیا کے سنگ ڈھیروں خوشیاں نصیب فرمائے آمین اللہ حافظ۔

ماریہ کنول ماہی......گوجرانوالہ

زیست ذونی کی بہاروں کے نام

سنو صاحب! زنگ لگ نہ جائے کہیں وفاؤں کو
کچھ تو آپ بھی رابطوں کے سلسلے بحال رکھو

السلام علیکم! بہت عرصے بعد آنچل میں خط لکھ رہی ہوں' وجوہات کا انت نہیں (کیوں غائب رہتی ہوں) کیسے مزاج ہیں سکھیوں سہیلیوں؟ سب سے پہلے تو پروین افضل شاہین (بھابی) آپ کا نام مختلف رسائل میں دیکھ کر مجھے بے تحاشا خوشی ہوتی ہے (خوش رہیں ہمیشہ اور مسکراہٹیں بانٹتی رہیں۔ بھیا پرنس افضل کو میری طرف سے کافی سارا سلام) اور پروین بھابی وہ تصویر میری ہی تھی رزلٹ بینر والی۔ صوفیہ ملک دعا ہے جہاں رہو خوش رہو۔ تازی آپی اور صائمہ جبیں آپی بہت ساری دعائیں' حمنہ سحر اور چندا مثال (قصور) تم لوگ انمول ہو یارا! (حمنہ جلدی شادی کروالو چڑیل) مدیحہ کنول سرور' شکریہ دوست اکثر تم میری کمی کو محسوس کرتی ہو آنچل' ستارہ امین کنول (پیر محل) فائزہ شعیب (ملیسی)۔ تم لوگ کہاں ہو آج کل' غزالہ جلیل راؤ' نوشین اقبال کامیابیوں کے سفر ہمیشہ تم پر مہربان رہیں۔ دعا ہاشمی بہت عرصہ پہلے میں نے تین چار خط لکھے تھے جو ردی کی ٹوکری کی نذر ہوئے۔ دعا ہاشمی (فیصل آباد) تمہاری امی کی وفات کا سن کر مجھے بہت دکھ ہوا' اللہ تمہیں اور تمہارے بہن بھائیوں کو ہمت دے' عظمیٰ شاہین رفیق "جرأتوں کے امین" کی مبارک باد قبول کرو۔ عائشہ نور محمد (عشق مصطفیٰ ﷺ کی طالب تمام) میرا دل ہمیشہ بنتا جا رہا ہے۔ ایسے ہی ناول ہمیشہ لکھتی رہیں آپ

کے لیے دعائیں یہ خط شاید آخری ہے یا کچھ پتا نہیں سب دوستو خوش رہیں، جن دوستوں کے نام رہ گئے ہیں ان سے معذرت، ہوسکے تو دعاؤں میں یاد رکھیے گا رب راکھا۔

زنیرہ طاہر زونی...... بہاولنگر

ڈیئر آنچل کے نام

میرا تعلق چھوٹے سے شہر سے ہے حالات زندگی کچھ ایسے ہیں کہ تنہائی پسند ہوگئی ہوں، میں پچھلے دو سالوں سے آنچل پڑھ رہی ہوں اور اسے بہت پسند کرتی ہوں آنچل پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے مجھے بھی لکھنے کا شوق ہے میں نے ایک کہانی لکھی ہے "وہ اجنبی میرا" مجھے یقین ہے کہ آپ میری کوشش کو سراہیں گے میرا مقصد صرف اپنے گھر والوں کو ایک معیاری زندگی دینا ہے۔ میں ایف ایس سی انجینئرنگ کر رہی ہوں میری ماما چاہتی ہیں کہ میں انجینئر بنو اپنی خواہشات پورا کرنے کی خاطر مجھے آپ کا ساتھ چاہیے والسلام۔

عفرا انور......

آنچل فرینڈز کے نام

اسلام علیکم! کیسے ہیں آنچل فرینڈز! شمائلہ آپی ہم سے پوچھنے میں ہمیں کیوں نہیں پوچھتی (خیر تو ہے نا) شہلا آپی آپ تو بیسٹ ہیں ہماری حاضری جو لگائی ہیں۔ جمیلہ غزل صدیقہ اور سمیرا اسوانی ہم آپ کو بھولے ہی کب ہیں کہ یاد کرنے کی ضرورت پڑے۔ سادیہ رشید آپ بہت اچھی ہو خدیجہ فیاض، نادیہ، صوفیہ رابعہ کنول، رومانہ قریشی اور طیبہ کی شادی بہت مبارک۔ فائزہ منور، مریم ناری، پری آپ کیسی ہو پروین افضل شاہین ہماری ایک دور کی آنٹی ہمارے گھر کے اتنے نزدیک آ گئی ہیں کہ روز ہی گھر آ جاتی ہیں امی نے پوچھا کون ہے منہ سے نکل گیا پروین افضل شاہین۔ پہلے تو آنٹی نے منہ بسورا پھر امی سے کہا "تیری لڑکی کو ذرا تمیز نہیں، کیسے غیر مرد کا نام میرے نام کے ساتھ لگاتی ہے" اف پھر میں اور امی کی ڈانٹ۔ مونا شاہ قریشی، عروزیہ سلطانہ، فاخرہ گل اور کے ایم نور الشمال بہت بہت مبارک ہاں اللہ مزید کامیابیاں دے۔ انشال حیدر، عائشہ رحمن، دلکش مریم، انجم زرین اور شاہ رسول ہاشمی آپ اپنے نام کی طرح ہی بیسٹ ہو۔ گل بہار رشید، ام مریم، ام ثمامہ، عنزہ یونس، انا عظمیٰ، شاہین رفیق، حرا قریشی اور نزہت جبیں ضیا۔ آئی لو یو۔ مدیحہ نورین مہک سالگرہ مبارک اور ساتھ ڈھیر ساری دعاؤں کا تحفہ بھی (ویسے آپس کی بات ہے زندگی کی کس سیڑھی پر قدم رکھا ہے)۔ راشدہ علی آپ کو خواب میں دیکھا ہے آپ مجھے کہہ رہی تھیں کہ دکھ ہر انسان کو رلاتا ہے، سوچتی ہوں آپ نے مجھے ایسا کیوں کہا (ضرور بتایئے گا)۔ مدیحہ کنول سرور، شازیہ خان (مانسہرہ) اور کرن شہزادی یار کس دنیا میں غائب ہو۔ صبیحہ اور نوشین تھینکس یار ناول بھجوانے کا۔ نصرت خالہ جانی اور رئیسہ سرور بیسٹ آف لک، عیعہ اسریٰ سجاد، صباء صفا، ارم ناز، کائنات زینب، صنم اور کول یاد رکھنے کا شکریہ۔ پیارے بھتیجے بین نعمن (حماد) لو یو۔ لو کے ٹی، پاکستان زندہ باد، اللہ حافظ۔

گل مینا خان اینڈ حسینا بی ایس...... مانسہرہ

آنچل ریڈرز اور دوستوں کے نام

السلام علیکم! آنچل ریڈرز کیسے ہیں سب، کہیں سردی کی وجہ سے قلفی تو نہیں جم گئی یقیناً شاہی رجحان۔ کیسی ہو کراچی میں مزے میں ہوگی۔ یار یہاں تو بہت سردی ہے سنو سب لوگ تمہیں بہت یاد کرتے رہتے ہیں ہیپی نیو ائیر۔ شہناز کو اور ماہی کو بھی، نیناں، کرن، سمیہ، کنزہ اور سب آنچل فرینڈز کو ہیپی نیو ائیر" اس نئے سال میں اللہ سب کو بے انتہا خوشیاں عطا کرے۔ نازی آپی کیسی ہیں، عبدالہادی کیسا ہے، اللہ آپ سمیت سب رائٹرز کو صحت و تندرستی کے ساتھ اسی طرح لکھنے کی توفیق عطا کرے آمین۔ سب آنچل وجاب کو "منی منی ہیپی نیو ائیر" سب لب مجھے وش کرو نہیں تو میں کٹی ہو جاؤں گی او کے ٹاٹا بائے بائے۔

مشی خان...... مانسہرہ

بختاور ناز مظفر پور کے نام

السلام علیکم! بنی! جو کہنا ہو اللہ سے کہتے ہیں وہ لوگوں کی نسبت جلد فریاد سنتا ہے۔ تم تو بختاور ہو کہ طیبہ خاور پھول سی سہیلی ملی اور مخلص دوست تو ایک ہی کافی ہے۔ چلو خوش ہو جاؤ اب دو ہو گئے یعنی کوثر خالد! بھئی یاد آیا فاخرہ گل جو ہے تو بنی جیسی مگر رتبہ اسے استاد کا دیتے ہیں انہیں سو لفظی کہانیاں مبارک ہوں۔ بھئی حوصلہ ہے آپ کا، ہمیں تو ایک خط لکھنے کے لیے سو پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں اور نازیہ کنول نازی خیر تو ہے خدانخواستہ کیا ہوا۔ اللہ بہتر کرے یا مذاق سے لکھا ہم تو ڈر ہی گئے اور پروین افضل کو گود ہری کی دعا اور جن کے چچے سنے ہیں، سلامت رہیں۔ کئی پیغام تو ردی ہو گئے اب دیکھو ہم پورے آنچل کو دعائیں۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ

خوب صورت تتلیوں کے نام

السلام علیکم! میری پیاری پیاری آنچل فیملی ہمیشہ خوش رہو سب سے پہلے قابل احترام آپا جانی فریدہ جاوید فری اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور لمبی زندگی عطا فرمائے آمین۔ حافظہ کشف اور عائش کشمالے ڈھیر سارا پیار۔ سوئٹی ارم کمال (تانی صاحبہ) بہت سارا پیار اور دعائیں، تمنا بلوچ نئی زندگی میں ہمیشہ خوش رہو۔ پیاری سمیرا تعبیر ہر بار تبصرہ پسند کرنے پر شکریہ، خوش رہو۔ فضہ جٹ مائرہ جٹ ہم نے آپ کو یاد کیا، آپ بھی یاد رکھنا۔ لائبہ میر میں ٹھیک ہوں ہمیشہ خوش و خرم رہو پرنسز اقرا صاحبہ کامیابی پر ڈھیر ساری مبارک باد قبول کریں، میری دوستی قبول فرمائیں، ویلکم کیجیے۔ کرن شہزادی یہ تو بتادیں کہ آپ کون سے ملک کی شہزادی صاحبہ ہیں، میرے بغیر آپ کو سلسلے سونے لگے میں تو باقاعدگی کے ساتھ لکھتی ہوں مگر یہ آنچل والے کبھی کبھی غائب کر دیتے ہیں،

بہرحال بہت سارا پیار۔ سویٹ شاہد سول ہاشمی ایس گوہر طوبٰی انعم زرین، سارا زرین، فرحت اشرف کمسن، مدیحہ نورین آپ سب کو سلام اللہ تعالیٰ ہمیشہ خوش رکھے۔ عائشہ پرویز کہاں غائب ہوجاتی ہو۔ ایم فاطمہ سیال (برسات کا موسم) بہت پسند آئی۔ پارس شاہ ہمیشہ خوش رہو، عائشہ رحمن ہنی آپ بھی بہت اچھی ہو۔ صائمہ سکندر سومرو فائزہ بھٹی، دلکش مریم بہت سلام۔ فوزیہ سلطانہ مجھے سویٹ سمجھ کر کھا مت جانا موٹی ہوں ہضم نہیں کرپاؤ گی (کمی کمی)۔ سمیرا اعوان آپ کا پیغام پڑھا دل سے ویلکم کرتی ہوں مگر بھی بھولنا مت ورنہ چڑیل بن کر کھا جاؤں گی آپ کو سمجھیں۔ جیا عباس اللہ آپ کو پورے جہاں کی خوشیاں عطا فرمائے اور ایمان زہرا کے لیے ڈھیر سارا پیار اور اچھے نصیب کی دعائیں اور آپ کے بھائی اعتزاز احسن کے لیے خصوصی دعائیں، مغفرت اور سورۃ یٰسین کا ختم پڑھا ہے اللہ پاک انہیں جنت میں خاص مقام عطا فرمائے اور آپ کو سکون بھی دے آمین۔ خوش رہنا جانو ڈیئر منیبہ نواز رابعہ بھٹی پھولوں کی طرح مہکتی رہو۔ پروین افضل چڑیا کی طرح چہکتی رہو نئے سال میں آپ کے میاں کی جیب کٹنی نہیں بلکہ وہ جان بوجھ کر خالی کرآتے ہیں نا کہ آپ کا ہاتھ نہ لگ جائے (مذاق یار)۔ کوثر خالد ثوبیہ سحر، منزہ عطا نور الہدیٰ مغل، حسنین ملک، آمنہ حبیب، سرور فاطمہ ہنی، تحریم اکرم چوہدری بہت سارا پیار۔ سنبل ملک اعوان ہمیشہ خوش وخرم زندگی گزارنے کی دعائیں۔ تمام دوستوں کو نئے سال کی دعائیں اور میری بیٹی نورین انجم کے لیے ڈھیر سارا پیار۔ شائلہ کاشف کے لیے پھولوں کے ہار، دعائیں نئے سال کی تمام رعنائیاں خوشیاں قبول ہو والسلام۔

لاکھ سنوار لو اپنی محفل کو لیکن
بن ہمارے کچھ کمی تو ضرور رہے گی

نجمہ انجم اعوان......کراچی

اپنوں کے نام

السلام علیکم! ڈیئر مائی فیملی ممبرز اینڈ فرینڈز آپ سب کو نیا سال مبارک ہو۔ سوچا نئے سال پر آنچل کے ذریعے آپ کو اپنا حال دل کہہ دوں امی جان، حابی بجو شاہی اپیا اینڈ برادرز میں آپ سب سے بہت پیار کرتی ہوں۔ خاص کر امی آپ سے جب تھوڑی سی بھی تکلیف آپ کو ہوتی ہے تو میرا سانس رکنے لگتا ہے اللہ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تاحیات قائم رکھے آمین۔ بجو پرنسز انا بیہ اینڈ پرنسز پریسہ کو بہت سا پیار، میری طرف سے۔ مریم عالم کہاں گم ہو یار! اگر کہیں پر میرا پیغام پڑھ رہی ہو تو جلدی سے مجھ سے رابطہ کرو۔ منشی خان، سمیہ کنول، کنزہ اینڈ سمیرا اعوان آپ سب کی اتنی محبت پر میں تہہ دل سے مشکور ہوں اور میرے جذبات تم لوگوں کے لیے اس سے مختلف نہیں ہیں اور میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ مجھے اتنی اچھی دوستوں سے نوازا۔

دوستی عام ہے لیکن اے دوست
دوست ملتا ہے بڑی مشکل سے

سائیکلوجی گروپ، مائی بیسٹ فرینڈز مومنہ اینڈ عروج رضا، حرا شاہ، سمیرا شاہ، نزہ ماہ نور، مشعل، مقدس اور اطرہ بتول (ہاہاہا)۔ اطرہ بتول تمہیں چھیڑنا اور خاص کر اطرہ بتول کہنے پر تمہارا چڑنا بڑا مزہ دیتا ہے۔ تم سب کو نیا سال مبارک ہو اور میم تہمینہ ناز آپ میری آئیڈیل ہیں اور میں آپ کا دل سے احترام کرتی ہوں، اللہ آپ کو صحت وتندرستی دے تاکہ آپ اسی طرح آنے والی نسلوں کو اپنے علم سے فیض یاب کرتی رہیں آمین اللہ حافظ۔

کرن شہزادی......مانسہرہ

عنزہ یونس کے نام

السلام علیکم!

یہ اور بات کے انا میری جتا نہ سکی
مجھے جنون تیرا ہر اک جنون سے بڑھ کر رہا

عزیزی آنچل پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں، امید ہے تھوڑی سی جگہ مل جائے گی۔ آنچل کے تھرو اپنی کیوٹ سی فرینڈ عنزہ یونس کو کہنا چاہوں گی، میں تمہیں بہت پیار کرتی ہوں۔ نایاب ملک کا لمحہ لمحہ تمہاری یادوں سے مزین ہے، کبھی بھی اداس مت ہونا اللہ تمہیں ہمیشہ کامیابیاں دے آمین اور مجھ سے روز بات کیا کرو ایک فکر ہے کہ آج کل تم کہاں مصروف ہو؟ تمہیں پتا ہے ان دنوں مجھے تمہاری کتنی کمی محسوس ہوئی، میں تمہارے کالج گئی مگر صد افسوس تم کالج نہیں آئی تھیں بعد میں پتا چلا سائیکالوجی والوں کی چھٹیاں ہیں خیر موسم، خوشبو، باد صبا، چاند، شفق اور تاروں میں کون تمہارے جیسا ہے وقت ملا تو سوچیں گے۔ آج کل میرا سکون ناپید ہے وجہ تم ہو، اپنی مصروفیات میں وقت ہی نہیں نکالتیں (انا) جلدی جلدی لائن پر آجاؤ میں انتظار کروں گی اللہ حافظ۔

نایاب ملک......حافظ آباد

لعل انجلز کے نام

السلام علیکم! تمام قارئین کیسے حال چال ہیں آپ سب کے؟ ہاں جی تو انشال چودھری کیسے مزاج ہیں آپ کے؟ کافی عرصے سے خاموش قاری ہوں جیسے ہی آپ کی انٹری دیکھی دوڑی دوڑی چلی آئی۔ وہ کیا ہے کہ ہم تھوڑے لطیف مزاج کے حامل ہیں ذرا کوئی بات کرے دل میں گدگدی شروع ہوجاتی ہے (آہم) آپ جیسی خوش مزاج دوست کا ساتھ اچھا رہے گا بالکل۔

خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

صائمہ سکندر آپ کیسی ہیں؟ ایس گوہر، شاہ زندگی، حرا آپی اور اقرأ لیاقت، عالمہ عاشق کہاں ہو گئیں؟ ہم جناب عنزہ یونس کی سویٹ کیوٹ

چھوٹی بہنا ہیں۔ وہ ذرا موڈی ہیں مگر جناب ہم من موجی بندی ہیں کیوں آپی عنزہ؟ میم سمیہ آپ اچھی ہیں عنزہ آپی آپ کی باتیں کر کرکے ہمیں بھی آپ کا دیوانہ بنا چکی ہے آخر میں اپنی موڈی بہنا کو بہت سا سلام پیار دعائیں۔ اللہ آپ کو ہر میدان میں کامیاب کرے آمین۔ تمام آنچل سے وابستہ قارئین سے درخواست ہے کہ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ مجھے خانہ کعبہ اور مدینہ پاک کی زیارت نصیب کرے آمین۔

عائشہ یونس..... حافظ آباد

نک چڑھی اور موڈی کزن کے نام

ڈیئر عنزہ! بہت بہت مبارک ہو تمہیں (ارے مبارک وصول تو کرو بعد میں پوچھنا کس بات کی) آج تمام دن میرا جھومتے ہوئے گزرا ہے (ذرا) بات دراصل یہ ہے کہ جب بھائی آنچل لے کر آئے اور اس میں تمہارا نام دیکھا تو آنکھیں پھیلی کی پھیلی رہ گئیں۔ تمہارا نام درجواب آں میں دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ اس خوشی میں کھانا پکانا بھی بھول گئی (جس کے نتیجے میں امی سے ڈانٹ بھی کھائی)۔ چلو تمہاری خاطر اتنا تو کر ہی سکتی ہوں، مجھے قیصر آرا آپا سے بہت امید ہے تمہارے لیے تم فکر مت کرنا ان شاء اللہ سب اچھا ہوگا۔ عنزہ میرے دل میں تمہارا بہت مقام ہے، میں دعا گو ہوں کہ اللہ تمہیں اسی طرح کامیابیوں سے نوازتا رہے اور تمہیں ہمیشہ حق اور سچ پر لکھنے کی توفیق دے، کبھی ناامید نہ ہونا۔ ناامیدی کفر ہے، میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہوں اور جو جنگ تم لڑ رہی ہو اس کا حصہ میں بھی ہوں میں بھی معاشرے سے برائی کا خاتمہ کرنا چاہتی ہوں اور ہم سب یہ کر کے رہیں گے اللہ تعالیٰ تمہیں ڈھیروں کامیابیوں سے نوازے، فی امان اللہ۔

عاصمہ عاشق چدھڑ..... حافظ آباد

مہکتی کلیوں کے نام

السلام علیکم! فرینڈز اینڈ ٹیچرز کیا حال ہیں؟ امید واثق ہے ٹھیک ہوں گے کچھ عرصے سے دوست کا پیغام آئے میں جگہ نہیں مل رہی۔ آج میرا دوست کا پیغام آئے میں لکھنے کا مقصد اپنے فرینڈز اور ٹیچرز سے رابطہ ہے۔ تمام فرینڈز اور ڈگری کالج گرلز میں آپ سب سے کہنا چاہتی ہوں کہ اپنے بہتر مستقبل کے لیے اپنے ٹیچرز اور والدین کا ادب کریں کیونکہ کہتے ہیں کہ باادب بانصیب اور بے ادب بے نصیب۔ اساتذہ معاشرے کا ایک اہم رکن ہوتے ہیں ان کے کندھوں پر ملک کے مستقبل (طالب علموں) کی اصلاح کی بھاری ذمہ داری ہے۔ اساتذہ کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ لیکچر کے علاوہ طلبہ کی کردار سازی بھی کریں۔ ماشاء اللہ سے ہمارے کالج میں بہت سے ایسے ٹیچرز ہیں جو طلبہ کی کردار سازی کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور بعض کر بھی رہے ہیں میں تہہ دل سے ان کی مشکور ہوں اس معاملے میں نام کسی کا نہیں لوں گی کیونکہ یہ دوسرے اساتذہ کے ساتھ ناانصافی ہوگی (بھئی سب اتنے سویٹ جو ہیں)۔ میم راحیلہ آپ بہت اچھی ہیں ہمیشہ ایسے ہی رہیے گا اور ہماری مثبت راہنمائی کرتی رہیے گا۔ آپ ہماری اصلاح کی بہت کوشش کرتی ہیں۔ میم صائمہ اشرف آپ تو ہیں ہی بہت نائس ہمیشہ یونہی ہنستی رہیں آپ کو غصہ سوٹ نہیں کرتا۔ آپ ہمیشہ مسکراتی ہی رہیں اللہ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ میم صائمہ آپ بہت سمجھدار اور تعاون کرنے والی ہیں (بس انگلش کے پیپر میں ہاتھ ہولا رکھا کریں)۔ میم نائلہ خدارا کبھی مسکرا لیا کریں، سنجیدگی آپ پر سوٹ کرتی ہوگی لیکن اسمائل سے زیادہ نہیں، کبھی ہنس لیا کریں آپ کے لیے تو یہی دعا ہے سدا ہنستی مسکراتی رہیں۔ میم شبانہ یو آر سو نائس آپ کو کبھی غصہ نہیں آتا (بعض اوقات اس بات پر مجھے حیرت ہوتی ہے)۔ آپ علم کا سمندر ہیں واقعی آپ کے پاس بہت نالج ہے سدا خوش رہیں آباد رہیں۔ میم قمر آپ سنائیں کیسی ہیں، شادی اور بیٹی دونوں مبارک ہو۔ میم کلثوم آپ سنائیں کیا حال ہے، رومان کیسا ہے اللہ اسے زندگی دے۔ میم جو لوگ غصے کے تیز ہوتے ہیں وہ دل کے بہت نرم ہوتے ہیں، میم رومان بہت کیوٹ ہے بالکل آپ پر گیا ہے۔ میم عائلہ ہاؤ آر یو خوش رہیں۔ اب آتے ہیں اپنی سویٹ کیوٹ لولی ٹیچرز میم سمعیہ اور میم حنا کی طرف، میم سمعیہ آپ سے اب ہم کچھ والے ناراض ہو جائیں گے جلدی سے آئیں ہم سے ملنے (میم حنا آپ کا کب سے انتظار کر رہے ہیں اب آ بھی جائیں)۔ کالج ویسا بالکل بھی نہیں رہا الحمدللہ ٹیچرز بہت اچھے ہیں لیکن نہ ہی وہ دوست ہیں اور یقین مانئے مجھے تو بلڈنگ بھی وہ نہیں لگتی۔ میم حنا آپ تو دن بدن نکھرتی جا رہی ہیں، کالج گرل لگتی ہیں یو آر سو کیوٹ۔ پرنسپل بننے پر مبارک باد قبول کریں اللہ جلد ہی آپ کی تمام دلی نیک خواہشات پوری کرے۔ نائمہ تم سناؤ کیسی ہو کالج یاد آتا ہوگا نا اسٹڈی دل لگا کر کرنا اور اپنا اپنے ماں باپ اور ٹیچرز کا نام روشن کرنا اللہ تمہیں کامیاب کرے عنزہ تم نے کشمیر پر بہت اچھا لکھا قلم کا حق ادا کر دیا آغوش مادر میں بھی چار چاند لگا دیے خدا تمہیں مزید کامیابیاں دے اور تمام نیک خواہشات پوری کرے مصباح، علیزے، رمشہ، ماریہ، عاصمہ کیسی ہو تھرڈ ایئر تم سناؤ کیا حال ہیں زینب شادی بہت، بہت مبارک ہو (شوہر بھی...... ہاہاہا) آمنہ تم تو اکیلی رہ گئی (آہ...... پر ہم تو ہیں نا) صباء لبنیٰ، کرن، شازیہ دردا گروپ اور ساری تھرڈ ایئر کیا حال ہے خوش رہو (انگلش کے ساتھ بھی انگلش کے بعد بھی) خدا تم سب کو کامیاب کرے فروری میں میرے بھائی عمر اور بھائی عثمان کی برتھ ڈے ہے سونی منی پپی برتھ ڈے تم جیو ہزاروں سال تمام آنچل فرینڈ شبنم کنول، ایس کو ہر اور کمال سب کو سلام کیسی ہو بتانا ضرور اللہ حافظ۔

اقراء لیاقت چوہدری...... حافظ آباد

پیاری سندری فرینڈ

السلام علیکم ساحرہ تم میری بہت اچھی فرینڈ راز داں اور میری ہم جولی ہو تم جانتی ہو میں اپنا ہر دکھ سکھ تم سے شیئر کرتی ہوں اور تم میری باتیں بہت توجہ سے سنتی ہو میرے دکھ کو اپنا دکھ سمجھتی ہو، فروری کی کسی بھی ڈیٹ کو میری لولی اور سویٹ فرینڈ کی برتھ ڈے ہے ہمیشہ کوشش کرتی ہوں کہ آپ کو کچھ ایسا گفٹ کروں کہ آپ کو سدا یاد رہے لیکن ہر بار تم مجھ سے بڑھ کر وش کرتی ہو، سوچا اس سال آپ کو اپنے فیورٹ آنچل کے تھرو وش کروں آئی ہوپ تمہیں بہت اچھا لگا ہوگا آج کے دن کے حوالے سے میری تم سے ایک ریکوئسٹ ہے کہ مجھ سے ناراض نہ ہوا کرو اور غصہ کم کیا کرو مائی ڈیئر کول مائنڈ بننے کی کوشش کرو تم مجھ سے جو بھی کہتی ہو میں اس کے مطابق جینے کی کوشش کرتی ہوں تم بہت اچھی ہو ایک دن بھی تم سے کال پر بات نہ ہو تو میں بہت سیڈ ہو جاتی ہوں ہمیشہ خوش رہو زندگی میں کبھی بھی کوئی غم تمہیں نہ چھوئے میری حیات تمہیں لگ جائے آمین۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

آنچل کے ستاروں کے نام

السلام علیکم تمام آنچل فرینڈز کو پیار بھرا سلام امید ہے سب خیریت سے ہوں گی اور ہاں تمام آنچل اسٹاف کو نئے سال کی مبارکباد اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ نیا سال آپ کی جھولیاں خوشیوں سے بھر دے آمین، مدیحہ جی میں آپ سے مستقل رابطہ کرنا چاہتی ہوں کوئی طریقہ بتائیں دلکش مریم، انا احب، پروین افضل شاہین، فائزہ بھٹی، عائش کشمالے رابعہ مبارک، امبر گل کیسی ہیں آپ سب؟ خوش رہیں اور اسی طرح آنچل میں جگمگاتی رہیں عنزہ جی آپ کا پاکستان کے بارے میں پیغام میرے دل میں اتر گیا بیشک ہم آپ کے جذبے کی قدر کرتے ہیں اقرا اور عنزہ آپ دونوں کزن ہیں مجھے آپ کی سوچ پسند آئیں آپی جی میرے اس پیغام کو گمشدہ میں شمار نہ کیجیے گا ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی (ہاں) پچھلی بار بھی بھیجا تھا لیکن شائع نہیں ہوا اللہ پاک ہمارے وطن کو سلامت رکھے تاقیامت رکھے آمین۔ اللہ حافظ۔

اقصیٰ کشش...... محمد پور دیوان

عنزہ یونس کے نام

السلام علیکم فرینڈز کیا حال ہے عنزہ ڈیئر آپ کے حب الوطنی کے جذبے کو سات سلام اگر ہمارے ملک کا ہر فرد ایسی ہی سوچ رکھے تو اور کیا چاہیے ہمیں یہاں تو ہر کوئی ملک کو لوٹنے کے چکروں میں ہے بس ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں ملک کے بارے میں تو کوئی سوچتا ہی نہیں، ہم میں اتحاد کی کمی ہے اگر ہم سب مل کر اس ملک کو بنائیں سنواریں تو میں دیکھتی ہوں کون اس ملک کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا یہ سب ہماری نااتفاقی کا نتیجہ ہے ہم سارا ملبہ حکمرانوں پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاتے ہیں جیسے عوام ہوں گے تو ظاہر ہے حکمران بھی ویسے ہی ہوں گے ہم دوسروں کو کہتے ہیں مگر خود کچھ نہیں کرتے میری تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کو سلامت رکھے آمین پروین افضل آپی اگر آپ تک جانے کے لیے مجھے آپ کے شوہر سے رابطہ کرنا ہے تو سوری آپ ہمیں اپنی یادوں اور پیغام میں یاد رکھنا ہشا ارشد، عائشہ رحمان، اینڈ پرنسز اقرا آپ کی دوستی ہمیں قبول ہے مگر آپ کو ہر ماہ ہمارے نام پیغام لکھنا ہوگا فوزیہ سلطانہ ڈیئر آپ سے مل کر بہت اچھا لگا خوش رہیں کیسرا تعبیر جاناں اینڈ پری ہمیں یاد رکھنا ہمیشہ شاہ زندگی سویٹ ہارٹ ایمن وفا کہاں گم ہیں عروسہ روشنی وفا اینڈ کشف فاطمہ بالکل بھول گئی ہو امبر سکندر سحر و اینڈ شمع مسکان مس یو خوب صورت پری پرستان سے کب واپس آ رہی ہو ابرش اینڈ زیست کہاں کی سیر ہو رہی ہے نورین شاہد کیسی ہو فاخرہ ایمان ذرا اپنا چہرہ تو دکھاؤ ارم کمال اینڈ نجم انجم آپی ہمیشہ بھول جاتی ہو میں حور عین فاطمہ کن چکروں میں گم عائشہ پرویز کیسی ہیں آپ شائستہ افتخار سالگرہ کی ڈھیروں مبارکباد لو کے فرینڈز اپنا خیال رکھنا میری صحت کے لیے دعا کرنا فی امان اللہ۔

ماہ رخ سیال ہمشک حنا...... سرگودھا

جیا عباس کاظمی اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم اہل آنچل اور پیاری جیا عباس کاظمی آپی آپ سب کو پیار بھرا سلام ہو جیا جی ہزاروں برس جیو مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہو اگر برا نہ مانو تو ایک معصوم سی خطا کرلوں آپ سے دوستی کی التجا کرلوں جواب ضرور دیجیے گا میں انتظار کروں گی جیا آپی آپ آج کل بہت کم نظر آ رہی ہیں میں ہر بار آپ کا نام تلاش کرتی ہوں پلیز انٹری دیں ناں آنچل فرینڈز نیلی ظہیر، نوشین اقبال نوشی، شمع مسکان (لویو) سباس گل، نزہت جبین ضیاء، طلعت نظامی (مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں میری ایک ٹیچر کا نام طلعت ہے مجھے لگتا ہے آپ ان کے جیسی ہیں) پروین افضل شاہین، ارم کمال، مدیحہ کنول سرور (آئی مس یو آپی) سنیا زرگر، اقصیٰ زرگر سلام قبول فرمائیے، نجم انجم آپی، نورین انجم اعوان، اقرا صغیر احمد، فاخرہ گل، نازیہ کنول نازی آپی (یو آر گریٹ) سمیرا شریف طور واپس آیئے نا پلیز، مدیحہ نورین مہک، فائزہ بھٹی، صائمہ سکندر سومرو، (مجھے لفظ سومرو بہت پسند ہے) مونا شاہ قریشی، حرا قریشی (آپ تو پوری کی پوری ہی بہت لولی ہیں پریٹی ہیں سویٹی ہیں) ایمی سیال فاطمہ، دلکش مریم (دل کو لگ گئی ہیں یار) ایس گوہر (گوہر نایاب سی لگتی ہیں) فریدہ جاوید فری، آپ کی شاعری بہت کمال ہوتی ہے عائشہ ہاشمی، عائشہ رحمان ہنی، شبنم کنول، حمیرا قریشی، اقرا لیاقت، شاہ زندگی (کیا نام ہے پیارا) کوثر خالد (الفاظ نہیں مل رہے آپ کے لیے آپی ماشاء اللہ ہی کہہ سکتی ہوں) تانیہ آپی ہماری کیسی ہو منیر مذوتی لگتا ہے لا پتہ ہی

ہوگئی ہو فرح انور مغل (السلام علیکم) گلشن آپی، صوبیہ اسلام آپی، مس عذرا صاحبہ آپی مہوش، سحرش آپی، مس مہوش انور اور ننھی حبہ کو ڈھیروں ڈھیر سلام پیار اور جانے کیا کیا مس طلعت صاحبہ السلام علیکم کیسی ہیں آپ آئی مس یو، عروج فاطمہ، اقرا اعجاز، ردا ام حبیب قندیل سیف، رمشہ طاہر، نگار شوکت، اجالا عروج، اقرا اسلام، مریم سرور (سڑی بھنڈی کیا حال ہے) اقرا شریف، ثنا شریف، ارم شریف ڈھیروں دعائیں قبول کیجیے اقصیٰ وجیہہ فاطمہ (کزن) احمد چاند (کزن) عروج فاطمہ ثریا (کزن) اری پھوپو جانعا آپ کو بھول جانا ممکن نہیں نصرت پھوپو اور نسیم پھوپو سب کو سلام ڈیئرسٹ آپی نورین مسکان سرور السلام علیکم کیا حال ہے میری امیدوں کے مطابق آپ فٹ فاٹ ہوں گی اور سو ہیپو جنم دن مبارک ہو بھئی یکم فروری کو آپ کی اس دنیا میں آمد ہوئی تھی میری دعا ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش باش رہیں اور ہزاروں سال جئیں آئی لو یو مائی ڈیئر ایلڈر سسٹر ہمبارک ہو آپ کی تحریر ”جہیز“ آنچل کے صفحات کی زینت بنی اسی طرح اپنے قلم سے سبق آموز تحاریر صفحہ قرطاس پر بکھیرتی رہیں۔ آپ کے جواب کی منتظر دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

بشریٰ کنول، مریم، سدرۃ المنتہیٰ اقرا ناز...... سیالکوٹ ڈسکہ

درخشندہ ستاروں کے نام

السلام علیکم اہل آنچل و آل پاکستانیز کو پرخلوص دعاؤں میں لپٹا پیار بھرا سلام مدیحہ کنول سرور کیسی ہو اللہ آپ کے مصائب و آلام کو خوش حالی اور آسانیوں میں تبدیل فرمائے آمین۔ شبنم کنول کہاں غائب ہو نظر نہیں آتی آج کل حرا قریشی میں آپ کی مداح ہوں ماشاء اللہ، اللہ رب العزت نے آپ کو علم کی دولت اور الفاظ کے ذخائر سے مالا مال فرمایا ہے۔ میں آپ کی تحاریر پڑھ کر بہت دیر تک سوچتی رہ جاتی ہوں، اللہ آپ کو بہت سی کامیابیاں نصیب فرمائے آمین، نازیہ آپی آپ تو عج میں سیٹ ہوتی ہیں، عاصمہ آپی شادی کی بہت بہت مبارک ہو۔ کیمرا شریف طوآپی تو عید کا چاند ہی ہوگئیں کم بیک آپی پلیز شمع مسکان اور نوشین اقبال نوشی آپی بہت کم انٹری دیتی ہیں کیوں؟ (ذرا سختی سے) واپس آؤ (پیار بھرا حکم) مان لو ڈیئر مدیحہ نورین مہک اور پروین افضل شاہین آپی کیسی ہو آپ دونوں ارم کمال، طیبہ نذیر، عائشہ پرویز (شاید آپ کی شادی ہوچکی اگر ہاں تو بہت بہت مبارک اور حجاب میں تحریر پر مبارکباد) ایس گوہر طوبیٰ، نثار رسول، دلکش مریم، کوثر خالد آپی، نجم انجم، نورین انجم (گڑیا) اقرا لیاقت (حافظ آباد) سونا شاہ قریشی نادیہ جہاں نادیہ تبسم فرح بشریٰ گلشن اسلم صوبیہ اسلم مہوش سحرش آپ سب کو پیار بھرا سلام اور میری نگارشات پسند کرنے کا بے حد شکریہ ارے ہاں فاخرہ گل آپی آپ کو سو لفظی کہانی خاتون وہ بھی پہلی خاتون ہونے پر بے حد مبارکباد آپ کا ناول ذرا سنگر امیرے گمشدہ بہت زبردست ہے

عائشہ ہاشمی مجھے آزاد کشمیر دیکھنے کا بہت شوق ہے (بلا رہی ہیں پھر) ماہ رخ سیال آپ کا نام بہت پیارا ہے (بھولنا مت پلیز خوب صورتی ماند پڑ جائے گی) کنول خان آپ اُم خان کی سسٹر تو نہیں کہیں نیلی ظہیر بہت سمجھدار سی گرل لگتی ہو (یا لگی ہو) صائمہ سکندر سومرو السلام علیکم سباس گل آپی آپ کے کیسے مزاج ہیں آمنہ سکندر سومرو، فائزہ بھٹی صباء زرگر، ذکا زرگر، اقصیٰ زرگر اور سنیاں زرگر کیا وہی بھلے کھا رہی ہیں جو غائب ہیں یا سسرال میں گھر گرہستی سنبھال چکی ہیں (جلدی بتانا)

سیدہ جیا عباس ارے آپ کدھر غائب ہوگئیں ہمارا بھی کچھ خیال کرلیں (ارے میں نورین مسکان سرور ہوں آپ کا میاں نہیں زیادہ رومینٹک ہونے کی کیا ضرورت ہے بھلا) باقی تمام رہ جانے والیوں کو (بہنوں کو ہاہاہا) میں تو ابھی ینگ گرل ہوں ایسے کیا دیکھ رہی ہیں سب...... سب کو پیار بھرا سلام زندگی نے وفا کی تو ان شاء اللہ العزیز ہر ماہ حاضر ہوں گی آپ سب کے لیے

سنو

بہت یاد آتے ہو تم

خود نہیں آتا تو

یادیں بھی سنبھالو اپنی

بہت تکلیف دیتی ہیں...... اللہ حافظ

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ ڈسکہ

دوستوں کے نام

السلام علیکم نجف، ہما، مس سنیعہ، قرۃ العین، سائرہ کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی مس سنیعہ آپ کو نکاح کی بہت بہت مبارک باد، دل کی گہرائیوں سے آپ کے لیے نیک تمنائیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ ہمیشہ رہو، دیکھتے ہیں کس کے نمبر زیادہ آتے ہیں خوش رہیں آمین۔ کائنات معصومہ کہاں غائب ہو تم لوگ پیپرز کی تیاری میں مصروف ہو کے اب مجھے اجازت دو دعاؤں میں یاد رکھنا اللہ حافظ۔

طیبہ...... لاہور

☺

dkp@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

سورۃ ق کی تشریح

کفار مکہ کی اصلاح کے لیے خود ان ہی میں سے سب سے نیک انسان کو اللہ نے نبی بنا کر ان پر خیر و برکت والا قرآن نازل کیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ کفار آخرت کا انکار کرتے ہیں جس اللہ نے انسان کو وجود بخشا اتنی عظیم الشان کائنات تخلیق کی اس کے لیے مرے ہوئے انسانوں کے ذرات کو جمع کر کے دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

کیا وہ دیکھتے نہیں کہ اللہ بارش کے ذریعے کس طرح مردہ جڑوں سے دوبارہ ہریالی پیدا کرتا ہے۔ اللہ نے انسان کے لیے ہر طرح کے پھل سبزیاں اور ضرورت کی دیگر چیزیں پیدا کیں۔ اللہ نے پچھلی گمراہ قوموں کو تباہ کیا۔ اللہ انسان کے دل کی بات بھی جانتا ہے فرشتے ہر انسان کے اعمال کا حساب رکھ رہے ہیں ان اعمال پر آخرت میں جزا یا سزا دی جائے گی۔ حقیقت انسان پر جانکنی کے وقت کھل جاتی ہے۔

شرک کرنے والا حق کا دشمن سچائی سے روکنے والا جہنمی ہے۔ آخرت میں اس کو گمراہ کرنے والا شیطان ساری ذمہ داری اسی پر ڈال دے گا۔

نافرمانی اور خواہشات نفس کی پیروی چھوڑ کر اللہ سے ڈرنے والا بندگی پر قائم شخص ہمیشہ کے لیے جنت کی نعمتیں پائے گا ہدایت کا طالب ہی نبی سے ہدایت پاتا ہے۔

غلام سرور...... نارتھ ناظم آباد کراچی

ٹھکانہ

صحابہ کرامؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے (سامنہ) ہمراہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنازے سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانہ لکھ دیا گیا ہے ہم نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر لکھ دیا ہے تو عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں تم عمل کرتے رہو کیونکہ جو جس کا ٹھکانہ ہوگا اس کو اسی طرح کے اعمال کرنے کی توفیق ہوگی۔" (کتاب "صحیح البخاری")

عائشہ یونس چدھڑ...... حافظ آباد

دعا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے کی وفات پر بہت غمگین تھے۔ بی بی عائشہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ "اللہ پاک نے ہر نبی کو یہ درجہ عطا کیا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک دعا مانگ سکتا ہے جو فوراً قبول ہوگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے کی دوبارہ زندگی کی دعا کیوں نہیں مانگتے اللہ پاک قبول کرنے والا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ وہ دعا میں نے آخرت میں اپنی امت کے لیے سنبھال کر رکھی ہے۔"

سبحان اللہ۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

برتر کامیابی

اگر آپ ناکامی سے دوچار ہوں اور اس ناکامی کا ذمہ دار آپ دوسروں کو قرار دیں تو آپ کے اندر عمل کا جذبہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ آپ صرف دوسروں کے خلاف احتجاج اور شکایت میں مشغول رہیں گے اور خود کچھ نہ کر سکیں گے لیکن اگر آپ اپنی ناکامی کو خود اپنی غلط کارکردگی کا نتیجہ سمجھیں تو آپ کا ذہن نئی زیادہ بہتر تدبیر سوچنے میں لگ جائے گا۔ آپ از سر نو جدوجہد کر کے ہاری ہوئی بازی کو دوبارہ شاندار شکل میں جیتنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

ناکامی کی ذمہ داری خود قبول کیجیے۔

ایک تدبیر کارگر نہ ہو رہی ہو تو دوسری تدبیر کا تجربہ کیجیے۔ آپ یقیناً اعلیٰ کامیابی تک پہنچ جائیں گے۔

مولانا وحیدالدین خان کی کتاب ''رازِ حیات'' سے ماخوذ)

سحر گل...... جام پور

کامیاب لوگ

ہم میں اور کامیاب ترین لوگوں میں چھوٹا سا فرق ہوتا ہے ہم کہتے ہیں ہمیں یہ کرنا ہے پھر کہہ کے بھول جاتے ہیں جبکہ کامیاب لوگ کرتے ہیں پھر کہتے ہیں ہاں...... ہمیں یہ کرنا تھا۔ ان کے اور ہمارے فعل میں باریک سا فرق ہوتا ہے بعدازاں یہی فرق ہمیں ان سے بہت چھوٹا کر دیتا ہے۔

سوچنے سے عمل وجود میں آتا ہے اور عمل سے منزل اگر ہم منزل کی جستجو رکھتے ہیں تو عمل کا قصد جلدی کرنا ہوگا۔ سوچ کو عمل کا پیراہن دے کر منزل کی طرف بڑھنا ہوگا ورنہ شیخ چلی کی طرح آئے دن خواب آنکھوں میں پھوٹیں گے جن کی چبھن بہرحال ہمیں سہنی پڑے گی۔

عنزہ یونس...... حافظ آباد

آج کی بات

کلاس میں اسکول ٹیچر نے بچوں سے سوال کیا۔
ٹیچر: وہ کون لوگ ہیں جو نماز نہیں پڑھتے؟''
پہلا بچہ: ''جو لوگ مر چکے ہیں۔''
دوسرا بچہ: ''جن کو نماز پڑھنا ہی نہیں آتی۔''
تیسرا بچہ: ''مس وہ لوگ جو مسلمان نہیں ہیں۔''
بچے تو جواب دے کر فارغ ہو گئے مگر میں سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوتا ہے؟

کیا ہم مر چکے ہیں؟
کیا ہمیں نماز پڑھنا ہی نہیں آتی؟
یا پھر ہم مسلمان ہی نہیں ہیں؟

ذرا سوچئے کہ ہم کون ہیں؟ نماز قائم کرو جو کہ ہم پر فرض کر دی گئی ہے۔

نورین انجم...... کراچی

کٹی پتنگیں

پتنگیں میرے ہاتھ سے لیتے ہوئے اس نے مغموم انداز میں کہا تھا۔

''یہ تب تک بھلی لگتی ہیں جب تک نیلے آسمان کی بلندیوں پر آزادی سے اڑتی رہیں، کٹ جائیں تو باقی کیا رہتا ہے۔ کٹی پتنگیں ہوا کے سامنے بے بس ہو جاتی ہیں پھر ڈولتی ہوئی اپنی مرضی کے خلاف کسی آنگن، کسی چھت یا بازار میں جا گرتی ہیں۔ لڑکیاں بھی تو پتنگوں کی طرح ہوتی ہیں۔''

عاصمہ امداد علی...... نوشہرہ ورکاں

ام رومان کی ڈائری سے مستعار روشنی

❖ دنیا صرف انہی کی خیریت پوچھتی ہے جو خوش ہوں، جو تکلیف میں ہوں ان کے موبائل نمبر تک کھو جاتے ہیں۔

❖ حاصل اور لاحاصل کے دائروں میں سب گھوم رہے ہیں، حاصل کی ناقدری اور لاحاصل کی حسرت ہی نہیں ختم ہوتی۔

❖ راستہ بدل لینا چاہیے جب مضبوط لفظوں کے پیچھے ٹوٹا ہوا لہجہ اور آنکھوں کے پیچھے نمی کو کوئی سمجھ نہ سکے۔

❖ مجھے تنہا رہنے سے نفرت ہے مگر یہ اس سے بہتر ہے کہ مجھے بار بار تکلیف پہنچے۔

زنیرہ طاہر، عمارہ طاہر...... بہاولنگر

رشتے

رشتے درختوں کی مانند ہوتے ہیں بعض اوقات ہم اپنی ضرورتوں کی خاطر انہیں کاٹتے چلے جاتے ہیں اور آخرکار خود کو گھنے سائے سے محروم کر دیتے ہیں، رشتوں کی حفاظت کریں چاہے یہ خون کے ہوں یا احساس کے۔

رشک حنا...... سرگودھا

واہ...... واہ

اس نے کہا ''شاعری سناؤ۔''
ہم نے کہا ''کھیر کھلاؤ۔''
وہ بولے ''پہلے شاعری پھر کھیر۔''
ہم نے کہا ''ابھی کھیر تو اک بہانہ ہے شاعری سے بچنے کا۔''

وہ بولے "واہ واہ واہ...... کیا شاعری ہے۔" ہاہاہا

ثناء کنول اللہ دتہ......لودھراں

سنہرے الفاظ

❖ اگر ہم ہر خوشی کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کر سکتے تو ہمیں یہ بھی حق نہیں ہے کہ اپنے ہر آنسو اور غم کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کریں۔

❖ اگر تم کسی کو چاہو تو اسے دعا سے حاصل کرو اور اگر دعا سے بھی نہ ملے تو سمجھو کوئی اور ہے جو تمہیں مانگ رہا ہے۔

❖ تجربہ انسان کو غلط فیصلے سے بچاتا ہے مگر تجربہ غلط فیصلے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

❖ کسی کے ساتھ بیٹھ کر ہزاروں باتیں کرنا دوستی نہیں بلکہ دور ہو کے بھی یاد رکھنا دوستی ہے۔

❖ کسی کو پالینا محبت نہیں بلکہ کسی کے دل میں جگہ بنالینا محبت ہے۔

❖ محبت حاصل کرنا سب کے لیے ممکن نہیں مگر محبت پھیلانا سب کے لیے ممکن ہے۔

انعم ستارہ...... محمد پور دیوان

ڈائمنڈ ورڈز

⌘ وہ گناہ جس کا تمہیں دکھ ہو اس نیکی سے بہتر ہے جس پر تمہیں غرور ہو۔

⌘ تلاش اس کو مت کرو جو دنیا میں سب سے زیادہ خوب صورت ہو بلکہ تلاش اس کو کرو جو آپ کی دنیا خوب صورت بنادے۔

⌘ دوستی کے بعد محبت ہو سکتی ہے مگر محبت کے بعد دوستی نہیں کیونکہ دوا موت سے پہلے اثر کرتی ہے موت کے بعد نہیں۔

⌘ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب ایک جوان انسان توبہ کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک کے قبرستانوں میں چالیس دنوں تک عذاب ہٹالیا جاتا ہے۔

⌘ جب ایمان انسان کے اندر اپنی جڑیں مضبوط کر لیتا ہے تو برائی کرنا مشکل اور نیکی کرنا آسان ہو جاتا

ہے۔

نجم انجم اعوان...... کراچی

مفت کے ٹوٹکے

✦ جو لوگ زیادہ ہنستے ہیں وہ اندر سے بالکل خالی ہوتے ہیں بہ پانی کے پتیلے کی طرح۔

✦ اگر کوئی دل توڑے تو آپ اس کا جوتا توڑ دیں وہ آپ کو چھوڑ کر کہیں جا نہیں پائے گا آزمائش شرط ہے۔

✦ اگر آنکھ میں کچھ چلا جائے تو ملنے کی بجائے آنکھ نکال کر صاف کر لیں پانی نہیں آئے گا۔

✦ پاؤں میں موچ آجائے تو پیر توڑ کر رکھ دیں نہ ہوگا اور نہ ہی موچ آئے گی ہے نا۔

✦ کہیں جانا ہو اور پرس نہ مل رہا ہو تو گھر میں پڑی ہینگر والی بالٹی بازو میں ہینڈ بیگ کی طرح ڈال لیں۔

✦ پانی کا نل خراب ہو تو نل کھول کر رکھ دیں اور پانی بہنے دیں جب ٹنکی خالی ہو جائے گی تو ٹپ ٹپ کی آواز آپ کو پریشان نہیں کرے گی۔

✦ کوئی برائی کرے تو غصہ کرنے کے بجائے یہ ٹوٹکے اسے سنا دیں وہ خود آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائے گا' ہاہاہا۔

(سدا یوں ہی مسکراتے رہیں کسی کی نظر نہ لگے پیارے دوستوں) آمین۔

ثناء کنول اللہ دتہ......لودھراں

انمول موتی

❖ لوگ چار باتوں میں اللہ تعالیٰ سے تضاد کرتے ہیں۔

❖ کہتے ہیں ہم اللہ کے نیک بندے ہیں مگر کام آزادوں جیسے کرتے ہیں۔

❖ کہتے ہیں اللہ ہمارے رزق کا کفیل ہے مگر دل ان کے مطمئن نہیں۔

❖ کہتے ہیں آخرت دنیا سے بہتر ہے مگر دنیا کے لیے مال جمع کرتے ہیں اور آخرت کے لیے گناہ۔

❖ کہتے ہیں ہم بالضرور مرنے والے ہیں لیکن

اعمال ایسے کتے ہیں گویا مرنا ہی نہیں۔

وفا خان...... محمد پور دیوان

شکر کرنے کی دس وجوہ

تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

* الحمدللہ بحیثیت انسان میرے شکر کرنے کی پہلی وجہ

بحکم خدا اس روئے زمین پر انسانی جمال تشریف فرما ہونا ہے، کیا میں شکر ادا کر سکتی ہوں؟ نہیں۔

* میرے شکر کرنے کی دوسری وجہ

امت مسلماں میں پیدا ہونا

* میرے شکر کرنے کی تیسری وجہ

مسلم گھرانے کا چشم و چراغ ہونا

* میرے شکر کرنے کی چوتھی وجہ

اللہ تعالیٰ کی بندی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا۔

* میرے شکر کرنے کی پانچویں وجہ

بحیثیت پاکستانی ہونا۔

* میرے شکر کرنے کی چھٹی وجہ

پاکستان کی شہریت اختیار کرنا جو تمام عالم اسلام کا قلعہ ہے۔

* میرے شکر کرنے کی ساتویں وجہ

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہے۔

* میرے شکر کرنے کی آٹھویں وجہ

میرے ماں باپ کا سلامت ہونا ہے۔

* میرے شکر کی نویں وجہ

میرے اعضاء کی سلامتی ہے۔

* میرے شکر کرنے کی دسویں وجہ

بڑی اہمیت کی حامل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مبتلا ہونا ہے۔

میں اس کی دی ہوئی کس کس نعمت کا شکر ادا کروں اس کی بے شمار نعمتیں ہیں جس کی ایک بھی نعمت کا شکر ادا کرنے بیٹھ جاؤں تو شاید میری سانس ختم ہو جائے مگر اس کی ایک نعمت کا شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ اللہ ہم سب کو اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی توفیق دے آمین ثم آمین۔

عاصمہ عاشق...... حافظ آباد

اقوال زریں

○ پست ارادے کامیابی میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

○ انسان میں رزیل ترین وہ ہے جو کھانے پینے اور پہننے میں مشغول رہے۔

○ کام صرف رضائے الٰہی کے لیے انجام دیں اگر خدا کی رضا حاصل ہو جائے تو انسان کا دل ہلکا اور پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

○ اچھی کتابیں بہترین دوست ہوتی ہیں۔

○ زیادہ ہوشیاری دراصل بدگمانی ہے۔

○ انسان زبان کے پردے میں چھپا ہے۔

○ اللہ کے دشمنوں سے محبت کرنا اللہ سے دشمنی ہے۔

○ خوشامدیوں سے ہمیشہ بچو۔

اچھی بات

○ کہنے اور سہنے کے درمیان ہی رب مل جاتا ہے۔

○ الفاظ جب اپنی قیمت کھونے لگیں تو لفظوں کا صدقہ دینا چاہیے یعنی مکمل خاموشی۔

آسیہ شاہین...... چوآ سیدن شاہ

قول

وقت، دوست اور رشتے مفت ملتے ہیں مگر ان کی قیمت کا پتا تب چلتا ہے جب یہ ہم سے کھو جاتے ہیں۔

سائرہ خان...... محمد پور دیوان

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! پاک پروردگار کے بابرکت نام سے ابتدا ہے۔ جو خالق کونین اور مالک ارض وسماں ہے۔ فروری کا شمارہ پیش خدمت ہے سال نو کے شمارے کو سراہنے پسند کرنے اور اپنی تجاویز وآراء سے آگاہ کرنے کا بے حد شکریہ۔ امید ہے یہ شمارہ بھی آپ کے ادبی ذوق کے عین مطابق ہوگا۔ آئیے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب جو بزم آئینہ میں جھلملا رہے ہیں۔

سرور فاطمہ ھنی...... صوابی' خیبر پختونخوا۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ میری طرف سے تمام اسٹاف رائٹرز اور قارئین کو محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ جی تو بات ہو جائے پیارے آنچل کی تو اس کا ہر سلسلہ ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ جو کہ بے شک آپ لوگوں کی انتھک محنت ہے جو ہمارے لیے کرتے ہیں۔ مدیرہ صاحبہ کی شیریں مدھر سرگوشیاں' حمد ونعت کی برکتیں اور قیصر آپی کے محبت سے لبریز جوابات۔ تعریف کے الفاظ اس کے لیے ہیں۔ ہمارا آنچل میں بہنوں کا تعارف ہو یا کوئی آرٹیکل' اپنی جگہ رکھتے ہیں الگ پہچان۔ ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" ٹاپ پر' جبکہ دوسرے نمبر پر' "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" اور "تیری زلف کے سر ہونے تک" جبکہ "چراغ خانہ" کے کیا کہنے جبکہ باقی مکمل ناول' ناولٹ ایک سے بڑھ کر ایک اور افسانے تو ہوتے ہیں آنچل کے سرہانے کے قابل جی ہاں آنچل کی معیاری افسانے ایک سے بڑھ کر ایک ہوتے ہیں جبکہ باقی بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔ آخر میں ایک بار پھر خلوص دل سے دعا ہے رب العالمین سے کہ ادب کا یہ چمکتا ستارہ یونہی فلک پر اپنا نور بکھیرتا رہے آمین ثم آمین۔

☆ ڈیئر سرور دعا کے لیے جزاک اللہ۔

مہ جبیں...... چیچہ وطنی۔ السلام علیکم! اس دھند بھری شام میں ہر سو ہے اداسی کا ڈیرہ تب ہی ہمارے ذہن میں خیال کوندا' او یار اس دفعہ تبصرہ نہیں بھیجا آنچل میں تو جی ہم ہوگئے شروع لکھنے سب سے پہلے تو یہ کہ حجاب کا سالگرہ نمبر بیسٹ تھا سالگرہ نمبر دو کی بات کررہی ہوں جی جناب ان دنوں کچھ مصروفیات تھیں تو ہم تبصرہ نہ کرپائے۔ سب سے پہلے آنچل کھولتے ہی "شب ہجر کی پہلی بارش" کی طرف چھلانگ لگائی' کیا خوب لکھ رہی ہیں نازیہ آپی۔ مکمل ناول میں "سنڈریلا میرا انتظار کرنا" بہت اچھا تھا' ہلکے پھلکے انداز میں لکھی گئی تحریر مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا سو جسٹ انجوائمنٹ کے لیے تحریر ٹھیک تھی۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" فاخرہ گل کسی بھی تعارف کی محتاج نہیں ہیں' ارش کی محبت اس کا ڈیسنٹ انداز' اجیہ کی مشکلات جانے کب ختم ہوں گی۔ ناولٹ میں نادانیاں' شوخیاں اور اناڑی پیا۔ ہمیشہ کی طرح مزہ دے گئی' بہت خوب مگر پتا نہیں کیوں مجھے لگتا ہے تھوڑا اور مزاح پیدا ہوسکتا تھا جو حالات رائٹر نے بیان کیے ان میں۔ افسانے سب ہی شاندار تھے "چلو مان لیتے ہیں" واقعی میں عورتوں کو اس قدر رشک بھی نہیں کرنا چاہیے۔ "ہجر کا فاصلہ" بہت بہت اچھی تحریر تھی' مایا کا کردار ہمارے معاشرے کی بہت سی لڑکیوں کی ترجمانی تھا۔ کیا ضروری ہے محبت کے لیے عمر کا ہی دھیان رکھا جائے کہ جی ضرور لڑکا بڑا ہی ہو۔ آئینہ میں اپنا خط پڑھ کر خوشی ہوئی' دوست کا پیغام آئے سلسلہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ تعارف میں امبر بخاری کا تعارف بہت جامع اور اٹریکٹو تھا' ان کی سوچ اور مخلصانہ رویہ امبر بخاری کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ یادگار لمحے' ہم سے پوچھیے' نیرنگ خیال' بیوٹی گائیڈ سب خوب رہے۔ سروے بھی بہت شاندار تھا' سب کے خیالات پڑھ کر مزہ آیا' ہمارا 2016ء تو بہت ہی برا گزرا' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ 2017ء پلیز ایسا نہ ہو' سب کے لیے خوشیاں لے کر آئے' پاکستان میں بہتری آئے' دہشت گردی ختم ہوجائے' تمام مسلمان اسلامی طرز زندگی گزاریں تو یہ مسائل ہمارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے بلکہ یہ مسائل جنم ہی نہ لیں۔ آخر میں اُم مریم جی کے لیے "مجھے ہے حکم اذاں" جیسا ناول لے کر آئیں پلیز جب میں نے اس ناول کے بعد پڑھا تھا کہ آپ لکھنا چھوڑ رہی ہیں مجھے بہت دکھ ہوا تھا مگر مصروفیات آڑے آتی رہیں اور ہم اپنا دکھ آپ تک نہیں پہنچا سکے خیر آپ لکھ رہی ہیں خوشی ہوئی۔ سب کو بہت بہت نیا سال مبارک ہو خوش رہیں۔

نجم انجم اعوان...... کراچی۔ السلام علیکم! پیاری شہلا جی اور آنچل کی تمام فیملی اور لکھنے پڑھنے والی بہنوں نئے سال کا پیارا سا میٹھا سا نیا سال مبارک ہو۔ موسم نے انگڑائی لی گرمی کے جانے سے ہر کسی نے سکون کا سانس لیا' شام کے سائے ڈھل چکے ہیں' رات اپنے پر پھیلا چکی ہے' موسم میں کچھ خنکی سی محسوس ہورہی ہے آہستہ آہستہ تیرگی بڑھتی جارہی ہے۔ بجلی کی آنکھ مچولی اپنے پورے عروج پر ہے بجلی کے جانے کے بعد کیا کیا جائے؟ یہ ایک اہم سوال جناب کراچی میں تو آسمان پر ستارے بھی نظر نہیں آتے کہ چلو ٹائم پاس کرنے کو اختر شماری

کی جائے اچانک دماغ کے کونے میں خیال ابھرا کہ کچھ لکھا جائے (آپ سوچ رہے ہوں گے کہ اندھیرا اور لکھنا یقیناً میری دماغی حالت پر شک کر رہے ہوں گے) مگر جناب عالی ہمارے پاس تمام مسائل کے حل موجود ہیں میں نے ایمرجنسی لائٹ جلائی اور اپنے ہاتھوں کی گرفت قلم پر مضبوط کر دی اور جھک گئی صفحہ قرطاس پر۔ جی ہاں آج 29 تاریخ ہے کل شدت سے منتظر تھی آنچل کی مگر نہیں آیا۔ بار بار منتظر نگاہیں دروازے سے ٹکرا کے واپس پلٹ آئیں اور بے اختیار لبوں پر ایک صدا ابھری۔

اس سنگ دل کی وعدہ خلافی تو دیکھیے
پتھرا گئی ہیں آنکھیں میری انتظار میں

اب چونکہ آنچل تو نہیں ملا مگر میرے پاس ایک خوش خبری ہے تمام بہنوں کے گوش گزار کرنے کو تو شہلا جی امید کرتی ہوں کہ تھوڑی سی کسی کونے میں ضرور جگہ دی جائے ہوں تو سوئی تازی گرم جگہ میں بھی گزارہ کر لوں گی پلیز۔ ہاں تو دوستو شادی کے بعد دس سال تک کراچی میں کرائے کے مکان میں دھکے کھانے والی میاؤں بلی کی طرح سات گھر بدلنے والی (کھی کھی کھی) آپ کی دوست نجم انجم اعوان اب اللہ کے حکم سے آج اپنے مکان میں شفٹ ہوگئی ہیں جی ہاں دوستو ہم نے الحمدللہ کورنگی طز ایریا میں ایک چھوٹا سا مکان اپنا لے لیا ہے آپ کی دعا سے اپنی چھوٹی سی سلطنت میں تینوں بچوں اور اپنے ملک صاحب کے ساتھ حکمرانی کروں گی (اگر اللہ نے چاہا تو)۔ پیاری بہنوں جلدی جلدی سے لائن میں آجاؤ مجھے مبارک دینے کے لیے (اور مہمان بننے کے لیے) کہیں دیر نہ ہو جائے۔ تمام دوستیں اپنی دعاؤں میں اس ناچیز کو ضرور یاد فرمائیں میں شکر گزار رہوں گی۔ شمائلہ کاشف ڈھیر سارا پیار قبول فرمائیں مبارک باد کے بہانے ہی میرے گھر تشریف لے آؤ (جانو)۔ نئے سال میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آنچل اور حجاب آسمان کی بلندیوں کو چھوئیں تبصرہ تو نہیں لکھا مگر امید کرتی ہوں تھوڑی جگہ کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے۔ قیصر آپا مشتاق بھائی اور آنچل دوستوں کو بہت سا پیار۔ (مرحومہ) آپا فرحت آرا کے لیے ڈھیر ساری دعائے مغفرت والسلام۔

☆ ڈیئر نجم بہت بہت مبارک ہو آپ کو اور اللہ تبارک و تعالیٰ آپ اس جیسی ہزاروں خوشیاں و کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

اقراء لیاقت...... حافظ آباد۔ السلام علیکم! کیسے ہو سب؟ آئینہ میں اپنا عکس بہت خوب پایا (منحوست) ہاں جی جناب تو آتے ہیں تبصرے کی طرف سب سے پہلے ہمیشہ کی طرح سرگوشیاں پر چھلانگ نہیں بلکہ قدم بڑھایا ہمیشہ کی طرح محبتوں کا سائباں بنی قیصر آنٹی سے ملاقات سپر ڈوپر سے اوپر رہی وہیں سے معلوم ہوا کہ فرح بھٹو اپنے افسانے کے ساتھ پہلی بار شریک محفل ہیں (حمد و نعت پڑھنے کے بعد دیکھا ہے اب آپ ہمیں اتنا بھی گناہ گار نہ سمجھیں) فرح بھٹو سو نائس بہت ہی عمدہ لکھا تم نے سال نو کے حوالے سے ایک خوش آئند تحریر مضبوط ڈائیلاگ کے ساتھ لکھی آپ کی تحریر دل کو لگی آئندہ بھی محنت جاری رکھیے گا اللہ آپ کو مزید کامیابیاں دے۔ ویل ڈن محنت جاری رکھو آنچل نے ہمیشہ نئی نوخیز کلیوں کو پلیٹ فارم دیا ہے تھینکس آنچل۔ راہ گلاب ہوگی سال نو کے حوالے سے سمیرا غزل کی کوشش قابل تحسین ہے ساس اور بہو ہمیشہ ساس بہو ہی رہتی ہیں ماں بیٹی نہیں بنتی اور اپنے سرتاج کو تمام باتیں بتانے سے معاملات سلجھنے کی بجائے زیادہ الجھ جاتے ہیں کیونکہ ماں کی برائی بیٹا کسی صورت نہیں برداشت کرتا۔ نادانیاں شوخیاں اور اناڑی پیا صائمہ قریشی اپنے مخصوص انداز کے ساتھ دل کو اچھی لگیں لیکن پلیز صائمہ جی کسی سماجی اور اصلاحی پہلو پر بھی قلم اٹھائیں آپ کا انداز بیاں اچھا ہے۔ "ہجر کا فاصلہ" صدف آصف کی تحریر بھی دل کو لگی (آنکھوں کو لگنے کے بعد) ویل ڈن صدف آصف جی خوش رہیں۔ یاسمین نشاط ایک منفرد کہانی کے ساتھ شریک محفل آنچل میں اچھی لگیں۔ "سنڈریلا میرا انتظار کرنا" ایک اچھی کاوش تھی ویل ڈن۔ "چلو مان لیتے ہیں" سال نو کے حوالے سے نزہت جبیں کی تحریر دل کو بھائی کیونکہ

مچلتی امنگیں بے تاب خواہشیں
پوری اب نئے سال کو ہوں گی

ریحانہ آفتاب آپ تو چھا گئیں جاذب اور سفرہ بیسٹ تھے جوڑی سپر ڈوپر تھی ہنزہ کے ساتھ بہت اچھا ہوا بڑا کرارہ جواب مل گیا اسے ویل ڈن ریحانہ آفتاب۔ "چراغ خانہ" رفعت سراج بہت اچھا لکھ رہی ہیں کیپ اٹ اپ پیاری کا کردار بہت مضبوط ہے لیکن اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے مزید "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" ویل ڈن۔ فاخرہ گل آپ نے تو ہمیشہ ہی جو لکھا ہے کمال لکھا ہے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" سودا اور زید میرے فیورٹ کردار ہیں ان پر زیادہ سے زیادہ لکھا کریں۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" اچھی اسٹوری ہے کہانی میں پلیز نازیہ آپی تھوڑا ٹوئسٹ لائیں۔ در جواب آں میں عنزہ میم سمعیہ اور اپنا پیغام دیکھ کر بہت اچھا لگا تھینک یو میم آئندہ بھی لکھتے رہیں گا۔ السلام علیکم! میں ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی بہت کچھ سیکھنے کو ملا امبر رخسانہ نجمہ اور فائقہ سے ملاقات اچھی رہی۔ سروے میں جویریہ ثناء حرا عریشہ صالحہ کے جوابات پسند آئے۔ ہومیو کارنر میں ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی طلعت آنٹی نے معلومات میں اضافہ کیا۔ بیاض دل میں پری مثال اور عائشہ رحمن کا انتخاب اچھا لگا۔ ڈش مقابلہ میں امبر مجید نے کوکونٹ کیک کا طریقہ اچھا بتایا (میں نے ٹرائی کیا بہت مزے کا تھا)۔ بیوٹی گائیڈ میں روبین احمد ہمیشہ کی

طرح مفید مشورے دیتی اچھی لگیں۔ نیرنگ خیال میں عائشہ ہاشمی انا احب اللہ بھی احمد شہزادی اور لبنیٰ شکیل کی شاعری اچھی لگی۔ دوست کا پیغام آئے میں عنزہ کا پیغام دیکھ کر اچھا لگا یادگار لمحے میں عنزہ کا آدمی صورت پسند آیا۔ آئینہ میں فاخرہ گل کو دیکھ کر اچھا محسوس ہوا ہم سے پوچھئے میں پروین افضل شاہین اور عظمیٰ شفیق کے سوالات اور جوابات پسند آئے۔ ہمیشہ کی طرح کام کی باتیں بتاتی حنا احمد اچھی لگیں۔ عنزہ کشمیر سے تعلق تمہارے احساسات قابل تعریف ہیں' کیپ اٹ اپ' مجھے ایک بات کا بہت تجسس ہے کہ پہلے بتادوں صائمہ سوہرو یا نہیں کہ کہیں تمہارا شجرہ نسب ماروی اور عمر سوہرو سے تو نہیں ملتا آفٹر آل یو آر ناس گرل ایک نظر ادھر بھی۔ کافی عرصہ بعد آئینہ دیکھ رہی ہوں امید ہے دیکھنے کی اجازت مل گی (آفٹر آل لڑکیوں کے لیے آئینہ دیکھنے سے بڑی سزا اور کوئی نہیں) میم حنا میم سعید میم راحیلہ میم قمر میم صائمہ اور تمام ٹیم کو سلام ضرور بتایئے گا اچھی کیسی لگی اللہ حافظ۔

☆ڈیئر اقرا' پیغامات کے لیے دوست کا پیغام آئے ہے ناں۔

سلمیٰ عنایت حیا...... کھلابٹ ٹاؤن شپ۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ آنچل اسٹاف اور تمام سویٹ قارئین کو میری طرف سے محبتوں' چاہتوں اور الفتوں بھرا اسلام قبول ہو اور آپ سب کو نیا سال مبارک ہو۔ جناب اس بار آنچل حسب ضرورت توقع 25 کو مل گیا۔ سرورق اچھا تھا اور مہندی مجھے پسند آئی' کلر سو نائس تھا پھر سرگوشیاں سو نائس۔ حمد ونعت بھی امیزنگ' در جواب آں کی طرف بڑھی۔ سب سے پہلے اپنا نام تلاش کیا تو کھلکھلا اٹھی اور شکر ادا کیا' شکر ہے اس بار ڈاک جلد پہنچی پھر دوڑ لگائی "چراغ خانہ" کی جانب اسٹوری اچھی جارہی ہے' پیاری کے ساتھ اب اچھا ہونا چاہیے اور مشہود پر تو بہت غصہ آتا اتنا بے حس ہوگیا ہے پھر "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" یہ کیا اجیہ کی منگنی غزنی سے کردی لیکن اسٹوری کا یہ ٹوئسٹ اچھا لگا۔ "سنڈریلا میرا انتظار کرنا" میں آغا حسن کا کردار مجھے اور میری کلثوم پھوپو کو بہت پسند آیا۔ آغا حسن کی محبت بے مثال تھی' کیا ایسا حقیقی زندگی میں ممکن ہے یہ سوال آیا ذہن میں لیکن اسٹوری پڑھتے ہوئے اچھا لگا۔ بیاض دل بھی خوب رہا' ڈش مقابلہ میں بھی اپنا نام دیکھا تو خوشی کی لہر دوڑ گئی' جلدی جلدی امی کو بتایا امی بھی خوش ہوئیں۔ "دوست کا پیغام آئے" سب پیغام پڑھے کنول خان کا پڑھا تو اپنا نام دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ چلو اساں غریباں نوں بھی کسی نے تے یاد کیتا۔ کنول خان پسندیدگی کے لیے اور دعا کے لیے جزاک اللہ۔ اللہ آپ کو ہمیشہ کامیاب وکامران کرے اور دلی جائز خواہشات کو پورا فرمائے آمین۔ باقی آنچل بھی زیر مطالعہ ہے' امید ہے اس بار آئینہ میں میرا نام آئے گا اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ 2017ء میں آنچل کے لیے بے شمار کامیابیاں لائے اور آنچل وحجاب دونوں کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔ ان شاء اللہ اگلے ماہ شرکت کروں گی او کے جی اللہ حافظ۔

جی کنول خان...... موسیٰ خیل۔ السلام علیکم!

محبت ہی محبت کاشت اب کے سال کرتے ہیں
چلو پھر آنے والی رت کا استقبال کرتے ہیں
کہ اب ہم سب کو سہاروں کی ضرورت ہے
نئے سال میں آنے والی بہاروں کی ضرورت ہے

پرنسز شہلا آپی اور تمام پریوں جیسی بہنوں کو جی کنول خان کی جانب سے دل سے' خلوص سے' چاہت سے اور بہت ساری دعاؤں کے ساتھ نیا سال بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ کرے یہ نیا سال سب کے لیے خوشیوں اور کامیابیوں بھرا ثابت ہو آمین۔ ایک ماہ کی غیر حاضری کے بعد آئینہ میں جھانک کر اپنا عکس دیکھنے کے لیے حاضر ہیں' کیا تھوڑی جگہ ملے گی۔ پیارے سے خوب صورت سے نازک سے آنچل نے 25 کو اپنا دیدار کرایا۔ جیسے ہی بھائی نے لاکر دیا ہے بے ساختہ کہا واؤ بیوٹی فل ٹائٹل۔ ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے حمد ونعت پڑھی اور پھر تیزی سے چھلانگیں لگاتے لگاتے اچانک نظر پڑھی۔ "سنڈریلا میرا انتظار کرنا" بہت اچھا ناول تھا' شاہ ویز کی حرکتوں کو بہت انجوائے کیا۔ صبوحی کا صبر آخر کار رنگ لایا' صائمہ قریشی کا "نادانیاں' شوخیاں اور اناڑی پیا" ہنسا ہنسا کر پیٹ میں بل ڈال دیئے۔ خاص طور پر فاطمہ اور حسنین کا بلی کی دم کو سانپ سمجھ کر تشدد کا نشانہ بنانا (بے چاری بلی) اور قمیص کو شال سمجھ کر لانا (ہاہاہا) ویری نائس اسٹوری۔ میں تم سے پیار نہیں کرتی' ہنزہ کے ساتھ بالکل ٹھیک ہوا' کتنی خود غرض تھی اپنی سگی بہن کا بھی خیال نہیں کیا۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" اس ماہ کی اسٹوری میں تو نازی آپی نے سب کو دکھی کردیا۔ کرنل صاحب کے انتقال پر بے حد افسوس ہوا اور زلو یار پر بہت غصہ آیا۔ نامعلوم جی شکریہ آپ کا آج سے ہماری دوستی پکی ٹھیک ہے۔ ہم سے پوچھئے میں شمائلہ آپی اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ براجمان تھی اور بہنیں ان کے ارد گرد جھرمٹ بنائے کھڑی تھیں۔ باقی کی اسٹوریز ابھی زیر مطالعہ ہیں جتنا پڑھا اتنا تبصرہ حاضر ہے اور باقی ادھار ہے۔

اللہ حافظ آنچل پریوں خطائیں معاف کردینا

جب آئے تبصرے کی باری ہمیں بھی تھوڑا سا اٹک کر دینا

ادم خالد...... هری پور۔ السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو میرا محبتوں بھرا سلام! امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گی۔ آپ کی پہلی بار ڈرتے ڈرتے شرکت کر رہی ہوں اب بھی جس کہانی نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا وہ اقرا آپی کا ناول "تیری زلف کے سر ہونے تک" ہے۔ مجھے انشراح نوفل، سودہ اور زیدکا کردار بہت پسند ہے اس کہانی میں دونوں ہیرو بڑے عجیب ہے ہیں ویسے تو بڑے اچھے بنتے ہیں پر جہاں ہیروئن کی بات آتی ہے وہاں ان کا پارہ ہائی ہو جاتا ہے اس کے بعد قیصر آرا ماں آپی کی سرگوشیاں سنیں جو دل کو چھو گئیں۔ ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا صاحب کی رحلت کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور اہل خانہ کو صبر عطا فرمائے آمین۔ حمد و نعت ہمیشہ کی طرح بہت اچھی لگیں در جواب آں پر نظر دوڑائی ہمارا آنچل میں سب کا تعارف پسند آیا۔ "چراغ خانہ" میں مشہود تو واپس آ گیا پر اپنا آدھا دماغ وہیں جھاڑیوں یا کھائی میں ہی چھوڑ آیا ہے۔ "موم کی محبت" ختم ہونے پر راحت وفا آپی کو میری طرف سے بہت بہت مبارک باد۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" میں آپی آپ نے عبدالہادی کو کہاں غائب کر دیا ہے پلیز آپی پریہان کی شادی علی کے ساتھ اور مریہ کی عمر عباس کے ساتھ کیجیے گا۔ شہزاد کی شادی عبدالہادی کے ساتھ ہونی چاہیے۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" میں آخر راز کھل ہی گیا اگلی قسط میں شاید غلط فہمیاں بھی دور جائیں۔ سارا نزلہ بے چاری حسین پر ہی گرے گا۔ اب دیکھنا یہ ہے غزنی اپنے چچا کی طرح کرے گا یا اپنے باپ کی طرح۔ افسانے بھی بہت اچھے تھے اگر پھر کوئی اچھا سا ناول شائع ہوا تو میں پھر ضرور اپنے رائے دینے آؤں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ السلام علیکم! تمام قارئین کو نئے سال کی مبارک باد خوب صورت دلہن انداز دلنشین سرورق سج گیا۔ 2017ء جنوری کا پہلا شمارہ 23 دسمبر کی سرد صبح ابھرتے سورج کی ٹھنڈی میٹھی کرنوں کے ساتھ ملا جسے دیکھ کر دل بے تاب گلاب کے مانند کھل سا گیا۔ فہرست پر نظر دوڑائی تو ناولٹ صرف ایک ہی تھا مگر افسانوں کی بھرمار نے صرف ایک عدد ناولٹ کی تشنگی کو کافی حد تک کم کر دیا۔ سرگوشیاں پڑھ کر مدیرہ فرحت آپی کے لیے جنت میں الگ مقام کی دعا کی پھر حمد و نعت نے ایمان تازہ کیا۔ در جواب آں بیسٹ ہے پیچ مدیرہ اتنے میٹھے لہجے میں جواب دیتی ہیں کہ بس حساب برابر ہو جاتا ہے۔ "دانش کدہ" میں مشتاق انکل میں سلام کا کردار واضح کر رہے ہیں اللہ انہیں اس کام کا اجر ضرور دے گا۔ ہمارا آنچل میں چاروں بہنیں اچھی لگیں، سردے سال نو بہار لے کر سعیدہ آپی فل انرجی کے ساتھ نظر آئیں۔ سلسلہ وار ناول "شب ہجر کی پہلی بارش" موسٹ فیورٹ ہے نازیہ آپی یقین جانیں یہ ناول پڑھ کر یوں محسوس ہوتا جیسا ٹھنڈے بادل کی سیر کرتی ہوں۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" اقرا آپی ذرا نوفل کا دماغ ٹھکانے لگائیں اور سودہ کو بہادر بنائیں آج کل کے بچے بھی اتنے ڈرپوک نہیں جو بارش، بجلی سے ڈریں۔ مکمل ناول "چراغ خانہ" بہت سلو چل رہا ہے، مشہود بھائی کی اوور ایکٹنگ ختم ہونے میں نہیں آ رہی۔ "سنڈریلا میرا انتظار کرنا" اگر دیکھا جائے تو بہت پاور فل اور سبق آموز تحریر رہی۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" سکون سے بیٹھ کر پڑھتی ہوں فاخرہ آپی آپ کا قلم یوں ہی موتی بکھیرتا رہے اور ہم چنتے رہیں۔ ناولٹ "نادانیاں" شوخیاں اور نازی پیا" ہائے اللہ صائمہ آپی کتنا اچھا لکھا بہت دنوں کے بعد اتنی مزے کی کہانی پڑھنے کو ملی قدم قدم پر قہقہے، قدم قدم پر مسکراہٹیں بکھری ہوئی تھیں۔ "چلو مان لیتے ہیں ہجر کا فاصلہ" بیسٹ رہی۔ "زندگی دھوپ تم گھنا سایہ" بہت اچھی تحریر لگی فرح لیکن ایک بات تو بتاؤ سالار نے نرمین بھابی کو منایا کیسے؟ (بال کی کھال نکالنے بیٹھ گئی میں ہی ہی ہی)۔ بیاض دل اور دوست کا پیغام آئے اچھے تھے ڈش مقابلہ یقین کریں میں نے جو بھی ڈش (خیالوں ہی خیالوں میں) ٹرائی کی سب پرفیکٹ بنیں۔ نیرنگ خیال کی ترتیب اور انتخاب اس بار بھی پسند آیا۔ یادگار لمحے بہترین انداز میں پیش کیا گیا۔ ہم سے پوچھیے اس بار سرد پڑا رہا کیوں بھئی شمائلہ آپی نے ہیٹر نہیں لگوایا؟ آئینہ والو خوش رہو۔ ارے باپ رے تبصرہ کافی لمبا ہو گیا سو میری دعا ہے مجھ سمیت آنچل سے وابستہ لوگوں کا نیا سال بہت کامیاب ہو اور خوشیوں سے بھرپور ہو آمین رب دا کھا۔

نیناں قیصرانی...... کوٹ قیصرانی۔ سب سے پہلے شہلا آپی اور آنچل سے جڑی تمام پریوں کو سلام۔ آنچل کا انتظار ہمیشہ شدت سے ہوتا ہے لیکن پچھلے دو تین ماہ سے بوریت سی محسوس ہوئی، وہ اس لیے کہ جب پڑھ لیا تو ایسا لگا جیسے پہلے والا آنچل ہو لیکن اس بار آنچل ہاتھ لیا تو افسانوں کی چھوٹی سی قطار ایک عدد ناولٹ اور ایک مکمل ناول (باقی دونوں قسط وار چل رہے ہیں) دیکھ کر ایسا لگا جیسے ہم چار پانچ سال پہلے والا آنچل ہاتھ میں لیے بیٹھے ہیں اور جب ریڈ کیا تو واقعی میں ایسا لگا جیسے بہت سال پہلے والا آنچل ہو اسٹوریز بہت اچھی تھیں۔ سب سے پہلے جمپ لگا کر "شب ہجر کی پہلی بارش" پر جا پہنچے جیسے جیسے پڑھتے گئے دل کی دھڑکن تیز ہوتی گئی لیکن پڑھ کر ہم حیران رہ گئے پھر بہت غصہ آیا، ابھی اسٹوری آگے بڑھتی ہی تھی کہ (باقی آئندہ ماہ) دیکھ کر ہلا۔ بس پھر چپ رہ گئے ہم کر ہی کیا سکتے ہیں سو ظاہر ہے صبر کے گھونٹ پی کے ایک ایک دن پھر سے گننا شروع کر دیے اس کے بعد "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" کا مزہ دیکھا لیکن اس بار بھی سسپنس پھیلا کے پورے ماہ تک کے لیے انتظار کی سولی پر لٹکا دیا فاخرہ جی نے اور اب آتے ہیں سنڈریلا کی طرف، ویسے تو سپر تھا لیکن پریزے پر لگے الزام برداشت نہیں ہوئے

بہت دکھ ہوا اس کے بعد تھوڑی سی پوئٹری پڑھی اس کے بعد دل پر پتھر رکھ کے آنچل رکھ دیا کیونکہ ایک تو سردیوں کے دن چھوٹے ہوتے ہیں اور رات ہاہاہا۔ ”ٹوٹا ہوا تارا“ کے بعد ایسا لگتا ہے جیسے کوئی چیز کہیں رکھ کے ہم بھول گئے ہوں‘ سمیرا آپی جی پلیز جلدی سے واپس آئیں اور عشناء کوثر جی تو (اور کچھ خواب) کے بعد خواب ہی ہوگئی ہیں اب تو بس نیٹ کی دنیا میں گم ہیں اب ہر کسی کے پاس نیٹ کی سہولت تو موجود نہیں ہے جی اور سباس گل بھی گم ہیں جی پتا نہیں کیا ہوگیا ہے سب کو پلیز جلدی واپس آئیں سب۔ اچھا جی اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آنچل کے ساتھ ہمارا رشتہ سدا قائم رکھے آمین اللہ حافظ۔

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ‘ ڈسکہ۔ السلام علیکم! آنچل ٹائٹل گرل نے متاثر کیا‘ ریا خان کے ہونٹ بہت پیارے ہیں۔ دانش کدہ نے سات بہشتوں کی جھلک سے دل میں ایمان کا نور پھیلا دیا‘ اللہ ہمیں مرنے کے بعد جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ حمد و نعت نے دل کی دنیا گدا گدی۔ سب سے پہلے تو بات کروں گی فرح بھٹو کی تحریر ”زندگی دھوپ تم گھنا سایہ“ ویل ڈن فرح۔ نازیہ آپ کے تو ناول ”شب ہجر کی پہلی بارش“ کی کیا ہی بات ہے‘ زبردست آپی۔ حرا قریشی کا سروے بے حد پسند آیا‘ حرا جی اللہ آپ کو نظر بد سے بچائے‘ زور قلم اور زیادہ۔ علم کے جوت جگاتی رہیے‘ اس بار افسانے بہت کم تھے۔ نزہت جبین ضیاء‘ سمیرا غزل اور صدف آصف کے تو نام ہی کافی ہیں۔ ریحانہ آفتاب نے بھی بہت اچھا لکھا۔ یاسمین نشاط ”سنڈریلا میرا انتظار کرنا“ بازی جیت لی‘ اقراء صغیر احمد اور فاخرہ گل کیا کہنے آپ کے قلم کے بھی ماشاءاللہ۔ اللہ آپ کے قلم کو اور بھی طاقت عطا فرمائے آمین۔ یادگار لمحے میں سب نے زبردست لکھا‘ نیرنگ خیال میں ثانیہ جہاں‘ نادیہ تبسم‘ عائشہ ہاشمی‘ عمارہ اقبال‘ عاصمہ اقبال‘ حارث بلال‘ لائبہ میر‘ لبنیٰ شکیلہ (زبردست) اور راشد ترین نے بازی جیت لی۔ بیاض دل میں نبیلہ ناز‘ ثناء قریشی‘ صائمہ سکندر سومرو‘ اروی مختار‘ لائبہ میر‘ سمیہ کنول‘ نبیلہ جمیل‘ پری مشال خان‘ ثمرہ شعیب اور نورین مسکان سرور (آہم) جی ہم بھی خود کو اچھے لگے‘ نے محفل لوٹ لی۔ ہم سے پوچھیے میں تو پروین افضل شاہین ہی محفل کی جان رہیں‘ زندگی نے وفا کی تو پھر حاضر ہوں گی‘ والسلام۔

آمنہ رحمن مسکان...... ریالی‘ مری۔ شہلا آنٹی آنچل اسٹاف اور تمام ریڈرز‘ رائٹرز کو سلام۔ ٹائٹل بس ٹھیک ہی تھا‘ فرسٹ آف آل سرگوشیاں سنیں‘ حمد و نعت کی محفل میں تھوڑی دیر بیٹھے بس پھر مدیرہ جی کے زبردست انداز تخاطب کو دیکھا جہاں مجھے مخاطب نہیں کیا گیا۔ چلو کوئی گل نہیں‘ بھاگے بھاگے مشتاق احمد (انکل) کو سلام کیا اور سلام کے بارے میں ڈھیر ساری معلومات کی ٹوکری بھر کر ہمارا آنچل میں چار دوستوں سے گپ شپ کرتے ہوئے وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا کہ شام کے پانچ بج گئے (لو جی)۔ اب ”چراغ خانہ“ پر نظر م کرم کی‘ ہائے رے مانو آپا (واری صدقے جاواں) اے عالی جاہ (کمینے ہوش دے ناخن لے) پیاری (کس مصیبت وچ پھنس گئی ہیں) مشہود میاں (دماغ نوں استعمال وچ لاؤ) دانیال بھیا (مما کو مت منانا اور ہاں مما جی کی باتوں میں مت آنا‘ بس پیاری پر اعتماد رکھنا) جی فلائنگ جمپ لی اور ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ پہنچ گئے۔ نوفل میاں (اکڑو) سیدھے ہوجائیں ورنہ...... جیجا بنالوں گی‘ اوکے‘ بابر جی جی تمہیں یہ ہمدردی مہنگی پڑنے لگی شاید‘ انشراح (ویسے نیم ناکس ہے‘ کسی دن نوفل کے ہاتھوں پٹ جاؤ گی بچ کے رہنا)۔ عاکفہ ڈیئر تم تو کمال ہو‘ بس اس انشراح کی بچی کو بھی تھوڑی عقل سکھا دو۔ یہ زید صاحب کس خوشی میں اتنی اکڑ دکھا رہے ہیں‘ سو وہ میری طرح ذرا ذرا سی بات کی ٹینشن نہیں لیا کرو‘ باقی سب بھی بیسٹ تھے۔ ”ذرا مسکرا میرے گمشدہ“ حنین ڈیئر غزنی سے پیار (بھئی واہ) اور غزنی صاحب اجیہ سے پیار کرتے ہیں (پاگل ہیں نیم)۔ بات سنیں یہ اجیہ اور ارتش کزن ہیں (خالہ زاد)۔ سوان دونوں کو جدا مت کیجیے گا‘ بیاض دل میں عائشہ رحمن ہنی‘ جازبہ عباسی کا شعر پسند آیا۔ نیرنگ خیال میں انا احب اور وقاص عمر بنگڑیو کی کاوش پسند آئی۔ یادگار لمحے میں ایس اے صنم اور سمیرا سواتی کی کاوش پسند آئی‘ ایس گو ہر طور کا تبصرہ پسند آیا۔ ہم سے پوچھیے میں ارم کمال کے سوال اور شمائلہ جی کے چٹ پٹے جوابات اور پروین آنٹی اپنے میاں کی خوب درگت بنواتی ہیں بے چارے شوہر بھی ناں؟ میرے سوالوں کے بھی خوب مصالحے دار جوابات دیئے (بے چاری شہزادی مسکان) اوکے فرسٹ ٹائم تبصرہ کر رہی ہوں‘ پھر حاضر ہوں گی تب تک کے لیے فی امان اللہ آنچل دی بیسٹ اینڈ حجاب از دی اوور بیسٹ سالگرہ مبارک ہو بائے۔

فریدہ فری...... لاہور۔ السلام علیکم! جنوری کا آنچل ملا اس کے ابھی تین افسانے پڑھے ہیں‘ بہت سخت بیمار ہوں لیکن پڑھتی ضرور ہوں۔ تبصرہ اس مرتبہ ذرا مختصر ہے‘ بس تعریف کرنا تھی جن بہنوں نے یاد رکھا ان کا بے حد شکریہ‘ مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے کہ مجھے کس کس نے یاد رکھا سب کو دعا اور سلام اور شہزادی عنزہ یونس میں نے آنچل میں آپ کے لیے یعنی آپ کے نام نظم لکھی ہے۔ ڈاکٹر ہاشم مرزا کی وفات پر بے حد افسوس ہوا‘ اللہ سبحان و تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے آمین۔ آنچل میں اپنی غزل دیکھ کر خوشی ہوئی‘ اچھا جی اب اللہ حافظ‘ پروین افضل میری پیاری بھابی بھی ہیں ان کو بے حد سلام۔

☆ ڈیئر فری جی اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو درستی عطا فرمائے آمین۔

انیقہ احمد...... تلہ گنگ۔ السلام علیکم! امید ہے سب لوگ ٹھیک ہی ہوں گے اس دفعہ آنچل کا انتظار نہیں کرنا پڑا کیونکہ بھائی ضیاء نے فوری لا دیا۔ ٹائٹل اچھا تھا' سب سے پہلے آنٹی قیصر آرا کی سرگوشیاں سنیں پھر حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے پھر سلسلے وار ناول کی طرف دوڑ لگائی' سب سے پہلے "شب ہجر کی پہلی بارش" پڑھا بہت مزا آیا پلیز آپی نازیہ صیام اور درمکنون کو ایک کرنا ورنہ میرا دل ٹوٹ جائے گا ہاہاہا پھر اگلی دوڑ فاخرہ گل کے ناول "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" ارے یہ کیا اجیہ کی منگنی غزنی سے ہوگئی بے چاری حسین کا تو دل ٹوٹ گیا' بہت برا ہوا اس کے دکھ میں شریک ہونے کے لیے ٹی بریک لی ہاہاہا۔ پھر صائمہ قریشی کے ناولٹ کو پڑھا تو ہنس ہنس کر برا حال ہوا' مکمل ناول "سنڈریلا میرا انتظار کرنا" میں آغا حسن کا کردار اچھا لگا' یہ مرد کی محبت پل میں تولہ پل میں ماشہ ہوتی ہے (آ گئی بڑی فلاسفر) ہاہاہا۔ افسانے بھی سارے اچھے تھے' سباس گل' اروی مختار اور صبا زرگر کے اشعار اچھے لگے۔ ڈش مقابلہ میں گاجر کی برفی اور نمکین مرغا بہت زبردست رہے۔ بیوٹی گائیڈ کو ہم نہ پڑھیں یہ ہو نہیں سکتا' رائے تجسم شہزادی کی دعا بہت اچھی لگی' دوست کے پیغام میں ہمیشہ سیدہ جیا عباس کا انتظار رہتا ہے کیونکہ وہ ہمارے علاقے ہی کے آس پاس رہتی ہے۔ آپی شہلا سے ریکوئسٹ ہے کہ سمیرا شریف طور کا کوئی ناول شائع کریں' اللہ آنچل اور حجاب دونوں کو اور ترقی دے آمین' اینڈ اللہ نگہبان۔

شمائلہ مرتضیٰ علوی...... گوجرہ۔ السلام علیکم! 2008ء کے ماہ اکتوبر (جب آنچل پڑھنا شروع کیا) سے اب تک بلاناغہ ہر ماہ رسالہ تمام تر کاموں میں بھی وقت نکال کر پڑھا اور اس کو انجوائے کیا۔ اب تو میرے شوہر نے مجھے رجسٹرڈ ڈاک سے گھر پر ہی لگا دیا ہے' جنوری کا شمارہ ملا اس وقت پنجاب کے شہر گوجرہ کے اس چھوٹے سے گاؤں میں مکمل دھند چھائی ہوئی ہے جب میں یہ خط تحریر کر رہی ہوں اس دھند بھرے ماحول میں چاند جیسا شمارہ پڑھنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ سال نو کے شمارے میں ویسے تو بہت کچھ عمدہ تھا مگر مجھے "چراغ خانہ" حمد و نعت "ہجر کا فاصلہ" اور یادگار لمحے پسند آئے۔ شمارے کا سرورق بہت عمدہ تھا' میری بہن تہمینہ اعوان اور ثمینہ اعوان کو بھی یہ شمارہ بہت پسند ہے۔ میں پوری کوشش کروں گی کہ اگلے مہینوں میں بھی تبصرہ اور مواد ارسال کر سکوں اور ہاں "شب ہجر کی پہلی بارش" کی اگلی قسط کا بے چینی سے انتظار رہے گا۔ اس شمارے کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے برابر ہے' اس کے لیے ایک خط کافی نہیں بلکہ خطوں کا ٹرک بھر کے اگر ہم ارسال کریں تو ہی اس مفید عمدہ رسالے کی تعریف لکھی جا سکتی ہے' اب اجازت' شکریہ۔

حمیرا قریشی...... حیدر آباد' سندھ۔ السلام علیکم! شہلا آپی' آنچل اسٹاف اور تمام بہنوں کو محبتوں سے لبریز سلام قبول ہو۔ آنچل ہر ماہ کی طرح بیسٹ تھا' بنا کسی کمی کے۔ اسٹوریز تمام قابل تعریف تھیں آنچل رائٹرز کی طرح "حمیرا قریشی" کی تحریر کیسی تھی یہ فیصلہ آپ بہنوں نے کرنا ہے آنچل میں یہ میری دوسری تحریر شائع ہوئی ہے باری تعالیٰ کے کرم سے اور آنچل کی بدولت' بے پناہ خوشی کا احساس میرا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یہی خوشی آپ بہنوں سے شیئر کرنے کا دل کیا تو آئینہ میں چلے آئے سنا ہے کہ پریاں ہوتی ہیں یہاں۔ آپ میں سے جن بہنوں کو میری معمولی سی تحریر پسند آئی ان کی تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور جن بہنوں کو پسند نہیں آئی ان کی بھی شکر گزار ہوں بلاشبہ تنقید قلم کو پختگی بخشتی ہے اور تعریف بے پناہ خوشی۔ باری تعالیٰ آپ سب بہنوں کو نیا سال مبارک کرے ہنستے مسکراتے رہیں دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ زندگی رہی تو ان شاء اللہ پھر سے حاضر ہوں گے اور آپ لوگوں نے یاد رکھا تو سر کے بل چلیں آئیں گے' دعاؤں کی طلب گار۔

زندگی تنویر خلیل...... پشاور۔

چلو اک کام کرتے ہیں
وجود اپنے محبت کے نام کرتے ہیں
نہر کے ساتھ چلتے چلتے
مسکرا مسکرا کر شام کرتے ہیں
اس دنیا میں بغاوت کرنے سے پہلے
باغی کہلانے سے پہلے
اک رات فقط آرام کرتے ہیں
چلو......
اک کام کرتے ہیں
نفرت بدنام کرتے ہیں

آنچل' قیصر آرا' شہلا عامر اور دیگر احباب کو سلام پہنچے' السلام علیکم! بدھ کے روز "زندگی تنویر خلیل" آنچل والا سے محو گفتگو ہے۔ سہ پہر کی نارنجی

شعاعیں تخیل کے دشت میں سے گزرتی آنچل کے مہندی رنگ سرورق پر پڑتی ہے اور دریا خان کا چہرہ سورج کی کرن سا روپ دھار لیتا ہے دریا خان تو ہے سورج...... اوپر نظر لگائی اور حدیث شریف سے یہ بات اخذ کی......

خدا کے راہ میں رلتے رہے وہ بختاور اے زندگی
کیجے بعد معلوم ہوا جنت کی ہوائیں سلام کہتی ہیں

پھر سوچا در جواب آں میں شاید قیصرآرا آنٹی نے رحم کھا ہی لیا ہو لیکن ٹھہریئے ابھی محب اور محبوب کی سرگوشیاں سننے کی سعی کی ہے۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت مبارکہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ساتھ ساتھ ہوتا ہے اور یہی بات اعتقاد کی حلاوت بڑھا لی جاتی ہے۔ نعت مبارکہ کی الفاظی بہت پر اثر تھی اسے پڑھتے پڑھتے دل کے قلعوں اور تخیل کے دیواروں پر پڑتے گھونگھٹ سے ابھی بازگشت سنائی دیتی تھی۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیری نعتیں پڑھنے کو آج من چاہ رہا ہے
مگر غضب یہ ہے کہ نظر کو زیارت سے فرصت نہیں

یہ سچ ہے کہ مدینے کی نرمالی شام ہو مدینے کے تابنے کی زمین کو کون اپنے لبوں سے خراج عقیدت پیش نہیں کرے گا؟ در جواب آں میں جہاں ہمیں پتا چلا کہ پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھنا صبر کا عنوان ہے اور صبر کا پھل چونکہ میٹھا ہے اور اسی شیرینی میٹھی باتوں سے ہمارے تخیل کے بند کواڑوں کو دستکیں دینا شروع ہوئی۔ شکریہ ارے زندگی کے ساتھ بلوچستان کا ہے کو؟ پشاور پنوار بالا یا کے پی کے ہی لکھ دیا ہوتا ویسے قیصرہ آنٹی یہ "جلد" کب آئے گا۔ مارچ صحیح چلو صحیح ہے۔ سروے میں نام نہ دیکھ کر رنج ہوا لیکن باقی آئندہ کے الفاظ ڈھارس بندھا گئے۔ حرا کے لیے...... حرا اگر اردو کا کوئی روپ ہوتا ہے تو یقیناً حرا ہی کا ہوتا۔ حرا تم اردو ہو آنچل میں اردو ادب کی آج کل دھوم ہے حرا ناول کا انتظار ہے مگر یاد رہے بانو قدسیہ کے سائے میں بیٹھنا' سمیرا احمید کی راہ میں چلنا' مستنصر حسین تارڑ سے بیعت لینا۔ ہمارا سروے شامل ہوگا؟ "چراغ خانہ" رفعت سراج کے رفعتِ تخیل اپنے عروج بام پر ہے پیاری' پیاری ہے اور دانیال پیارا۔ ویسے کتنی قسطیں باقی ہیں۔ "چلو مان لیتے ہیں" ابتدائی اشعار زبردست آپ کے شوہر صاحب کی صحت یابی کے لیے دعا گو ہیں۔ آتش نام ہی کافی ہے۔ "سنڈریلا میرا انتظار کرنا" صبوحی اور شاہ ویز کی ملن پر رقصاں مدھر سجاد علی کا گیت' نہایت فصاحت سے لبریز تھا یاسمین نشاط کے "بند لفافے" بھی اچھا تھا۔ "تیرے زلف کے سر ہونے تک" اچھا ہے مگر میں نے کہا تھا نا کہ ادبی ٹچ کافی کم ہے۔ اقراء کا دشت آرزو نہیں پڑھا تھا کیونکہ اتنا ضخیم ناول ہماری استطاعت سے بالاتر ہے' خرید نہیں سکتے۔ سردی بڑھ رہی ہے' تاجدار سورج اپنی تابانی سمیٹے مغرب کی طرف بال اوڑھے آسمان پر اپنی ضیاء بکھیر رہا ہے' صدف آصف! بعض جذبے واقعی بے نام ہوتے ہیں جب دل کی بستی ویراں ہو اور آنسو مانند آب زلال گالوں پر لڑھکتے ہیں' دل میں آنسوؤں کی آمیزش ہو آنکھوں میں آنسوؤں کی محفل سخن تھک کے جمی تب کون سا نام دیں اس جذبے کو جو رعد کی طرح تیز چیختے لہجے ارض وسماں تمام ذی روح کو بے بہرہ کردیں تب کیا نام دیں؟ "شب ہجر کی پہلی بارش" ہو ذان کی محبت پر کیسے تقدیر نے سیاہی مل دی ہے اور عائلہ کا سدید' ٹھک ٹھک آنسو ہجر کے شب ہی کیوں ہمارے صبر کی توہین کرتے ہیں' کیوں؟ شہزادضدار امائی جیراں کی بیٹی نہ بن جائے' دل دکھے گا۔ نازیہ کنول نازی کا کوئی مجموعہ کلام آیا ہے اگر آیا ہے تو پیاری نازی سے درخواست ہے کہ بیٹے کی خوشی میں ہمیں تحفتاً ارسال کردیں آپ سے کوئی کتاب تحفتاً لینا دلی آرزو ہے آپ کی کرم نوازی دیکھتے ہیں' ہمیں کون سی کتاب ملتی ہے؟ منتظر ہیں "اناڑی پیا" میں نے تین اقساط پڑھی ہیں' باقی میرے پاس نہیں ہیں اگر کہیں سے مل گئیں یا صائمہ' حرا وغیرہ نے بھجوا دیا تو یقیناً پڑھ لیں گے۔ صائمہ مبارک باد! زرفین کا مطلب کیا ہے؟ ایک درخواست ہے کہ جب کوئی یونیک سا نام لکھتے ہیں تو معنی بھی ساتھ دیا کریں یوں ایک تیر سے دو شکار۔ ریحانہ آفتاب بہت زبردست تھا یقیناً "ردا" کی طرح یہاں بھی کوئی ناول لکھ لیا کریں گی اور خوب صورت سا جس میں ہیروئن کا نام عدینہ' زبردست۔ "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" فاخرہ گل سے پہلے بھی کہا ہے آنٹی (آپ کو نہیں' ان کی امی سے مخاطب ہے) کہ ہماری کہانی پر تبصرہ کرنا ہے اور ہاں "آپ کی محبت سمندر سی" ایک رات میں پڑھی تھی' سلیس انداز بیاں تھا لیکن اس ناولٹ میں نظموں کی آفرینی دل کے اشجار پر پیام بہار کی نوید لاتی ہے اور ہاں فاخرہ صاحبہ ہم منتظر ہیں اٹلی کی کہانی کے۔ جہاں کردار بھی اس جیسے ہوں مطلب اٹلی کے معاشرے پر مبنی ناول ہو' منظر کشی ہو' معلومات ہوتا کہ تخیل میں ہی ہم اٹلی کی سیر کرلیں' کیا خیال ہے؟ اس کہانی میں نظم آپ ہی کی ہے؟ سمیرا غزل صدیقی کی "راہ گلاب ہوئی" سال نو کے حوالے سے شام کی تحریر تھی اور آخر میں فرح بھٹو خوش آمدید اخوب صورت' زبردست۔ تم قارئین کے تبصرے دل سے پڑھو گی تو سنو فرح! تمہارے نام......

فسانہ دل کا حال بیان کرنا چھوڑ دیجیے
دل کی کھمنا آلی کیا دل تو ہے ہی افسانہ زندگی
اور فرح انداز بیاں زبردست ہے کردار نگاری عمدہ تھی بس ایک بار

میرے ساتھ رہو نا تم
تیرے راستے میں ہم ہیں
تو بیچ چھوڑ نا نہیں زندگی

ہمارا خط کیسا لگا قارئین منتظر ہے۔ آخر میں اپنی نظم ہے۔

جب ہم ملے
وہ جب ہم ملے
مقدس رات کی تاریکی میں
جب چہار سو اندھیرا تھا
محبت کی پری نے جو
چھڑی گھمائی تو
تو یوں ہوا پھر کہ آغوش مادر شب میں
گلابی محبت نے جنم لیا
سنہرے جگنوؤں نے مجھ سے کہا
کہو اور ے پیا
رک جاؤ نا...... ستم نہ ڈھاؤ نا
ہم دل کے نازک ہیں
نازک دل پر
حکمرانی نہ کرو
اور لے میرے پیا
بہرو پیا!

انیلا طالب...... گوجرانوالہ۔ ڈیئر شہلا آپی اور باقی سب کو بھی سلام۔ دن گزرتے جا رہے ہیں مگر ہمیں یوں لگ رہا تھا جیسے آنچل کے انتظار میں ہم برف کی مانند پگھل جائیں گے تو تب کہیں آئے گا آنچل۔ طویل انتظار کے بعد ہم نے اپنے قریبی بازار سے پتا کروایا مگر آنچل ندارد کسی کو بھیجا گوجرانوالہ اور پھر رات کے پورے آٹھ بجے آنچل ہمارے پاس۔ ٹائٹل سو نائس، صفحات الٹ پلٹ کے اپنا نام ڈھونڈا مگر نہیں ملا۔ خیر آنچل ہمیں جگہ دے نہ دے ہمارا آنچل سے رشتہ نہیں چھوٹ سکتا۔ حمد و نعت، سرگوشیاں اپنی مثال آپ تھیں، در جواب آں میں جھانکا تو ڈیئر طیبہ نذیر کے والد صاحب کی رحلت پڑھ کے بہت افسوس ہوا اللہ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام دے آمین۔ سروے کافی زبردست رہا، آپی حرا قریشی، آپی فرح بھٹو آپی صائمہ مشتاق نے بہت اچھے جواب دیے۔ یاسمین نشاط، نزہت جبین ضیاء نے زبردست اثرات چھوڑے مکمل ناول میں یہ ناول بہت زبردست جا رہا ہے مزید کھتی رہیں پھر آئے ہم اپنی فیورٹ رائٹر آنی صائمہ قریشی کی جانب اس بارگائے اور بکری کا منفرد انداز ہمارا دل لے اڑا۔ افسانوں میں "ہجر کا فاصلہ" میں تجھ سے پیار نہیں کرتا" اور "زندگی دھوپ تم گھنا سایہ" دل میں جگہ بنانے میں کامیاب ٹھہری۔ آپی صدف آصف ہمارے نیکسٹ ڈور نیبرز میں ایک آنٹی ہے ان کا نام بھی صدف آصف ہے وہ بول رہی ہے اپنے چھت پر اور مجھے ان کی آواز آ رہی ہے کیا مماثلت ہے بھئی نام کی۔ ہومیو کارنر سے کافی معلومات ملیں، بیاض دل میں آپی سباس گل، نمرہ شعیب، مدیحہ اکرم کشش، ہم برنالی نے میدان مار لیا۔ ڈش مقابلہ میں واہ جی واہ بمبئی پلاؤ کے ساتھ آنی پروین افضل شاہین نے انٹری دی، آڑو کی چٹنی کی ترکیب بھی اچھی لگی۔ بیوٹی گائیڈ تک آئے تو وہ بھی کافی معلومات سے لبریز تھا، نیرنگ خیال میں لبنیٰ شکیلہ رائے، تبسم شہزادی، لائبہ میر، حرا رمضان نے تو کمال ہی کر دیا۔ ڈیئر ایس گوہر طور مجھے آپ کی دوستی دل و جان سے قبول ہے سدا خوش رہیں۔ دوست کا پیغام آئے میں نظریں دوڑائیں تو (طیبہ نذیر) طیبہ خاور پھول کے نام سے نظر آئیں، ڈیئر طیبہ خاور شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں اپنوں کا شکریہ نہیں کرتے۔ اللہ آپ کو اپنے شوہر کے ہمراہ خوش رکھے، ڈیئر عاصمہ اقبال عاصی شادی مبارک ہو، مجھے آپ کی نیچر خود سے ملتی لگتی ہے۔ سب کے پیغام بہت اچھے رہے سحرو، یوسف انا، حنا کنول، مدیحہ کنول، پارس شاہ کیا حال ہیں آپ کے؟ ڈیئر حرا قریشی، آپی فرح بھٹو میں آپ کو اپنا ناول گفٹ کرنا چاہتی ہوں آپ دونوں بہت خاص ہیں میں آٹوگراف کے لیے ڈاک ٹکٹ کے ہمراہ خالی لفافہ اور ناول بھیج دوں کی مہربانی فرما کر

اپنا ایڈریس بھیجیں۔ ڈیئر آنچل رائٹرز اینڈ ریڈرز آپ میں سے کوئی میرا ناول "دعا تقدیر بدل دیتی ہے" خریدنا چاہے تو 170 روپے ہدیہ کے ساتھ ایڈریس بھیج کے منگوا سکتی ہیں۔ شکریہ اللہ حافظ۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ۔ پیاری شہلا اور پیارے آنچل والو! اسلام محبت۔ جناب آپ ہماری سادگی پر قربان اور ہم آپ کی برجستگی اور نظر شناسی کے صدقے مگر سنئے ایسی باتیں تو ہم صرف آپ جیسوں سے ہی کرسکتے ہیں۔ بے غرض اور خالص لوگ ہر قسم کی حالت برداشت کرلیتے ہیں مگر ہمارے بچے کی بات سنئے کہہ رہا ہے، بہن کو دیکھنے کوئی عورت آرہی ہے ذرا سلجھی ہوئی بات کریے گا۔ ہم نے پوچھا کیا ہم شکل سے بے وقوف نظر آتے ہیں بولا نہیں مگر باتیں تو سیدھی مارتے ہیں... لیپے دیئے والا انداز رکھیے گا اب بھلا میں لپے دیئے ہوں اُدھر لڑکے والے بھی ایسے ہی ہیں تو بعد میں جو ظاہر ہوں گے تو اس طوفان سے پہلے والی جدائی کیں بھلی بھلا جو ہماری قسمت میں لکھے ہوں گے وہ ہمیں ہمارے اصلی حال میں پسند کرلیں گے اور ہم انہی کے منتظر ہیں' دیا یہ درست آئید۔ شادی اگر میری ہو تو ماں آنکھ بند کرکے جس پر ہاتھ رکھ دیتی کرلیتے اور پھر نباہتے بھی اور ہم نے تو خود تو یہی کیا تھا مگر اب جہاں سب گھر والے خوش ہوں گے میری طرف سے منظوری ہوگی۔ کیا سمجھے میں کیسی ہوں؟ چلئے وقفہ لیتے ہیں' بچوں کو رات کا ناشتا دے آؤں' ڈبل روٹی' انڈہ' دودھ کیونکہ آٹا نہ تھا' کرچھی نہ پکی' ہم کھانے میں بھی سادہ ہیں اب کیا کہیں گی؟ لیجیے جناب اب منفرد سا تبصرہ وصول کرلیجیے۔ سرگوشیاں پہلے تو ڈاکٹر ہاشم کو جانتے نہ تھے اب تو تصویر بھی دیکھ لی' اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے آمین۔ حمد و نعت ماشاءاللہ جزاک اللہ' لہک لہک کر پڑھیں۔ در جواب آں میری جند میری جان! السلام علیکم' وعلیکم السلام "ہمارا آنچل" فائقہ اشرف جی تسی سانوں پسند آئے او۔ سانوں تے لگا شمع دی سہیلی فضیلت بھل کے ایدھر آ گئی۔ جیدمی شادی ہو نم لگی اے' تھاڈے تے بھراواں دے ناں وی رشتے دار نکل آئے نیں۔ تے سانوں اپنا لکھیا پنجابی مباحثہ وی یاد کروالحمد یا جے' خیر ہووے۔ لو جی امبر! میری بہن عالیہ کی گونگی دوست جو مسرت مصباح کے پارلر پر کام کرتی ہے اور ہم بھی سنبلہ تم بھی' ہائے اللہ یہ رخسانہ! ہماری ہم وزن بھابی' ارے جی مل کر خوشی ہوئی۔ سروے بھئی کہاں حرا کہاں' ہم' کبھی ملو تو دیکھیں فرق' ہم تم کو۔ پوری لغت حفظ کی ہوئی ہے' مبارک ہو جناب! فرح بھٹو تو نام سے ہی چھائی تھیں اب کام سے بھی' ان کے افسانے میں کشش تھی' زور قلم اور زیادہ۔ صائمہ مشتاق' شعاع والی ہو ناں' کام کام بس کام مبارک ہو۔ اقراء لیاقت تم عنزہ یونس کی کزن ہو عنزہ کو تو پھول میں دیکھا تھا' کیا وہی ہے؟ اور حافظ آباد میری دیورانی کا میکہ ہے بھئی...... بھئی ہم ایک ہیں۔ سب لکھنے والے لطف دیتے ہیں' بس کچھ نام انفرادیت اور کام اور بار بار آنے کی وجہ سے جلد یاد ہو جاتے ہیں۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" بھئی جی ہی لیں گے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" جناب ہم پر تو ہو چکی۔ "چراغ خانہ" دیا یہ درست آئید۔ "سنڈریلا میرا انتظار کرنا" مجھے سونڈی لگتا ہے یہ نام' توبہ استغفار اللہ نہ کرے ہم...... "ذرا مسکرا میرے گمشدہ" بھئی ہم تو مسکرا رہے ہیں آپ بھی تو مسکرائیں ناں۔ "نادانیاں' شوخیاں اور اناڑی پیا" لو یہ تو ہم ہی ہیں۔ "چلو مان لیتے ہیں" آپ کی بات۔ "ہجر کا فاصلہ" طے کر ہی لیں گے صبر و شکر سے۔ "میں تجھ سے پیار نہیں کرتا" ہم وہ ہیں کہ کروا کے چھوڑیں گے۔ "راہ گلاب ہوئی" میں کامیاب ہوئی "میرا بے تاب ہوئی' غزل ہے رکاب ہوئی' زندگی آداب ہوئی۔ "زندگی دھوپ تم گھنا سایہ" واقعی میرے پیارے آنچل تم میرا اپنا فرح ہوم اسکول اور ذوالفقار بھٹو آپ زیر سایہ زندہ کر گئے' شکریہ' شکریہ دعائیں دعائیں۔ بیاض دل' ریاض دل۔ دوست کا پیغام نامعلوم کشمیری بیٹی نام تو بتادو مہک ناز ہو یا عائشہ ہاشمی۔ نبیلہ ناز کی صلح کے لیے دعا حاضر ہے' ہادی اکبر' مدیحہ کنول' دوست تو کبھی نہ بھی چھوٹ ہی جاتے' بس دعا رہے۔ طیبہ خاور پھول ایک دو تنویر پھول ہیں اور یہ بھئی پھول ہے یقیناً خوشبودار ہی ہوگا' سدا بہار رہے آمین۔ شبنم کنول پاپا نگری تم کوئی بھولنے والا نام ہو' جب شبنم گری ہو پھول پر اور کنول کھلا ہو جھیل میں اور پیار نگری میں' ہم تو پاپے کھا رہے ہوں تو کیسا لگے گا؟ اور نرم گرم سیال تو آ چکا روشنی وفا کی بھی آجائے تو کیا ہی اچھا ہو اور کشمیری بیٹی حوض کوثر لینی ہے تو بتاؤ بھیجوں' رابطہ کرلو۔ یادگار لمحے میں عمل آجائیں تو زندگی یادگار جنت کا نمونہ ہو جائے۔

عمل بنا بیکار علم عمل نہیں میں کرپاتی
عمل اک ایسی چڑیا جو میرے ہاتھ نہیں آتی

آئینہ میں سب خوب صورت دکھ رہے تھے' ارے ہاں یاسمین کنول جی' پھول والوں نے آپ کی کتاب مجھے انعام بھیجی تھی "آنکھ سمندر" تو آپ بتایئے میں بھیجوں؟ رہ گیا آخر میں نیرنگ خیال' ارے غنیمت رہ میں تو پاس ہوں' رائے تبسم جڑانوالہ' بہت خوب اچھی دعا۔ نادیہ بھی' راشد تو منفرد اور گہری بات اور خوب قافیہ گر ہیں۔ عائشہ ہاشمی زبردست اول شاعری و جذبات مخلص۔ میری لائبہ زندہ باد' تجھے بھی سلام۔ ایک پرچم کے سائے تلے ہم ایک ہیں' ہم ایک ہیں۔ عمارا اقبال' واہ واہ تین تین صحیح کے نشان لگائے ہر شعر پر انعام یافتہ تحریر زبردست قافیہ' مبارک باد۔ حارث بلال دیر بعد نظر آئے اور عجوبہ لائے' اب بھلا کہاں جائیں پوچھنے کہ سوڈان اور خرطوم کا مسئلہ آپ کے مسئلے سے کیسے منسلک ہے' ہم تو تاریخ خبر نامہ سے دور ہی ہیں' جو خلق عام سے پتا چلے تو دعا کرتے ہیں۔ نرمین یہ تو ہماری کیفیات ہیں' برکت راہی نے بھی غضب کا لکھا' ہمارا ہی حال

دل۔ اس بار فرصت سے شاعری پڑھی، اللہ حافظ۔

یاسمین کنول...... پسرور۔ السلام علیکم! نئے سال کا نیا شمارہ نئے انداز سے جلوہ گر ہوا۔ بے حد اچھا لگا، سرورق پسند آیا۔ نظمیں غزلیں اچھی لگیں، سروے بھی اچھا لگا۔ افسانے، ناول اور مستقل سلسلے قابل ستائش ہیں آنچل کی ٹیم اپنے فرائض منصبی بڑے احسن انداز میں سر انجام دے رہی ہیں جس سے آنچل کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جنوری سردی کا مہینہ ہے اور کئی ماہ کی خشک سالی کے بعد بارش بھی ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جسمانی، مالی اور معاشرتی پریشانیاں دور فرمائے اور بارش کو ہمارے لیے باعث رحمت بنا دے آمین ثم آمین۔

☆ ڈیئر یاسمین! آئندہ ماہ مصنفین کا حق ادا کرکے کہانیوں پر مکمل تبصرہ کیجیے گا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر۔ شہلا عامر صاحبہ! السلام علیکم! اس بار سال 2017ء کا پہلا آنچل دلہن بنی ماڈل ریا خان کے خوب صورت سرورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے۔ سلسلے وار ناولز کے علاوہ "چراغ خانہ، ذرا سکرا میرے گمشدہ، نادانیاں، شوخیاں اور اناڑی پیا، راہ گلاب ہوئی، چلو مان لیتے ہیں" پسند آئیں۔ سال نو کی بہار سروے میں ناچیز نے بھی حصہ لیا تھا مگر میں موجود نہیں تھی شاید آئندہ شمارے میں شائع ہو جاؤں۔ آصف داؤد، اقراء مزمل، اقراء افضل جٹ کو پہلی انٹری پر خوش آمدید کہتے ہیں ویسے یہ حقیقت ہے کہ آنچل نکھرتا جا رہا ہے اور اس کی سرکولیشن بھی یقیناً بڑھ چکی ہوگی کیونکہ ہمارے بہاولنگر میں رائل بک ڈپو اور آصف بک ڈپو پر آنچل کو ہی سب سے زیادہ ڈسپلے کیا ہوتا ہے، ان کے اسٹال پر تیس تیس چالیس چالیس آنچل لہرا رہے ہوتے ہیں۔ نیا شمارہ آنے سے پہلے پہلے والے آنچل فروخت ہو چکے ہوتے ہیں۔ بیاض دل میں سباس گل، صباز رگر، صائمہ سکندر سومرو، لائبہ میر۔ نیرنگ خیال میں طیبہ نذیر، شازیہ فاروق، راشد ترین، فصیحہ آصف خان۔ دوست کا پیغام آئے میں صائمہ سکندر سومرو، مدیحہ کنول، حمزہ یونس، ماہ رخ سیال۔ آئینہ میں صائمہ مشتاق، بختاور ناز، میری نند فریدہ جاوید فری، ارم کمال۔ ہم سے پوچھیے میں ملالہ اسلم، یاسمین کنول چھائے رہے اللہ حافظ۔

بختاور ناز...... سنجر پور۔ شہلا آپی اور تمام لکھنے والی پیاری پیاری پریوں کو میری طرف سے السلام علیکم! نئے سال کا پہلا رسالہ بہت ہی پیارا تھا، سب سے پہلے قیصر آرا آپی کی سرگوشیاں سنیں۔ حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد ہم پہنچے آئینہ میں جی ہاں کیونکہ وہاں ہمارا تبصرہ ہمارا انتظار کر رہا تھا، اس کو پڑھنے کے بعد نازیہ آپی کی اسٹوری کی طرف بڑھی، واہ آپی واہ، بہت اچھے طریقے سے آگے بڑھا رہی ہیں یہ کہانی 2016ء کی بیسٹ کہانی ہوگی بس اتنا ضرور کرنا کہ صیام کو درمکنون سے دور مت کرنا۔ اقراء آپی آپ بھی کہانی کو بہت اچھا لکھ رہی ہیں، سودہ اور زید میرے پسندیدہ کردار ہیں۔ ناولٹ میں صائمہ آپی کی "اناڑی پیا" دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، خاص کر فاطمہ کی دعوت والے پوائنٹ پر تو بے اختیار مسکرانے پر مجبور ہو گئے اتنا اچھا انتظام کبھی ہم بھی ایسا کر کے دیکھیں گے۔ وقت آنے پر، مکمل ناول میں "سنڈریلا میرا انتظار کرنا" واقعی میں صحیح تھا کہ ہر کسی کو اس کی سنڈریلا ملتی ہے اور شاہ ویز کی سنڈریلا صبوحی ہی تھی اس کے صبر اور انتظار نے اسے اس کے پرنس سے ملوا دیا۔ "چراغ خانہ" اور "ذرا سکرا میرے گمشدہ" بھی اچھے طریقے سے آگے بڑھ رہی ہیں۔ افسانوں میں سب سے اچھا "میں تجھ سے پیار نہیں کرتا" لگا اس میں ہیروئن مسفرہ یار بہت پسند آئی۔ "زندگی دھوپ تم گھنا سایہ، ہجر کا فاصلہ، چلو مان لیتے ہیں" سب اچھے لگے۔ ہمارا آنچل میں چاروں پریوں سے ملاقات اچھی لگی اور امبر بخاری تو کچھ زیادہ ہی اچھی لگی۔ ارے میری پیاری سی بہنا تم اتنی جذباتی کیوں ہو لیکن اتنی جذباتی بقول تمہارے منہ پھٹ ہونے کے باوجود آخر میں تم نے بہت اچھی بات کہی، ویری گڈ، بہت اچھا تعارف تھا مجھے تم بہت پسند آئیں۔ طیبہ خاور پھول آپ کے بابا کی رحلت کا سن کر بہت دکھ ہوا ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے بابا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ دوست کا پیغام آئے میں طیبہ آپ نے چار ماہ بعد انٹری دی، خوشی ہوئی اور باقی سب سلسلے نیرنگ خیال، بیوٹی گائیڈ، ہم سے پوچھیے، کام کی باتیں سب ایک سے بڑھ کر ایک۔ سب بہنوں سے درخواست ہے کہ میری مما کے لیے دعا کریں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ انہیں صحت وتندرستی دے آخر میں آنچل بہت ہی اچھا رسالہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے آمین۔ زندگی رہی تو اگلے ماہ پھر شامل ہوں گی تب تک کے لیے اللہ نگہبان۔

☆ اس دعا کے ساتھ اگلے ماہ تک کے لیے اجازت چاہوں گی کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب کو صحت وعافیت سے بھرپور زندگی عطا فرمائے اور کبھی کسی کا محتاج نہ کرے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

شاء کنول اللہ دتہ......لودھراں

س: شمائلہ کاشف رکیے آپ سے پوچھتے ہیں (آپ نے کہا ناں ہم سے پوچھیے) اچھا یہ سچ سچ بتاؤ زندگی میں کتنے جھوٹ بولے؟

ج: تم سے ابتداء کروں گی اب۔

س: کیا آپ کی زندگی میں کبھی عینک والا جن آیا؟

ج: تمہارا وہ یہاں نہیں آیا' اخبار میں گمشدگی کا اشتہار دے دو۔

س: شادی کرنے کا کوئی فائدہ ہی بتادیں؟

ج: دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے ساس نندوں کے ساتھ شوہر بھی مل جاتا ہے۔

س: آپ سے ملنے کا طریقہ؟

ج: آنکھیں بند کرو، کیونکہ حسین لوگ خواب میں آتے ہیں۔

س: مجھے یاد کیا یا بھول گئیں آخر تین چار سال بعد انٹری دی ہے؟

ج: ہاں اب تو میں نے دو تین ماسیاں بھی تبدیل کرلی ہیں' ویسے تم صفائی بہت اچھی کرتی تھیں۔

س: پلیز میرے لیے دعا کرنا یعنی دل سے' کچھ سمجھیں؟

ج: ہاں ہاں سمجھ گئی' تمہیں اپنا گھر چاہیے سب کہو آمین۔

کرن شبیر......کراچی

س: کبھی کبھی آپ بہت سخت جواب دیتی ہیں' کیا آپ کو نہیں معلوم کہ دل توڑنا گناہ ہے؟

ج: جن کو جواب دیتی ہوں ان کے دل پتھر کے ہیں' جب ہی تو ہر ماہ حاضر ہوتی ہیں اور تمہارا دل توڑنا تو ثواب میں شامل ہوتا ہے۔

س: سنا ہے کہ لڑکی اگر سکون چاہے تو میکے چلی جاتی ہے لڑکا اگر سکون چاہے تو کہاں جاتا ہے؟

ج: دوسری والی کے پاس...... یقینی جاب پر۔

س: اگر کوئی باتونی ہو تو اس کا ساتھ کیسے دیا جائے؟

ج: کوے کی طرح کائیں کائیں کرکے۔

س: چلیں جی جاتے جاتے کچھ اچھی سی دعاؤں سے نواز دیجیے؟

ج: اللہ تمہاری ساس کو تمہارے عتاب سے بچائے' سب مل کر کہو آمین۔

سیدہ رابعہ شاہ......گجرات

س: آپی جانی آپ کی محفل میں پہلی بار آئی ہوں تھوڑی بیٹھنے کو جگہ تو دیں؟

ج: اسٹول پر چڑھ کر پنکھے پر بیٹھ جاؤ۔

س: آپی یہ آج کل لڑکیاں اتنا پاؤڈر منہ پر کیوں لگاتی ہیں؟

ج: تمہیں جلانے کے لیے' تمہارے پاس نہیں ہے ناں اس لیے۔

س: شوہر جب گھر آتا ہے تو بیوی کو غصے میں دیکھ کر اپنا ماتھا کیوں پکڑ لیتا ہے؟

ج: یہی سوچتا ہے کہ باس اور بیوی کے غصے سے بچ کر اب جاؤں تو جاؤں کہاں؟

عائشہ پرویز......کراچی

س: آپی ہم اتنے دن بعد آپ کی بزم میں تشریف لائے ہیں' دیکھیے ہمارے آنے سے کیسی رونق ہوگئی ہے۔

ج: بالکل ویسی رونق جیسے چڑیا گھر میں نئے جانور کی آمد پر ہوتی ہے۔

س: کیا بات ہے آپی! بڑی تبدیلی آئی ہے آپ کے اندر' سب خیر تو ہے ناں' کان میں چپکے سے بتادیں؟

ج: پہلے کان صاف کرکے آؤ پھر بتاؤں گی' ویسے تم ڈبل روٹی بن گئی ہو موٹی۔

س: سرد برفیلی راتیں' نرم گرم بستر' ایک اسٹرونگ ٹی مگ اور اس کے ساتھ؟

ج: آنکھ کھلے اور وہی سڑی ہوئی گرمی' لوڈشیڈنگ' بس یا اور کچھ......اب منہ دھولو۔

س: آپی انہوں نے کہا رسائل پڑھنے پر پابندی نہیں' رات تمہاری' دن میرا' بھلا کیوں؟

ج: اس طرح رات میں تمہارے بھیانک خراٹوں سے ان کو نجات مل جائے گی اور دن میں وہ آفس میں......

س: آپی جانی سردیوں میں مجھے دیکھ کر اکثر میرے گھر والوں کے چودہ طبق روشن کیوں ہو جاتے ہیں؟

ج: کافی بھیانک لگتی ہوگی ناں اس لیے۔
س: شعر کا جواب شعر میں دیں؟

جس طرح میں نے زیست کاٹی ہے
ایک دن ہی سہی بسر تو کر

ج: تمہاری زیست ہے یا کوئی فصل جسے تم کاٹ رہی ہو۔
س: اچھا جی ہم چلتے ہیں واپس پھر ملیں گے چلتے چلتے پر کبھی الوداع مت کہیے گا نہیں ہم یہ بھی نہیں کہیں گے کہ ہم آپ کے ہیں کون؟ اور آل از ویل اللہ حافظ۔
ج: اس نئے سال میں بھی تم نہیں سدھریں، وہی فلمی بیماری کب جائے گی تمہاری اور باتو پیا کو بھی......

شبنم کنول...... حافظ آباد، پاپانگری

س: آپ کی طرف بھی بارش ہوتی ہے؟
ج: ہاں آنکھوں کی اب آپ بھی برساؤ۔
س: آپی یہ جو اپنی پروین بھابی ہے ناں وہ کچھ زیادہ ہی اچھی ہیں۔
ج: مکھن لگا رہی ہو، پھر بھی وہ تمہیں اپنے پرنس کی سالی نہیں بنانے والی پکا۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ

س: شکریہ آپی جان آپ نے اپنی بزم میں جگہ دی پھر کب آؤں؟
ج: جب جیب اجازت دے، اسی طرح خوب تحائف لے کر آنا۔
س: آپی جان! آپ نے تو مجھے آٹو سے بھی زیادہ موٹی کر دیا میں تو اتنی اسمارٹ سلم ہوں کہ......
ج: کہ دیٹ کی مشین ہی ٹوٹ جاتی ہے تمہارے کھڑے ہوتے ہی۔
س: آپی آپ اتنی پیاری باتیں کیسے کر لیتی ہیں؟
ج: سچی اور کھری باتیں پیاری ہی لگتی ہیں۔ بتاؤ کتنی پیاری لگیں۔
س: میں اپنی کزن کو پیار سے اقرا کہتی ہوں آپ مجھے کیا کہیں گی؟
ج: جھوٹی...... سچ میں پیار مت سمجھنا۔
س: ہمیشہ خوش رہنے کا فارمولا کیا ہے؟
ج: دوسروں کے پیسوں کو اپنا سمجھ لو سکون سے رہوگی اور خوش بھی۔

نجم انجم...... کراچی

س: کہتے ہیں کہ عورت زبان دراز ہوتی ہے مگر میرے ملک صاحب کی زبان تو قینچی سے بھی زیادہ تیز چلتی ہے، زنگ کیسے لگاؤں؟
ج: ان کی زبان کو چلنے دو بس تم اپنی زبان درازی پر کنٹرول کر لو پھر امن ہی امن۔
س: جیسے ہی سردی شروع ہوئی تو ملک صاحب نے آئس کریم اور کولڈ ڈرنک لانا شروع کر دی آخر اس کا مقصد کیا ہے؟
ج: تمہاری باتوں سے خود کو ٹھنڈا رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوں گے بے چارے۔
س: بجلی کے کرنٹ اور پیار کے کرنٹ میں فرق بتائیے دونوں میں سے آپ کو کون سا کرنٹ لگا (خدانخواستہ)؟
ج: ایسے سوال سے تمہیں دماغی کرنٹ دینے کا دل چاہتا ہے لیکن کیا کریں اس سے بھی تمہیں عقل نہیں آنی۔

گل مینا خان اینڈ حسینہ ایچ ایس...... مانسہرہ

س: پیاری آپی لوگ ٹھنڈی چائے اور گرما گرم آئس کریم کیوں پسند نہیں کرتے؟
ج: کیونکہ وہ تمہاری طرح الٹے دماغ کے نہیں ہوتے۔
س: آپی جب مرغا اذان دیتا ہے تو مرغی نماز کیوں نہیں پڑھتی؟
ج: وہ میکام تمہارے لیے چھوڑ دیتی ہیں۔

ام معاویہ...... خوشاب

س: میں آپ کو آپی، آنٹی، اماں، جی آخر کس نام سے پکاروں کیونکہ مجھے آپ کی عمر ہی نہیں پتا تو؟
ج: اپنی عمر تو پتا ہے ناں بس حساب سے مجھے چھوٹی بہن کہہ سکتی ہو۔
س: آپی آپ کے وہ کیا کرتے ہیں؟
ج: ابھی صرف مجھے تلاش کرتے ہیں اور میں انہیں مل کر نہیں دے رہی۔
س: آپی لوگ خلوص کا جواب خلوص سے کیوں نہیں دیتے؟
ج: پیسے خرچ ہوں گے اس لیے بے مروت ہو گئے ہیں۔
س: آپی آپ کیا کھاتی ہیں جو دماغ اتنا تیز ہے، تو بآپ کے سامنے تو بندہ...... (بھلا کیا)؟
ج: سب کچھ سچ بولتا ہے۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ
س: شمائلہ جی السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! جنت حلالہ و دوزخ حرامہ۔ کیا میں آپ کے خوب صورت گھر میں آسکتی ہوں؟
ج: وعلیکم السلام! یہ بتاؤ اتنی تاخیر کیوں کردی چلو اب جرمانہ بھرو جلدی سے۔
س: میری کتاب "جوشِ کوثر" آنچل گھر نہ پہنچ پائی اب دوبارہ بھیجوں گی آپ پڑھ کر تبصرہ کریں گی ناں؟
ج: پہلے پڑھ تو لیں تبصرہ تو بہت دور کی بات ہے۔
س: میں اپنی نظم کا ایک مصورعہ لکھ رہی ہوں اگلا آپ بتائیں بڑا مزا آئے گا۔ "کس منہ سے میری تعریف کرو گے"
ج: جب بھی بولتے ہو جھوٹ بولتے ہو۔
نبیلہ ناز...... ٹھینگ موڑ الہ آباد
س: آپ کے اتنے کرارے جوابات سن کر مجھے فلو ہوگیا ہے میڈیسن کا تو انتظام کردیں؟
ج: میڈیسن کا نہیں اسپیشل والے انجکشن کا انتظام ہے تمہارے لیے۔
س: آپ سچ بتائیں اس سال آپ کی عمر کتنی ہوچکی ہے؟
ج: آپ سے دس سال کم ہے حساب لگالیں۔
س: کیا آپ کو سال کے اختتام پر شرمندگی ہوئی، کبھی اپنے عمل کی زنبیل کو خالی دیکھ کر؟
ج: اسے تم دوسروں سے میری برائی کر کے بھر دیتی ہو شکریہ۔
س: کہتے ہیں خواتین میں تمام رونے کی کوالٹیز موجود ہوتی ہیں آپ کے اندر بھی ہیں؟
ج: خواتین میں ہوتیں ہوں گی اور میں تو ابھی نوجوان ہوں...... لگتا ہے تم انڈین ڈرامے بہت دیکھتی ہو اور میں روتی نہیں رُلاتی ہوں۔
پروین افضل شاہین...... بہاولنگر
س: اگر آپ کا موبائل فون ایک ماہ کے لیے بند کردیا جائے تو کیا ہوگا؟
ج: یہ خواہش تو آپ کو اپنے میاں کے موبائل کے لیے ہونا چاہیے ہم پر شک کرنا چھوڑیں انہیں پکڑیں۔
س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین فون پر چپکے چپکے کس سے باتیں کرتے ہیں؟
ج: اداکارہ ریما سے کرتے ہوں گے آج کل وہ پاکستان میں ہے۔
س: شادی اور خودکشی میں کیا فرق ہے؟
ج: خودکشی زندگی سے پوری آزادی ہے اور شادی آپ جیسی بیوی کے مل جانے پر سزا ہے یہ رائے آپ کے میاں کی ہے ہماری نہیں۔
ارم کمال...... فیصل آباد
س: گھڑی رات کا ایک بجائے اور جانو گھر نہ آئے تو کیا کرنا چاہیے؟
ج: ڈنڈا تیار رکھنا چاہیے اور اگر ساتھ رسی ہو تو پھر تو کبھی بھی جانو کی گھڑی میں رات کا ایک نہیں بجے گا۔
س: کہتے ہیں کہ بچے من کے سچے آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں؟
ج: ہاں بالکل بچے من کے سچے، ضد کے پکے اور دل کے اچھے ہوتے ہیں۔
س: زندگی کے اونچے نیچے راستوں پر اگر ریڈ کارپٹ بچھا ہو تو کیا ہی مزا آئے ہے نا؟
ج: بھلے کارپٹ کے نیچے تمہارے لیے گڑھا ہی کیوں ناں ہو۔
س: چندا کو چاندنی سے، پھول کو خوشبو سے، ان کو مجھ سے اور مجھے آپ سے پوچھیں تو کیا ہے؟
ج: محبت ہے چاہت ہے، الفت ہے بس یا اور کچھ سننا ہے۔
س: عقل مندی کب بے وقوفی میں تبدیل ہوجاتی ہے جلدی سے بتادیں؟
ج: جب شادی ہوتی ہے۔
س: گزرتا سال کیا کہہ کر الوداع ہوگیا ہے، کیا آپ کو پتا ہے؟
ج: کہ ارم کمال نانی بن گئی ہیں۔

آپ کی صحت

میں آج انتہائی غم کے ساتھ اس کالم کا آغاز کررہی ہوں کیونکہ میری رہنمائی کے لیے ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا (مرحوم) موجود نہیں ہیں۔ جن کی سرپرستی میں گزرنے والے چند سال میری پیشہ ورانہ زندگی میں ہمیشہ مشعل راہ رہیں گے۔ ڈاکٹر صاحب (مرحوم) کی بصارت رفتہ رفتہ معدوم ہوجانے کے بعد گزشتہ چند سالوں سے اُن کی رہنمائی میں اس کالم کو میں ہی لکھا کرتی تھی۔ میرے لیے یہ اعزاز کی بات ہے کہ مرحوم کے فرزندوں اور ادارہ آنچل نے مجھ پر اعتماد کا اظہار کرکے اس کالم کو جاری رکھنے کی ذمہ داری مجھے سونپی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس اعتماد پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ڈاکٹر وردہ نسیم

☆......☆......☆

دیبا شہناز سرگودھا سے لکھتی ہیں کہ اُن کا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا بتائیں۔

محترمہ آپ Antimonium Tart 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں اور اپنی بہن کو Acid Flour 30 کے 5 قطرے آدھے کپ پانی میں دن میں 3 بار پلائیں۔

ارم ناز آپ کے مسائل خاصے پیچیدہ ہیں برائے مہربانی نیچے دیئے گئے کلینک کے نمبر پر صبح 10 سے دوپہر 1 کے دوران رابطہ کریں۔

ماروی مسکان گجرات سے لکھتی ہیں اُن کے مسائل شائع کیے بغیر دوا بتائیں۔

محترمہ آپ Alumina 30 کے 5 قطرے اور Sabal Serrulata Q کے 10 قطرے آدھے کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں، دونوں دوائیاں کم از کم 15 منٹ کے وقفہ سے لیں۔

عاصمہ بی بی تلہ گنگ سے لکھتی ہیں کہ میرے کولہے اور سینہ باقی جسم سے بھاری ہے۔

محترمہ آپ Chemaphilla 30 کے 5 قطرے آدھے کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں، چکنائی سے پرہیز کریں اور آدھا گھنٹہ واک ضروری ہے۔

ماہ نور لڑھر شریف سے لکھتی ہیں کہ نسوانی حسن بہت کم ہے۔ کوئی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ Sabal Serrulata Q کے 10 قطرے آدھے کپ پانی میں تین وقت کھانے سے پہلے پیا کریں۔ اور بریسٹ بیوٹی کا استعمال جاری رکھیں دونوں چیزوں کے استعمال سے انشاء اللہ افاقہ ہوگا۔

آکاش ٹانک سے لکھتی ہیں کہ میری دوست سانولی ہے اس کے ہاتھ پاؤں بہت کالے ہیں باقی سارا جسم سانولہ ہے کوئی ایسی دوا تجویز کریں کہ سارا جسم وائٹ ہوجائے۔

محترمہ آپ اپنی دوست سے کہیں کہ وہ Jodium 1M کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ہفتے میں ایک بار پئیں، جسم وائٹ تو نہیں ہوگا لیکن بہت بہتر ہوجائے گا۔

آسارہ ٹانک لکھتی ہیں کہ ان کا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا بتائیں۔

محترمہ آپ ہمارے کلینک کے نمبر پر صبح 10 سے دوپہر 1 بجے کے دوران رابطہ کریں آپ کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

شبنم حیدرآباد سے لکھتی ہیں کہ اُن کا معدہ خراب ہے کھانا صحیح سے ہضم نہیں ہوتا اور قبض کی شکایت ہے اور چہرے پر دانے ہیں، Aphrodite Hair Grower کیا ہمارے علاقے میں مل جائے گا؟

محترمہ آپ Nux Vomica 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں، جب ہاضمہ ٹھیک ہوگا تو چہرہ بھی صاف ہوجائیگا اور بالوں کے تیل

کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر 700 روپے کا منی آرڈر کردیں، Hair Grower آپ کے گھر بھیج دی جائے گا۔

ش۔ن۔گ، جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میں جسمانی طور پر بہت کمزور ہوں اور میری نظر بھی کمزور ہے۔

محترمہ آپ Alfalfa Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔آپ آنکھوں کے لیے کسی آئیز اسپیشلسٹ کو دکھائیں۔

دلآویز شاہ سندھ سے لکھتی ہیں کہ وہ بچپن میں زیادتی کا شکار ہوگئی تھیں اور دوسرے مسائل میں قبض، چہرے پر دانے اور غیر متوازن ماہانہ نظام ہیں۔

محترمہ آپ کے سارے مسائل آپ کی کم علمی اور غیر متوازن ماہانہ نظام کی وجہ سے ہیں۔ آپ Pulsatilla 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔اور آپ پہلے والے مسئلے کے لیے کلینک کے نمبر پر صبح 10 سے دوپہر 1 کے دوران رابطہ کریں۔

گل ارینہ خان لکھتی ہیں کہ ان کی ناک اور ماتھے پر براؤن تل ہیں اور دوسرا مسئلہ ان کی بھانجی کا ہے۔

محترمہ آپ Thuja Q کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور اپنی بھانجی کے مسئلے کے لیے کلینک کے نمبر پر صبح 10 سے دوپہر 1 بجے تک رابطہ کریں۔

فرح ناز، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ ہمارے کلینک کے نمبر پر صبح 10 سے دوپہر 1 بجے تک رابطہ کریں۔

نازیہ پروین منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں میں نے آپ کی کافی تعریف سنی کہ کافی لوگوں کو آپ کے علاج سے فائدہ ہوا اسی امید کے ساتھ خط لکھا ہے، میں لیکوریا اور نسوانی حسن کے مسائل کا شکار ہوں اس کے علاوہ میرے بال تیزی سے سفید ہورہے ہیں اور گر بھی رہے ہیں۔اور میری والدہ کو خونی بواسیر بہت پرانی ہے اس کا بھی علاج بتادیں۔

محترمہ آپ Pulsatilla 30 کے 5 قطرے آدھے کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ بالوں اور نسوانی حسن کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ 1300 روپے کا منی آرڈر کردیں، Breast Beauty اور Hair Grower آپ کے گھر پہنچ جائے گا اور آپ اپنی والدہ کو Collinsonia 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔

سدرہ نورین، منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ اُن کی جلد چکنی ہے اور چہرے پر چھائیاں ہیں، اس کے علاوہ ماہانہ نظام بھی ٹھیک نہیں ہے وزن بہت بڑھ رہا ہے۔

محترمہ آپ Pulsatilla 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور چھائیوں کے لیے Berberis Aqui Q کے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے پہلے پئیں۔

عمیر اقبال، ساہیوال سے لکھتے ہیں کہ ان کا خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کریں۔

محترم Alfalfa Q کھانے سے پہلے 10 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور Acid Phas 30 کھانے کے بعد 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ بُری صحبت سے پرہیز کریں اور نماز باقاعدگی سے پڑھیں ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

فوزیہ جبیں، لالہ موسیٰ سے لکھتی ہیں کہ اُن کی بہن کے گھٹنوں کی ہڈیوں کا لعاب ختم ہوگیا ہے اُس کی کوئی دوا بتائیں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ انہیں پیشاب میں زیادتی کی شکایت ہے۔

محترمہ آپ کی بہن کے گھٹنوں کی ہڈیوں کا لعاب قدرتی طور پر ختم ہوچکا ہے اس کا اب کوئی علاج نہیں لیکن اُن کی تکلیف کم کرنے کے لیے آپ انہیں

ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ "ماہنامہ آنچل" کے معروف سلسلے "آپ کی صحت" کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ ہومیو پیتھی کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب یونانی طریقہ علاج کی سند بھی رکھتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے یونانی طریقہ علاج کے مطابق مردوں اور خواتین کے بالوں کے مسائل کے حل کیلئے بھی 2 دوائیں Aphrodite Hair Inhibitor غیر ضروری بالوں کے خاتمے کیلئے جبکہ Aphrodite Hair Grower سر کے بالوں کے مسائل، خاص کر گنج پن کے حل کیلئے متعارف کرائیں جو کہ 15 سال سے زائد عرصے سے بہت کامیابی کے ساتھ بالوں کے مسائل کے حل کیلئے استعمال کی جارہی ہیں۔ اپنے جادوئی اثر کی بناء پر یہ دوائیں نا صرف پورے ملک بلکہ بیرون ملک بھی جیسا کہ برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، ناروے، فرانس، جرمنی، عرب ممالک و دیگر ترقی یافتہ ممالک میں بھی کامیابی سے استعمال کی جاتی رہی ہیں۔

قدرتی بال، سر کی رونق بحال

Aphrodite
Hair Grower

اسپیشل آفر
بچائیں 2 بوتلیں Rs. 400/=
بذریعہ منی آرڈر صرف Rs. 1000/=
میں حاصل کریں
اسپیشل آفر محدود مدت کیلئے ہے۔

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت =/700 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت =/500 روپے

چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ

Hair Inhibitor

اسپیشل آفر
بچائیں Rs. 400/=
2 بوتلیں صرف Rs. 1400/=
میں حاصل کریں
اسپیشل آفر محدود مدت کیلئے ہے۔

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت =/900 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت =/800 روپے

ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دوکان نمبر C-5، کے ڈی فلیٹس فیز 4،
شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14-B، نارتھ کراچی 75850
فون نمبر: 021-36997059 صبح 10 تا رات 9 بجے
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں

زیر نگرانی:
محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا

منی آرڈر بذریعہ
پاکستان پوسٹ بھیجنے کا پتا:
منی آرڈر کرنے کے بعد فارم نمبر، نام، ایڈریس، مطلوبہ دوا، بھیجی گئی رقم،
0320-1299119 پر SMS کریں

Calcium Phos 6x کی 4،4 گولیاں دن میں تین وقت کھلایا کریں۔ ان شاء اللہ تکلیف میں کمی آجائے گی۔ پیشاب کی زیادتی کے لیے آپ Causticum 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔

ن ا، گجرات سے لکھتی ہیں کہ انہیں جلد کی اندرونی طرف پھوڑے جیسے دانے نکلتے ہیں اور ان کا چہرہ ہمیشہ سرخ رہتا ہے۔

محترمہ آپ Belladona 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں 3 بار پئیں۔ ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

دُر نجف امشال، ٹانک سٹی سے لکھتی ہیں کہ انہیں ہڈیوں کی کمزوری کی شکایت ہے جس کی وجہ سے جسم میں درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ Calcium Phos 6x کی 4 گولیاں دن میں تین دفعہ لیں، ان شاء اللہ شفایابی ہوگی۔

علینہ اشفاق، ضلع لودھراں سے لکھتی ہیں کہ انہیں گیس کی شکایت ہے پیٹ اور جسم میں درد رہتا ہے، لیکوریا کا مسئلہ بھی ہے یوٹرس میں بھی درد کی شکایت ہے۔

محترمہ آپ Carboveg 6 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور اپنے Pelvis کا الٹراساؤنڈ کروا کر رپورٹ ہمارے کلینک کے پتے پر بھیج دیں۔ آپ کو مزید دوا تجویز کردی جائے گی۔

ع، کے، رحیم یار خان سے لکھتی ہیں کہ اُنکی بہن کی عمر 21 سال ہے مگر ان کے پیریڈز ابھی تک شروع نہیں ہوئے، جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہیں، دوسرا مسئلہ اُن کے بالوں کا ہے، جو بڑھ نہیں رہے اور کافی کمزور ہیں۔

محترمہ آپ اپنی بہن کی Pelvis کا الٹراساؤنڈ کروا کر رپورٹ ہمارے کلینک کے پتے پر بھیجیں تاکہ مرض کی تشخیص ہوسکے، اپنے بالوں کے لیے ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ 700 روپے کا منی آرڈر بھیج دیں، Hair Grower آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

مقدس، کوٹ رادھا کشن سے لکھتی ہیں کہ مجھے تین سال سے نزلہ ہے، چھینکیں بہت آتی ہیں، سر میں درد رہتا ہے، آنکھوں اور ناک میں الرجی رہتی ہے۔

محترمہ آپ Gellsimium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ ٹھنڈی اشیاء مثلاً آئس کریم، ٹھنڈے مشروبات سے پرہیز کریں۔

خالد صاحب، میر پور خاص سے لکھتے ہیں کہ اُن کے بیٹے کی عمر 15 سال ہے اور اُسے احتلام کی زیادتی کا مسئلہ درپیش ہے، دوسرا مسئلہ اُن کی بیٹی کا ہے، جس کی عمر 10 سال ہے اور وہ اٹک اٹک کر بولتی ہے اور بہت کمزور ہے اُس کو چار دفعہ ٹائیفائیڈ بھی ہوچکا ہے۔

محترم آپ اپنے بیٹے کو Onosmodium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں اور اپنی بیٹی کو Stramonium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔

منی آرڈر کرنے کا پتا

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دوکان نمبر C-5، کے ڈی اے فلیٹس، فیز 4، شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر B-14، نارتھ کراچی۔ 75850، فون نمبر 021-36997059

کلینک کے اوقات کار: صبح 10 تا 1 بجے، شام 6 تا 9 بجے۔

خط لکھنے کا پتا

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

سنگھاڑا

سنگھاڑا بخار، گرم کھانسی، خون کے جوش اور دل کی گرمی کو مفید ہے۔ دانتوں کو چمکاتا ہے، مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے، دہی کے ساتھ کھانے سے دست بند ہوتے ہیں۔ منہ سے خون آنے کو روکتا ہے، بدن کو فربہ اور قوی کرتا ہے۔ تپ اور پیاس و غشی کو دور کرتا ہے، اس کا آٹا دودھ اور شکر کے ساتھ مرض پیچش اور دستوں میں بطور غذا مفید ہے۔ نشہ اور خمار زائل کرتا ہے، گرم مزاجوں میں بھوک بڑھاتا ہے۔ کمزوری کو زائل کرتا ہے اور جسم کو قوت دیتا ہے۔ سرد مزاج والوں کی بھوک کم کرتا ہے، اس کو کھانے سے کسی ضرر کا اندیشہ ہو تو اوپر سے گو یا شکر کھالیں۔ بلغم بڑھاتا ہے اس کی اصلاح مصری یا کھانڈ سے کریں۔ سوکھے سنگھاڑے کو لیموں کے رس میں پیس کر درد و کھجلی پر لگانے سے نفع کرتا ہے۔ سرد مزاجوں میں سدہ پیدا کرتا ہے، گردے و مثانے میں پتھری ڈالتا ہے۔ سوکھا اور بھنا ہوا نہایت ثقیل ہے، قابض بھی بہت ہے۔

شکر قند

یہ خاصا وزنی اور ثقیل پھل ہے۔ لوگ اسے شکر قندی کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ یہ غذائیت سے بھرپور ایک شیریں جڑ ہے اسے پھلوں میں شمار تو نہیں کیا جاتا لیکن اسے کھانے اور خریدنے میں ایسا ہی انداز دیکھنے کو ملتا ہے جو کسی پھل کی خریداری کا ہوتا ہے، اسے پانی میں ابال کر یا آگ پر بھون کر کھایا جاتا ہے۔

شکر قند میں سب سے زیادہ مقدار نشاستہ اور کیلشیم کی پائی جاتی ہے۔ نشاستہ صحت و قوت کا ایک بہترین ذریعہ اور متوازن غذا کا ایک اہم جزو ہے جبکہ کیلشیم دانتوں اور ہڈیوں کی بہترین نشوونما اور مضبوطی کے لیے مفید ہے۔ اپنے بیش بہا غذائی اجزا کے باعث شکر قند جسم انسانی کو پوری غذائیت بخشتی ہے۔ اسے ترکاری کے طور پر کاشت کیا جاتا ہے فوائد کے اعتبار سے یہ قیمتی پھلوں اور سبزیوں سے زیادہ بیش قدر ہے۔

بھوبل میں بھنی ہوئی شکر قند زود ہضم ہوتی ہے جبکہ ابالی ہوئی شکر قند دیر ہضم ہوتی ہے۔ اس کا مزاج گرم و تر پہلے درجے میں ہوتا ہے۔ اسے آدھ پاؤں سے زیادہ کی مقدار میں ایک ہی وقت میں نہیں کھانا چاہیے، اسے جب بھی کھایا جائے اس کے ساتھ ہمیشہ کالی مرچ، نمک اور زیرہ ضرور شامل کیا جائے اگر اسے نمک مرچ کے بغیر کھایا جائے تو یہ عموماً پیٹ میں درد کا موجب بنتی ہے۔ اس کا نامناسب استعمال سدے پیدا کرتا ہے، اس کے کھانے کے بعد سونف کا چبالینا بھی مضر اثرات کو زائل کرتا ہے۔

اگر اس کا حلوہ بنا کر کھایا جائے تو اس سے جسم کو خوب غذائیت حاصل ہوتی ہے اور جسم فربہ مائل ہوجاتا ہے چونکہ اس میں نشاستے کی مقدار دیگر اجزا کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے اسی لیے یہ بدن میں قوت و توانائی کے حصول کے لیے بہترین قدرتی ذریعہ قرار دی جاتی ہے۔ کمزور معدہ کے مالک افراد کو اس سے گریز کرنا چاہیے اس کے کھانے کے بعد تھوڑی سی مقدار میں سونف کھانا مفید ثابت ہوتا ہے۔

سردی کا مقابلہ کرنے میں شکر قند استعمال کرکے بدن میں روغن، نشاستے دار شکر اور گوشت پیدا کرنے والے اجزا کا ذخیرہ کرکے خون اور حرارت میں اضافہ کرنا چاہیے۔ یہ دبلے پتلے مگر مضبوط معدے والے افراد کے جسم کو فربہ کردیتی ہے۔ موسم سرما میں چالیس دن تک روزانہ آدھ پاؤ سے آدھ کلوگرام بھنی ہوئی شکر قند کھانے سے پورے سال کی غذائیت میسر آتی ہے۔

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں پائے جانے والے معدنی اجزا جسم کی مطلوبہ مقدار کے عین

مطابق ہیں۔ ڈیڑھ پاؤ شکر قند میں دو چپاتیوں کے برابر غذائیت موجود ہوتی ہے۔ اس کے استعمال سے گلے کی سوزش اور خراش میں افاقہ ہوتا ہے جن ماؤں کو دودھ میں کمی کی شکایت ہو ان کے لیے شکر قند مجرب و اکسیر ہے۔

فربہ ہونے کے لیے

شکر قند کو باریک باریک کاٹ کر خشک کرلیں' اس کے بعد اسے خوب کوٹ کر اس کا آٹا بنالیا جائے۔ آدھی چھٹانک یہ آٹا آدھا چھٹانک گھی میں ملا کر بھونیں اور اسے آدھ پاؤ چینی کے قوام میں شامل کرکے اس کا حلوہ تیار کرلیں' اگر طبیعت چاہے تو اس میں پستہ' بادام اور ناریل کی گری شامل کرلیں۔ اسے روزانہ صبح کے وقت اپنا معمول بنالیں چند ہی دنوں میں جسم فربہ ہوجائے گا۔

مالٹا

ریڈ بلڈ مالٹا صالح خون پیدا کرتا ہے' اس سے جگر کی گرمی رفع ہوجاتی ہے۔ تاہم حکماء کی رائے ہے کہ کھانسی' نزلہ اور زکام کی صورت میں مالٹا یا فروٹر نہیں کھانا چاہیے۔ یہ فائدہ دینے کی بجائے نقصان کا متحمل ہوتا ہے۔

جوڑوں کے درد کے لیے

جسم میں یورک ایسڈ کی زیادتی سے چھوٹے بڑے جوڑوں کا درد شروع ہوجاتا ہے۔ اس درد کے نتیجے میں سوجن کا آنا فطری عمل ہے' ایسی صورت میں یہ نسخہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔ سرنجاں شیریں اور سفید زیرہ ہم وزن لیں' انہیں سل یا کونڈے میں ڈال کر باریک کوٹ لیں۔ اس سفوف کی تین ماشہ سے چھ ماشہ کی مقدار دودھ کے ہمراہ صبح و شام دو وقت کھایا کریں اگر کسی کو دودھ پینے میں مشکل کا سامنا ہو تو وہ دودھ والی چائے استعمال کرسکتا ہے۔ دونوں وقت کے کھانے کے بعد تھوڑی سی سونف منہ میں ڈال کر ضرور چبایا کریں' اس طرح کرنے سے کھانے میں ہاضمہ کی سہولت ہوتی ہے اور جسم میں یورک ایسڈ کی مقدار میں اعتدال رہتی ہے۔

تقویت قلب و دماغ کے لیے

دل و دماغ کی تھکاوٹ سے نجات پانے کے لیے زمانہ قدیم سے مالٹے کا اسکوائش موزوں قرار دیا گیا ہے۔ یہ گھر پر بھی تیار کیا جاسکتا ہے اس کی ترکیب کچھ یوں ہے' عمدہ اور تازہ مالٹے لیں ان کا چھلکا اتار کر ان کا رس نکالیے اسے ململ کے موٹے کپڑے میں ڈال کر چھان کر اس کا گودا اور چھلکا پھینک دیجیے۔ مالٹے کا رس ساڑھے چار کلو لے کر اس میں تین کلوگرام چینی گھول دیں۔ جب چینی اچھی طرح گھل جائے تو اس میں سٹرک ایسڈ 80 گرام شامل کردیں اور انہیں ایک بار پھر ململ کے موٹے کپڑے میں چھان لیں۔ اس چھنے ہوئے محلول میں پانچ رتی پوٹاشیم میٹابائی سلفیٹ ملائیے اس کے بعد اس میں حسب ضرورت نارنجی کھانے کا رنگ شامل کرکے اچھی طرح حل کرلیں۔ آپ کا اسکوائش تیار ہوچکا ہے اسے صاف بوتلوں میں بھر کر منہ بند کردیجیے اگر انہیں دیر تک رکھنا مقصود ہو تو ان پر کارک لگا کر اوپر سے موم پگھلادیں تاکہ ان کے اندر ہوا نہ جاسکے۔ بوتلیں بھرتے وقت ان کے منہ سے نیچے دو تین انچ خالی رکھنا چاہیے۔ یہ بوتلیں ٹھنڈے اور خشک جگہ پر رکھی جائے۔

مالٹے کے چھلکوں کا مربہ بھی بنایا جاتا ہے مگر اس میں ڈیڑھ ماہ کا عرصہ درکار ہوتا ہے' اسی طرح اس کا مارملیڈ بھی تیار کیا جاتا ہے۔

شہزادی فرخندہ..... خانیوال

❁